تذکرہ اُن سرکش و باغی اقوام کے عبرتناک انجام کا
جنہوں نے اللہ کے انبیاء کو جھٹلایا

اللہ کے باغی

(قرآن حکیم کی روشنی میں)

منصور احمد بٹ

قرآن حکیم کی روشنی میں سرکش و باغی اقوام کا عبرت ناک انجام

اللہ کے باغی

منصور احمد بٹ

تمغہ حسن کمال و تمغہ صدارت

روبی پبلی کیشنز
دکان نمبر 13، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار لاہور
فون: 042-37243301، موبائل: 0300-4213406

اشاعت ---------------------------- جنوری 2012ء
ناشر ---------------------------- محمد عمران انجم
کمپوزنگ ---------------------------- ابو عمار عبداللہ
پرنٹرز ---------------------------- چوہدری طاہر حمید
---------------------------- 5۔قطب روڈ، لاہور
قیمت ---------------------------- -/400 روپے

روبی پبلی کیشنز
دکان نمبر 13، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار لاہور
فون: 042-37243301، موبائل: 0300-4213406

اللہ رب العزت کے نام
جس نے ہمیں راہِ ہدایت نصیب فرمائی
اور اپنے نبی ﷺ کی
امت میں پیدا فرمایا۔

اوراقِ رہنما

* جزئیاتِ ایمان 13
* عذاب کن قوموں پر آتے ہیں 26
* عزازیل (ابلیس) کا انجام 32
* طوفانِ نوح 50
* قومِ عاد کی آندھی 72
* شداد کی جنت 89
* قومِ ثمود کی تباہی 96
* نمرود کا انجام 117
* شہرِ سدوم کی تباہی 154
* آگ کا طوفان 177
* فرعون کی تباہی 194
* قارون کا انجام 274
* سامری کا انجام 283
* قومِ سباء کا سیلاب 292
* اصحاب الفیل اور لشکرِ ابابیل 311
* سردارانِ کفار کا انجام 325

۞

حرفِ آغاز

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''میں نے تمہیں ان ہاتھوں سے بنایا ہے، تو پھر مجھے کیا فائدہ کہ تمہیں عذاب میں مبتلا کروں، مگر تم اپنے اعمال کے سبب ہی (اللہ کے) عذاب کے حق دار بنتے ہو۔''

جب اللہ رب العزت نے حضرت آدم علیہ السلام کو تخلیق فرمایا تو تمام ملائکہ بخوبی آگاہ تھے کہ نسلِ آدم فساد برپا کرے گی، مگر اللہ رب العزت تو بہتر جانتے تھے، انہوں نے معافی اور توبہ کا تحفہ بھی انسان کو عطا فرمایا۔

حضرت آدم علیہ السلام ہی وہ پہلے انسان تھے، جن سے خطا سرزد ہوئی تو انہیں سزا کے طور پر زمین پر اتار دیا گیا۔ انہوں نے اپنی اس خطا پر اپنے رب سے گڑگڑا کر رو رو کر معافی مانگی، آخر ان کی توبہ قبول ہوئی، پھر زمین پر نسلِ انسانی کی نمو ہوئی۔ نسلِ آدم پھلی پھولی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو متنبہ کیا:

''خبردار! صرف اللہ ہی کی عبادت کرنا، اس کی نافرمانی نہ کرنا، ورنہ اللہ کا عذاب سخت ہے، اگر غلطی سے کوئی خطا سرزد ہو جائے تو توبہ کرنے میں جلدی کرنا، اللہ بڑا غفور اور نہایت رحم والا ہے۔''

اس عالمِ رنگ و بو میں بے شمار ایسی اقوام آئیں، اور اپنے اپنے وقت پر گزر گئیں، جن کی طاقت وعظمت کا جھنڈا چاردانگِ عالم کی رفعتوں پر پھریرا کرتا رہا، اور جب وہ اقوامِ راہِ راست سے بھٹکیں، تو اللہ رب العزت نے ان کی اصلاح کے لیے اپنے پیغمبروں کو مبعوث فرمایا، مگر وہ نافرمان اور باغی و سرکش لوگ کفر کی تمام حدود پھلانگ گئے۔ انہوں نے نہ صرف ان انبیاء کرام علیہم السلام کی تکذیب کی بلکہ انہیں طرح طرح کی اذیتوں میں مبتلا کر دیا۔ سرِعام سرکشی و بغاوت کا علم بلند کر دیا۔ اللہ کے مقابلے میں اور خدا گڑ لیے۔ انہیں اپنا حاجت روا

مانے لگے۔ اللہ رب العزت نے ان کی ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے انہیں ذلت کی پستیوں میں دھکیل دیا۔

ان غافل اقوام میں قوم عاد، قومِ ثمود، قومِ لوط، قومِ موسیٰ، قومِ شعیب، کفار مکہ اور دیگر کئی اقوام شامل ہیں۔ جن کا انجام اللہ رب العزت نے رہتی دنیا کے لیے نشانِ عبرت بنا دیا۔

اللہ رب العزت نے ان اقوام کو طرح طرح کی نعمتوں سے نواز رکھا تھا۔ انہیں دولت، قوت، شان و شوکت غرض ہر نعمت عطا کر رکھی تھی۔ سونا اگلتی زمینیں، چاندی کی طرح بہتے شفاف چشمے، ثمر آور باغات، فلک بوس عمارات، دنیا کی کون سی ایسی آسائش تھی، جو انہیں میسر نہ تھی۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ اللہ کی ان نعمتوں کا شکر ادا کرتے، اس کے فرمان بردار بندوں میں شمار ہوتے، لیکن زیادہ مال و دولت کی ہوس نے انہیں خودسر بنا دیا، اور وہ اس حد تک غرور میں آ گئے کہ خالق کائنات کی ہستی کے سرے سے ہی منکر ہو گئے، اور سرکش و مغضوب لوگوں کی طرح وہ عرصہ دراز تک من مانیاں کرتے رہے۔ جب اتمام حجت ہو چکا، تو عذابِ الٰہی نے انہیں اپنی گرفت میں لے لیا اور پھر وہ بستیاں جہاں زندگی اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ موجود تھی۔ آنِ واحد میں اجڑے ہوئے دیاروں کا منظر پیش کرنے لگیں۔

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

''جو خدا کے اقرار کو مضبوط کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جس چیز (یعنی رشتۂ قرابت) کے جوڑے رکھنے کا خدا نے حکم دیا ہے ان کو قطع کر ڈالتے ہیں اور زمین میں خرابی کرتے ہیں وہی لوگ نقصان اٹھاتے ہیں۔''

(سورۃ البقرہ: 27)

جب کوئی قوم خالق کائنات کی محیط و مقتدر قوت کاملہ کا دامن اپنے ہاتھ سے چھوڑ دیتی ہے، یا اس منزہ ہستی سے منحرف ہو جاتی ہے تو اللہ رب العزت اپنی حکمت کاملہ سے کائنات میں جاری اپنی ان گنت پوشیدہ قوتوں میں سے کسی ایک کو اس قوم کی سرزنش کے لیے مقرر کر دیتے ہیں۔ جس کے سامنے انسانی تمدن کی تمام پابندیاں ریت کی دیوار ثابت ہوتی ہیں۔

ارشادِ ربانی ہے:

''جن لوگوں نے (ان باتوں کو تسلیم کرنے سے) انکار کر دیا، ان کے لیے یکساں ہے، خواہ تم انہیں خبردار کرو یا نہ کرو، بہرحال وہ ماننے والے نہیں ہیں۔

اللہ نے ان کے دلوں اور ان کے کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑ گیا ہے۔ وہ سخت سزا کے مستحق ہیں۔''

(سورۃ البقرہ: 7)

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''جن لوگوں نے کفر کا راستہ اختیار کیا اور کفر ہی کی حالت میں جان دی، ان پر اللہ اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ اسی لعنت زدگی کی حالت میں وہ ہمیشہ رہیں گے، نہ ان کی سزا میں تخفیف ہوگی اور نہ انہیں پھر کوئی دوسری مہلت دی جائے گی۔''

(سورۃ البقرہ: 162)

سورۃ البقرہ میں ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے:

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، جو کچھ مال متاع ہم نے تم کو بخشا ہے، اس میں سے خرچ کرو، قبل اس کے کہ وہ دن آئے، جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی، نہ دوستی کام آئے گی اور نہ سفارش چلے گی۔ اور ظالم اصل میں وہی ہیں جو کفر کی روش اختیار کرتے ہیں۔''

(سورۃ البقرہ: 254)

زیر مطالعہ کتاب ''اللہ کے باغی'' میں ان سرکش و باغی اقوام کا ذکر پیش کیا گیا ہے۔ جنھوں نے اپنی سرکشی سے بغاوت کا علم بلند کر رکھا تھا۔ اللہ رب العزت نے انہیں صراط مستقیم دکھانے کے لیے انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا مگر کفر کے یہ پتلے اپنی ضد پر اڑے رہے، اور بالآخر تاریخ میں عبرت کا نشان بن کر رہ گئے۔

زیر مطالعہ کتاب کے تمام واقعات قرآن حکیم سے لیے گئے ہیں۔ ان باغی و سرکش اقوام کا ذکر قرآن حکیم کی جن سورتوں اور جن جن آیات میں آیا ہے۔ ان سب کو یکجا کر دیا گیا ہے، اور پھر ان کی روشنی میں اصل واقعات ترتیب دیے گئے ہیں تاکہ موجودہ اور آنے والی نسلیں ان واقعات سے عبرت حاصل کر سکیں۔

اس کتاب کی تیاری میں کسی کتاب سے کوئی واقعہ نہیں لیا گیا۔ صرف اللہ کی آخری کتاب سے مدد لی گئی ہے۔

اللہ رب العزت نے حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا میں اپنا خلیفہ مقرر کر کے بھیجا تھا۔ بلاشبہ انسان کی فطرت میں فساد اور خونریزی اور ظلم و ستم کے سفلی جذبات بھی رکھ دیے تھے، لیکن ان کے ساتھ ہی اعلیٰ اخلاقی اقدار کو بیدار کر کے اسے احسن التقویم بھی بنا دیا تھا۔

اختلاف رنگ و بو سے ہی حقیقت میں گلشن کی رونق ہوتی ہے، مگر اسے اعتدال پر رکھنے کے لیے انسان کو اللہ رب العزت نے دنیا میں اپنا نائب بنا دیا۔ اس لیے انسان میں خواہ کسی قدر ظلم و بربریت ہو، وہ مل جل کر رہنے کا عادی ہے، اور متمدن زندگی گزارنا چاہتا ہے۔ اس متمدن زندگی کو پُرامن طریق پر چلانے کے لیے انسان کو خلیفہ بنایا گیا تاکہ دنیا میں امن و سکون قائم کیا جاسکے۔ انسان کی جبلی برائیوں پر ایک حد تک قابو پایا جاسکے، اور اس کو اللہ کے عذابوں سے ڈرائے۔ اس مقصد کے لیے دنیا میں نبی آتے رہے تاکہ معاشرے میں اعتدال پیدا کرکے ایک خلافت قائم کریں۔ ان انبیاء کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار بتائی جاتی ہے۔ یہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام آئے اور انہوں نے امن و انسانیت کی تعلیم دی، اور ظلم و ستم سے باز رہنے کی تلقین کی۔ جن اقوام نے اپنے انبیاء کی بات مان لی وہ تو اللہ کی پناہ میں رہے، جو باغی تھے اللہ نے انہیں فنا کردیا۔

اللہ کا سب سے پہلا باغی عزازیل تھا۔ عزازیل جسے ہم ابلیس اور شیطان کے نام سے جانتے ہیں۔ سب سے پہلے اس نے بغاوت کا علم بلند کیا، حالانکہ وہ اللہ کے مقرب بندوں میں سے تھا۔ روایت ہے کہ عرش کا کوئی گوشہ ایسا نہ تھا جہاں اس نے رب کائنات کو سجدہ نہ کیا ہو، مگر جب بغاوت پر آیا تو سرکشی کی انتہا کردی، اور آج تک اپنی سرکشی پر قائم ہے۔ وہ اللہ کے بندوں کو صراطِ مستقیم سے بھٹکانے کی پوری کوشش کرتا ہے، جو اللہ کے نیک بندے ہیں۔ وہ اس کے بہکاوے میں نہیں آتے، اور جو نافرمان ہیں، وہ شیطان کی پیروی اختیار کرتے ہیں اور جہنم کے لیے سامان مہیا کرتے ہیں۔ اللہ رب العزت ہمیں صراطِ مستقیم پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اور اپنی بندگی کا شرف اور اپنے محبوب ﷺ کی غلامی کا طوق ہمہ وقت ہماری گردنوں کی زینت بنائے رکھے۔ آمین۔

والسلام

منصور احمد بٹ
0300-9427827
0321-4883686

جزئیاتِ ایمان

اللہ رب العزت نے بنی نوع انسان کی رشد و ہدایت کے لیے مختلف ادوار میں مختلف قبائل میں اپنے پیغمبر بھیجے۔ جو گمراہ لوگوں کو صراطِ مستقیم کی طرف گامزن کرنے کا فریضہ انجام دیتے ان لوگوں میں وہ نیک سیرت لوگ بھی تھے جنہوں نے اللہ کے انبیاء علیہم السلام کی آواز پر لبیک کہا۔ کفر و شرک کے راستے کو ترک کیا اور اللہ کی وحدانیت پر ایمان لے آئے اور ایسے بدبخت انسان بھی تھے جنہوں نے انبیا علیہم السلام کی تکذیب کی اور اللہ کی وحدانیت کو ٹھکرا دیا۔ جنہوں نے ان انبیاء کرام علیہم السلام سے بغاوت کی اللہ سے سرکشی کا راستہ اختیار کیا اور اللہ سے بغاوت پر آمادہ ہوئے۔ اللہ کے یہ باغی جب سرکشی کے راستے کو کسی طرح چھوڑنے پر تیار نہ ہوئے تو اللہ کا جوش اور غضب ان پر نازل ہوا اور یوں یہ اقوام، اللہ کے یہ باغی و سرکش دنیا سے نیست و نابود ہو کر رہ گئے۔ اس سلسلے میں سب سے زیادہ اذیتیں رسول اکرم ﷺ کو کفار نے دیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

''رسولؐ اس ہدایت پر ایمان لایا ہے جو اس کے رب کی طرف سے اس پر نازل ہوئی ہے اور جو لوگ اس رسول کے ماننے والے ہیں انہوں نے بھی اس ہدایت کو دل سے تسلیم کرلیا ہے یہ سب اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو مانتے ہیں اور ان کا قول یہ ہے کہ ہم اللہ کے رسولوں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کرتے ہم نے حکم سنا اور اطاعت قبول کی۔ مالک! ہم تجھ سے خطا بخشی کے طالب ہیں اور ہمیں تیری ہی طرف پلٹنا ہے۔''

(سورۃ البقرہ: 285)

قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

''اے ایمان لانے والو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر

جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل کی ہے اور ہر اس کتاب پر جو اس سے پہلے وہ نازل کر چکا ہے جس نے اللہ اور اس کے ملائکہ اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور روز آخرت سے کفر کیا وہ گمراہی میں بھٹک کر بہت دور نکل گیا۔''

(سورۃ النساء:136)

اللہ اور آخرت پر ایمان

''اے نبیؐ ان سے کہو، میں تو ایک بشر ہوں تم جیسا مجھے وحی کے ذریعے سے بتایا جاتا ہے کہ تمھارا خدا تو بس ایک ہی خدا ہے۔ لہٰذا تم سیدھے اسی کا رخ اختیار کرو اور اس سے معافی چاہو۔ تباہی ہے ان مشرکوں کے لیے جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت کے منکر ہیں۔ رہے وہ لوگ جنہوں نے مان لیا۔ اور نیک اعمال کیے ان کے لیے یقیناً ایسا اجر ہے جس کا سلسلہ کبھی ٹوٹنے والا نہیں ہے۔''

(سورۃ حم السجدہ : 6 تا 8)

قرآن میں مزید آیا ہے:

''آگاہ رہو! یہ لوگ اپنے رب کی ملاقات میں شک رکھتے ہیں سن رکھو وہ ہر چیز پر محیط ہے۔''

(سورۃ حم السجدہ : 54)

ارشاد حق ہے:

''وہ اللہ ہی ہے جس نے حق کے ساتھ یہ کتاب اور میزان نازل کی ہے اور تمہیں کیا خبر شاید کہ فیصلے کی گھڑی قریب ہی آ گئی ہو۔ جو لوگ اس کے آنے پر ایمان نہیں رکھتے وہ تو اس کے لیے جلدی مچاتے ہیں مگر جو اس پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ یقیناً وہ آنے والی ہے خوب سن لو جو لوگ اس سے ڈرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ یقیناً وہ آنے والی ہے خوب سن لو جو لوگ اس گھڑی کے آنے میں شک ڈالنے والی بحث کرتے ہیں وہ گمراہی میں بہت دور نکل گئے ہیں۔''

(سورۃ الشوریٰ:17-18)

اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتے ہیں:

''ان سے کہو اللہ ہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا، تم کو سننے اور دیکھنے کی طاقتیں دیں اور سوچنے سمجھنے والے دل دیے، مگر تم کم ہی شکر کرتے ہو ان سے کہو اللہ ہی

ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا ہے اور اسی کی طرف تم سمیٹے جاؤ گے۔''

(سورۃ الملک : 23 تا 24)

قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

''(حکم ہوگا) پکڑو اسے اور اس کی گردن میں طوق ڈال دو پھر اسے جہنم میں جھونک دو، پھر اس کو ستر ہاتھ لمبی زنجیر میں جکڑ دو یہ نہ اللہ بزرگ و برتر پر ایمان لاتا ہے اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا ہے۔''

(سورۃ الحآقۃ30، 34)

ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

''انسان کم ہمت پیدا ہوا ہے جب اس انسان پر مصیبت آتی ہے تو گھبرا اٹھتا ہے اور جب اسے خوشحالی نصیب ہوتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے مگر وہ لوگ (اس عیب سے بچے ہوئے ہیں) جو نماز پڑھنے والے ہیں، جو اپنی نماز کی ہمیشہ پابندی کرتے ہیں۔''

(سورۃ المعارج :19 تا 23)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''ہر متنفس اپنے کسب کے بدلے رہن ہے۔ دائیں بازو والوں کے سوا جو جنتوں میں ہوں گے وہاں وہ مجرموں سے پوچھیں گے تمہیں کیا چیز دوزخ میں لے گئی؟ وہ کہیں گے ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے اور مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے اور حق کے خلاف باتیں بنانے والوں کے ساتھ مل کر ہم بھی باتیں بنانے لگتے تھے اور روز جزا کو جھوٹ قرار دیتے تھے یہاں تک کہ ہمیں اس یقینی چیز سے سابقہ پیش آ گیا۔''

(سورۃ المدثر38 تا 47)

اس سورہ مبارکہ میں ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے۔

''ہر گز نہیں، اصل بات یہ ہے کہ یہ آخرت کا خوف نہیں رکھتے۔''

(سورۃ المدثر53)

روز جزاء کے متعلق قرآن میں ارشاد ہوتا ہے۔

''نہیں، میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی اور نہیں میں قسم کھاتا ہوں ملامت کرنے والے نفس کی کیا انسان یہ سمجھ رہا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو جمع نہ

کرسکیں گے۔ کیوں نہیں؟ ہم تو ان کی انگلیوں کی پور سے پور تک ٹھیک بنا دینے پر قادر ہیں۔ مگر انسان چاہتا یہ ہے کہ آگے بھی بداعمالیاں کرتا رہے۔''

(سورۃ القیامۃ:1 تا 5)

اللہ تعالیٰ مزید ارشاد فرماتے ہیں:

''کیا ہم نے اگلوں کو ہلاک نہیں کیا؟ پھر انہی کے پیچھے ہم بعد والوں کو چلتا کریں گے مجرموں کے ساتھ ہم یہی کچھ کیا کرتے ہیں۔ تباہی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے کیا ہم نے ایک حقیر پانی سے تمہیں پیدا نہیں کیا اور ایک مقررہ مدت تک اسے ایک محفوظ جگہ ٹھہرائے رکھا؟ تو دیکھو ہم اس پر قادر تھے، پس ہم بہت اچھی قدرت رکھنے والے ہیں۔ تباہی ہے اس روز جھٹلانے والوں کے لیے۔

کیا ہم نے زمین کو سمیٹ کر رکھنے والی نہیں بنایا۔ زندوں کے لیے بھی اور مردوں کے لیے بھی اور اس میں بلند و بالا پہاڑ جمائے اور تمہیں میٹھا پانی پلایا؟ تباہی ہے اس روز جھٹلانے والوں کے لیے۔'' (سورۃ المرسلت:16 تا 28)

منکرین کے متعلق ارشادِ حق ہوتا ہے:

''یہ لوگ کہتے ہیں کیا واقعی ہم پلٹ کر پھر لائے جائیں گے؟ کیا جب ہم کھوکھلی بوسیدہ ہڈیاں بن چکے ہوں گے؟ یہ واپسی تو پھر بڑے گھاٹے کی ہوگی!''

(سورۃ النزعت:10 تا 12)

قرآن کہتا ہے:

''اے انسان کس چیز نے تمہیں اپنے رب کریم کی طرف سے دھوکے میں ڈال دیا جس نے تجھے پیدا کیا تجھے نِک سِک سے درست کیا تجھے متناسب بنایا اور جس صورت میں چاہا تجھ کو جوڑ کر تیار کیا؟ ہرگز نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ تم لوگ جزا و سزا کو جھٹلاتے ہو، حالانکہ تم پر نگران مقرر ہیں ایسے معزز کاتب جو تمہارے ہر فعل کو جانتے ہیں۔'' (سورۃ الانفطار:6تا12)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے:

''یہ وہ نیک لوگ ہوں گے جو دنیا میں نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے

ڈرتے ہیں جس کی آفت ہر طرف پھیلی ہوگی اور اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں (اور ان سے کہتے ہیں کہ) ہم تمہیں صرف اللہ کی خاطر کھلا رہے ہیں، ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ، ہمیں تو اپنے رب سے اس دن کے عذاب کا خوف لاحق ہے جو سخت مصیبت کا انتہائی طویل دن ہوگا پس اللہ تعالیٰ انہیں اس دن کے شر سے بچا لے گا اور انہیں تازگی و سرور بخشے گا۔''

(سورۃ الدھر:7 تا 11)

اسی سورۂ مبارکہ میں ارشاد ہوتا ہے:

''یہ لوگ جو جلدی حاصل ہونے والی چیز (دنیا) سے محبت رکھتے ہیں اور آگے جو بھاری دن آنے والا ہے اسے نظرانداز کر دیتے ہیں۔'' (سورۃ الدھر:27)

قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''تباہی ہے اس روز جھٹلانے والوں کے لیے جو روز جزا کو جھٹلاتے ہیں اور اسے نہیں جھٹلاتا، مگر ہر وہ شخص جو حد سے گزر جانے والا بدعمل ہے۔''

(سورۃ المطففین:11، 12)

ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

''منکرین لوگوں سے کہتے ہیں ہم بتائیں تمہیں ایسا شخص جو خبر دیتا ہے کہ جب تمہارے جسم کا ذرہ ذرہ منتشر ہو چکا ہوگا اس وقت تم نئے سرے سے پیدا کر دیے جاؤ گے؟ نہ معلوم یہ شخص اللہ کے نام سے جھوٹ گھڑتا ہے یا اسے جنون لاحق ہے''نہیں بلکہ جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے وہ عذاب میں مبتلا ہونے والے ہیں اور وہی بری طرح بہکے ہوئے ہیں۔'' (سورۃ السبا:7 تا 8)

اسی سورۂ مبارکہ میں ارشاد ہوتا ہے:

''ابلیس کو ان پر کوئی اقتدار حاصل نہ تھا مگر جو کچھ ہوا وہ اس لیے ہوا کہ ہم یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ کون آخرت کا ماننے والا ہے اور کون اس کی طرف سے شک میں پڑا ہوا ہے۔ تیرا رب ہر چیز پر نگران ہے۔'' (سورۃ السبا:21)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کہتا ہے:

''کیا تو ان سے کچھ مانگ رہا ہے؟ تیرے پاس تیرے رب کا دیا ہی بہتر

ہے اور وہ بہترین رازق ہے تُو تو ان کو سیدھے راستے کی طرف بلا رہا ہے۔
مگر جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے وہ راہ راست سے ہٹ کر چلنا چاہتے ہیں۔''
(سورۃ المومنون:72 تا 74)

اللہ عزوجل کا ارشاد حق ہے:

''اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ ''اس گھڑی'' کو جھٹلا چکے ہیں اور جو اس گھڑی کو جھٹلائے اس کے لیے ہم نے بھڑکتی ہوئی آگ مہیا کر رکھی ہے وہ جب دور سے ان کو دیکھے گی تو یہ اس کے غضب اور جوش کی آوازیں سن لیں گے۔''
(سورۃ الفرقان:11، 12)

قرآن فرماتا ہے:

''اور اس زبردست اور رحیم پر توکل کرو جو تمہیں اس وقت دیکھ رہا ہوتا ہے جب تم اٹھتے ہو اور سجدہ گزار لوگوں میں تمہاری نقل و حرکت پر نگاہ رکھتا ہے۔ وہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔'' (سورۃ الشعرآء:217 تا 220)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''تم نے دیکھا اس شخص کو جو آخرت کی جزا و سزا کو جھٹلاتا ہے؟ وہی تو ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کا کھانا دینے پر نہیں اکساتا'' (سورۃ الماعون:1 تا 3)

ارشاد ہوتا ہے:

''طٰسٓ'' یہ آیات ہیں قرآن اور کتاب مبین کی، ہدایت اور بشارت ہے ان ایمان لانے والوں کے لیے جو نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور پھر وہ ایسے لوگ ہیں جو آخرت پر پورا یقین رکھتے ہیں۔
حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے ان کے لیے ہم نے ان کے کرتوتوں کو خوش نما بنا دیا ہے اس لیے وہ بھٹکتے پھرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے بڑی سزا ہے اور آخرت میں یہی سب سے زیادہ خسارے میں رہنے والے ہیں۔''
(سورۃ النمل: 1 تا 4)

اسی سورۃ مبارکہ میں ارشاد ہوتا ہے:

''بلکہ آخرت کا تو علم ہی ان سے گم ہو گیا ہے بلکہ یہ اس کی طرف سے شک

میں ہیں بلکہ یہ اس سے اندھے ہیں۔''

یہ منکرین کہتے ہیں

''کیا جب ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی ہو چکے ہوں گے تو ہمیں واقعی قبروں سے نکالا جائے گا؟ یہ خبریں ہم کو بھی بہت دی گئی ہیں اور پہلے ہمارے آباؤ اجداد کو بھی دی جاتی رہی ہیں مگر یہ بس افسانے ہی افسانے ہیں جو اگلے وقتوں سے سنتے چلے آ رہے ہیں۔'' (سورۃ النمل:66 تا 68)

اللہ تعالیٰ مزید ارشاد فرماتے ہیں:

''یہ کتاب حکیم کی آیات ہیں ہدایت اور رحمت نیکو کار لوگوں کے لیے جو نماز قائم کرتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں، آخرت پر یقین رکھتے ہیں یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے راہ راست پر ہیں اور یہی فلاح پانے والے ہیں۔''
(سورۃ لقمان:2 تا 5)

ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

''اور جنہوں نے کفر کیا ہے اور ہماری آیات کو اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا ہے وہ عذاب میں حاضر رکھے جائیں گے۔'' (سورۃ الروم:16)

قرآن میں فرمایا گیا ہے:

''بس اب چکھو مزا اپنی اس حرکت کا کہ تم نے اس دن کی ملاقات کو فراموش کر دیا چکھو ہمیشگی کے عذاب کا مزا اپنے کرتوتوں کی پاداش میں۔''
(سورۃ السجدہ:14)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''موسیٰ نے کہا:

''میں نے تو ہر اس متکبر کے مقابلے میں، جو یوم الحساب پر ایمان نہیں رکھتا اپنے رب اور تمہارے رب کی پناہ لے لی ہے۔'' (سورۃ المومن:27)

قرآن حکیم میں مزید ارشاد ہوتا ہے:

''حقیقت میں تو امن انہی کے لیے ہے اور راہ راست پر وہی ہیں جو ایمان لائے اور جنہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ آلودہ نہیں کیا۔''
(سورۃ الانعام:82)

اسی سورۂ مبارک میں ارشاد ہوتا ہے

''کہو کہ اپنے گواہوں کو لاؤ جو کہیں کہ اللہ نے یہ چیزیں حرام کی ہیں۔ پھر اگر وہ (آ کر) گواہی دیں تو تم ان کے ساتھ گواہی نہ دینا اور ہرگز ان لوگوں کی خواہشات کے پیچھے نہ چلنا جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ہے اور جو آخرت کے منکر ہیں اور جو دوسروں کو اپنے رب کا ہمسر بناتے ہیں۔''

(سورۂ الانعام:150)

روز آخرت کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے:

''ہماری نشانیوں کو جس کسی نے جھٹلایا اور آخرت کی پیشی کا انکار کیا اس کے سارے اعمال ضائع ہوگئے ان کو وہ ہی سزا دی جائے گی جو کچھ یہ کرتے تھے۔''

(سورۂ الاعراف :147)

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

''اب اگر تمہیں تعجب کرنا ہے تو تعجب کے قابل لوگوں کا یہ قول ہے کہ جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم نئے سرے سے پیدا کیے جائیں گے؟ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب سے کفر کیا ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کی گردنوں میں طوق پڑے ہوئے ہیں یہ جہنمی ہیں اور جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔''

(سورۂ الرعد :5)

اللہ تعالیٰ اسی سورۂ مبارکہ میں مزید فرماتے ہیں:

''ان کی روش یہ ہوتی ہے کہ اللہ نے جن جن روابط کو برقرار رکھنے کا حکم دیا ہے انہیں برقرار رکھتے ہیں اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور اس بات کا خوف رکھتے ہیں کہ کہیں ان سے بری طرح حساب نہ لیا جائے۔''

(سورۂ الرعد :21)

ارشادِ حق ہے:

''تمہارا خدا صرف ایک ہی خدا ہے مگر جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے ان کے دلوں میں انکار بس کر رہ گیا ہے اور وہ گھمنڈ میں پڑ گئے ہیں۔''

(سورۂ النحل :22)

اللہ تعالیٰ نے اس سورۂ مبارکہ میں مزید ارشاد فرمایا ہے:

''جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے انہی کے لیے بری باتیں (نشانیاں) ہیں اور اللہ کو صفت اعلیٰ (زیب دیتی ہے) اور وہ غالب حکمت والا ہے۔''

(سورۂ النحل :60)

اسی سورۂ مبارکہ میں مزید ارشاد حق ہے:

''اور دیکھو اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں فضیلت عطاء کی ہے، پھر جن لوگوں کو یہ فضیلت دی گئی ہے وہ ایسے نہیں ہیں کہ اپنا رزق اپنے غلاموں کی طرف پھیر دیا کرتے ہوں تاکہ دونوں اس رزق میں برابر کے حصہ دار بن جائیں تو کیا یہ لوگ نعمت الٰہی کے منکر ہیں۔'' (سورۂ النحل :71)

ارشادِ حق ہے:

''یقیناً جن لوگوں نے کہہ دیا کہ اللہ ہی ہمارا رب ہے پھر اس پر جم گئے ان کے لیے نہ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے ایسے سب لوگ جنت میں جانے والے ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے اپنے ان اعمال کے بدلے جو وہ دنیا میں کرتے رہے ہیں۔'' (سورۂ الاحقاف:13،14)

قرآن فرماتا ہے:

''لوگو! اگر تمہیں زندگی بعد موت کے بارے میں کچھ شک ہے تو تمہیں معلوم ہو کہ ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا ہے پھر نطفے سے، پھر خون کے لوتھڑے سے، پھر گوشت کی بوٹی سے جو شکل والی بھی ہوتی ہے اور بے شکل بھی (یہ ہم اس لیے بتا رہے ہیں) تاکہ تم پر واضح کریں، ہم جس (نطفے) کو چاہتے ہیں ایک وقت خاص تک رحموں میں ٹھہرائے رکھتے ہیں، پھر تم کو ایک بچے کی صورت میں نکال لاتے ہیں (پھر تمہیں پرورش کرتے ہیں) تاکہ تم اپنی پوری جوانی کو پہنچو اور تم میں سے کوئی پہلے ہی بلا لیا جاتا ہے اور کوئی بدترین عمر کی طرف پھیر دیا جاتا ہے تاکہ سب کچھ جاننے کے بعد پھر کچھ نہ جانے اور تم دیکھتے ہو کہ زمین سوکھی پڑی ہے، پھر جہاں ہم نے اس پر مینہ برسایا کہ یکا یک وہ پھبک اٹھی اور پھول گئی اور اس نے ہر قسم کی خوش منظر نباتات اگائی

شروع کر دیں۔"
(سورۃ الحج :5)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بادشاہ ہے نہایت مقدس، سراسر سلامتی، امن دینے والا نگہبان سب پر غالب، اپنا حکم بزور نافذ کرنے والا اور بڑا ہی ہو کر رہنے والا، پاک ہے اللہ اس شرک سے جو لوگ کر رہے ہیں۔"
(سورۃ الحشر : 23)

اسی سورۂ مبارکہ میں مزید ارشاد حق ہے:

"وہ اللہ ہی ہے جو تخلیق کا منصوبہ بنانے والا اور اس کو نافذ کرنے والا اور اس کے مطابق صورت گری کرنے والا ہے اس کے لیے بہترین نام ہیں۔ ہر چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے اس کی تسبیح کر رہی ہے اور وہ زبردست و حکمت والا ہے۔"
(سورۃ الحشر :24)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"جو چیز آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے سب اللہ کی تسبیح کرتی ہے اور وہ غالب حکمت والا ہے۔"
(سورۃ الصّف: 1)

اسی سورۂ مبارکہ میں ارشاد حق ہوتا ہے:

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کے مددگار بنو جس طرح عیسیٰ (علیہ السلام) ابن مریم نے حواریوں کو خطاب کر کے کہا تھا:
کون ہے اللہ کی طرف (بلانے) میں میرا مددگار؟ اور حواریوں نے جواب دیا تھا ہم ہیں اللہ کے مددگار بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ ایمان لے آیا اور ایک گروہ کافر رہا۔ پس ہم نے ایمان لانے والوں کو ان کے دشمنوں کے مقابلے میں مدد دی اور وہ غالب ہو گئے۔"
(سورۃ الصّف :14)

ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

"(اور اپنے) پیغمبر (بھی بھیجے ہیں) جو تمہارے سامنے اللہ کی واضح المطالب آیتیں پڑھتے ہیں تا کہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کو اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لے آئیں جو کوئی اللہ پر ایمان لائے اور نیک

عمل کرے، اللہ اسے ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی ابدالآباد ان میں رہیں گے۔ بے شک اللہ نے ان کو خوب رزق دیا۔"
(سورۃ الطلاق:11)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

"اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کا ساتھ دو اس کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح اور شام اس کی تسبیح کرتے رہو۔"
(سورۃ الفتح :9)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"جو لوگ اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان لائیں گے اور عمل نیک کریں گے خواہ وہ مسلمان ہوں یا یہودی، صابی ہوں یا عیسائی جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا بے شک اس کے لیے نہ کسی خوف کا مقام ہے نہ رنج کا۔"
(سورۃ المآئدہ:69)

فرشتوں اور کتابوں پر ایمان

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

"جو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبرائیل اور میکائیل کے دشمن ہیں۔ اللہ ان کافروں کا دشمن ہے۔"
(سورۃ البقرہ:98)

اللہ تعالیٰ نے اسی سورۂ مبارکہ میں مزید فرمایا ہے:

"نیکی یہ نہیں کہ تم نے اپنے چہرے مشرق کی طرف کر لیے یا مغرب کی طرف بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ کو اور یوم آخرت اور ملائکہ کو اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور اس کے پیغمبروں کو دل سے مانے اور اللہ کی محبت میں اپنا دل پسند مال رشتے داروں اور یتیموں پر مسکینوں اور مسافروں پر، مدد کے لیے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے۔ نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور نیک وہ لوگ ہیں کہ جب عہد کر لیں تو اسے وفا کریں اور تنگی و مصیبت کے وقت میں حق و باطل کی جنگ میں صبر کریں یہ ہیں راست باز لوگ اور یہی لوگ متقی ہیں۔"
(سورۃ البقرہ:177)

اسی سورۂ مبارکہ میں مزید ارشاد ہوتا ہے

''رسول اس ہدایت پر ایمان لایا ہے جو اس کے رب کی طرف سے اس پر نازل ہوئی ہے اور جو لوگ اس رسول کے ماننے والے ہیں انہوں نے بھی اس ہدایت کو دل سے تسلیم کرلیا ہے یہ سب اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو مانتے ہیں اور ان کا قول یہ ہے کہ ہم اللہ کے رسولوں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کرتے، ہم نے حکم سنا اور اطاعت قبول کی۔ مالک! ہم تجھ سے خطاء بخشی کے طالب ہیں اور ہمیں تیری ہی طرف پلٹنا ہے۔''

(سورۃ البقرہ:285)

قرآن فرماتا ہے:

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل کی ہے اور ہر اس کتاب پر جو اس سے پہلے وہ نازل کر چکا ہے جس نے اللہ اور اس کے ملائکہ اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور روز آخرت سے کفر کیا وہ گمراہی میں بھٹک کر بہت دور نکل گیا۔''

(سورۃ النسآء:136)

یہ تھیں قرآن حکیم کی چند آیات جن میں اللہ پر اس کے رسولوں پر اور اس کی کتابوں پر اللہ کے فرشتوں پر اور روز آخرت پر ایمان لانے کے متعلق تلقین کی گئی اور انکار کی صورت میں وعید سنائی گئی اللہ تعالیٰ نے گم کردہ راہ لوگوں کو سیدھا راستہ دکھانے کے لیے اس دنیا میں جو پیغمبر بھیجے ان گمراہ لوگوں نے نہ صرف ان کی تکذیب کی بلکہ انہیں طرح طرح کی اذیتیں بھی دیں انہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت سے انکار کیا۔

غرور و تکبر کے یہ پتلے جب اپنی انتہا کو پہنچ گئے تو اللہ کا جوش غضب میں آتا رہا اور ان لوگوں کو زبردست عذابوں سے دوچار ہونا پڑا۔

اللہ تعالیٰ بڑا غفور و رحیم ہے وہ کریم ہے اپنے بندوں سے بہت پیار کرتا ہے وہ چاہتا تھا کہ اس کے یہ باغی بندے راہ راست پر آ جائیں، اس کی وحدانیت تسلیم کرلیں، اسے اپنا رب مانیں، اپنا رازق جانیں دکھ، درد اور مصیبت و رنج میں اسی کی طرف رجوع کریں اس سے مانگیں اس کی عبادت کریں مگر غرور و تکبر کے پتلے کسی طرح بھی راہ راست پر نہ آ رہے تھے۔

اللہ کے رسولوں نے انہیں گمراہی کی دلدل سے نکالنے کی بڑی کوشش کی مگر وہ تو اللہ سے سرکشی و بغاوت پر اتر آئے تھے۔ اب اللہ نے ان پر اپنا عذاب نازل کیا اور انہیں ان کی سرکشی کی سزا دی گئی چند تنبیہی آیات الٰہی کے بعد ان سرکش قوموں کی تاریخ بیان کی گئی ہے جن کا ذکر قرآن حکیم میں آیا ہے کہ جب انہوں نے ظلم اور سرکشی اختیار کی بغاوت کی راہ پر چل پڑے تو دولت، قوت، طاقت، ذہانت اور صاحب ہنر ہوتے ہوئے بھی اللہ نے ان کو تہس نہس کر دیا اور ان کی جگہ دوسری قوم پیدا کر دی اور ان کی داستان کو داستان عبرت بنا دیا گیا۔

عذاب کن قوموں پر آتے ہیں

قرآن حکیم کی روشنی میں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ

''قرآن پر غور کیوں نہیں کرتے''

قرآن کہتا ہے:

فَاعْتَبِرُوْ اَيَا اُولِی الْاَبْصَارْ

حسنا عتبرو ایا اولی الابصار

''دل کی آنکھیں رکھنے والو اس میں تمہارے لیے عبرت ہے۔''

تاریخ خود کو دہراتی ہے، قوموں کے عروج و زوال کی داستانیں تاریخ کے اوراق پر بکھری پڑی ہیں۔ کیا قومیں بلاوجہ تباہ و برباد کر دی جاتی ہیں؟ نہیں، ہرگز نہیں۔

قوموں کے عروج و زوال میں سب سے بڑا ہاتھ خود ان قوموں کا ہوتا ہے جب تک ان میں زندہ رہنے کا احساس موجود رہتا ہے وہ زندہ رہتی ہیں جب یہ احساس ختم ہو جاتا ہے تو فنا کی راہ اختیار کر لیتی ہیں ان کا عروج وزوال قصہ پارینہ بن کر رہ جاتا ہے۔ ان کی سطوت، قوت اور دولت نیست و نابود ہو کر رہ جاتی ہے یہ قومیں یہ باغی اور سرکش قومیں جب عذاب الٰہی کا شکار ہوتی ہیں تو ان کا نام لینے والا کوئی باقی نہیں رہتا یہ تاریخی داستان کا حصہ بن کر رہ جاتی ہیں صرف کبھی کبھار قصے کہانیوں میں زندہ رہتی ہیں۔

قرآن حکیم اللہ کی کتاب ہے اس میں ان قوموں کی سربلندی اور تباہی کے واقعات درج ہیں جن کا تاریخ میں کوئی ذکر نہیں اللہ نے انہیں قرآن میں اس لیے درج فرمایا، فرمایا کہ

''قرآن پڑھنے والو! کہیں تم بھی ان کی طرح اللہ اور اس کے رسول کے باغی

اور سرکش نہ ہو جانا ورنہ تمہارا حشر بھی وہی ہوگا۔''

ان مختصر واقعات سے بتانا یہ مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم پر عمل کرنے اور نیک نیتی، خلوص، جرأت، بہادری اور اولوالعزمی سے ہی قومیں زندہ رہ سکتی ہیں اور جو قوم اپنی آزادی اور حریت سے غافل ہو جاتی ہے اس کے لیے تباہی و بربادی لازمی ہے اس میں کسی قوم کی خصوصیت نہیں۔

دنیا کی تاریخ عبرت کے لیے ہمارے سامنے موجود ہے جہاں تک علم تاریخ کی رسائی ہو سکی وہاں تک تاریخ کے واقعات کو قلمبند کر دیا گیا تاریخ کے بے شمار واقعات آثار و شواہد کی صورت میں سے ملتے ہیں اور بعض کہانیوں کی صورت میں سینہ بہ سینہ چلے آتے ہیں۔

ایک دور وہ بھی رہا ہے جہاں تک تاریخ کی دسترس نہیں ہے اور نہ اس دور کی کہانیوں کا ذکر ملتا ہے ان خارج از ذہن اور تاریخی واقعات کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں درج کر دیا ہے کہ پڑھنے والے اس سے عبرت حاصل کر کے اپنے دلوں میں ایک ولولۂ تازہ قائم کر سکیں۔

قرآن حکیم کا انداز بیان تاریخ سے بالکل مختلف ہے تاریخ شجرہ نسب کی حیثیت رکھتی ہے لیکن قرآن کا مقصد قاری کو پڑھتے ہوئے اللہ کے غضب اور عذاب سے ڈرا کر راہ راست پر لانا ہے اس لیے کہ یہ کتاب ایک کتاب ہدایت ہے۔

قرآن حکیم کے ارشادات کے تحت ان بنیادی اصولوں کو پیش کیا جاتا ہے جو قوموں کی تباہی و بربادی کا باعث ہوتے ہیں اور جن سے بچنے کے لیے قرآن مجید میں بار بار تاکید آئی ہے انسان کو اللہ نے ایک بہترین مخلوق پیدا کیا اور اسے زمین پر اپنا نائب بنایا قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا:

''اللہ نے تم کو زمین میں اپنا نائب بنایا اور تم میں سے بعض کے درجے دوسروں سے بلند کیے تاکہ اللہ تم کو نعمتیں دے کر آزمائے۔''

''دنیا میں خلافت کے مستحق وہ لوگ ہیں جو نیک عمل کرتے ہیں اور جو مومن ہیں یہ اللہ کا وعدہ ہے۔''

''بلاشبہ اللہ کے نیک اور صالح بندے ہی زمین کے وارث ہوں گے اللہ نے جو ابدی قوانین بنا دیے ہیں ان میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔''

مزید فرمایا

''آپ اللہ کے طریق کار (سنت) میں کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے یعنی اللہ نے عروج و زوال کے جو قوانین مقرر کر رکھے ہیں ان پر عمل ہوتا ہے۔''

''تم اللہ کے قانون اور طریقہ کار میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے اور نہ ہی سنت اللہ میں کوئی تغیر۔''

''اللہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو صرف یہ کہہ دیتا ہے کہ ''ہو جا'' اور وہ ہو جاتی ہے۔''

''آپ اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے۔''

یہ بھی خیال رہے کہ

''عذاب فوراً نہیں آجاتا اگر اللہ چاہے تو ان کے اعمال کا مواخذہ کرتے ہوئے ان پر جلد عذاب لے آئے لیکن اس کے وعدے کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے۔''

اب ان آیات کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے جن میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو انتباہ کرتا ہے اور ایمان والوں سے مخاطب ہے۔

''اے ایمان والو! تم میں سے اگر کوئی اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ کسی اور قوم کو لے آئے گا اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس سے محبت رکھتے ہیں۔''

''ظلم کرنے والی قوموں کی جڑ کاٹ دی جاتی ہے۔''

''یقیناً غلام لوگ فلاح نہیں پائیں گے''

''اللہ دوسرے لوگوں کو تمہارا جانشین بنا دے گا اور تم اس کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے۔''

''اے نبی! تمہارا پروردگار بلا وجہ بستیوں کو تباہ و برباد نہیں کرتا، اس حال میں کہ اس میں نیک لوگ بھی ہوں۔''

''ہم نے بستیوں کو ہلاک کر دیا ان کی ہلاکت کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے۔''

''اللہ چاہے تو تم کو یہاں سے لے جائے اور تمہاری جگہ ایک نئی مخلوق لے آئے۔''

''اور اللہ کے لیے کوئی کام مشکل نہیں ہے۔''

''اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے آسودہ حال لوگوں کو نیکی کا حکم بھیجتے ہیں لیکن وہ نافرمانی کرتے ہیں جب ان پر عذاب کا حکم واجب ہو جاتا ہے تو ہم اسے ہلاک کر دیتے ہیں جیسا کہ ہلاک کرنے کا حق ہے۔''

''کتنی ہی قومیں تھیں جو بہت ساز و سامان اور ٹیپ ٹاپ رکھتی تھیں ہم نے ان کو ہلاک کر دیا۔''

''ظلم و ستم کرنے والی قوموں کی کتنی ہی بستیاں تباہ و برباد کر دی گئیں اور ہم ان کی جگہ دوسری قوموں کو لے آئے۔''

''کتنی ہی بستیاں ہم نے تباہ کر دیں کیونکہ ان کے رہنے والے ظالم تھے۔''

''کتنی ہی بستیاں تباہ و برباد کر دی گئیں جو اپنی خوشحالی پر اترایا کرتی تھیں۔''

''ہم بلاوجہ بستیوں کو تباہ نہیں کرتے البتہ اس وقت جب وہ ظلم و سرکشی اختیار کریں۔''

''کون نہیں جانتا کہ ان سے پہلے ان امتوں کو ہلاک کر دیا جو ان سے کہیں زیادہ دولت مند اور طاقتور تھیں۔''

''ان سے پہلے جو لوگ تھے ان کا کیا انجام ہوا جو ان سے زیادہ طاقتور بھی تھے۔ کاشتکاری کیا کرتے تھے۔ انہوں نے زمین کو آباد کیا پھر رسول ان کے پاس کھلی دلیلیں لے کر آئے۔ لیکن انہوں نے انکار کیا۔''

ہم ان (سرکشوں) کو دنیا میں بھی عذاب کا مزا چکھائیں گے۔ اس بڑے عذاب سے پہلے جو قیامت کو ہوگا تا کہ وہ باز آئیں۔''

''اللہ چاہے تو تم کو لے جائے اور نئی مخلوق لے آئے۔''

''اس سے پہلے ہم نے کتنی ہی سرکش قومیں تباہ کر دیں۔''

''ان لوگوں کا انجام کیا ہوا جو ان سے پہلے تھے اور زمین میں تعداد، قوت اور آثار کے اعتبار سے بہت اہم تھے لیکن انہوں نے دنیا میں جو کچھ کیا وہ ان کے کسی کام نہ آیا۔''

''یہ عام قاعدہ کہ جب اللہ بندوں پر رزق فراخ کر دیتا ہے تو وہ سرکش

ہو جاتے ہیں۔''

''اور ہم نے ان سے کہیں زیادہ طاقتور لوگوں کو ہلاک کر دیا جن کی مثالیں پہلے گزر چکی ہیں۔''

''ہم نے اس سے پہلے کتنی ہی قوموں کو تباہ برباد کر دیا جو بہت زیادہ طاقت و قوت رکھتی تھیں۔''

''قوم عاد کے لوگ صبح ایسے ہوئے کہ ان کے گھروں کے سوا وہاں کچھ نظر نہ آیا ہم مجرموں کو اسی طرح مٹا دیا کرتے ہیں۔''

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات قرآن مجید میں موجود ہیں تاکہ مسلمان عبرت حاصل کریں اور زندگی کا سیدھا راستہ اختیار کریں جو قرآن مجید نے ہمیں دیا ہے پھر قرآن حکیم میں ہی ارشاد ہوتا ہے

''خدا کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک وہ اپنی حالت کو نہ بدلنا چاہیں۔''

اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا میں اپنا خلیفہ مقرر کر کے بھیجا تھا۔ بلا شبہ انسان کی فطرت میں فساد اور خونریزی اور ظلم وستم کے سفلی جذبات بھی رکھ دیے تھے لیکن اس کے ساتھ میں اعلیٰ اخلاقی اقدار کو بیدار کر کے اسے احسن التقویم بھی بنا دیا تھا۔

اختلاف رنگ و بو سے ہی حقیقت میں گلشن کی رونق ہوتی ہے مگر اسے اعتدال پر رکھنے کے لیے انسان کو اللہ نے دنیا میں اپنا نائب بنا دیا اس لیے کہ انسان میں خواہ کسی قدر ظلم و بربریت ہو وہ مل جل کر رہنے کا عادی ہے اور متمدن زندگی گزارنا چاہتا ہے اس متمدن زندگی کو پرامن طریق پر چلانے کے لیے انسان کو خلیفہ بنایا گیا تاکہ دنیا میں امن وسکون قائم کیا جا سکے عامتہ الناس کی جبلی برائیوں پر ایک حد تک قابو پایا جا سکے اور ان کو اللہ کے عذابوں سے ڈرائے لہٰذا اس مقصد کے لیے دنیا میں ہر زمانے میں نبی آتے رہے تاکہ معاشرے میں اعتدال پیدا کر کے ایک خلافت اللہ قائم کریں ان کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار بتائی جاتی ہے۔ یہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام والصلوٰۃ آئے اور انہوں نے امن وانسانیت کی تعلیم دی اور ظلم وستم سے باز رہنے کی تلقین کی۔ جن قوموں نے اپنے نبی کی بات مان لی وہ تو اللہ کی پناہ میں رہے اور جو باغی رہے اللہ نے ان کو فنا کر دیا۔

قرآن حکیم میں ان ہی نافرمان قوموں کا ذکر ہے جن کے پاس نبی آئے لیکن انہوں

نے اللہ کے انبیاء کرام علیہم السلام والصلوٰۃ کی ہدایت اور نصیحت کو نہ مانا اچھی باتیں نہ سنیں آخر اللہ کو ناراض کیا اور ان پر عذاب آیا کہ ان کے نام ونشان تک دنیا سے مٹ گئے۔

اللہ تعالیٰ کے واضح احکام پیش کرنے کے بعد اب ان قوموں کا ذکر کیا جاتا ہے جن کا انسانی تاریخ میں تو کوئی ذکر نہیں اس لیے کہ تاریخ مرتب ہونے سے پہلے ان کا کہیں ریکارڈ نہیں ملتا۔ یہ صرف اللہ نے قرآن میں بتایا ہے کہ بہت پہلے جب اس زمانے کی قوموں نے سرکشی کی اور اس کے احکامات کی خلاف ورزی کی اور برے کام کیے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اصلاح و بہتری کے لیے انبیاء اور رسول بھیجے جن کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار بیان کی جاتی ہے اور جب ان ظالم قوموں نے اللہ کے پیغام کو جوان کی بہتری اور بھلائی ہی کے لیے تھا ٹھکرا دیا تو اس نے دنیا سے ان کا نام ونشان تک مٹا دیا۔

✿

حضرت آدم علیہ السلام

عزازیل

(ابلیس) کا انجام

"اور ہم نے تمہاری تخلیق کی ابتداء کی پھر تمہاری صورت بنائی، پھر فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو اس حکم پر سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا۔"
(سورۃ الاعراف :11)

ابلیس جس کو شیطان کہا جاتا ہے یہ فرشتہ نہیں تھا بلکہ جن تھا جو آگ سے پیدا ہوا تھا لیکن یہ فرشتوں کے ساتھ ملا جلا رہتا تھا اور دربار خداوندی میں بہت مقرب اور بڑے بڑے بلند درجات و مراتب سے سرفراز تھا۔

حضرت کعب بن احبار رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

"ابلیس چالیس ہزار سال تک جنت کا خزانچی رہا اور اسی ہزار برس تک ملائکہ کا ساتھی رہا اور چالیس ہزار برس تک ملائکہ کو وعظ سناتا رہا اور تیس ہزار برس تک مقربین کا سردار رہا اور ایک ہزار برس تک روحانیین کی سرداری کے منصب پر رہا، اور چودہ ہزار برس تک عرش کا طواف کرتا رہا، اور پہلے آسمان میں اس کا نام عابد اور دوسرے آسمان پر زاہد اور تیسرے آسمان پر عارف اور چوتھے آسمان میں ولی اور پانچویں آسمان میں تقی اور چھٹے آسمان میں خازن اور ساتویں آسمان میں عزازیل تھا اور لوح محفوظ میں اس کا نام ابلیس لکھا ہوا تھا اور یہ اپنے انجام سے غافل اور خاتمہ سے بے خبر تھا۔"

عزازیل (ابلیس) اللہ کا پہلا سرکش اور باغی تھا، جس نے اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی کی۔
اس نے اللہ کریم کا حکم ماننے سے انکار کر دیا تھا اپنی تمام تر عبادت و ریاضت کے باوجود سرکشی

و بغاوت پر اتر آیا تھا غرور و تکبر کا یہ پتلا آخر نافرمانی کا مرتکب ہوا۔

جب اللہ رب العزت نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو ابلیس نے انکار کر دیا اور حضرت آدم علیہ السلام کی تحقیر اور اپنی بڑائی کا اظہار کر کے تکبر کیا۔ اسی جرم کی سزا میں خداوند عالم نے اس کو مردود بارگاہ کر کے دونوں جہان میں ملعون فرما دیا اور اس کی پیروی کرنے والوں کو جہنم میں عذاب نار کا سزاوار بنا دیا۔

قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

"فرمایا کس چیز نے تجھے روکا کہ تو نے سجدہ نہ کیا جب میں نے تجھے حکم دیا تھا بولا میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے بنایا فرمایا تو یہاں سے اتر جا تجھے نہیں پہنچتا کہ یہاں رہ کر غرور کرے نکل تو ہے ذلت والوں میں بولا مجھے فرصت دے اس دن تک کہ لوگ اٹھائے جائیں فرمایا تجھے مہلت ہے بولا تو قسم اس کی کہ تو نے مجھے گمراہ کیا میں ضرور تیرے سیدھے راستے پر ان کی تاک میں بیٹھوں گا پھر ضرور میں ان کے پاس آؤں گا ان کے آگے اور ان کے پیچھے اور ان کے داہنے اور ان کے بائیں سے اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا فرمایا یہاں سے نکل جا رد کیا گیا راندہ ہوا ضرور جو ان میں سے تیرے کہے پر چلا میں تم سب سے جہنم بھر دوں گا۔"

(سورہ الاعراف: 12 تا 18)

حضرت آدم علیہ السلام کا لقب "خلیفۃ اللہ" ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی خلافت سے سرفراز فرمانے کا ارادہ فرمایا تو اس سلسلے میں اللہ رب العزت اور فرشتوں میں جو مکالمہ ہوا وہ بہت تعجب خیز ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت ہی فکر انگیز اور عبرت آموز بھی ہے۔ جو حسب ذیل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اور (وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے) جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا: اے فرشتو! میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں جو میرا نائب بن کر زمین میں میرے احکام کو نافذ کرے گا۔

یہ سن کر ملائکہ نے کہا:

اے باری تعالیٰ! کیا تو زمین میں ایسے شخص کو اپنی خلافت و نیابت کے شرف سے سرفراز فرمائے گا جو زمین میں فساد برپا کرے گا اور قتل و غارت گری سے خون ریزی کا بازار گرم کرے گا؟"

اے خداوند تعالیٰ! اس شخص سے زیادہ تیری خلافت کے حقدار تو ہم ملائکہ کی جماعت ہے کیونکہ ہم ملائکہ نہ زمین میں فساد پھیلائیں گے نہ خون ریزی کریں گے بلکہ ہم تیری حمد و ثناء کے ساتھ تیری سبوحیت کا اعلان اور تیری قدوسیت اور پاکی کا بیان کرتے رہتے ہیں اور تیری تسبیح و تقدیس سے ہر لحظہ و ہر آن رطب اللسان رہتے ہیں اس لیے ہم فرشتوں کی جماعت ہی میں کسی کے سر پر اپنی خلافت و نیابت کا تاج رکھ کر اس کو خلیفۃ اللہ کے معزز لقب سے سربلند فرما:"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اے فرشتو! آدمؑ کے خلیفہ بنانے میں جو حکمتیں اور مصلحتیں ہیں ان کو میں ہی جانتا ہوں تم گروہ ملائکہ ان حکمتوں اور مصلحتوں کو نہیں جانتے۔"

(سورۃ البقرہ: 30)

فرشتے باری تعالیٰ کے اس ارشاد کو سن کر اگرچہ خاموش ہو گئے مگر انہوں نے اپنے دل میں یہ خیال چھپائے رکھا کہ اللہ تعالیٰ خواہ کسی کو بھی اپنا خلیفہ بنا دے مگر وہ فضل و کمال میں ہم فرشتوں سے بڑھ کر نہ ہوگا کیونکہ ہم ملائکہ فضیلت کی جس منزل پر ہیں وہاں تک کسی مخلوق کی بھی رسائی نہ ہو سکے گی اس لیے فضیلت کے تاجدار بہرحال ہم فرشتوں کی جماعت ہی رہے گی۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرما کر تمام چھوٹی بڑی چیزوں کا علم ان کو عطاء فرما دیا۔ پھر اللہ رب العزت نے فرشتوں سے کہا:

"اے فرشتوں اگر تم اپنے اس دعویٰ میں سچے ہو کہ تم سے افضل کوئی دوسری مخلوق نہیں ہو سکتی تو تم تمام ان چیزوں کے نام بتاؤ جن کو میں نے تمہارے پیش نظر کر دیا ہے۔"

ملائکہ نے جواب دیا:

"اے اللہ! تو ہر نقص و عیب سے پاک ہے ہمیں تو بس اتنا ہی علم ہے جو تو نے ہمیں عطاء فرما دیا ہے اس کے سوا ہمیں اور کسی چیز کا کوئی علم نہیں ہے ہم بالیقین یہ جانتے ہیں اور مانتے ہیں کہ بلاشبہ علم و حکمت کا خالق و مالک تو صرف تو ہی ہے۔"

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مخاطب فرما کر ارشاد فرمایا:

"اے آدمؑ! تم ان فرشتوں کو تمام چیزوں کے نام بتا دو۔ حضرت آدمؑ نے تمام اشیاء کے نام اور ان کی حکمتوں کا علم فرشتوں کو بتا دیا جن کو سن کر فرشتے متعجب اور محو حیرت رہ گئے۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اے فرشتوں! کیا میں نے تم سے یہ نہیں فرما دیا تھا کہ میں زمین و آسمان کی چھپی ہوئی تمام چیزوں کو جانتا ہوں اور تم جو علانیہ یہ کہتے تھے کہ آدمؑ فساد برپا کریں گے اس کو بھی میں جانتا ہوں اور تم جو خیالات اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے تھے کہ کوئی مخلوق تم سے بڑھ کر افضل نہیں پیدا ہوگی میں تمہارے دلوں میں چھپے ہوئے ان خیالات کو بھی جانتا ہوں۔"

پھر حضرت آدم علیہ السلام کے فضل و کمال کے اظہار و اعلان کے لیے اور فرشتوں سے ان کی عظمت و فضیلت کا اعتراف کرانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے سب فرشتوں کو حکم فرمایا:

"تم سب آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو۔ تو وہ سب سجدے میں گر پڑے مگر شیطان نے انکار کیا اور غرور میں آ کر کافر بن گیا۔"

(سورۃ البقرہ: 34)

چنانچہ تمام فرشتوں نے آپ کو سجدہ کیا لیکن ابلیس نے سجدہ سے انکار کر دیا اور تکبر کیا تو کافر ہو کر مردود بارگاہ ہو گیا۔

اس پورے مضمون کو قرآن مجید نے اپنے معجزانہ طرز بیان میں اس طرح ذکر فرمایا ہے۔

① سورۃ البقرہ

اس سورۃ مبارکہ میں ارشاد ربانی ہوتا ہے:

1۔ ''پھر ذرا اس وقت کا تصور کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں اس زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں انہوں نے کہا: کیا آپ زمین میں کسی ایسے کو مقرر کرنے والے ہیں جو اس کے نظام کو بگاڑ دے گا فساد پھیلائے گا اور خون ریزیاں کرے گا؟ آپ کی حمد وثناء کے ساتھ تسبیح اور آپ کے لیے تقدیس تو ہم کر ہی رہے ہیں۔ فرمایا: میں جانتا ہوں جو کچھ تم نہیں جانتے۔'' (سورۃ البقرہ:30)

2۔ ''اس کے بعد اللہ نے آدمؑ کو ساری چیزوں کے نام سکھائے پھر انہیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا: اگر تمہارا خیال درست ہے (کہ کسی خلیفہ کے تقرر سے انتظام بگڑ جائے گا) تو ذرا ان چیزوں کے نام تو بتاؤ۔'' (سورۃ البقرہ:31)

3۔ ''انہوں نے عرض کیا نقص سے پاک تو صرف آپ ہی کی ذات ہے۔ ہم تو بس اتنا ہی جانتے ہیں جتنا آپ نے ہم کو سکھایا ہے۔ حقیقت میں سب کچھ جاننے اور سمجھنے والا آپ کے سوا اور کوئی نہیں۔'' (سورۃ البقرہ:32)

4۔ ''پھر اللہ نے آدم سے کہا تم ان چیزوں کے نام بتاؤ جب اس نے ان کو ان سب اشیاء کے نام بتا دیے تو اللہ نے فرمایا میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ میں آسمان اور زمین کی وہ ساری حقیقتیں جانتا ہوں جو تم سے مخفی ہیں جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو وہ بھی معلوم ہے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اسے بھی میں جانتا ہوں۔'' (سورۃ البقرہ: 33)

5۔ ''پھر جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو تو سب سجدہ میں گر گئے مگر ابلیس نے انکار کیا وہ اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں پڑ گیا اور نافرمانوں میں شامل ہو گیا۔'' (سورۃ البقرہ: 34)

6۔ ''پھر ہم نے آدم سے کہا: تم اور تمہاری بیوی، دونوں جنت میں رہو اور

یہاں بفراغت جو چاہو کھاؤ، مگر اس درخت کا رخ نہ کرنا ورنہ ظالموں میں شمار ہو گے۔'' (سورۃ البقرہ :35)

7۔ ''آخر شیطان نے ان دونوں کو اس درخت کی ترغیب دے کر ہمارے حکم کی پیروی سے ہٹا دیا اور انہیں اس حالت سے نکلوا کر چھوڑا جس میں وہ تھے ہم نے حکم دیا کہ: اب تم سب یہاں سے نیچے اتر جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمہیں ایک خاص وقت تک زمین میں ٹھہرنا ہے اور وہیں گزر بسر کرنا ہے۔'' (سورۃ البقرہ:36)

8۔ ''اس وقت آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ کر توبہ کی جس کو اس کے رب نے قبول کر لیا کیونکہ وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔'' (سورۃ البقرہ :37)

9۔ ''ہم نے کہا: تم سب یہاں سے اتر جاؤ، پھر جو میری طرف سے کوئی ہدایت تمہارے پاس پہنچے تو جو لوگ میری اس ہدایت کی پیروی کریں گے ان کے لیے کسی خوف اور اندیشے کا موقع نہ ہوگا۔'' (سورۃ البقرہ:38)

10۔ ''اور جو اس کے قبول کرنے سے انکار کریں گے اور ہماری آیات کو جھٹلائیں گے وہ آگ میں جانے والے لوگ ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔'' (سورۃ البقرہ :39)

② سورۃ آلِ عمران

اس سورۃ مبارکہ میں ارشاد ہوتا ہے

1۔ ''اللہ نے آدمؑ اور نوحؑ اور آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام دنیا والوں پر ترجیح دے کر (اپنی رسالت کے لیے) منتخب کیا تھا۔'' (سورۃ آل عمران:33)

③ سورۃ الاعراف

اللہ تعالیٰ سورۃ الاعراف میں فرماتے ہیں:

1۔ ''ہم نے تمہاری تخلیق کی ابتدا کی، پھر تمہاری صورت بنائی، پھر فرشتوں

سے کہا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو اس حکم پر سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا۔‘‘ (سورۂ الاعراف:11)

2۔ ’’پوچھا: تجھے کس چیز نے سجدہ کرنے سے روکا جب کہ میں نے تجھے حکم دیا تھا؟
بولا: میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے۔‘‘ (سورۂ الاعراف :12)

3۔ ’’فرمایا: اچھا تو یہاں سے نیچے اتر تجھے حق نہیں کہ یہاں بڑائی کا گھمنڈ کرے۔ نکل جاؤ، درحقیقت تو ان لوگوں میں سے ہے جو خود اپنی ذلت چاہتے ہیں۔‘‘ (سورۂ الاعراف :13)

4۔ ’’بولا: مجھے اس دن تک مہلت دے جب کہ یہ سب دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔‘‘ (سورۂ الاعراف :14)

5۔ ’’فرمایا: تجھے مہلت ہے۔‘‘ (سورۂ الاعراف :15)

6۔ ’’بولا: اچھا تو جس طرح تو نے مجھے گمراہی میں مبتلا کیا ہے میں بھی اب تیری سیدھی راہ پر ان (انسانوں) کی گھات میں لگا رہوں گا، ان کو آگے پیچھے دائیں بائیں اور ہر طرف سے ان کو گھیروں گا اور تو ان میں سے اکثر کو نافرمان پائے گا۔‘‘ (سورۂ الاعراف: 16، 17)

7۔ ’’فرمایا: نکل جا یہاں سے ذلیل اور ٹھکرایا ہوا یقین رکھ کہ ان میں سے جو تیری پیروی کریں گے تجھ سمیت ان سب سے جہنم بھر دوں گا۔‘‘ (سورۂ الاعراف: 18)

8۔ ’’اور اے آدمؑ! تو اور تیری بیوی، دونوں جنت میں رہو، جہاں جس چیز کو تمہارا جی چاہے کھاؤ، مگر اس درخت کے پاس نہ پھٹکنا ورنہ ظالموں میں سے ہو گے۔‘‘ (سورۂ الاعراف: 19)

9۔ ’’پھر شیطان نے ان کو بہکایا تا کہ ان کے ستر کی چیزیں جو ایک دوسرے سے چھپائی گئی تھیں ان کے سامنے کھول دے اس نے ان سے کہا: تمہارے رب نے تمہیں جو اس درخت سے روکا ہے اس کی وجہ اس کے

سوا کچھ نہیں کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ۔ یا تمہیں ہمیشگی حاصل نہ ہو جائے۔‘‘ (سورۂ الاعراف: 20)

10۔ ’’اور اس نے قسم کھا کر ان سے کہا کہ میں تمہارا سچا خیر خواہ ہوں۔‘‘ (سورۂ الاعراف:21)

11۔ ’’اس طرح دھوکہ دے کر وہ ان دونوں کو رفتہ رفتہ اپنے ڈھب پر لے آیا آخر کار جب انہوں نے اس درخت کا مزہ چکھا تو ان کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے وہ اپنے جسم کو جنت کے پتوں سے ڈھانپنے لگے تب ان کے رب نے انہیں پکارا: کیا میں نے تمہیں اس درخت سے نہیں روکا تھا اور نہیں کہا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔‘‘ (سورۂ الاعراف :22)

12۔ ’’دونوں بول اٹھے: اے رب! ہم نے اپنے اوپر ستم کیا، اب اگر تو نے ہم سے درگزر نہ فرمایا اور رحم نہ کیا تو یقیناً ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔‘‘ (سورۂ الاعراف :23)

13۔ ’’فرمایا: اتر جاؤ، تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمہارے لیے ایک خاص مدت تک زمین ہی میں جائے قرار اور سامان زیست ہے۔‘‘ (سورۂ الاعراف :24)

14۔ ’’اور فرمایا: وہیں تم کو جینا اور وہیں تم کو مرنا ہے اور اسی زمین میں سے تم کو آخر کار نکالا (اٹھایا) جائے گا۔‘‘ (سورۂ الاعراف :25)

④ سورۂ الحجر

اس سورۂ مبارکہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

1۔ ’’پھر یاد کرو اس موقع پر جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں سڑی ہوئی مٹی سے سوکھے گارے سے ایک بشر پیدا کر رہا ہوں۔‘‘ (سورۂ الحجر :28)

2۔ ’’جب میں اسے پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی روح سے کچھ پھونک

دوں تو تم سب اس کے آگے سجدے میں گر جانا۔‘‘ (سورۃ الحجر: 29)

3۔ ’’تو فرشتے سب کے سب سجدے میں گر پڑے۔‘‘ (سورہ الحجر: 30)

4۔ ’’مگر شیطان اس نے سجدہ کرنے والوں کے ساتھ ہونے سے انکار کیا۔‘‘ (سورۃ الحجر: 31)

5۔ ’’(رب نے) پوچھا اے ابلیس! تجھے کیا ہوا کہ تو نے سجدہ کرنے والوں کا ساتھ نہ دیا۔‘‘ (سورۃ الحجر: 32)

6۔ ’’اس نے کہا: ’’میرا یہ کام نہیں ہے کہ میں اس بشر کو سجدہ کروں جو تو نے سڑی ہوئی مٹی کے سوکھے گارے سے پیدا کیا۔‘‘ (سورۃ الحجر: 33)

7۔ ’’(رب نے) فرمایا: اچھا تو نکل جا یہاں سے تو مردود ہے اور اب روز جزا تک تجھ پر لعنت ہے۔‘‘ (سورۃ الحجر: 34، 35)

8۔ ’’اس نے عرض کیا: میرے رب! یہ بات ہے تو پھر مجھے اس روز تک کے لیے مہلت دے جب کہ سب انسان دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔‘‘ (سورۃ الحجر: 36)

9۔ ’’فرمایا: اچھا تجھے مہلت ہے، اس دن تک جس کا وقت ہمیں معلوم ہے۔‘‘ (سورۃ الحجر: 37، 38)

10۔ ’’وہ بولا: میرے رب! جیسا تو نے مجھے اپنے سے الگ کیا اسی طرح اب میں زمین میں ان کے لیے دل فریبیاں پیدا کر کے سب کو بہکا دوں گا۔ سوائے تیرے ان بندوں کے جنہیں تو نے ان میں سے خاص کر لیا ہو۔‘‘ (سورۃ الحجر: 39، 40)

11۔ ’’فرمایا: یہ وہ راستہ ہے جو سیدھا مجھ تک پہنچتا ہے۔‘‘ (سورۃ الحجر: 41)

12۔ ’’بے شک جو میرے حقیقی بندے ہیں ان پر تیرا بس نہ چلے گا تیرا بس تو صرف ان بہکے ہوئے لوگوں پر ہی چلے گا جو تیری پیروی کریں گے۔‘‘ (سورۃ الحجر: 42)

13۔ ’’اور ان سب کے لیے جہنم کی وعید ہے۔‘‘ (سورۃ الحجر: 43)

⑤ سورۂ بنی اسرائیل

سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ ’’اور یاد کرو جب ہم نے ملائکہ سے کہا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا اس نے کہا: کیا میں اس کو سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے بنایا۔‘‘ (سورۂ بنی اسرائیل: 61)

2۔ ’’پھر وہ بولا: دیکھ تو سہی کیا یہ انسان اس قابل تھا کہ تو نے اسے مجھ پر فضیلت دی؟ اگر تو مجھے قیامت کے دن تک مہلت دے تو میں اس کی پوری نسل کی بیخ کنی کر ڈالوں بس تھوڑے سے لوگ مجھ سے بچ سکیں گے؟‘‘ (سورۂ بنی اسرائیل: 62)

3۔ ’’اللہ نے فرمایا: ’’اچھا تو جا ان میں سے جو بھی تیری پیروی کریں گے تجھ سمیت ان سب کے لیے جہنم ہی بھرپور سزا ہے۔‘‘ (سورۂ بنی اسرائیل: 63)

4۔ ’’تو جس کو اپنی دعوت سے پھسلا سکتا ہے پھسلا لے۔ ان پر اپنے سوار اور پیادے چڑھا لا۔ مال اور اولاد میں ان کے ساتھ ساجھا لگا اور ان کو وعدوں کے جال میں پھانس۔ شیطان کے وعدے ایک دھوکے کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔‘‘ (سورۂ بنی اسرائیل: 64)

5۔ ’’یقیناً میرے بندوں پر تجھے کوئی قابو حاصل نہ ہوگا اور (ان کو) سنوارنے کے لیے تیرا رب کافی ہے۔‘‘ (سورۂ بنی اسرائیل: 65)

⑥ سورۃ الکہف

سورۃ الکہف میں ارشاد ربانی ہوتا ہے:

1۔ ’’یاد کرو، جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ: ’’آدم کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا۔ وہ جنوں میں سے تھا اس لیے اپنے رب کے حکم کی اطاعت سے نکل گیا۔ اب کیا تم مجھے چھوڑ کر اس کو اور اس کی

ذرّیت کو اپنا بناتے ہوئے؟ حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں بڑا ہی برا بدل ہے جسے ظالم لوگ اختیار کرنے والے ہیں۔'' (سورۂ الکہف:50)

⑦ سورۂ طٰہٰ

سورۂ طٰہٰ میں ارشادِ حق ہوتا ہے:

1۔ ''یاد کرو وہ وقت جب ہم نے فرشتوں سے کہا تھا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ وہ سب تو سجدہ میں گر گئے مگر ایک ابلیس تھا کہ انکار کر بیٹھا۔''
(سورۂ طٰہٰ: 116)

2۔ ''اس پر ہم نے آدمؑ سے کہا کہ دیکھو وہ تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ تمہیں جنت سے نکلوا دے اور تم مصیبت میں پڑ جاؤ۔''
(سورۂ طٰہٰ: 117)

3۔ ''یہاں تو تمہیں آسائشیں حاصل ہیں۔ نہ بھوکے ننگے رہتے ہو اور نہ ہی پیاس اور دھوپ تمہیں ستاتی ہے۔'' (سورۂ طٰہٰ: 119)

4۔ لیکن شیطان نے ان کو پھسلایا اور کہنے لگا اے آدم میں بتاؤں تمہیں وہ درخت جس (کے چکھنے) سے ابدی زندگی اور لازوال سلطنت حاصل ہوتی ہے۔'' (سورۂ طٰہٰ: 120)

5۔ آخر ''کار دونوں (میاں بیوی) نے اس درخت کا پھل کھا لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فوراً ہی ان کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے اور لگے دونوں اپنے آپ کو جنت کے پتوں سے ڈھانپنے۔ آدمؑ نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور راہ راست سے بھٹک گیا۔'' (سورۂ طٰہٰ: 121)

6۔ ''پھر اس کے رب نے اسے چن لیا اور اس کی توبہ قبول کر لی اور اسے ہدایت بخشی۔'' (سورۂ طٰہٰ: 122)

7۔ ''اور فرمایا: تم دونوں (یعنی انسان اور شیطان) یہاں سے اتر جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن رہو گے۔ اب اگر میری طرف سے تمہیں کوئی ہدایت پہنچے تو جو کوئی میری اس ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ بھٹکے گا اور نہ بدبختی

میں مبتلا ہوگا۔'' (سورۂ طٰہٰ: 123)

⑧ سورۂ صٓ

سورۂ ص میں ارشادِ ربانی ہوتا ہے:

1۔ ''اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا میں مٹی سے ایک بشر بنانے والا ہوں۔'' (سورۂ ص:71)

2۔ ''پھر جب میں اسے پوری طرح بنا دوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم اس کے آگے سجدے میں گر جانا۔'' (سورۂ ص:72)

3۔ ''(اللہ کے) اس حکم کے مطابق فرشتے سب کے سب سجدے میں گر گئے۔''
(سورۂ ص:73)

4۔ ''مگر ابلیس نے اپنی بڑائی کا گھمنڈ کیا اور وہ کافروں میں سے ہوگیا۔''
(سورۂ ص:74)

5۔ ''رب نے فرمایا: اے ابلیس! تجھے کیا چیز اس کو سجدہ کرنے میں مانع ہوئی جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا؟ تو بڑا بن رہا ہے۔ یا تُو ہے ہی کچھ اونچے درجے کی ہستیوں میں سے۔'' (سورۂ ص:75)

6۔ ''اس نے جواب دیا: میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا اور اس کو مٹی سے۔'' (سورۂ ص:76)

7۔ ''فرمایا: اچھا تو یہاں سے نکل جا، تو مردود ہے۔'' (سورۂ ص:77)

8۔ ''اور تیرے اوپر یومِ جزا (قیامت) تک میری لعنت ہے۔''
(سورۂ ص: 78)

9۔ ''وہ بولا: اے میرے رب! یہ بات ہے تو پھر مجھے اس وقت تک کے لیے مہلت دے دے جب یہ لوگ دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔''
(سورۂ ص: 79)

10۔ ''فرمایا: اچھا تجھے اس روز تک مہلت ہے۔ جس کا وقت مجھے معلوم ہے۔''
(سورۂ ص:80-81)

11۔ ''اس نے کہا تیری عزت کی قسم، میں ان سب لوگوں کو بہکا کر رہوں گا۔
بجز تیرے ان بندوں کے جنہیں تو نے خاص کر لیا ہے۔''

(سورۂ ص: 82، 83)

12۔ ''فرمایا: سچ ہے اور میں سچ ہی کہتا ہوں۔ میں جہنم کو تجھ سے اور ان سب لوگوں سے بھر دوں گا جو ان انسانوں میں سے تیری پیروی کریں گے۔''

(سورۂ ص: 84، 85)

قرآن پاک کی ان آیات مبارکہ کی رو سے حضرت آدم علیہ السلام اور بی بی حواء کی تخلیق اور بندگی کی حکایت اور ابلیس کی نافرمانی و سرکشی اور بغاوت کو اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے۔

اللہ رب العزت نے اپنی حکمت سے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام موجودات (اشیاء) کے نام سکھائے۔ پھر اللہ رب العزت نے تمام اشیاء کو حاضر فرمایا اور فرشتوں سے کہا:

''اگر تم (میرے نائب و خلیفہ) کے بارے میں اپنے اندازے میں سچے ہو تو ان اشیاء کے نام بتاؤ کہو یہ کیا ہیں؟''

فرشتوں کو اس بارے میں کچھ علم نہ تھا چنانچہ وہ بول اٹھے:

''پاک ہے تو، ہمیں ان کے بارے میں کچھ علم نہیں ہم تو بس اتنا ہی جانتے ہیں جتنا تو نے ہمیں بتایا اور بے شک تو بڑا ہی علم والا اور حکمت والا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو حکم دیا۔''

''اے آدم علیہ السلام! تو ان فرشتوں کو ان سب اشیاء کے نام بتا۔

حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے علم کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطاء فرمایا تھا ہر چیز کا نام بتا دیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں پر اپنی حکمت ظاہر کرنے کے لیے فرمایا:

''میں نہ کہتا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی چیزیں جانتا ہوں اور میں وہ سب کچھ بھی جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو یا جو تم چھپاتے ہو۔''

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا:

''اب تم سب میرے خلیفہ (انسان) کو سجدہ کرو اور اس کی تعظیم بجا لاؤ۔''

اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ ہی تمام فرشتے حضرت آدم علیہ السلام کے روبرو سجدے میں گر گئے لیکن ایک ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا وہ سرکشی و بغاوت پر اتر آیا تھا وہ گھمنڈ میں آ گیا تھا وہ خود کو بہتر سمجھتا تھا اللہ تعالیٰ نے اس سے دریافت فرمایا:

''اے ابلیس! تجھے کیا ہوا جو تو نے آدمؑ کو سجدہ نہ کیا؟ تجھے کس نے منع کیا تھا کہ تو آدم (علیہ السلام) کو سجدہ نہ کرے؟ جسے میں نے خود اپنے ہاتھوں سے بنایا۔ بھلا تو کیسے اس سے افضل ہو گیا؟''

ابلیس نے جواب دیا:

''میں آدم (علیہ السلام) سے افضل ہوں کیونکہ مجھے آگ سے بنایا گیا ہے جبکہ تو نے اسے (آدمؑ) کو سڑے ہوئے بدبودار کیچڑ سے بنایا ہے جو بعد میں بجنے والی ٹھیکری کی مانند ہو گیا تھا میں مٹی سے بنائی گئی مخلوق کو سجدہ کیوں کروں؟''

اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے حضور سے نکل جانے کا حکم دیا اور فرمایا:

''نہ صرف تو راندۂ درگاہ ہے بلکہ جو تمہارے کہنے پر چلے گا وہ بھی راندہ درگاہ ہو گا، اور جہنم کو ایسے لوگوں سے بھر دیا جائے گا جہاں انہیں سخت عذاب پہنچایا جائے گا۔''

یہ سن کر ابلیس نے کہا:

''اے اللہ مجھے اس وقت تک مہلت عطاء فرما جب مردے قبر سے اٹھائے جائیں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''تجھے اس وقت تک مہلت دی جاتی ہے۔''

پھر ابلیس نے کہا:

''اے پروردگار! تیری عزت کی قسم میں انسانوں کو گروہ در گروہ گمراہ کروں گا۔ کیونکہ مجھے اسی آدم (علیہ السلام) کی خاطر ذلیل کیا گیا ہے۔ میں زمین پر گمراہی کو زینت (خوبصورت) بنا کر پیش کروں گا اور اولاد آدم (علیہ السلام) کو بہکانے کے لیے ان کے آگے سے پیچھے سے دائیں جانب اور بائیں

جانب سے ان کے پاس جاؤں گا، اور ان میں سے بیشتر لوگ اپنے رب کے ناشکرے ہوں گے۔''

ابلیس کے اس خطاب کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''بے شک میرے سارے بندے تیری گمراہی کے جال میں نہیں پھنسیں گے۔ میرے بندوں پر تیرا غلبہ نہیں ہو سکے گا، مگر جو لوگ تیری پیروی کریں گے میں دوزخ کو ان سے بھر دوں گا یہ سچ ہے اور میں سچ ہی کہتا ہوں!''

ابلیس کو اپنے دربار سے نکالنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں بھیجنے کا ارادہ فرمایا اور حضرت آدم علیہ السلام کا جوڑا حضرت حوّا کو تخلیق فرمایا اور حکم دیا:

''اے آدمؑ! تم اور تمہاری زوجہ دونوں جنت میں جا کر رہو وہاں گھومو پھرو۔ جو چاہے کھاؤ مگر اس شجر کے قریب نہ جانا دیکھو ابلیس تمہارا کھلا دشمن ہے (کہیں اس کی باتوں میں نہ آ جانا ورنہ تم بڑی مشکل میں پھنس جاؤ گے اور ظالموں میں ہو جاؤ گے)''

پھر یوں ہوا کہ شیطان کسی طرح جنت میں پہنچ گیا اور اس نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حواء علیہا السلام کے سامنے چکنی چپڑی باتیں کرتے ہوئے قسم کھائی۔

''میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں۔''

پھر وہ ان دونوں کو کسی طرح اس شجر کے قریب لے گیا اور اس کا پھل کھانے کی ترغیب دینے لگا اس نے کہا:

''تم لوگ اس شجر کا پھل کھانے سے ابدی زندگی حاصل کر لو گے تمہیں اس درخت کا پھل کھانے سے اس لیے منع کیا گیا ہے کہ تم اسے کھا کر فرشتے بن جاؤ گے اور ہمیشہ جنت میں رہو گے۔''

حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا دونوں شیطان کے بہکاوے میں آ گئے اور انہوں نے اس شجر ممنوعہ کا پھل کھا لیا۔ پھل کھاتے ہی ان کی کیفیت بدل گئی اور ان کے پوشیدہ بدن ان پر ظاہر ہو گئے یعنی ان کا ستر کھل گیا، جو اب سے پہلے ان سے پوشیدہ رکھا گیا تھا۔

دونوں پریشان ہو گئے انہوں نے اپنا ستر درختوں کے پتوں سے ڈھانپ لیا اب اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو پکارا:

''کیا میں نے تمہیں منع نہیں کیا تھا کہ اس شجر کے قریب ہرگز نہ جانا؟ اور نہیں بتایا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے؟ اب جاؤ زمین پر وہاں مقررہ وقت تک تمہارا ٹھکانہ بنا دیا گیا ہے اور تمہارے لیے زمین میں فائدہ رکھ دیا گیا ہے، مگر زمین پر تم (انسانوں) میں سے بعض بعضوں کے دشمن ہوں گے تم ان کے اندر رہو گے وہیں زندہ رہو گے اور وہیں خاک میں مل جاؤ گے، پھر اس زمین میں سے تمہیں دوبارہ اٹھایا (زندہ کیا) جائے گا اور جو بھی میری ہدایت کی پیروی کرے گا اسے کسی قسم کا رنج و غم نہ ہو گا۔''

اب حضرت آدم اور حضرت حواء علیہما السلام کو اپنی غلطی کا احساس ہوا، ان دونوں نے اپنے رب سے رجوع کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ان دونوں بندوں کو ایک دعا سکھائی جو ان کی زبان پر اس طرح جاری ہو گئی۔

''اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، اگر تو ہماری مغفرت نہ فرمائے گا اور ہم پر رحم نہیں کرے گا تو ہم یقیناً نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔'' (سورہ الاعراف:23)

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی بے شک اللہ تعالیٰ بڑا مہربان ہے۔ وہ اپنے بندوں کی دعا بہت قریب ہو کر سنتا ہے اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمانے کے بعد اپنی رحمت سے حضرت آدم اور حضرت حواء علیہما السلام دونوں کو اپنے برگزیدہ بندے بنا لیا اور اولاد آدمؑ میں سے حضرت نوح، حضرت ابراہیم اور آل عمران کو باقی تمام جہانوں میں سے اپنی نمائندگی اور نیابت کے لیے چن لیا۔

قرآن مجید کے اس واقعہ میں عبرتوں اور نصیحتوں کی بڑی بڑی درخشندہ اور تابندہ تجلیاں ہیں۔ اس لیے اس واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے مختلف الفاظ میں اور متعدد طرز بیان کے ساتھ قرآن مجید کے سات مقامات میں بیان فرمایا ہے قرآن مجید کی سورہ البقرہ، سورہ الاعراف، سورہ الحجر، سورہ بنی اسرائیل، سورہ کہف، سورہ طٰہٰ اور سورہ ص میں اس دل ہلا دینے والے واقعہ کا تذکرہ

مذکور ہے جس سے مندرجہ ذیل حقائق کا درس ملتا ہے۔

① اس سے ایک بڑا درس ہدایت تو یہ ملتا ہے کہ کبھی ہرگز ہرگز اپنی عبادتوں اور نیکیوں پر گھمنڈ اور غرور نہیں کرنا چاہئے اور کسی گنہگار کو اپنی مغفرت سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہئے کیونکہ انجام کیا ہوگا اور کیسا ہوگا عام بندوں کو اس کی کوئی خبر نہیں ہے اور نجات و فلاح کا دارو مدار درحقیقت خاتمہ بالخیر پر ہی ہے بڑے سے بڑا عابد اگر اس کا خاتمہ بالخیر نہ ہوا تو وہ جہنمی ہوگا اور بڑے سے بڑا گنہگار اگر اس کا خاتمہ بالخیر ہوگیا تو وہ جنتی ہوگا دیکھ لو ابلیس کتنا عبادت گزار اور کس قدر مقرب بارگاہ تھا، اور کیسے کیسے مراتب و درجات کے مشرف سے سرفراز تھا مگر انجام کیا ہوا؟ کہ اس کی ساری عبادتیں ساری ریاضتیں غارت و اکارت ہوگئیں، اور وہ دونوں جہان میں ملعون ہو کر عذاب جہنم کا حقدار بن گیا کیونکہ اس کو اپنی عبادتوں اور بلندی درجات پر غرور اور تکبر ہوگیا تھا، مگر وہ اپنے انجام اور خاتمہ سے بے خبر تھا۔

حدیث مبارکہ ہے:

''ایک بندہ اہل جہنم کے اعمال کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ جنتی ہوتا ہے، اور ایک بندہ اہل جنت کے عمل کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ جہنمی ہوتا ہے۔''

(یعنی عمل کا اعتبار خاتمہ پر ہے) (مشکوٰۃ ج 1 ص 20)

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو خاتمہ بالخیر کی سعادت نصیب فرمائے اور برے انجام اور برے خاتمہ سے محفوظ رکھے۔ آمین

② اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عالم ہو یا جاہل متقی ہو یا گنہگار ہر آدمی کو زندگی بھر شیطان کے وسوسوں سے ہوشیار اور اس کے فریبوں سے بچتے رہنا چاہئے۔ کیونکہ شیطان نے قسم کھا کر اللہ کے حضور میں اعلان کر دیا ہے:

''میں آگے پیچھے اور دائیں بائیں سے وسوسہ ڈال کر تیرے بندوں کو صراط مستقیم سے بہکاتا رہوں گا، اور بہت سے بندوں کو خدا کا شکر گزار ہونے سے روک دوں گا۔''

③ شیطان نے آگے پیچھے اور دائیں بائیں چاروں اطراف سے انسانوں پر حملہ آور ہونے اور وسوسہ ڈالنے کا اعلان کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اوپر اور نیچے دونوں

جوانب سے شیطان انسانوں پر حملہ آور نہیں ہوگا نہ اوپر اور نیچے کی جانب سے کوئی وسوسہ ڈال سکے گا لہٰذا اگر کوئی انسان اپنے اوپر یا نیچے کی طرف سے کوئی روشنی یا کوئی بھی حیرت انگیز تعجب خیز چیز دیکھے تو اسے سمجھ لینا چاہئے کہ یہ شیطانی کرتب یا ابلیس کا وسوسہ نہیں ہے بلکہ اس کو خیر سمجھ کر اس کی جانب متوجہ ہو اور خداوند قدوس کی طرف سے خیر اور بھلائی کی امید رکھے۔

۞

حضرت نوح علیہ السلام

طوفان نوح علیہ السلام

''اور ہم نے نوحؑ کو ان کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا تو وہ ان میں پچاس کم ہزار سال رہے۔ پھر ان کی قوم کو طوفان (کے عذاب) نے آ پکڑا۔ اور وہ ظالم تھے۔'' (سورۃ العنکبوت: 14)

قوم نوح عرصہ دراز تک صنم پرستی میں مبتلا رہی۔ وہ بتوں کو خدا سمجھتے تھے اور انہیں مشکل کشا اور حاجت روا یقین کرتے تھے۔ وہ انہیں خیر و شر کا مالک خیال کرتے اور انہیں مختلف ناموں سے پکارتے تھے کسی بت کا نام ''ود'' تھا کسی کا ''یغوث'' کسی کو ''سواع'' اور کسی کو ''یعوق'' اور کسی کو نسر'' کے نام سے پکارتے تھے۔ یہ سب جہالت کا شاخسانہ اور ہوس پرستی کا نتیجہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہی بت پرستوں کی طرف حضرت نوح علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا۔

حضرت نوح علیہ السلام نہایت فصیح البیان اور فصیح اللسان مقرر تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ نے انہیں عقل و خرد، حلم و بردباری جیسی صفات سے بھی نواز رکھا تھا۔ وہ مشکلات میں نہایت صابر تھے۔ انہیں اپنی بات منوانے اور دلائل سے بات کرنے کا سلیقہ آتا تھا، وہ دوراندیش اور سمجھدار شخصیت کے مالک تھے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے ان بت پرستوں کو پیغام حق دیا لیکن انہوں نے پیٹھ پھیر لی۔ انہیں عذاب الٰہی سے ڈرایا لیکن انہوں نے کوئی توجہ نہ دی اور آنکھیں موند لیں۔ انہیں نیکی کی ترغیب دی لیکن انہوں نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور تکبر کرنے لگے۔

اس کے باوجود حضرت نوح علیہ السلام اللہ کے ان نافرمان لوگوں کو سمجھاتے رہے، مگر اللہ کے یہ باغی ٹس سے مس نہ ہو رہے تھے۔ وہ برابر اپنے شرک پر قائم رہے اللہ کی وحدانیت سے انکار کرتے رہے حضرت نوح علیہ السلام سے جھگڑتے رہے، ان کی تکذیب کرتے رہے انہیں طرح طرح کی اذیتیں دینے لگے۔ اس سب کے باوجود حضرت نوح علیہ السلام ان کے رویے کو صبر و تحمل

سے برداشت کرتے رہے اور نہایت شریں لہجے میں انہیں سمجھاتے رہے۔ آپ اپنی قوم کے ایمان لانے کے بارے میں پرامید تھے، دل میں ناامیدی کا شائبہ تک نہ تھا اسلوب بدل بدل کر وعظ و نصیحت کرتے ہر طریقے سے ان گمراہ لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کرتے ہمہ وقت ان کی ہدایت کے لیے دعا کرتے انہیں بتاتے۔

''تم اس وسیع کائنات اور اس کے حسن و جمال کو دیکھو یہ سیاہ رات اور آسمان پر بے شمار قندیلیں، فضاؤں میں تیرتا چاند اور چمکتا سورج، یہ زمین اور اس کے مطلع پر پھیلا ہوا دن کا اجالا اس کی سنگلاخ زمینوں سے اگتی سینکڑوں قسم کے پھل اور فصلیں یہ سب فصیح زبان میں قطعی دلائل کے ساتھ اس ذات کے وجود کا پتہ دے رہے ہیں جو اللہ واحد ہے جس کی قدرتوں کی انتہا نہیں۔''

حضرت نوح علیہ السلام اللہ کے ان باغیوں پر وعظ و نصیحت کے موتی لٹاتے رہے اور فصاحت و بلاغت کا جادو جگاتے رہے۔ اللہ کے وجود اور وحدانیت پر دلائل و براہین کے وہ جوہر لٹائے کہ لوگ ششدر اور حیران رہ گئے۔ آپ کے وعظ و نصیحت سے متاثر ہو کر چند خوش قسمت ایمان لے آئے اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرنے لگے، اور آپ کی رسالت کی تصدیق کی مگر جن کے دلوں پر مہر لگ چکی تھی ایمان نہ لائے، اور جنہیں بدبختی کی چادر نے لپیٹ رکھا تھا ہدایت حاصل نہ کر سکے۔ یہ بدبخت قوم کے شریف لوگ شمار ہوتے تھے ان کا قوم میں رعب و دبدبہ تھا اور انہیں لوگوں میں ایک خاص مقام و مرتبہ حاصل تھا۔

① سورۂ ہود

اللہ تعالیٰ نے سورۂ ہود میں ارشاد فرمایا:

1۔ ''اور بے شک ہم نے نوحؑ کو اس کی قوم کی طرف بھیجا (تو انہوں نے ان سے کہا) کہ میں تمہارے لیے صریح ڈر سنانے والا ہوں۔'' (سورۂ ہود: 25)

2۔ ''کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ بے شک میں تم پر ایک مصیبت والے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں'' (سورۂ ہود: 26)

3۔ ''تو اس کی قوم کے سردار جو کافر تھے بولے: ہم تو تمہیں اپنے ہی جیسا

آدمی دیکھتے ہیں اور ہم (یہ بھی) نہیں دیکھتے کہ تمہاری پیروی کسی نے کی ہو بجز ہمارے کمینوں کے جو سطحی سی نظر رکھتے ہیں۔ اور ہم تم میں اپنے اوپر کوئی فضیلت بھی نہیں پاتے بلکہ ہم تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں۔''

(سورۂ ہود :27)

4۔ ''(نوحؑ) نے کہا: اے میری قوم: بھلا بتاؤ تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور اللہ نے اپنے پاس سے رحمت بخشی ہے تو تم اس سے بے بصیرت رہے، کیا ہم اسے تمہارے ذہن میں زبردستی ڈال دیں جبکہ تم اس سے بیزار ہو۔''
(سورۂ ہود :28)

5۔ ''اور اے قوم! میں تم سے نصیحت کے بدلے کوئی مال نہیں مانگتا، میرا اجر تو اللہ کے ذمہ ہے اور میں مومنوں کو دور کرنے والا نہیں، بے شک وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں لیکن میں تم کو جاہل لوگ پاتا ہوں۔''

(سورۂ ہود :29)

6۔ ''اور اے میری قوم! مجھے اللہ کی ناراضگی سے کون بچائے گا اگر میں انہیں دور کروں گا کیا تم سمجھتے نہیں اور میں تم سے نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں اور نہ میں ان لوگوں سے متعلق جو تمہاری نگاہ میں حقیر ہیں، یہ کہتا ہوں کہ اللہ ہرگز انہیں کوئی بھلائی نہ دے گا، اللہ خوب جانتا ہے جو ان کے دلوں میں ہے، اگر میں ایسا کروں تو ضرور ناانصافی کرنے والوں میں سے ہو جاؤں۔''
(سورۂ ہود :31.30)

7۔ ''وہ بولے! اے نوحؑ ہم تم سے جھگڑے اور بہت ہی جھگڑے، تو لے آؤ وہ عذاب جس کا ہمیں وعدہ دے رہے ہو اگر تم سچے ہو۔''

(سورۂ ہود :32)

8۔ ''نوحؑ نے کہا: وہ عذاب تو اللہ تم پر لائے گا اگر وہ چاہے، اور تم اللہ کو عاجز نہ کر سکو گے، اگر میں تمہاری خیر خواہی کا ارادہ بھی کر لوں جبکہ اللہ چاہے کہ تم گمراہ ہی رہو تو میری خیر خواہی تمہارے کسی کام نہیں آ سکتی، وہی تمہارا پروردگار ہے، وہ جو چاہے کرے اور اسی کی طرف تم کو لوٹ کر

جاتا ہے۔'' (سورۂ ہود :33، 34)

9۔ ''اور نوحؑ کی طرف وحی ہوئی کہ تمہاری قوم سے جو لوگ ایمان لا چکے ہیں ان سے زیادہ ایمان نہ لائیں گے، تو غم نہ کھاؤ اس پر جو وہ کرتے ہیں۔''

(سورۂ ہود :36)

10۔ ''اور کشتی بناؤ ہمارے سامنے اور ہمارے حکم سے اور ظالموں کے بارے میں مجھ سے بات نہ کرنا کہ وہ ضرور ڈبو دیے جائیں گے۔''

(سورۂ ہود :37)

11۔ ''اور نوحؑ نے کشتی بنانی شروع کر دی اور جب اس کی قوم کے سردار اس پر گزرتے تو اس پر ہنستے، نوحؑ نے کہا: اگر تم ہم پر ہنستے ہو تو ایک وقت آئے گا کہ ہم تم پر ہنسیں گے جیسا کہ تم ہنستے ہو۔'' (سورۂ ہود :38)

12۔ ''(پس اے میری قوم) تو تم عنقریب جان جاؤ گے کہ کس پر آتا ہے وہ رسوا کرنے والا عذاب اور آخرت کا دائمی عذاب کس پر نازل ہوتا ہے۔''

(سورۂ ہود :39)

13۔ ''یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آیا اور تنور پانی کے چشمہ کی طرح ابلا ہم نے فرمایا کشتی میں سوار کر لو ہر جنس میں سے ایک جوڑا نر و مادہ اور اپنے گھر کے لوگوں کو سوائے اس کے جس کے متعلق حکم (عذاب) ہو چکا ہے اور سب ایمان والوں کو اور اس کے ساتھ ایمان لانے والے بہت تھوڑے تھے۔''
(سورۂ ہود :40)

14۔ ''کشتی پر سوار ہوتے وقت نوحؑ نے کہا اس کشتی پر سوار ہو جاؤ اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا سب اللہ کے نام پر ہے بے شک میرا رب بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔''
(سورۂ ہود :41)

15۔ ''اور وہ (کشتی) انہیں لیے جا رہی تھی، پہاڑ جیسی موجوں میں بے خطر، اور اس وقت نوحؑ نے اپنے بیٹے کو پکارا اور وہ (کافروں کے ساتھ) کنارے ہو رہا تھا، اے میرے بچے ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ نہ رہ۔''
(سورۂ ہود :42)

16۔ ''وہ بولا میں ابھی کسی پہاڑی کی پناہ لیتا ہوں وہ مجھے پانی سے بچالے گا (نوحؑ نے) کہا آج اللہ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں مگر وہ جس پر رحم کرے، اور اتنے میں ان کے درمیان ایک موج آ گئی اور وہ ڈوبنے والوں میں سے ہو گیا۔'' (سورۂ ھود :43)

17۔ ''اور حکم فرما دیا کہ: اے زمین اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان تھم جا اور پانی خشک کر دیا گیا اور (سب) کام ہوا اور کشتی کوہ جودی پر جا ٹھہری اور فرمایا گیا: کہ دور ہوں ظالم (بے انصاف) لوگ اللہ کی رحمت سے۔'' (سورۂ ھود :44)

18۔ ''اور نوحؑ نے اپنے رب کو پکارا، عرض کیا: اے میرے رب: میرا بیٹا بھی میرے اہل میں سے ہے (اس کو غرق ہونے سے بچالے) اور بے شک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب حاکموں سے اعلیٰ حاکم ہے۔'' (سورۂ ھود :45)

19۔ ''اللہ نے فرمایا: اے نوحؑ وہ تیرے اہل میں سے نہیں، بے شک اس کے کام نیک نہیں تو مجھ سے وہ چیز نہ مانگ جس کا تجھے علم نہیں، میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ نادان نہ بن۔'' (سورۂ ھود :46)

20۔ ''(نوحؑ نے) عرض کی: اے میرے رب: میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ تجھ سے وہ چیز مانگوں جس کا مجھے علم نہیں اور اگر تو مجھے نہ بخشے اور رحم نہ کرے تو میں زیاں کار ہو جاؤں۔'' (سورۂ ھود :47)

21۔ ''فرمایا گیا: اے نوحؑ! کشتی سے اتر ہماری طرف سے سلامتی اور برکتوں کے ساتھ جو تجھ پر ہیں اور تیرے ساتھ کچھ گروہوں پر، اور کچھ گروہ ہیں جنہیں ہم دنیا برتنے دیں گے اور پھر انہیں ان کی نافرمانی کے باعث ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔'' (سورۂ ھود : 48)

② سورۂ الاعراف

اللہ تعالیٰ نے سورۂ الاعراف میں ارشاد فرمایا:

1۔ ''بے شک ہم نے نوحؑ کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو اس نے کہا: اے

میری قوم ایک اللہ کی بندگی کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اگر تمہاری موجودہ شرک و کفر کی خُو جاری رہی تو مجھے خوف ہے کہ تم پر بڑے سخت دن کا عذاب نازل ہوگا۔'' (سورۂ الاعراف : 59)

2۔ ''اس کی قوم کے سردار بولے، بے شک ہم تمہیں کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں (تم بہکے ہوئے ہو)'' (سورۂ الاعراف : 60)

3۔ ''(نوحؑ نے) کہا اے میری قوم مجھ میں کوئی گمراہی نہیں، میں تو رب العالمین کا رسول ہوں تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچانا اور تمہارا بھلا چاہتا ہوں اور مجھے اللہ کی طرف سے ان باتوں کا علم دیا گیا ہے جو تم نہیں جانتے، اور کیا تم کو اس بات پر تعجب ہو رہا ہے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے تم میں سے ہی ایک مرد (رسول خدا) کے توسط سے نصیحت آئی تا کہ وہ تمہیں (گناہ کے مواخذہ سے) ڈرائے اور تم ڈر کر پرہیزگار بن جاؤ تا کہ تم پر اللہ کا رحم ہو۔'' (سورۂ الاعراف : 61تا63)

4۔ ''تو انہوں نے اسے (نوحؑ کو) جھٹلایا تو ہم نے اسے اور جو اس کے ساتھ کشتی میں سوار تھے نجات دی اور اپنی آیات کو جھٹلانے والوں کو ڈبو دیا بے شک وہ اندھا گروہ تھا۔'' (سورۂ الاعراف : 64)

③ سورۂ یونس

اللہ تعالیٰ سورۂ یونس میں فرماتے ہیں:

1۔ ''اور (آپ) انہیں نوح (علیہ السلام) کی پڑھ پڑھ کر سنا دیں، جب اس نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم: اگر تم پر شاق گزرا ہے میرا تم میں رہنا اور اللہ کی نشانیاں یاد دلانا تو میں نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا پس تم اپنے شریکوں کے ساتھ مل کر اپنا کام کرو اور اپنے جھوٹے معبودوں سمیت اپنا کام پکا کر لو، تمہارے کام میں تم سب کو کوئی شبہ نہ رہے، پھر میرے خلاف جو بہتر ہو سکے کر لو اور مجھے مہلت نہ دو۔'' (سورۂ یونس :71)

2۔ ''پھر اگر تم منہ پھیر لو (نصیحت پر کان نہ دھرو) تو میں تم سے کچھ اجرت

نہیں مانگتا میرا اجر تو اللہ کے ذمے ہے اور مجھے حکم ہے کہ میں فرمانبردار ہوں۔" (سورۂ یونس :72)

3۔ "تو انہوں اسے جھٹلایا تو ہم نے اسے جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے ان کو نجات دی اور انہیں ہم نے خلیفہ بنایا اور جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں ان کو ہم نے غرق کر دیا، تو دیکھو ڈرائے ہوؤں کا انجام کیسا ہوا۔" (سورۂ یونس :73)

④ سورۂ نوح

سورۂ نوح میں ارشاد ربانی ہے:

1۔ "بے شک ہم نے نوحؑ کو اس کی قوم کی طرف بھیجا کہ ان کو ڈرائے، اس سے پہلے کہ ان پر دردناک عذاب آئے۔" (سورۂ نوح: 1)

2۔ "اس نے فرمایا: اے میری قوم! میں تمہارے لیے صریح ڈر سنانے والا ہوں کہ اللہ کی بندگی کرو اور اس سے ڈرو اور میرا حکم مانو وہ تمہارے کچھ گناہ بخش دے گا اور ایک مقررہ میعاد تک تمہیں مہلت دے گا، بے شک اللہ کا وعدہ جب آتا ہے تو اسے ٹالا نہیں جاتا کاش تم کو سمجھ ہوتی۔"

(سورۂ نوح :2 تا 4)

3۔ "عرض کی اے میرے رب! میں نے اپنی قوم کو رات دن دین کی طرف بلایا مگر بلانے پر وہ دین سے اور بھاگتے گئے اور میں نے جتنی بار انہیں بلایا کہ تو ان کو بخشے، انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور اپنے اوپر کپڑے اوڑھ لیے اور بڑا غرور کیا۔" (سورۂ نوح: 5 تا 7)

4۔ "پھر میں نے انہیں آواز بلند ان کی مجالس میں سمجھایا، پھر میں نے چپکے چپکے بھی سمجھایا پھر میں نے ان سے کہا: اپنے رب سے معافی مانگو وہ بڑا معاف کرنے والا ہے وہ تم پر زور کا مینہ برسائے گا اور تمھارے مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے لیے باغ بنائے گا اور تمہارے

لیے نہر میں بہائے گا۔" (سورۂ نوح: 8 تا 12)

5۔ "تمہیں کیا ہوا؟ اللہ کی عظمت پر اعتماد نہیں رکھتے حالانکہ اس نے تمہیں طرح طرح کی صورت و سیرت کا بنایا، کیا تم نہیں دیکھتے اللہ نے کیونکر سات آسمان بنائے ایک پر ایک اور ان میں چاند کو روشن کیا اور سورج کو چراغ بنایا۔" (سورۂ نوح: 13 تا 16)

6۔ "اور اللہ نے تمہیں سبزے کی طرح زمین سے اگایا، پھر تمہیں اسی میں لے جائے گا، اور دوبارہ نکالے گا اور اللہ نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا کہ اس کے وسیع راستوں پر چلو۔" (سورۂ نوح: 17 تا 20)

7۔ "نوحؑ نے عرض کی: اے میرے رب! انہوں نے میری نافرمانی کی اور ان (مالدار لوگوں) کی پیروی کی جن کے مال اور اولاد نے خود ان کو نقصان پہنچایا اور انہوں نے بڑے فریب کیے۔" (سورۂ نوح: 21تا22)

8۔ "اور بولے: ہرگز نہ چھوڑنا اپنے خداؤں کو اور ہرگز نہ چھوڑنا ود، اور سواع اور یغوث اور یعوت اور نسر کو۔" (سورۂ نوح: 23)

9۔ "اور بے شک انہوں نے بہتوں کو بہکایا اور اے اللہ! تو بھی ظالموں کو گمراہی کے سوا کچھ نہ دینا پھر کچھ تو اپنی خطاؤں پر ڈبوئے گئے اور پھر آگ میں داخل کیے گئے تو انہوں نے اللہ کے مقابل اپنا کوئی مددگار نہ پایا۔" (سورۂ نوح: 24 تا 25)

10۔ "اور نوح نے عرض کی: اے میرے رب روئے زمین پر کسی کافر کو نہ چھوڑنا، بے شک اگر تو نے انہیں چھوڑ دیا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان کی اولاد بھی نہ ہوگی مگر بدکار اور ناشکری، اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور ان کو جو ایمان کے ساتھ میرے گھر میں (داخل ہوئے ہیں) مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو بھی بخش دے اور کافروں کی تباہی میں مزید اضافہ ہی فرما۔"

(سورۂ نوح: 26تا 28)

⑤ سورۂ آلِ عمران

اللہ تعالیٰ نے سورۂ آلِ عمران میں فرمایا:

1۔ ''بے شک اللہ نے چن لیا آدم اور نوح آل ابراہیم اور آل عمران کو سارے جہانوں پر فضیلت کے لیے اور ان کو نبوت کے لیے منتخب کیا۔''

(سورۂ آلِ عمران :33)

⑥ سورۂ الانبیاء

سورۂ الانبیاء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

1۔ ''اور نوعؑ کو جب اس سے پہلے اس نے ہمیں پکارا تو ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے اور اس کے گھر والوں کو بڑی سختی سے نجات دی۔''

(سورۂ الانبیاء :76)

2۔ ''اور ہم نے ان لوگوں پر اس کو مدد دی جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں، بے شک وہ برے تھے سو ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔''

(سورۂ الانبیاء :77)

⑦ سورۂ الفرقان

اللہ تعالیٰ سورۂ الفرقان میں فرماتے ہیں:

1۔ ''اور نوعؑ کی قوم کو لیجیے جب انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو ڈبو دیا اور انہیں دنیا کے لیے (سبق آموز) نشانی بنا دیا اور ہم نے ظالموں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔'' (سورۂ الفرقان :37)

⑧ سورۂ المؤمنون

سورۂ المؤمنون میں ارشاد ربانی ہوتا ہے:

1۔ ''اور بے شک ہم نے نوعؑ کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو اس نے کہا: اے میری قوم! اللہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تو کیا تمہیں ڈر نہیں؟ (کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتے ہو)''

(سورۂ المؤمنون: 23)

2۔ ''تو اس کی قوم کے جن سرداروں نے کفر کیا بولے: (لوگو اس کی بات نہ سنو) یہ نہیں مگر تم جیسا آدمی، یہ چاہتا ہے کہ تمہارا بڑا بنے اور اللہ چاہتا تو فرشتے اتارتا ہم نے اپنے اگلے باپ داداؤں سے تو یہ بات کبھی نہیں سنی۔''

(سورۂ المؤمنون: 24)

3۔ ''وہ نہیں مگر ایک دیوانہ مرد، تو کچھ زمانہ تک اس کا انتظار کیے رہو خود ہی ہوش میں آ جائے گا۔''

(سورۂ المؤمنون: 25)

4۔ ''نوح نے عرض کی: اے میرے رب! میری مدد فرما، اس پر کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا۔''

(سورۂ المؤمنون: 26)

5۔ ''تو ہم نے اسے وحی بھیجی کہ ہماری نگاہ کے سامنے اور ہمارے حکم سے کشتی بناؤ، پھر جب ہمارا حکم آئے اور تنور ابلے، تو اس میں بٹھا لے ہر جوڑے میں سے دو اور اپنے گھر والے بھی سوائے ان کے جن پر غرق ہونے کا حکم پہلے ہی صادر ہو چکا ہے، اور ان ظالموں کے معاملہ میں مجھ سے بات نہ کرنا وہ ضرور غرق کیے جائیں گے۔'' (سورۂ المؤمنون: 27)

6۔ ''پھر جب ٹھیک بیٹھ لے کشتی پر تو اور تیرے ساتھ والے تو (اللہ کے احسان پر اس کا شکر ادا کرنا) اور کہنا کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں ان ظالموں سے نجات دلائی اور عرض کرنا کہ اے میرے رب! مجھے برکت والی جگہ اتارنا اور تو سب سے بہتر اتارنے والا ہے۔''

(سورۂ المؤمنون: 28، 29)

7۔ ''بے شک اس میں ضرور نشانیاں ہیں اور بے شک ہم ضرور جانچنے والے ہیں۔''

(سورۂ المؤمنون: 30)

⑨ سورۂ العنکبوت

سورۂ العنکبوت میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ ''تو ہم نے اسے اور کشتی والوں کو بچالیا اور اس کشتی کو سارے جہانوں کے لیے نشانی بنایا۔''

(سورۂ العنکبوت: 15)

⑩ سورۃ الصّافآت

سورۃ الصّٰفّٰت میں ارشادِ حق ہوتا ہے

1۔ ''اور بے شک ہمیں نوح نے پکارا تو ہم کیا ہی اچھے (دعا) قبول فرمانے والے ہیں۔''
(سورۃ الصافآت:75)

2۔ ''اور ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو بڑی تکلیف سے نجات دی اور ہم نے اس کی اولاد باقی رکھی اور ہم نے پچھلوں میں اس کی تعریف باقی رکھی، سلام ہو نوحؑ پر سارے جہاں والوں میں سے۔''
(سورۃ الصافآت: 76 تا 79)

3۔ ''بے شک ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو، بے شک وہ نوحؑ ہمارے اعلیٰ درجے کے کامل بندوں میں سے ہیں۔'' (سورہ الصافآت: 80، 81)

4۔ ''اور پھر ہم نے دوسروں کو ڈبو دیا اور بے شک اسی کے گروہ سے ابراہیمؑ تھے۔''
(سورۃ الصافآت:82، 83)

⑪ سورۃ الحاقہ

سورۃ الحاقہ میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ ''بے شک جب پانی نے سر اٹھایا تھا تو ہم نے تمہیں کشتی میں سوار کیا کہ اسے تمہارے لیے یادگار کریں اور اسے محفوظ رکھے وہ کان کہ (بات) سن کر محفوظ رکھتا ہو۔'' (سورہ الحاقہ :11، 12)

⑫ سورۃ الحدید

سورۃ الحدید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے:

1۔ ''اور بے شک ہم نے نوحؑ کو اور ابراہیمؑ کو پیغمبر بنا کر بھیجا اور ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب قائم کر دی تو ان میں سے (کچھ) راہِ راست پر آئے اور ان میں بیشتر نافرمان رہے۔'' (سورۃ الحدید :26)

⑬ سورۃ الشعرآء

سورۃ الشعراء میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

1۔ ''نوحؑ کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا جبکہ ان سے ان کے ہم قوم نوح نے کہا، کیا تم ڈرتے نہیں؟ بے شک میں تمہارے لیے اللہ کا بھیجا ہوا پیغام بر اور امین ہوں، تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو اور میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے، تو اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو:'' (سورۃ الشعرآء:105تا 110)

2۔ ''وہ بولے: کیا ہم تم پر ایمان لے آئیں؟ تمہارے پیروکار تو محض حقیر لوگ ہیں۔'' (سورۃ الشعرآء: 111)

3۔ ''فرمایا: مجھے کیا غرض کہ پہلے ان لوگوں کا کام (پیشہ) کیا تھا، ان کا حساب تو میرے اللہ کے ذمے ہے کاش تم یہ بات سمجھ سکتے اور میں تو مومنوں کو اپنے سے دور کرنے والا نہیں، میں تو بس صاف صاف ڈر سنانے والا ہوں۔''

(سورۃ الشعرآء :112تا 115)

4۔ ''بولے: اے نوحؑ! اگر تم باز نہ آئے تو ضرور سنگسار کیے جاؤ گے۔''

(سورۃ الشعرآء:116)

5۔ ''عرض کی: اے میرے رب! میری قوم نے مجھے جھٹلایا تو مجھ میں اور ان میں کھلا فیصلہ فرما اور مجھے اور میرے ساتھ والے مومنوں کو نجات دے۔''

(سورۃ الشعرآء:117، 118)

6۔ ''تو ہم نے بچا لیا اسے (نوحؑ کو) اور اس کے ساتھ والوں کو بھری کشتی میں پھر اس کے بعد ہم نے باقیوں کو ڈبو دیا۔''

(سورۃ الشعرآء: 119، 120)

7۔ ''بے شک اس (واقعہ) میں ضرور نشانی ہے اور ان (قومِ نوحؑ) میں اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے۔'' (سورۃ الشعرآء:121)

⑭ سورۃ الذاریات

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الذاریات میں ارشاد فرمایا:

1۔ ''اس سے پہلے قوم نوحؑ کو ہلاک کیا: بے شک وہ فاسق لوگ تھے۔''

(سورۃ الذاریات : 46)

⑮ سورۃ بنی اسرائیل

سورۃ بنی اسرائیل میں ارشاد حق ہے:

1۔ ''اے ان کی اولاد جن کو ہم نے نوحؑ کے ساتھ (کشتی میں) سوار کیا (تم انہی کی طرح بن جاؤ) بے شک وہ بڑا شکر گزار بندہ تھا۔''

(سورۃ بنی اسرائیل :3)

⑯ سورۃ القمر

سورۃ القمر میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

1۔ ''ان سے پہلے نوحؑ کی قوم نے جھٹلایا تو ہمارے بندے کو جھوٹا بتایا اور بولے وہ مجنوں ہے اور اسے جھڑکا (بھی)۔'' (سورۃ القمر :9)

2۔ ''تو اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں مغلوب ہوں تو میرا بدلہ لے۔''

(سورۃ القمر :10)

3۔ ''تو ہم نے آسمان کے دروازے کھول دیے زور کے بہتے پانی سے اور زمین سے پانی کے چشمے بہا دیے، تو دونوں پانی مل گئے (ایک مقصد سے) جو پہلے سے مقرر کیا جا چکا تھا۔'' (سورۃ القمر :11، 12)

قرآن حکیم کی ان آیات مبارکہ کے مطالعہ سے حضرت نوحؑ اور ان کی سرکش باغی قوم کے جو حالات سامنے آتے ہیں وہ اس طرح ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا، آپ کی قوم آپ کی مخالفت کرنے لگی اور آپ کی تعلیمات کا تمسخر اڑانے لگی۔

وہ کہنے لگے:

تم بھی ہماری طرح کے ایک انسان ہو اور ہمارے خاندان کے ایک فرد ہو، اگر خدا کو کوئی

قاصد بھیجنا مقصود تھا تو وہ کسی فرشتے کو بھیج دیتا ہم اس فرشتے کی دعوت پر لبیک کہتے اور اس کا کہا مان لیتے، پھر یہ کمینے اور ذلیل لوگ جنہوں نے تمہارے ہاتھ پر بیعت کی ہے ان کا معاشرے میں مقام ہی کیا ہے وہ تو نچلے درجے کے بے وقوف اور جاہل ہیں، ان کے پیشے دیکھو، کوئی شخص بھی تو عزت وتکریم کا حامل پیشہ نہیں رکھتا، سب خسیس اور کمینے ہیں، ان ذلیلوں نے بغیر سوچے سمجھے تیری بات مان لی ہے اور ایک لمحے کے لیے بھی غور فکر نہیں کیا، تمہاری بات میں اگر ذرا برابر بھی سچائی ہوتی اور تمہارے دین میں اگر کچھ بھی خوبی ہوتی تو ہم فطانت وذکاوت کی معراج پر فائز لوگ ہیں، اور اس معاشرے میں خردمندی اور ذہانت کے چرچے رکھتے ہیں سب سے پہلے تجھ پر ایمان لاتے اور تیری اقتداء کرتے۔

یہ سرکش و باغی لوگ بحث میں لگ گئے، اور فریب کے جال بچھانے لگے اور کہنے لگے:

''اے نوح! تم اور تمہارے ساتھی کس چیز میں ہم سے فائق ہیں کیا تم لوگوں کو عقل وفکر کے میدان میں ہم پر برتری ہے یا دنیا داری اور دور اندیشی میں ہم پر فوقیت حاصل ہے؟ ہمارا خیال ہے کہ تم سب جھوٹے ہو۔''

حضرت نوح علیہ السلام نے نہایت ہی متانت اور سنجیدگی سے کام لیا آپ نے انہیں جواب دیا:

''تمہارا کیا خیال ہے اگر میں اپنے رب کے بتائے ہوئے راستے پر ہوتا اور میرا دعویٰ نبوت سچا ہوتا تو میرے پاس مال و دولت کے انبار ہوتے اگر تمہارا یہ خیال ہے تو تم نے غلط سوچا ہے، حقیقت سے تم ناواقف رہے ہو، تم نے اپنے ہاتھوں سے سورج کی روشنی کو روکنے کی کوشش کی اور ستاروں کی چمک کو ہاتھوں سے مخفی رکھنا چاہا، میں تمہیں الزام نہیں دے سکتا میں تو اللہ کا پیامبر ہوں، میں تمہیں ہدایت اور یقین دینے کی طاقت نہیں رکھتا، صرف تمہیں حقیقت سے باخبر کرسکتا ہوں۔''

یہ سن کر وہ سرکش اور باغی لوگ کہنے لگے:

''اے نوح علیہ السلام اگر تم چاہتے ہو کہ ہم تیری مدد کریں اور عزت سے پیش آئیں تو پہلے ان کمینوں اور غریبوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ترک کردو اور انہیں بتا دو کہ وہ آئندہ تیری محفل میں آنے کی کوشش نہ کریں۔ ان چھوٹے اور بے وقوف لوگوں کی حمایت اور دستگیری کا خیال دل سے نکال دو، ہم ان کے ساتھ نہیں چل

سکتے، اور ان کے رہن سہن کے طریقوں کو نہیں اپنا سکتے، جو ان کا عقیدہ ہے ہم ان کو اپنانے کے لیے تیار نہیں۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم اس دین کو اس نظریے کو قبول کرلیں جس کی نظر میں بادشاہ اور فقیر سب برابر ہیں، آقا غلام سب یکساں ہیں۔"

یہ سن کر حضرت نوح علیہ السلام نے متانت سے جواب دیا:

"میری دعوت عام ہے تم تمام میرے مخاطب ہو، میرے دین میں چھوٹے بڑے سب برابر ہیں، امیر و غریب، خادم اور آقا میں کوئی امتیاز نہیں، اگر میں تمہاری بات مان لوں اور اپنے ماننے والوں کو چھوڑ دوں تو دین کی نشر و اشاعت اور پیغام کی تائید میں پھر کس پر بھروسہ کروں، میں ان وفا شعاروں کو کیسے چھوڑ دوں، جنہوں نے میرا اس وقت ساتھ دیا جب تم نے مجھے مایوس کر دیا تھا، جنہوں نے اس وقت میری دعوت کو تہہ دل سے تسلیم کیا جب تم کفر اور انکار کر رہے تھے، میرے یہ غریب دوست تو دین پر سختی سے قائم رہیں اور شب و روز دعوت الی اللہ کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں، کل قیامت کے دن اگر انہوں نے رب قدوس کے سامنے میری شکایت کی تو میں کیا جواب دوں گا، اگر انہوں نے کہہ دیا کہ بار الٰہ نوح علیہ السلام نے نیکی کے بدلے برائی اور احسان کے بدلے انکار کو ترجیح دے دی تو میری کیا حالت ہوگی۔"

حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نوسو برس تک اپنی قوم کو خدا کا پیغام سناتے رہے، مگر ان کی بد نصیب قوم ایمان نہ لائی بلکہ طرح طرح سے آپ کی تذلیل کرتی رہی، اور قسم قسم کی اذیتوں اور تکالیف سے آپ کو ستاتی رہی، یہاں تک کہ کئی بار ان ظالموں نے آپ کو اس قدر زدو کوب کیا کہ آپ کو مردہ خیال کر کے کپڑوں میں لپیٹ کر مکان میں ڈال دیا، مگر آپ پھر مکان سے نکل کر دین کی تبلیغ فرمانے لگے، اسی طرح بارہا آپ کا گلا گھونٹتے رہے، یہاں تک کہ آپ کا دم گھٹنے لگتا، اور آپ بے ہوش ہوجاتے، مگر ان مصیبتوں پر بھی آپ یہی دعا فرمایا کرتے تھے:

"اے میرے پروردگار! تو میری قوم کو بخش دے اور ہدایت عطا فرما کیونکہ یہ مجھ کو نہیں جانتے۔"

اور قوم کا یہ حال تھا کہ ہر بوڑھا باپ اپنے بچوں کو یہ وصیت کر کے مرتا تھا کہ نوح علیہ السلام (معاذ اللہ) بہت پرانے پاگل ہیں، اس لیے کوئی ان کی باتوں کو نہ سنے، اور نہ ان کی باتوں پر دھیان دے۔"

جب حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی سرکش و باغی قوم کے درمیان بحث شدت اختیار کر گئی اور اختلافات وسیع تر ہوتے گئے تو کافر مایوس ہوگئے اور حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق دلوں میں تنگی محسوس کرنے لگے اور کہہ اٹھے:

"اے نوح! تم نے ہم سے جھگڑا کیا اور اس جھگڑے کو بہت طول دیا اس مباحثے کو رہنے دو اور لے آؤ ہمارے پاس جس (عذاب) کی تم ہمیں دھمکی دیتے رہتے ہو اگر تم سچے ہو۔"
(سورہ ھود: 32)

حضرت نوح علیہ السلام نے انہیں جھنجھوڑا اور فرمایا:

"بے شک تم نے جہالت کی حد کر دی، میں کون ہوتا ہوں تمہیں عذاب میں مبتلا کرنے والا یا عذاب سے بچانے والا میں تو تمہاری طرح ایک انسان ہوں میری طرف وحی کی جاتی ہے بے شک تمہارا معبود تو یکتا ذات ہے، میں تو اللہ کا پیغام تم تک پہنچانے آیا ہوں، میں تو جنت کی بشارت دینے اور کبھی عذاب خداوندی سے ڈرانے آیا ہوں، ہر چیز تو اللہ کے دست قدرت میں ہے۔ اگر وہ کرم کرے تو تمہیں ہدایت دے، چاہے تو تمہیں فوراً سزا سے دوچار کر دے وہ چاہے تو تمہاری زندگی دراز کر دے تاکہ تمہیں سخت سزا سے دوچار ہونا پڑے، اور چاہے تو اپنے کرم سے تمہیں عذاب کی شدت سے بچا لے۔"

حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نوسو سال کے طویل عرصہ تک فریضہ تبلیغ انجام دیا۔ پھر قوم کی ایذا رسانیوں پر صبر کیا۔ پھر بھی آپ انہیں صراط مستقیم کی طرف بلاتے رہے وہ اپنی قوم کی ہدایت کے لیے بہت بے تاب تھے۔ ان کی دلی آرزو تھی کہ ان کی سرکش و باغی قوم راہ راست پر آجائے، مگر ان کی سرکشی بڑھتی گئی ان کی نفرتوں میں اضافہ ہوتا گیا۔ اب ان کا رویہ دیکھ کر امید کی کرن ماند پڑنے لگی حضرت نوح علیہ السلام نے شاکی اور ملتجی لہجے میں اللہ تعالی سے عرض کی:

"اے میرے رب میری مدد فرما اور انہیں ہدایت کی توفیق بخش دے میں تو انہیں نصیحت کرتے کرتے تھک گیا ہوں میرے دل میں ان کے ایمان کی امید نہیں رہی تو ہی رحم فرما۔"

اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی:

"کہ نہیں ایمان لائیں گے آپ کی قوم سے بجز ان کے جو ایمان لا چکے اس لیے آپ غمگین نہ ہوں اس سے جو وہ کرتے ہیں۔" (سورۂ ہود:36)

حضرت نوح علیہ السلام نے دیکھا کہ اللہ نے فیصلہ صادر کر دیا ہے اور وحی نے ان کے ایمان نہ لانے کا حکم سنا دیا ہے، اور اب وہ کبھی ایمان نہیں لائیں گے ان کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے۔ ان کے دلوں پر قفل لگ چکے ہیں تو پیمانہ صبر لبریز ہو گیا اور بارگاہ رب العزت میں آپ کے ہاتھ اٹھ گئے:

"اے میرے رب نہ چھوڑیئے زمین پر کافروں میں سے کسی کو بستا ہوا اگر تو نے ان میں سے کسی کو چھوڑ دیا تو گمراہ کر دیں گے تیرے بندوں کو اور نہ جنیں گے مگر ایسی اولاد جو بڑی بدکار، ناشکر گزار ہو گی۔" (سورۂ نوح:26)

اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو قبول فرمایا اور حکم دیا:

"کہ بنایئے ایک کشتی ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہمارے حکم سے اور بات نہ کیجئے مجھ سے ان لوگوں کے بارے میں جنہوں نے ظلم کیا وہ ضرور غرق کر دیئے جائیں گے۔"

آپ نے آبادی سے ذرا ہٹ کر مکان بنایا کشتی کی تیاری شروع ہو گئی، تختے اور کیل تیار کیے اور اللہ کی ہدایت کے مطابق کشتی تیار کرنے لگے۔

ایک سو برس میں آپ کے لگائے ہوئے ساگوان کے درخت تیار ہو گئے، اور آپ نے ان درختوں کی لکڑیوں سے ایک کشتی بنائی جو 80 گز لمبی اور 50 گز چوڑی تھی، اس میں تین درجے تھے نچلے درجے میں درندے، پرندے اور حشرات الارض اور درمیانے طبقے میں چوپائے وغیرہ جانوروں کے لیے اور بالائی طبقے میں خود اور مومنین کے لیے جگہ بنائی۔ اس طرح یہ شاندار کشتی آپ نے بنائی اور ایک سو برس کی مدت میں یہ تاریخی کشتی تیار ہوئی، جو آپ کی اور مومنوں کی محنت اور کاری گری کا ثمر تھی جنہوں نے بے پناہ محنت

کر کے یہ کشتی بنائی تھی۔

جب آپ کشتی بنانے میں مصروف تھے۔ سرکش اور باغی لوگ مذاق کرتے۔ آوازیں کستے اور استہزاء کا طوفان برپا کرتے اور کہتے:

"اے نوح! پہلے تو تم نبی تھے آج بڑھئی بن گئے، حالانکہ پہلے تم کہا کرتے تھے کہ میں خدا کا نبی ہوں۔"

کبھی یہ سرکش اور اللہ کے باغی کہتے:

"اس خشک زمین پر تم کشتی کیوں بنا رہے ہو۔ اس کشتی کا کیا فائدہ یہاں تو پینے کو پانی نہیں ملتا۔ آخر تم نہروں اور دریاؤں سے اتنی دور کشتی بنا کر کیا کرو گے۔ کیا اس کشتی کو بیل کھینچیں گے یا ہوائیں اٹھائیں گی؟"

لیکن آپ نے ان خرافات کی طرف کوئی توجہ نہ دی صرف ان کی استہزاء اور مذاق کے جواب میں اتنا فرمایا:

"اگر تم مذاق اڑاتے ہو ہمارا تو (ایک دن) ہم بھی تمہارا مذاق اڑائیں گے جس طرح تم مذاق اڑاتے ہو۔ سو تم جان لو گے کہ کس پر آتا ہے عذاب جو رسوا کر دے گا اسے اور (کون ہے) اترتا ہے جس پر عذاب ہمیشہ رہنے والا۔"

(سورۂ ہود:39)

یہ کہہ کر آپ کشتی کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔ تختوں کو ایک دوسرے سے جوڑا۔ میخیں اور کیل لگائے اور اس طرح ایک مضبوط کشتی تیار ہو گئی۔

اب انہیں اللہ تعالیٰ کے فیصلے کا انتظار تھا۔ اچانک حکم ہوا:

"جب ہمارا حکم آ جائے اور عذاب کے آثار نمودار ہونے لگیں تو خود بھی کشتی میں سوار ہو جانا اور اپنے ماننے والوں اور گھر والوں کو بھی سوار کر لینا اور ہر چیز کے دو دو نر اور مادہ اپنے ساتھ سوار کر لینا یہاں تک کہ امر الٰہی پہنچ جائے۔"

آسمان کے دروازے کھل گئے، موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ زمین کے چشمے بھی ابل پڑے اور ایک سیلاب تند و تیز صورت اختیار کر گیا۔ پانی ٹیلوں کو ڈبوتا ہوا پہاڑوں کی چوٹیوں کو چھونے لگا۔

جب طوفان آ گیا تو آپ نے کشتی میں درندوں، چرندوں اور پرندوں اور قسم قسم کے

حشرات الارض کا ایک ایک جوڑا نر و مادہ سوار کرا دیا اور خود آپ اور آپ کے تینوں فرزند یعنی حام، سام اور یافث اور ان تینوں کی بیویاں اور آپ کی مومنہ بیوی اور 72 مومنین مرد و عورت کل 80 انسان کشتی میں سوار ہو گئے، اور آپ کی ایک بیوی ''واعلہ'' جو کافرہ تھی اور آپ کا ایک بیٹا جس کا نام کنعان تھا یہ دونوں کشتی میں سوار نہیں ہوئے اور طوفان میں غرق ہو گئے۔ طوفان کے آثار نمودار ہو گئے کشتی پانی میں تیرنے لگی قدرت خود اس کی نگہبانی کر رہی تھی اس کا چلنا اور رکنا امر رب پر موقوف تھا۔ کچھ دیر بعد بارش کے ساتھ ساتھ ہوا چلنے لگی اور پھر ہوا ایک طوفان کی شکل اختیار کر گئی، سیلاب کی موجیں کافروں کو لقمہ تر بنا رہی تھیں جھاگ ان کی لاشوں کے لیے کفن کا کام دے رہا تھا۔ وہ موت سے بچنے کے لیے ہاتھ پاؤں مارتے لیکن موجیں انہیں دبوچ کر فنا کے گھاٹ اتار دیتیں وہ موت سے بچنے کی ہزار کوششیں کرتے لیکن موت انہیں اپنے آہنی پنجے میں دبوچ لیتی اور ان کی زندگی کا صفحہ پلٹ دیتی۔

حضرت نوح علیہ السلام کشتی پر کھڑے عذاب الٰہی کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اچانک کنعان پر نظر پڑی۔ کنعان حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا تھا۔ اس نے آپ کے دین کو قبول نہیں کیا تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے بیٹے کو ڈوبتے دیکھا وہ منہ زور اور ہلاکت خیز موجوں سے بچنے کی کوشش کر رہا تھا اور ہاتھ پاؤں مار رہا تھا کہ کسی طریقے سے بچ نکلے۔ موت لحہ بہ لحہ اس کے قریب آ رہی تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام کے دل میں جذبہ پدری کروٹیں لینے لگا۔ بیٹے کی محبت اور شفقت نے بے قرار کر دیا۔ رقت طاری ہو گئی۔ چیخ اٹھے:

''میرے پیارے بیٹے! تم کشتی پر سوار ہو جاؤ اور کافروں کا ساتھ چھوڑ دو۔ تیری جان بھی بچ جائے گی اور خوشیاں بھی لوٹ آئیں گی۔ اگر گھر والوں کے ساتھ سعادت دارین کا خواہاں ہے تو آ۔''

قرآن حکیم میں آیا ہے:

''بیٹا سوار ہو جاؤ ہمارے ساتھ اور نہ ملو کافروں کے ساتھ'' (سورۂ ہود:42)

بیٹے نے انکار کر دیا۔ حضرت نوح علیہ السلام بیٹے کی سرکشی دیکھ کر پریشان ہو گئے۔ حزن و ملال کے لہجے میں اسے سمجھانے کی کوشش کی اور فرمایا:

''آج کوئی بچانے والا نہیں اللہ کے حکم سے مگر جس پر وہ رحم کرے۔''

(سورۂ ہود:43)

پھر حضرت نوح علیہ السلام اور کنعان کے درمیان ایک موج حائل ہو گئی اور وہ باپ کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

بیٹے کو اپنے سامنے اس طرح غرق ہوتے دیکھ کر حضرت نوح علیہ السلام کو بڑا صدمہ اور رنج پہنچا اور آپ نے عرض کیا:

''میرے پروردگار میرا بیٹا بھی تو میرے اہل سے ہے۔'' (سورۂ ہود:45)

اللہ تعالیٰ نے وحی کی:

''اے نوح: یہ تیرے اہل بیت میں سے نہیں اور نہ تیرے خاندان سے اس کا کوئی تعلق رہا وہ شقی اور بدبخت ہے اس نے میری قدرتوں کا انکار کیا ہے۔ تیرے اہل بیت تو وہ تمام مومن ہیں جنہوں نے تیری رسالت کی تصدیق کی اور تیری دعوت پر لبیک کہا ہے صرف انہی کا تیرے اہل بیت میں شمار ہو گا اور صرف انہیں کی نجات اور انہیں کی زندگی کو باقی رکھنے کا میں نے وعدہ کیا ہے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اور ہمارے ذمہ کرم یہ ہے اہل ایمان کی امداد فرمانا۔'' (سورۂ الروم:47)

مگر جس نے تیری رسالت کا انکار کر دیا اور آیات الٰہی کی تکذیب کی وہ تیرے اہل بیت سے خارج ہے ایسے بدبخت کے لیے تمہیں شفاعت کی اجازت نہیں چاہے کتنا ہی قریبی ہو ایسا ناہنجار موت کے گھاٹ اترے گا۔ اس ن زندگی کا چراغ ضرور گل ہو گا وہ چاہے کتنی ہی مضبوط رسی کو تھامے۔ کتنی بڑی قوم کا سہارا لے وہ قضا اور قدر کے ہاتھوں مجبور عذاب الٰہی چکھے گا اے میرے پیغمبر! ایسی چیز کے متعلق مت پوچھو جس کی حقیقت سے تم واقف نہیں۔ اور ایسے امر سے متعلق مجھ سے مت جھگڑیئے جس کا تمہیں ادراک نہیں۔

قرآن حکیم میں آیا ہے:

''میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ نہ ہو جانا نادانوں سے۔'' (سورۂ ہود: 46)

حضرت نوح علیہ السلام کو احساس ہوا کہ جذبہ پدری نے ان کے قدم ڈگمگا دیے ہیں اور بیٹے کی محبت نے انہیں مجبور کر دیا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ وہ بارگاہ الٰہی میں ہاتھ اٹھا کر شکر کرتے کہ اس نے ان کو اور ان کے پیروکاروں کو نجات دی ہے اور ان کے دشمنوں کو ہلاکت اور بربادی سے دوچار کر دیا ہے، مگر وہ ایک کافر کے لیے دعا مانگ رہے ہیں فوراً اللہ کے حضور جھک گئے اپنی

خطا پر اشک بہائے اور اللہ کی ناراضی سے بچنے کے لیے استغفار کیا اور اعتراف کرتے ہوئے عرض کی:

''میرے پروردگار! میں پناہ مانگتا ہوں تجھ سے کہ میں سوال کروں تجھ سے ایسی چیز کا جس کا مجھے علم نہیں اور اگر تو مجھے نہ بخشے اور مجھ پر رحم نہ کرے تو میں ہو جاؤں گا زیاں کاروں سے۔'' (سورۂ ہود:47)

اور پھر ایک موج اٹھی اور اس نے باپ بیٹے کے درمیان ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جدائی کردی۔ کنعان ہلاک ہوگیا اور نوح علیہ السلام کشتی کے عرشے پر کھڑے یہ سب منظر دیکھتے رہے۔

جب مقصد پورا ہوگیا اور ظالم قوم کا صحیفہ حیات ہمیشہ کے لیے بند ہوگیا تو بارش تھم گئی زمین نے سارے پانی کو نگل لیا اور کشتی جودی پہاڑ پر رک گئی اور ایک آواز آئی۔

''برباد ہو جائے وہ قوم جو ستم شعار ہے'' (سورۂ المؤمنون:41)

ارشاد ربانی ہوا:

''اے نوح! اپنے ہم سفروں کو لے کر سلامتی سے کشتی سے اتریئے۔ اب تم پر برکتوں کی بارش ہوگی اب عنایت ربانی تمہاری نگہداشت کرے گی اور فضل خداوندی تمہاری حفاظت کرے گا۔''

طوفان کتنا زوردار تھا؟ اور طوفانی سیلاب کی کیفیت کیا تھی؟ اس کی منظر کشی قرآن مجید نے ان الفاظ میں فرمائی ہے:

''اور وہ انہیں لے جارہی ہے ایسی موجوں میں جیسے پہاڑ''

کشتی طوفانی موجوں کے تھپیڑوں سے ٹکراتی ہوئی برابر چلی جارہی تھی یہاں تک کہ سلامتی کے ساتھ کوہ جودی پر پہنچ کر رک گئی کشتی پر سوار ہوتے وقت حضرت نوح علیہ السلام نے یہ دعا پڑھی تھی:

''اللہ کے نام پر اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا بے شک میرا رب ضرور بخشنے والا اور مہربان ہے۔'' (سورۂ ہود:4)

حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی طوفان کے تھپیڑوں میں چھ ماہ تک چکر لگاتی رہی یہاں تک کہ خانہ کعبہ کے پاس سے بھی گزری اور کعبہ مکرمہ کا سات چکر طواف بھی کیا پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ کشتی جودی پہاڑی پر ٹھہر گئی جو عراق کے ایک شہر ''جزیرہ'' میں واقع ہے۔

جب حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر پہنچ کر ٹھہر گئی اور سب کفار اللہ کے باغی اور سرکش غرق ہو کر فنا ہو چکے تو اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا:

''اے زمین! جتنا پانی تجھ سے چشموں کو صورت میں نکلا ہے تو ان سب پانیوں کو پی لے۔''

اور اے آسمان! تو اپنی بارش بند کردے''

چنانچہ پانی گھٹنا شروع ہوگیا اور طوفان ختم ہوگیا پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیا:

''اے نوح! آپ کشتی سے اتر جایئے اللہ کی طرف سے سلامتی اور برکتیں آپ پر بھی ہیں اور ان لوگوں پر بھی ہیں جو کشتی میں آپ کے ساتھ رہے۔''

۞

حضرت ہود علیہ السلام

قومِ عاد کی آندھی

''بھول نہ جاؤ کہ تمہارے رب نے نوح (علیہ السلام) کے بعد تم کو اس کا جانشین بنایا۔''
(سورۂ الاعراف:69)

قوم عاد کا مولد و مسکن احقاف تھا۔ یہ علاقہ یمن اور عمان کے درمیان واقع ہے۔ قوم عاد آرام و آسائش اور عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہی تھی اللہ تعالیٰ نے انہیں بے بہا نعمتوں اور بے شمار احسانات سے نواز رکھا تھا۔ میٹھے اور شیریں پانی کے چشمے تھے۔ جن سے یہ لوگ اپنے کھیتوں کو سیراب کرتے تھے اور طرح طرح کے باغات لگاتے تھے۔ بلند و بالا محلات تھے، جن کی مضبوطی اور تزئین دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ لوگ بڑے کڑیل اور صحت مند تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کو قوم عاد پر پیغمبر بنا کر بھیجا یہ قوم دراز قد اور چوڑے جسم کی نہایت خوفناک قوم تھی۔ سب سے لمبا ان میں سو گز کا تھا اور سب سے چھوٹا ساٹھ گز وہ سب کے سب بت پرستی میں مبتلا تھے اور خدا پرستی سے بہت بیزار تھے۔ وہ پتھروں کو تراش کر پہاڑوں میں اپنے مکان بناتے تھے اور اپنی تنگ نظری اور سنگدلی سے بتوں پر ایمان لاتے تھے۔

عاد جس میں حضرت ہود علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے عرب کی قدیم ترین قوم تھی۔ اس کے عروج کا زمانہ 2200 قبل مسیح سے 1700 قبل مسیح تک رہا ہے عربوں میں اس کے افسانے بچے بچے کی زبان پر تھے۔ ان کا نام و نشان مٹ جانا ضرب المثل بن گیا۔ قدیم چیز کو ''عادی'' اور آثار قدیمہ کو ''عادیات'' کہا جانے لگا تورات اس قوم کے ذکر سے خاموش ہے لیکن قرآن مجید نے تفصیل کے ساتھ ان کے حالات بتائے ہیں۔

عاد کا مسکن پورا جنوبی عرب تھا، یمامہ، عمان، بحرین، حضرموت اور مغربی یمن کے درمیان کا خالی اور صحرائی علاقہ ان کا مسکن تھا۔ اور یہاں ہی عاد ارم آباد تھے اور بڑی شان و

شوکت کے مالک تھے قوم عاد عادی ترقی کے لحاظ سے انتہائی عروج پر تھی ان کی جسمانی حالت اور صحت قابل رشک تھی۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

''اور تمہیں خوب تنومند کیا۔''
(سورۂ الاعراف:69)

وہ صنعت و حرفت میں بھی ترقی یافتہ تھے خصوصاً تعمیرات کے میدان میں۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

''تمہارا حال یہ ہے کہ تم ہر اونچے مقام پر لا حاصل ایک یادگار عمارت بنا ڈالتے ہو اور بڑے بڑے قصر تعمیر کرتے ہو گویا تمہیں ہمیشہ رہنا ہے۔''
(سورۂ الشعرآء:128-129)

اس سورۂ مبارکہ میں مزید ارشادِ حق ہوتا ہے:

''ڈرو اسی سے جس نے وہ کچھ تمہیں دیا ہے جو تم جانتے ہو، تمہیں جانور دیئے، اولادیں دیں، باغ دیئے اور چشمے دیئے۔''
(سورۂ الشعراء: 132 تا 134)

① سورۂ الاعراف

سورۂ الاعراف میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

1۔ ''اور عاد کی طرف ہم نے ان کی برادری سے ہود (علیہ السلام) کو رسول بنا کر بھیجا'' انہوں نے کہا:

''اے میری قوم! اللہ کی بندگی کرو۔ اللہ کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تو کیا تمہیں (اللہ کے غضب کا) ڈر نہیں؟''
(سورۂ الاعراف:65)

2۔ ''اس قوم کے سردار جو کافر تھے کہنے لگے بے شک ہم تمہیں نادان (کم عقل) سمجھتے ہیں اور بے شک ہم تمہیں جھوٹوں میں گمان کرتے ہیں۔''
(سورۂ الاعراف :66)

3۔ ''(ہودؑ نے) کہا: اے میری قوم! مجھے بے وقوفی سے کیا علاقہ؟ میں تو سب جہانوں کے پروردگار کا فرستادہ رسول ہوں۔ تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہارا سچا خیر خواہ اور امانت دار ہوں۔''
(سورۂ الاعراف : 67-68)

4۔ ''اور کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہو رہا ہے کہ تمہارے پاس رب کی طرف سے تم ہی میں سے ایک مرد (رسول خدا) کے ذریعے نصیحت آئی کہ وہ تمہیں ڈرائے (فتنہ کرے) اور یاد کرو جب اس نے تمہیں قوم نوحؑ کا جانشین مقرر فرمایا اور تم کو ڈیل ڈول میں زیادہ وسعت دی (یعنی کشادہ قامت اور قوی بنایا) پس اللہ کی نعمتیں یاد کرو تا کہ تمہارا بھلا ہو۔''

(سورۃ الاعراف :69)

5۔ ''وہ بولے: کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہم ایک اللہ کو پوجیں اور (ان سب کو) چھوڑ دیں جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے (یہ تو ہم نہ کریں گے) البتہ جس چیز سے تم ہمیں ڈراتے ہو (یعنی عذاب الٰہی) وہ لے آؤ اگر تم سچے ہو۔''

(سورۃ الاعراف :70)

6۔ ''(ہودؑ نے) کہا: ضرور تم پر تمہارے رب کا عذاب اور غضب مقرر ہو چکا۔ کیا مجھ سے خالی ان ناموں کے متعلق جھگڑ رہے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے اپنے بتوں کے رکھ لیے تھے حالانکہ اللہ نے ان کے ہونے کی کوئی سند نہیں اتاری تو (اگر تم نہیں مانتے) چلو انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔''

(سورۃ الاعراف :71)

7۔ ''تو پھر ہم نے اسے ہودؑ اور اس کے ساتھ والوں کو اپنی عظیم رحمت سے بچا لیا اور جو ہماری آیات کو جھٹلاتے تھے اور مومن نہ تھے ان کی جڑ کاٹ کر رکھ دی اور وہ ایمان لانے والے تھے ہی نہیں۔''

(سورۃ اعراف :72)

② سورۃ الشعراء:

سورۃ الشعراء میں فرمان الٰہی ہے:

1۔ ''قوم عادؑ نے رسولوں (ہودؑ اور ان سے قبل کے پیغمبروں) کو جھٹلایا جبکہ ان سے ان کے ہم قوم ہودؑ نے فرمایا کہ کیا تم اللہ سے ڈرتے نہیں''

(سورۃ الشعراء:123، 124)

2۔ ''بے شک میں تمہارے لیے (اللہ کی طرف سے) امانت دار رسول ہوں

تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو اور میں تم سے اس پر کچھ اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔''

(سورۃ لاشعراء :125، 127)

3۔ ''کیا ہر بلندی پر ایک نشان (بلند و مستحکم عمارت) بناتے ہو (اہل ایمان کا ٹھٹھا اڑانے کو) اور مضبوط محل چنتے ہو اس امید پر کہ تم ہمیشہ ان میں رہو گے اور جب کسی کی گرفت کرتے ہو تو بڑی بیدردی سے گرفت کرتے ہو تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔ (ان ظالمانہ حرکات سے باز آ جاؤ)''

(سورۃ الشعراء :128 تا 131)

4۔ اور اس سے ڈرو جس نے تمہاری مدد کی ان چیزوں سے کہ تمہیں معلوم ہیں (اس نے) تمہاری مدد کی چوپایوں سے اور بیٹوں اور باغوں اور چشموں سے۔''

(سورۃ الشعراء : 132 تا 134)

5۔ ''بے شک مجھے ڈر ہے کہ (تم پر) ایک بڑے دن کا عذاب نہ آ جائے۔''

(سورۃ الشعراء 135)

6۔ ''وہ بولے، ہمیں برابر ہے چاہے تم نصیحت کرو یا ناصحوں میں نہ ہو۔ (نصیحت نہ کرو) یہ تو نہیں مگر یہ اگلوں کی ریت، اور ہمیں کوئی عذاب نہیں ہوگا۔''

(سورۃ الشعراء:136 تا 138)

7۔ ''غرض انہوں نے اسے (ہودؑ کو) جھٹلایا تو ہم نے انہیں ہلاک کیا۔ بے شک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں سے ایمان لانے والے نہ تھے اور بے شک تمہارا رب ہی غلبے والا اور مہربان ہے۔''

(سورۃ الشعراء :139، 140)

③ سورۃ الحاقہ

سورۃ الحاقہ میں ارشاد ربانی ہوتا ہے:

1۔ ''اور عاد و ثمود نے اس سخت ہلا دینے والی گھڑی کو جھٹلایا۔''

(سورۃ الحاقہ:4)

2۔ ''پس عاد تو ایک سخت گرجتی ہوئی آندھی سے ہلاک کیے گئے جوان پر سات راتیں اور آٹھ دن متواتر (اللہ کی طرف سے) مسلط رہی۔ پھر (اگر تو) ان کو دیکھتا تو ایسا گرا ہوا پاتا جیسے کھجور (بے حس و حرکت) کھوکھلے تنے (پڑتے ہوئے ہیں) تو تم ان میں سے (آج) کسی کو بچا ہوا دیکھتے ہو؟''
(سورۂ الحاقہ :6 تا 8)

④ سورۂ القمر

اللہ تعالیٰ نے سورۂ القمر میں ارشاد فرمایا:

1۔ ''عاد نے جھٹلایا تو پھر دیکھ لیا کہ میرا عذاب اور میرا ڈرنا کیا (عبرت آموز) تھا۔''
(سورۂ القمر :18)

2۔ ''بے شک ہم نے ان پر ایک سخت آندھی بھیجی ایسے دن میں جس کی نحوست ان پر ہمیشہ کے لیے رہی (یہ آندھی) لوگوں کو یوں مارتی تھی گویا وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہیں تو (پس دیکھ لو) کیسا ہولناک ہوا میرا عذاب اور میرا ڈرانا۔''
(سورۂ القمر :19 تا 21)

⑤ سورۂ حم السجدہ

اللہ سورۂ حم السجدہ میں فرماتے ہیں:

1۔ ''پھر اگر وہ منہ پھیر لیں تو تم فرماؤ کہ میں تمہیں ڈراتا ہوں ایک کڑک سے جیسی کڑک عاد اور ثمود پر آئی تھی۔''
(سورۂ حم السجدہ:13)

2۔ ''جب رسول ان کے آگے پیچھے پھرتے تھے کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجو (تو وہ) بولے ہمارا رب چاہتا تو ہماری طرف فرشتے اتارتا تو جو کچھ تم دے کر بھیجے گئے ہو ہم اسے نہیں مانتے۔''
(سورۂ حم السجدہ14)

3۔ ''تو وہ جو عاد تھے انہوں نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور بولے ہم سے زیادہ کس کا زور ہے اور کیا انہوں نے نہ جانا کہ اللہ جس نے انہیں بنایا ہے ان سے زیادہ قوی ہے۔ اور وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔''
(سورۂ حم السجدہ :15)

4۔ ''تو ہم نے ان پر آندھی بھیجی، سخت گرج کی، ان کی شامت کے دنوں میں تا کہ ہم انہیں رسوائی کے عذاب کا مزا چکھائیں دنیا کی زندگی میں اور بے شک آخرت کا عذاب تو اس سے کہیں رسوا کن ہوگا اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔''
(سورۂ حم السجدہ :16)

⑥ سورۂ ہود

سورۂ ہود میں ارشاد ربانی ہوتا ہے:

1۔ ''اور قوم عاد کی طرف ان کے ہم قوم (بھائی) ہودؑ کو بھیجا (ہودؑ نے کہا:) اے میری قوم! اللہ کو پوجو، اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں۔ (تم بتوں کو خدا کہہ کر اس کے ساتھ شریک کرتے ہو) یہ تمہارا اس پر محض بہتان ہے۔''
(سورۂ ہود : 50)

2۔ ''اے میری قوم! میں اس (تبلیغ اور نصیحت) پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا۔ میری مزدوری تو اسی کے ذمے ہے، جس نے مجھے پیدا کیا تو کیا تم میں شعور نہیں؟''
(سورۂ ہود:51)

3۔ ''اور اے میری قوم! اپنے رب سے معافی چاہو پھر اس کی طرف رجوع کرو اللہ تم پر زور کی بارش برسائے گا اور تم کو قوی سے قوی تر کر دے گا تم (میری نصیحت رد کر کے) جرم نہ کرو اور اللہ سے روگردانی نہ کرو۔''
(سورۂ ہود : 52)

4۔ ''وہ بولے اے ہودؑ! تم کوئی دلیل لے کر ہمارے پاس نہ آئے اور ہم صرف تمہارے کہنے پر اپنے خداؤں کو چھوڑنے والے نہیں اور نہ تمہاری بات پر ایمان لانے والے ہیں۔''
(سورۂ ہود:53)

5۔ ''ہم تو یہی کہتے ہیں کہ ہمارے ہی کسی معبود (جن کی عبادت سے تم ہی ہمیں منع کرتے ہو) نے تمہیں بری طرح آسیب زدہ کر دیا ہے (اس پر ہودؑ نے) کہا: میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم سب گواہ ہو جاؤ کہ میں بیزار ہوں ان سب سے جنہیں تم اللہ کے سوا اس کا شریک ٹھہراتے ہو۔''
(سورۂ ہود: 54)

6۔ ''اس اللہ کے سوا (جس کی میں عبادت کرتا ہوں) تم سب مل کر میرا برا چاہو پھر مجھے ہرگز مہلت نہ دو (مگر تم میرا کچھ نہ بگاڑ سکو گے)۔''
(سورۂ ہود: 55)

7۔ ''میں نے اللہ پر بھروسہ کیا جو میرا اور تمہارا رب ہے کوئی چلنے والا (ایسا) نہیں (روئے زمین پر) ہر چلنے پھرنے والے کی چوٹی اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔ بے شک میرا رب سیدھے (دین کے) راستے پر ہے۔''
(سورۂ ہود: 56)

8۔ ''پھر اگر (اس کے بعد بھی) تم روگردانی کرو تو میں تمہیں (وہ کچھ) پہنچا چکا ہوں جو (مجھے) تمہاری طرف دے کر بھیجا گیا ہے اور میرا رب تمہاری جگہ اوروں کو لے آئے گا اور تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے بے شک میرا رب ہر چیز پر نگہبان ہے۔''
(سورۂ ہود:57)

9۔ ''اور جب ہمارا حکم (عذاب) پہنچا تو ہم نے ہودؑ اور اس کے ساتھ ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت فرما کر بچا لیا اور انہیں سخت عذاب سے نجات دی۔''
(سورۂ ہود:58)

10۔ ''اور یہ عاد ہیں کہ اپنے رب کی آیتوں سے منکر ہوئے اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر بڑے سرکش (متکبر) کے کہنے پر چلے۔''
(سورۂ ہود:59)

11۔ ''اور ان کے پیچھے اس دنیا میں بھی لعنت لگی رہی اور قیامت کے دن (بھی لگی رہے گی) سن لو بے شک عاد نے اپنے رب سے کفر کیا (خوب جان لو) ہودؑ کی قوم عاد پر پھٹکار ہے (اور وہ رحمت سے دور پھینک دیے گئے)۔''
(سورۂ ہود:60)

⑦ سورہ العنکبوت

سورہ العنکبوت میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ ''اور عاد اور ثمود کو ہم نے ہلاک کر دیا اور تم پر بہ حقیقت ان کی بستیوں

سے (جواب کھنڈر بن چکی ہیں) بالکل ظاہر ہے اور شیطان نے ان کے اعمال بد کو ان کی نگاہوں میں خوشنما کر کے دکھایا اور انہیں سیدھے راستے سے روکا اور وہ دنیاوی معاملات میں بڑے ہوشیار تھے۔ (مگر ان کی یہ ہوشیاری ان کے کام نہ آئی۔)''
(سورہ العنکبوت :38)

⑧ سورۂ الذّٰریٰت

اللہ تعالیٰ نے سورۂ الذاریٰت میں ارشاد فرمایا:

1۔ ''اور عاد (کے واقعہ) میں بھی عبرت ہے جب ہم نے ان پر (خیر و برکت سے) خالی آندھی بھیجی جس پر گزرتی اسے گلی ہوئی چیز کی طرح (ریزہ ریزہ) کر چھوڑتی۔''
(سورۂ الذاریت :41، 42)

حضرت ہودؑ کی قوم بت پرست اور سیاہ کار تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں جن بتوں کی پوجا کی جاتی تھی۔ وہ اس وقت تک رائج تھے اس کے ساتھ ساتھ ستارہ پرستی بھی ان میں رائج ہوگئی تھی۔ جب حضرت نوح علیہ السلام نے اسلام پیش کیا اور کہا:

''اللہ کے سوا کوئی خالق اور حاکم اور مالک و رازق نہیں ہے۔''

سب سے پہلے ان حکمرانوں نے مخالفت کی چونکہ وہ نہایت طاقتور تھے، اور ان کی حکومت کا تختہ الٹنے کا امکان نہ تھا۔ اس لیے انہوں نے حضرت ہود علیہ السلام کی دعوت حق کو نظرانداز کرتے ہوئے اس کی محض زبانی تردید کو کافی سمجھا اور پیغام حق کے جواب میں تحقیر سے کام لیا اور محض زبانی دھمکی دیتے رہے قوم کے سربراہوں نے جو حضرت ہود علیہ السلام کی بات ماننے سے انکار کر رہے تھے جواب میں کہا:

''ہم تو تمہیں بے عقلی میں مبتلا سمجھتے ہیں اور ہمیں گمان ہے کہ تم جھوٹے ہو''

ان کی ان دھمکیوں کے جواب میں حضرت ہود علیہ السلام نے صاف صاف کہہ دیا۔

''میں اللہ کی شہادت پیش کرتا ہوں اور تم گواہ رہو کہ یہ جو اللہ کے سوا اور دوسروں کو تم نے خدائی میں شریک ٹھہرا رکھا ہے اس سے میں بیزار ہوں تم سب کے سب میرے خلاف اپنی کرنی میں کسر نہ اٹھا رکھو اور مجھے ذرا مہلت نہ دو میرا بھروسہ اللہ پر ہے جو میرا اور تمہارا رب ہے اگر تم منہ پھیرتے ہو تو

پھیر لو اب میرا رب تمہاری جگہ دوسری قوم اٹھائے گا اور تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے۔

قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم ہود علیہ السلام نے حضرت ہود علیہ السلام کو لالچ دینے کی کوشش کی تھی لیکن انہوں نے صاف جواب دیا:

''اے برادران قوم! اس کام پر میں تم سے کوئی اجر نہیں چاہتا میرا اجر تو اسی کے ذمہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا، کیا تم عقل سے ذرا بھی کام نہیں لیتے''

آیت کے آخری فقرے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان ظالموں نے حضرت ہود علیہ السلام کے خلاف مفاد پرستی کا مکروہ پروپیگنڈہ کیا تھا کہ یہ دنیاوی مفاد چاہتے ہیں۔

حضرت ہود علیہ السلام کا مقابلہ ایک مکمل مادی تہذیب سے تھا جس میں اکثریت منکر خدا، منکر بعثت بعد الموت کی تھی یہ لوگ حضرت ہودؑ کے خیالات کو محض وہم قرار دیتے تھے۔

''تو ان کی قوم کے سردار جو کافر تھے اور آخرت کے آنے کو جھوٹ سمجھتے تھے اور دنیا کی زندگی میں ہم نے ان کو آسودگی دے رکھی تھی کہنے لگے۔ یہ شخص کچھ نہیں ہے مگر ایک بشر تم ہی جیسا جو کچھ تم کھاتے ہو وہی یہ کھاتا ہے اور جو کچھ تم پیتے ہو وہی یہ پیتا ہے اب اگر تم نے اپنے ہی جیسے ایک بشر کی اطاعت قبول کر لی تو تم گھاٹے ہی میں رہے۔ یہ تمہیں اطلاع دیتا ہے کہ جب تم مر کر مٹی ہو جاؤ گے اور ہڈیوں کا پنجر بن کر رہ جاؤ گے اس وقت تم قبروں سے نکالے جاؤ گے؟ بعید بالکل بعید ہے۔ یہ وہ وعدہ جو تم سے کیا جا رہا ہے زندگی کچھ نہیں ہے مگر بس یہی دنیا کی زندگی، یہیں ہم کو مرنا اور جینا ہے اور ہم ہرگز اٹھائے جانے والے نہیں ہیں یہ شخص خدا کے نام پر محض جھوٹ گھڑ رہا ہے اور ہم اس کے ماننے والے نہیں ہیں۔'' (سورۃ المؤمنون: 33 تا 38)

قوم عاد کو ان کی مسلسل نافرمانیوں کی وجہ سے قحط میں مبتلا کیا گیا بارشیں بند ہوگئیں حضرت ہود علیہ السلام نے کہا:

''اے برادران قوم! اپنے رب سے معافی مانگو اور اس کی طرف پلٹو وہ تم پر آسمان کے دہانے کھول دے گا اور تمہاری موجودہ قوت میں مزید اضافہ کر دے گا۔ مجرموں کی طرح منہ نہ پھیرو۔'' (سورۃ ہود: 52)

انہوں نے جواب دیا:

''اے ہود! تو ہمارے پاس کوئی صریح شہادت لے کر نہیں آیا اور ہم (صرف) تمھارے کہنے سے نہ اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے ہیں اور نہ تم پر ایمان لانے والے ہیں۔'' (سورۃ ہود: 53)

''کیا آپ ہمارے پاس اس لیے آئے ہیں کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے پھیر دیں اگر آپ سچے ہیں تو جس عذاب سے ہمیں ڈراتے ہیں وہ لے ہی آئیں۔'' (سورۃ الاحقاف: 22)

''پھر جب انہوں نے اس عذاب کو دیکھا کہ بادلوں کی صورت میں اس میدان کی طرف آ رہا ہے تو کہنے لگے یہ تو بادل ہے جو ہم پر برس کر رہے گا (نہیں) بلکہ یہ وہ چیز ہے جس کے لیے تم جلدی کر رہے تھے یعنی آندھی جس میں دردناک عذاب ہے جو ہر چیز کو حکم خداوندی کے مطابق تباہ کر دیتی ہے اس پر ان لوگوں کی حالت یہ ہوگئی کہ ان کے گھروں کے سوا کچھ نظر ہی نہ آتا تھا گنہگار لوگوں کو ہم اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں۔'' (سورۃ الاحقاف: 24-25)

قوم عاد حضرت ہود علیہ السلام کی تبلیغ پر کان نہ دھرتے وہ علی الاعلان سرکشی اور بغاوت پر اتر آئے تھے، انہیں اپنے تنومند اور توانا جسموں پر ناز تھا وہ اپنے اونچے اونچے محلات پر فخر کرتے تھے دولت و ثروت کے نشے میں چور تھے۔ ایک خدا کی وحدانیت سے منکر تھے وہ اللہ کے خلاف بغاوت پر اتر آئے تھے اسے رب نہ مانتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر قسم کی نعمتوں سے نواز رکھا تھا۔ یہ سب چیزیں کس نے تخلیق کیں یہ سب نعمتیں کس ذات نے عطا فرمائیں انہوں نے کبھی غور نہیں کیا تھا ان کی سوچ اس سطح تک گر گئی تھی بلکہ ان کی سوچ ختم ہو کر رہ گئی تھی کہ انہوں نے بت بنا کر ان کے سامنے پیشانیاں رگڑنا شروع کر دی تھیں۔ وہ یہ نہیں سوچتے تھے کہ یہ ہمارے منتخب کردہ اور ہمارے اپنے ہاتھوں سے تراشیدہ پتھر ہیں، ان کے سامنے جبین فرسائی کرتے اور انہیں خیر و شر کا مالک مانتے۔ جب کوئی نعمت میسر ہوتی تو اللہ کو چھوڑ کر ان بتوں کا شکر ادا کیا جاتا اگر کوئی تکلیف پہنچتی تو انہی پتھروں کے سامنے گڑگڑا کر دعائیں کرتے۔

اسی پر اکتفا نہیں تھا انہوں نے زمین میں فتنہ و فساد برپا کر رکھا تھا، طاقتور نے کمزور کو دبا

رکھا تھا بڑے نے چھوٹے کو اپنی گرفت میں جکڑ رکھا تھا۔

حضرت ہود علیہ السلام نے اس سرکشوں کو سمجھانے کی بڑی کوششیں کی مگر یہ ناسمجھ کسی طرح بھی مان ہی نہ رہے تھے۔

حضرت ہود علیہ السلام نے حق کا پرچم بلند کر رکھا تھا۔ انہوں نے اپنی قوم کو تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

''اے میری قوم کے فرزندو! یہ پتھر جنہیں تم اپنے ہاتھوں سے تراشتے ہو پھر ان کے سامنے جبین نیاز جھکاتے ہو یہ کیا ہیں؟ ان کا سود و زیاں ان کا نفع و نقصان یہ سب کج فہمی اور جہالت ہے؟ یہ تمہیں کوئی نفع نہیں دے سکتے کسی شر سے نہیں بچا سکتے بت پرستی تمہاری ذہنی اختراع ہے اور انسانیت کی اس سے بڑھ کر تذلیل اور کیا ہوگی کہ وہ بتوں کو سجدہ کرتا پھرے ہاں کائنات خود بخود ہی نہیں بن گئی ایک حقیقی معبود بھی ہے وہی عبادت کا مستحق ہے۔ اس اللہ کی پہچان یہ ہے کہ وہ بے بس اور بے جان نہیں وہ تمہیں موت کی نیند سلاتا ہے اس نے تمہیں زمین میں اقتدار بخش رکھا ہے وہ تمہارا رب ہے جو اس بات کا استحقاق رکھتا ہے کہ تم اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ وہی رزق دیتا ہے اس نے تمہیں تخلیق فرمایا ہے۔ وہی تمہیں موت دے گا اسی نے تمہیں زمین میں اقتدار بخش رکھا ہے زمین کی کھیتیاں اور گونا گوں جانور اور مطیع و فرمانبردار حیوانات یہ سب اسی کی کرم فرمائی ہے۔ اے میری قوم کے لوگو! اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور حق سے آنکھیں بند کرنے سے بچو اس کے حضور نخوت و تکبر کا رویہ اختیار نہ کرو ورنہ تمہارا حشر بھی وہی ہوگا جو قوم نوح کا ہوا ان کا عہد تم سے کچھ زیادہ دور نہیں۔''

حضرت ہود علیہ السلام کی تقریر ختم ہوئی آپ کو امید تھی کہ یہ کلمات ان کے دل کی گہرائیوں تک پہنچ جائیں گے اور وہ ایمان لے آئیں گے۔ اپنی سرکشی اور بغاوت ترک کر دیں گے لیکن کافروں کے چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگیں اور یہ عجیب و غریب کلام سن کر وہ تصویر حیرت بن گئے کیونکہ ایسا کلام انہوں نے پہلے کبھی نہ سنا تھا۔ وہ ایسے نظریات سے بالکل ناآشنا تھے۔

حضرت ہود علیہ السلام کے جواب میں کہنے لگے۔

یہ کیا بے ہودہ باتیں ہیں یہ سوچ کتنی لغو ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم تیری باتوں میں آ کر صرف ایک خدا کی عبادت کریں اور اس کے شرکاء کو چھوڑ دیں ہم ان بتوں کی پرستش بلاوجہ نہیں کرتے یہی بت تو قربت خداوندی کا وسیلہ ہیں اور عند اللہ ہماری شفاعت کرتے ہیں۔

حضرت ہود علیہ السلام نے پھر وعظ و تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

''اللہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں صرف اسی کے سامنے جھکنا ہی عبادت کا جوہر اور اصل ہے وہ تم سے دور نہیں بلکہ بہت قریب۔ رگ جاں سے بھی قریب ہے یہ بت جن کی تم عبادت کرتے ہو جنہیں تم قرب کا ذریعہ اور بخشش کا وسیلہ سمجھتے ہو تمہیں منعم حقیقی سے دور کر رہے ہیں یہ قرب و بخشش کا ذریعہ نہیں بلکہ محض وہم و گمان کی کرشمہ سازی اور جہالت و غفلت کی سحر آفرینی ہے۔''

لوگ سیخ پا ہو گئے اور چیخ اٹھے:

''ہود تیرا دماغ خراب ہے۔ شاید کسی عارضے کی وجہ سے تیری عقل رخصت ہوگئی ہے تو ہمارے خداؤں کو برا کہہ رہا ہے اور ہمارے مذہب پر نکتہ چینی کی جسارت کر رہا ہے اسی مذہب پر ہمارے اسلاف صدیوں سے کاربند رہے ہیں تو کوئی اجنبی نہیں ہمارا بھائی ہے۔ ہماری قوم کا ایک فرد ہے تو کیسے نبی بن گیا؟ تو ایک بشر ہے۔ ہماری طرح کھاتا پیتا ہے۔''

ہماری طرز زندگی رکھتا ہے تجھے نبی بنانے کی کوئی وجہ؟ تجھے منصب رسالت پر فائز کرنے کا کوئی سبب؟ تو نبی نہیں۔ حضرت ہود علیہ السلام نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

''اے میری قوم! میرا دماغ خراب نہیں میں ہرگز احمق اور بے وقوف نہیں میں نے تمہارے درمیان ایک عرصہ گزارا ہے تم مجھ سے خوب واقف ہو کیا تم نے مجھ میں کوئی برائی دیکھی کبھی تم نے میری زبان سے حماقت اور بے عقلی کی گفتگو سنی۔ اس میں تعجب کی کون سی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ پوری قوم میں سے کسی ایک خوش نصیب کا انتخاب کر کے بار امانت اس کے سپرد کر دے اور اسے رشد و ہدایت کا فریضہ سونپ کر پوری قوم کے لیے خوش بختی کا سامان مہیا

کر دے۔ حیرانی تو اس بات پر ہونی چاہئے کہ کسی قوم کو بے لگام بغیر کسی
رسول کے چھوڑ دیا جائے کہ نہ انہیں کوئی سمجھانے والا ہو اور نہ برائیوں پر
ٹوکنے والا۔ تمہاری اس سرکشی اور ہٹ دھرمی کے باوجود بھی میں مایوس نہیں
ہوں تمہاری ترش روئی میرے سینے کو تنگ نہیں کرسکتی۔ ذرا سوچو تو چشم بصیرت
وا کر کے کائنات کو ایک نظر دیکھو تو یہ حیرت افزاء نظام، یہ تعجب خیز مخلوق، سینہ
افلاک پر چلتے چاند اور سورج اور چمکتے دمکتے کروڑوں بلکہ اربوں بے شمار
ستارے سبھی تو اس کی وحدانیت کے گیت الاپ رہے ہیں۔''

اس ذلت بے ہمت پر ایمان لے آؤ اور اس کے حضور میں اپنی خطاؤں کی معافی مانگو جو
تم پر موسلا دھار بارشیں برساتا ہے تمہیں فراوانی سے رزق مہیا کرتا ہے تمہیں طرح طرح کی
قوتیں اور طاقتیں عطا کرتا ہے اسے اپنا خالق اپنا رازق مان لو اور جرم کی روش اختیار نہ کرو۔
کان کھول کر سن لو تمہیں مر کر پھر زندہ ہونا ہے۔ جو نیکی کرے گا تو خود صلہ پائے گا برائی کرے
گا تو بھی خود سزا اور عذاب کاٹے گا۔

عقل سے کام لو اور ابھی سے آخرت کے لیے زاد راہ لے لو۔ میں نے اپنے رب کا پیغام
پہنچا دیا ہے میرا فرض صرف یہ ہے کہ تمہیں آنے والے حالات سے پوری طرح آگاہ کردوں۔

یہ سن کر لوگ چیخ اٹھے:

''ہاں ہمارے کسی بت نے تمہیں نقصان سے دوچار کردیا ہے اس کی ناراضگی
کی وجہ سے تمہاری عقل چلی گئی ہے تو خود نہیں بول رہا بلکہ تیرے اندر کسی
شیطانی طاقت نے بسیرا کرلیا ہے اگر تیری عقل ٹھکانے ہوتی تو تو ایسی باتیں
نہ کرتا؟ اللہ ہمیں بارشوں سے سیراب کرتا ہے ہمیں مال و اولاد سے نوازتا ہے
اور قوت و شوکت سے سرفراز کرتا ہے تو اس پر استغفار کے کیا معنی؟ تو کس
اخروی زندگی کی بات کرتا ہے۔ جب ہماری ہڈیاں گل سڑ کر خاک سیاہ ہو
جائیں گی تو اس کے بعد پھر زندگی! اس منطق کی ہمیں سمجھ نہیں آئی۔ تیرے
وعدوں اور ظن وتخمین کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں زندگی تو صرف اسی
دنیا تک محدود ہے ہم نیست سے ہست ہوئے اور وقت پھر ہمیں عدم کے سفر
پر روانہ کردے گا۔

تو کس عذاب کی بات کر رہا ہے؟ کون سا عذاب آنے والا ہے؟ ہم تمہاری
باتوں پر یقین نہیں کرتے ہم اصنام پرستی کو خیر باد نہیں کہیں گے۔ اگر تو سچا ہے
تو لے آ عذاب جس کی تو بات کرتا ہے۔''

جب ان کا عناد اور ہٹ دھرمی حد سے گزر گئی تو آپ نے فرمایا:

''میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا اور
اس میں کوئی کوتاہی نہیں کی میں نے تمہیں سمجھانے میں کوئی کسر نہیں
چھوڑی اور ساری امکانی کوششیں صرف کر دی ہیں میں یہ فریضہ اب بھی
ادا کروں گا یہ جہاد اب بھی جاری رکھوں گا مجھے تمہاری جمعیت کی کوئی
پرواہ نہیں تمہاری مخالفت میرا راستہ نہیں روک سکتی میرے خلاف جتنا
تمہارا جی چاہے سازشیں کر لو تم سب مل کر مجھے ستا لو میں اللہ تعالیٰ پر
بھروسہ رکھتا ہوں جو میرا اور تمہارا رب ہے کوئی ذی روح ایسا نہیں جس
کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں نہ ہو بے شک میرا رب راہ راست کی
طرف رہنمائی کرتا ہے۔''

آخر عذاب الٰہی کی جھلکیاں شروع ہوگئیں۔ تین سال تک بارش ہی نہ ہوئی۔ ہر طرف
قحط وخشک سالی کا دور دورہ ہوگیا۔ یہاں تک کہ لوگ اناج کے دانے دانے کو ترس گئے۔ اس
زمانے کا یہ دستور تھا کہ جب کوئی بلا اور مصیبت آتی تھی تو لوگ مکہ معظمہ جا کر خانہ کعبہ میں
دعائیں مانگتے تھے تو بلائیں ٹل جاتی تھیں۔ چنانچہ ایک جماعت مکہ معظمہ گئی اس جماعت میں
مرثد بن سعد ایک شخص بھی تھا جو مومن تھا مگر اپنے ایمان کو قوم سے چھپائے ہوئے تھا۔ جب
ان لوگوں نے کعبہ معظمہ میں دعا مانگنی شروع کی تو مرثد بن سعد کا ایمانی جذبہ بیدار ہوگیا اور
اس نے تڑپ کر کہا:

''اے میری قوم! تم لاکھ دعائیں مانگو، مگر خدا کی قسم اس وقت تک پانی نہیں
برسے گا جب تک تم اپنے نبی حضرت ہود علیہ السلام پر ایمان نہ لاؤ گے۔''

حضرت مرثد بن سعد نے اپنا ایمان ظاہر کردیا تو قوم عاد کے شریروں نے ان کو مار
پیٹ کرا لگ کردیا اور دعائیں مانگنے لگے اس وقت اللہ تعالیٰ نے تین بدلیاں بھیجیں ایک سفید،

ایک سرخ اور ایک سیاہ، اور آسمان سے ایک آواز آئی۔

''اے قوم عاد! تم لوگ اپنی قوم کے لیے ان تین بدلیوں میں سے ایک بدلی کو پسند کرلو۔''

اور ان لوگوں نے کالی بدلی کو پسند کرلیا۔

کالی گھٹا نے پورے آسمان کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا عاد خیال کرنے لگے کہ یہ سحاب رحمت ہے۔

ابھی بارش ہوگی اور خوب ہوگی چنانچہ وہ ابر سیاہ قوم عاد کی آبادیوں کی طرف چل پڑا قوم عاد کے لوگ سیاہ بدلی کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے تھے۔

عاد بارش کا استقبال کرنے لگے کھیتوں کو بارش کے پانی سے خوب سیراب کرنے کے لیے کیاریاں بنائی جانے لگیں لیکن انہیں حضرت ہود علیہ السلام نے خبردار کیا۔

''یہ سحاب رحمت نہیں۔ موت کا پیامبر طوفان ہے۔ تم تو کہتے تھے کہ کہاں ہے وہ عذاب؟ اب دیکھو یہ ہوا اس میں تمہارے لیے دردناک عذاب ہے دیکھ لو عذاب الٰہی ابر کی صورت میں تمہاری طرف بڑھ رہا ہے۔''

مگر قوم کے گستاخوں نے اللہ کے ان باغیوں نے اپنے نبی کو جھٹلا دیا اور کہا:

''کہاں کا عذاب اور کیسا عذاب؟ یہ تو بادل ہے جو ہمیں بارش دینے کے لیے آرہا ہے۔''

یہ بادل مغرب کی طرف سے آبادیوں کی طرف برابر بڑھتا رہا اور ایک دم ناگہاں اس میں سے ایک آندھی آئی جو اس قدر شدید تھی کہ درختوں کو جڑوں سے اکھاڑ کر اڑا لے جانے لگی۔ یہ دیکھ کر قوم عاد کے لوگوں نے اپنے سنگین محلوں میں داخل ہوکر دروازوں کو بند کرلیا مگر آندھی کے جھونکے نہ صرف دروازوں کو اکھاڑ کر لے گئے بلکہ پوری عمارتوں کو جھنجھوڑ کر اینٹ سے اینٹ بجادی۔

جب آنکھوں سے غفلت کے پردے ہٹے تو دیکھا کہ طوفان اتنا تیز و تند ہے کہ گھر کا سامان اور صحرا میں چرنے والے مویشی اڑائے لے جاتا ہے ان پر خوف طاری ہونے لگا لگے تھر تھر کانپنے۔

یہ طوفان عام نہ تھا ہوا اتنی تیز تھی کہ صحرا کی ریت اڑ اڑ کر فضا میں بکھر رہی تھی۔ یہ طوفان آٹھ دن اور سات رات رہا۔

جب آندھی رکی تو اس قوم کی لاشیں زمین پر اس طرح پڑی ہوئی تھیں جس طرح کھجوروں کے درخت اکھڑ کر زمین پر پڑے ہوں۔

آج اس قوم کا نام و نشان مٹ چکا تھا۔ ان کے محلات کھنڈر بن چکے تھے۔ اور تاریخ میں وہ عبرت کا نشان بن کر رہ گئے تھے۔

ارشاد ربانی ہے:

''اور آپ کا رب ایسا نہیں کہ برباد کردے بستیوں کو ظلم سے حالانکہ ان میں بسنے والے نیکوکار ہوں۔''

(سورۃ ہود:117)

اہل ایمان نے حضرت ہود علیہ السلام کی پناہ لی وہ اپنے گھروں میں اطمینان سے بیٹھے رہے ہوائیں ان کے گھروں کے آس پاس شور برپا کرتی تھیں اور ریت کے ذروں سے کھیلتی رہیں لیکن وہ خدا کی پناہ میں محفوظ رہے۔ یہاں تک کہ ہوا تھم گئی موسم صاف ہوگیا تو اہل ایمان نقل مکانی کر کے حضر موت چلے گئے اور باقی عمر وہیں بسر کی۔

قوم عاد کے سرکش اور باغی ہلاک ہوگئے تو قدرت خداوندی سے کالے رنگ کے پرندوں کا ایک غول نمودار ہوا جنہوں نے ان لاشوں کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا اور حضرت ہود علیہ السلام نے اس بستی کو چھوڑ دیا۔

قرآن کریم کے اس دردناک واقعہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ قوم عاد جو بڑی طاقتور اور قد آور قوم تھی اور ان لوگوں کی مالی خوشحالی بھی نہایت مستحکم تھی کیونکہ لہلہاتی کھیتیاں اور ہرے بھرے باغات ان کے پاس تھے۔ پہاڑوں کو تراش تراش کر ان لوگوں نے گرمیوں اور سردیوں کے لیے الگ الگ محلات تعمیر کیے تھے ان لوگوں کو اپنی کثرت اور طاقت پر بڑا اعتماد تھا اپنے تموّل اور سامان عیش وعشرت پر بڑا ناز تھا، مگر کفر اور بداعمالیوں و بدکاریوں کی نحوست نے ان لوگوں کو قہر الٰہی کے عذاب میں اس طرح گرفتار کر دیا کہ آندھی کے جھونکوں اور جھکڑوں نے ان کی پوری آبادی کو جھنجھوڑ کر چکنا چور کردیا اور اس پوری قوم کے وجود کو صفحہ ہستی سے اس طرح مٹا دیا کہ ان کی قبروں کا بھی کہیں نشان باقی نہ رہا۔

نمونۂ عبرت

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔

''قوم عاد میں تمہارے لیے نشانیاں ہیں جب ہم نے ان پر ایک منحوس آندھی چلائی جس چیز کے پاس ہو کر گزرتی اسے بوسیدہ ہڈی کی طرح چور کیے دیتی۔''

(سورۂ الذّاریات: 41، 42)

''ان لوگوں کے لاشے ایسے پڑے تھے جیسا کہ کھجور کی اکھڑی ہوئی چیزیں۔''

(سورۂ القمر: 25)

''عاد کو نہایت تیز رفتار ٹھنڈی ہوا سے ہلاک کیا گیا جو ان پر مسلسل سات دن اور آٹھ راتیں چلتی رہی انہیں اس طرح اکھاڑ پھینکا جس طرح اکھڑی ہوئی کھجور کا تنا اور ان کا نام ونشان تک باقی نہ رہا۔'' (سورۂ الحاقہ: 6تا8)

حضرت ہود علیہ السلام

شداد کی جنت

قوم عاد کا موروث اعلیٰ عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح ہے۔

عاد کے دو بیٹے تھے ایک کا نام شدید اور دوسرے کا نام شداد تھا۔ یہ دونوں ہفت اقلیم کے بادشاہ تھے، ان کی بڑی نشان وشوکت تھی۔ سداد زیادہ پُر اثر اور شان والا تھا۔ اس نے اپنے وقت میں تمام بادشاہوں کو اپنے پرچم تلے جمع کر کے سب کو اپنا مطیع وفرمانبردار بنالیا تھا دونوں بھائیوں کا مسکن ملک شام تھا۔ شدید تو تقریباً سات سو برس تک بادشاہت کرنے کے بعد مر گیا اس کے بعد شداد ملعون بادشاہ ہوا، اس نے تمام روئے زمین کو مسخر کرلیا تھا اور جہاں تک اس کی بادشاہت کا تعلق تھا اسی کا حکم چلتا تھا اور شب و روز وہ حکومت کے کاموں میں مصروف رہتا اور وہ اسی خوشی میں خوش رہتا تھا۔ اس کے ماننے والے اگرچہ کفر وشرک کے اندھیروں میں گم تھے لیکن اس کے عدل کی وجہ سے شیر اور بکری ایک ہی گھاٹ میں پانی پیتے تھے۔

شداد کے انصاف کا یہ عالم تھا کہ

دو شخص اس کے محکمہ عدالت میں آئے ان دونوں کے حالات بڑے عجیب وغریب تھے ان میں سے ایک شخص نے دوسرے سے زمین کا قطعہ لیا تھا، جس کی اس نے پوری قیمت دے کر قبضہ حاصل کرلیا تھا۔ زمین لینے کے بعد جب اس نے زمین کی کھدائی کی تو نیچے سے خزانہ برآمد ہوا اس شخص نے وہ خزانہ اس شخص کو دینا چاہا جس سے اس نے زمین کا قطعہ خریدا تھا مگر زمین فروخت کرنے والا اس بات پر بضد تھا کہ میں نے تو اپنی زمین فروخت کر ڈالی اب اس میں جو کچھ بھی ہے یہ شخص ہی اس کا مالک ہے اب میں اس خزانے کا حقدار نہیں۔

دوسرے شخص نے کہا:

''میں نے تو صرف زمین خریدی ہے خزانہ نہیں اب میں اس خزانے پر اپنا حق

نہیں سمجھتا۔“

حاکم وقت نے پوچھا:

”کیا تم دونوں کی اولاد بھی ہے یا نہیں۔“

ان میں سے ایک شخص کی بیٹی تھی اور دوسرے کا بیٹا چنانچہ حاکم وقت کے فیصلے پر دونوں کا نکاح کر دیا گیا اور وہ مال ان کو دے دیا گیا۔

شداد نے اپنے طور پر تو انصاف کا کام کیا مگر وہ کفر و شرک میں مبتلا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کو اس کی ہدایت کے لیے بھیجا حضرت ہود علیہ السلام نے اسے دعوت حق پیش کی تو اس نے اس دعوت کو ماننے سے انکار کر دیا اور اس نے حضرت ہود علیہ السلام سے کہا:

”اگر میں تمہارا دین قبول کر لوں تو مجھے کیا فائدہ ہوگا؟“

حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ کو اس کے عوض بہشت جاودانی عنایت فرمائیں گے، اور تجھے ہمیشہ اپنا فضل و مہربانی مرحمت فرمائیں گے۔“

حضرت ہود علیہ السلام نے اسے اچھی اچھی باتیں بتائیں جو اس کے لیے آخرت میں نجات کا سبب بن سکتی تھیں، لیکن اس ملعون نے ان اچھی باتوں کا کچھ احساس اور خیال نہ کیا اور کہنے لگا۔

اے ہودؑ! تو مجھے بہشت کا لالچ دیتا ہے میں نے بہشت کی بہت سی صفات سن رکھی ہیں میں بھی اس دنیا میں بہشت کی طرح کی جنت بناؤں گا اور دن رات عیش و عشرت کروں گا مجھے تمہارے خدا کی بہشت کی کوئی ضرورت نہیں۔

قوم عاد اور دیگر سرکش اقوام کا حال بیان کرتے ہوئے قرآن مجید نے ارشاد فرمایا:

”کیا تم نے نہ دیکھا تمہارے رب نے عاد کے ساتھ کیسا کیا وہ حد سے زیادہ طول والے کہ ان جیسا شہروں میں پیدا نہ ہوا اور ثمود جنہوں نے وادی میں پتھر کی چٹانیں کاٹیں اور فرعون کہ جو میخا کرتا جنہوں نے شہروں میں سرکشی کی پھر اس میں بہت فساد پھیلایا تو ان پر تمہارے رب نے عذاب کا کوڑا نازل کیا۔“

(سورہ الفجر: 6 تا 13)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں حضرت عبداللہ بن قلابہ رضی اللہ عنہ اپنے گمشدہ

اونٹ کو تلاش کرتے ہوئے صحرائے عدن سے گزر کر اس شہر میں پہنچے اور اس کی تمام زمینوں اور آرائش کو دیکھا مگر وہاں کوئی رہنے بسنے والا انسان نہ ملا، وہ تھوڑے سے جواہرات وہاں سے لے کر چلے آئے۔

جب یہ خبر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ملی تو انہوں نے حضرت عبداللہ بن قلابہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر پورا حال دریافت کیا اور انہوں نے جو کچھ دیکھا تھا سب کچھ بیان کر دیا۔

پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کعب احبار کو بلا کر دریافت کیا:

”کیا دنیا میں کوئی ایسا شہر موجود ہے۔“

انہوں نے فرمایا:

”ہاں جس کا ذکر قرآن مجید میں بھی آیا ہے یہ شہر شداد بن عاد نے بنایا تھا لیکن یہ سب عذاب الٰہی سے ہلاک ہوئے اور اس قوم میں سے کوئی ایک آدمی بھی باقی نہیں رہا، اور آپ کے زمانے میں ایک مسلمان جس کی آنکھیں نیلی قد چھوٹا اور اس کے ابرو پر ایک تل ہوگا اپنے اونٹ کو تلاش کرتے ہوئے اس ویران شہر میں داخل ہوگا۔

اتنے میں عبداللہ بن قلابہ رضی اللہ عنہ آ گئے تو کعب احبار نے ان کو دیکھ کر فرمایا:

”بخدا وہ شخص جو شداد کی بنائی ہوئی جنت کو دیکھے گا وہ یہی شخص ہے۔“

(خزائن العرفان ص:864)

شداد نے جب حضرت ہود علیہ السلام سے جنت کا سنا تو اس نے ارادہ کر لیا کہ وہ بھی ایسی ہی خوبصورت ایک جنت بنائے گا۔

اس ملعون نے اسی وقت ہر ملک کے بادشاہوں، وزیروں اور اکابرین کو خطوط لکھے جو اس کے زیر تابع تھے اس نے خطوط میں لکھوایا:

”تمہارے ملک میں ایسی زمین جس کا میدان ہموار ہو، اور اس میں کوئی نشیب و فراز نہ ہو اگر ایسی زمین موجود ہو تو فوراً مجھے اس سے آگاہ کرو، کیونکہ میں اس دنیا میں ایک جنت بنانا چاہتا ہوں۔ یہ جنت سونے چاندی کی اینٹوں سے تعمیر کی جائے گی۔ اس میں ستون زبرجد اور یاقوت کے ہوں گے، اور اس کے فرش بھی یاقوت اور زبرجد کے بنائے جائیں گے اس جنت میں ہزار ہا محل

ہوں گے جن کے گرد جواہرات سے پر نہریں جاری کی جائیں گی قسم قسم کے درخت زینت اور سائے کے لیے لگائے جائیں گے۔''

ان خطوط کے روانہ کرنے کے بعد اس نے فوراً اپنے قاصد ہر جگہ بھیجے تا کہ وہاں سے سونا چاندی اور جواہرات لے کر آئیں۔ شداد نے قاصدوں سے یہ بھی کہہ رکھا تھا کہ جتنے بھی مشک وعنبر اور مروارید ہاتھ آئیں وہ سب کے سب ساتھ لیتے آئیں۔ اس وقت شداد کے زیر حکم ایک ہزار ملک اور ایک ہزار شہر بڑے تھے۔ ہر ملک اور شہر میں تقریباً ایک لاکھ آدمی موجود تھے بہت زیادہ تلاش اور جستجو کے بعد خطہ عرب میں ایک قطعہ زمین جس کی مسافت چالیس فرسنگ تھی دستیاب ہوئی، زمین کی دستیابی کے بعد امراء کو حکم دیا کہ زمین کی پیائش کے لیے بہترین کاریگر فراہم کیے جائیں۔

شداد کے حکم کی تعمیل کی گئی اور زمین کی پیائش کے لیے تین ہزار ماہرین فراہم کیے گئے اور ہر ماہر کے ساتھ سوسو بہترین کاریگر تھے۔

اب اس لعین نے سرکشی اور بغاوت کی انتہا کر دی اور ارضی جنت بنانے کے لیے کام کا آغاز کر دیا۔ شداد کا حکم ملتے ہی سب ممالک کے خزانے وہاں لا کر جمع کیے جانے لگے۔ اب با قاعدہ اس لعین نے اللہ سے اپنی بغاوت کا اظہار کرتے ہوئے جنت کی بنیاد رکھ ڈالی سب سے پہلے چالیس گز تک زمین گہرائی میں کھودی گئی، اور اس بہشت کی بنیاد سنگ مرمر سے رکھی گئی بنیادوں کی تعمیر کے بعد اس کی دیواریں سونے اور چاندی کی اینٹوں سے اٹھائی گئیں۔

چھت اور ستون یاقوت، زبرجد اور زمرد کے بنائے گئے اور ایسے ہی فرش مکانوں میں بنائے گئے۔ سنگریزوں کی جگہ آبدار موتی بچھائے گئے۔ ہر محل کے گرد جواہرات سے پر نہریں جاری کی گئیں اور قسم قسم کے درخت زینت اور آرائش کے لیے وہاں لگائے گئے۔

اس سرکش اور باغی نے اپنے خیال میں جنت کی تمام چیزیں اور ہر قسم کی عیش وعشرت کے سامان اس جنت میں جمع کر دیے اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو شداد لعین کی بہشت کے حال سے اور ستونوں سے اس کی خبر دی کہ دنیا میں کسی نے ایسی بہشت نہیں بنائی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''کیا تو نے نہیں دیکھا کیسا کیا رب تیرے نے عاد سے جو ارم کے بڑے ستون بناتے تھے جو کسی شہر میں ویسا بنا نہیں۔''

عاد ایک قوم تھی اور ارم اس میں ایک قبیلہ تھا اور ان میں سلطنت تھی۔ اس میں وہ اونچی اونچی عمارتیں بنواتے۔

ان میں درخت سونے اور چاندی کے بنوائے گئے تھے اور پتیاں زمرد کی بنائی گئی تھیں اور اس کی ڈالیاں سرخ یاقوت سے بنی تھیں، اس بہشت میں خاک کی جگہ مشک وعنبر اور زعفران ڈالا گیا تھا۔ اس کے صحن میں موتی اور مونگا ڈالے گئے تھے اس میں شیر وشراب اور شہد کی نہریں جاری تھیں۔ اس بہشت کے دروازے پر چار میدان بنائے گئے تھے اور اس میں میوہ دار درخت بنائے گئے تھے، اور ہر ایک میدان میں سونے اور چاندی کی ایک ایک لاکھ کرسیاں بچھی ہوئی تھیں اور ہر کسی کے سامنے ایک ایک ہزار خوان میں ہر قسم کے کھانے موجود تھے اور چالیس ہزار خزانے چاندی اور سونے کے اس بہشت کے آسمان کے لیے مخصوص تھے یہاں تک کہ تین سو برس میں یہ کام مکمل ہوا۔

اب شداد کے حکم سے وکیلوں کو روانہ کیا گیا کہ درھم بھر بھی چاندی کسی ملک میں نہ چھوڑیں سب لا کر اس بہشت میں جمع کر دیں۔ یہاں تک نوبت پہنچی کہ ایک غریب اور ضعیف بڑھیا تھی جس کی یتیم بیٹی کے گلوبند میں ایک درھم چاندی تھی ان ظالموں نے اسے بھی نہ چھوڑا۔ وہ لڑکی رو پیٹ کر کہنے لگی:

''میں غریب عورت ہوں میرے پاس اس ایک درم چاندی کے سوا کچھ نہیں مجھے یہ ایک درھم چاندی بخش دو۔''

مگر ان ظالموں پر اس کی فریاد کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اب اس مظلوم عورت نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فریاد کی:

''یا الٰہی تو اس کا انصاف کر۔ اس ظالم کے شر سے مظلوموں کو بچا اور اس کی بے انصافی کا تو انصاف کر اور ہمیں اس ظالم سے چھٹکارا نصیب کر۔''

اس مظلوم عورت کی آہ وفریاد خداوند قدوس کی بارگاہ میں قبول ہوئی۔ بمصداق اس حدیث کے:

''پرہیز کرو مظلوم کی بددعا سے بے شک وہ مقبول ہوتی ہے۔''

جب شداد کی جنت مکمل ہو چکی تو اس نے ملک کے حسین وخوبصورت لڑکے اور لڑکیوں کو جمع کیا اور انہیں حور وغلمان کے طور پر اس بہشت میں خدمت کے لیے مامور کیا۔

اب شداد کی جنت تیار ہو چکی تھی۔

شداد کو دس برس تک اپنی بنائی ہوئی جنت دیکھنا نصیب نہ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہ تھا کہ شداد اپنی بنائی ہوئی جنت کو دیکھ سکے۔

ایک روز شداد اپنے اعیان سلطنت اور دوستوں غلاموں کو ساتھ لے کر اپنی بنائی ہوئی بہشت کو دیکھنے گیا۔ جب وہ اپنی بنائی ہوئی بہشت کے قریب پہنچا اور اس نے اپنے غلاموں کو چاروں میدانوں میں بھیجا، اور ایک غلام کو لے کر بہشت کی طرف بڑھا۔

شداد نے دیکھا کہ بہشت کے دروازے پر ایک شخص کھڑا ہے۔ شداد نے حیرت سے پوچھا:

''اے شخص! تو کون ہے؟''

اس شخص نے جواب دیا:

''میں ملک الموت ہوں۔''

شداد نے سوال کیا:

''تم یہاں کیا کرنے آئے ہو؟''

ملک الموت نے جواب دیا:

''میں تیری روح قبض کرنے یہاں آیا ہوں۔''

یہ سن کر شداد نے کہا:

''تم مجھے کچھ مہلت دے دو تاکہ میں اپنی بنوائی ہوئی بہشت کو دیکھ سکوں۔''

ملک الموت نے کہا:

''اللہ کا حکم نہیں ہے کہ تو اپنی بنوائی ہوئی جنت میں جائے کیونکہ تمہیں تو دوزخ کا ایندھن بننا ہے۔''

شداد نے کہا:

''مجھے گھوڑے سے اترنے دو دیکھتا ہوں تم مجھے کیسے روکتے ہو؟''

ملک الموت نے کہا:

''نہیں تمہیں مہلت نہیں دی جاسکتی۔''

شداد گھوڑے سے اترنے لگا اس کا ایک پاؤں گھوڑے کی رکاب میں تھا، اور دوسرا بہشت کے دروازے پر زمین پر معلق تھا کہ آسمان سے ایک ہولناک آواز آئی ملک الموت

نے اس کی روح قبض کر لی، اور وہ اللہ کا باغی اور سرکش جہنم واصل ہوا۔

آسمان سے آنے والی ہولناک آواز ایسی سخت تھی کہ اس کے سب ساتھی ہلاک ہو گئے۔

شداد کو اپنی بنائی ہوئی جنت میں جانے کی مہلت نہ ملی اور وہ اپنی بنائی ہوئی جنت میں جانے کی حسرت لیے اس دنیا سے رخصت ہو کر سیدھا جہنم میں چلا گیا۔

اسی وقت اس کا تمام مال برباد ہو گیا، اس کے ملک غارت ہو گئے، اور وہ سب جہنم کا ایندھن بنے۔

شداد کی بنائی ہوئی بہشت زمین میں دبا دی گئی کہ قیامت تک اس کا کچھ اثر باقی نہ رہے یوں وہ سرکش اور باغی انسان جس نے خدا کی بنائی ہوئی جنت کے مقابلہ میں اپنی جنت بنوائی تھی دل میں حسرت لیے اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ کو بندوں کی سرکشی اور غرور و تکبر بے حد ناپسند ہے۔ اس لیے خداوند قدوس کا دستور ہے کہ ہر سرکش و متکبر قوم جس نے زمین میں اپنی سرکشی اور ظلم و عدوان سے فساد پھیلایا اس قوم کو قہر الٰہی نے کسی نہ کسی عذاب کی صورت میں ظاہر ہو کر ہلاک و برباد کر دیا۔

شداد اور قوم عاد کے دوسرے افراد سب اپنی سرکشی اور تکبر کی وجہ سے خدا کے مغضوب ٹھہرے اور جب ان لوگوں کا ظلم و عدوان اس درجہ بڑھ گیا کہ روئے زمین کا ذرہ ذرہ ان کے گناہوں اور بداعمالیوں سے بلبلا اٹھا تو خداوند قہار و جبار کے عذابوں نے ان سب سرکشوں اور ظالموں کو تباہ و برباد کر کے صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹا دیا۔

۞

حضرت صالح علیہ السلام

قوم ثمود کی تباہی

''اور ثمود کی طرف بھیجا ان کے بھائی صالح کو انہوں نے کہا:
اے قوم بندگی کرو اللہ تعالیٰ کی اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تمھارے پاس پروردگار کی طرف سے ایک معجزہ ہے۔ (یعنی) یہی اللہ کی اونٹنی تمھارے لیے معجزہ ہے تو اسے (آزاد) چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں چرتی پھرے اور تم اسے بری نیت سے ہاتھ بھی نہ لگانا۔ ورنہ عذاب الیم تمھیں پکڑے گا۔''

(سورۃ الاعراف: 73)

قوم عاد جب اپنے گناہوں کی وجہ سے ہلاک ہوگئی، تو ان کی زمینوں اور گھروں کی وارث اور جانشین قوم ثمود ٹھہری۔ اہل ثمود نے بھی اس سرزمین کو خوب آباد کیا نہریں نکالیں۔ باغ لگائے اور محلات تعمیر کیے۔ انہوں نے پہاڑوں کو کھود کر ایسے مضبوط گھر بنائے جو حوادث زمانہ سے انہیں بچا سکیں، اور وقت کی چیرہ دستیوں سے ان کی حفاظت کرسکیں۔ عیش واسباب کے تمام اسباب میسر تھے اور نازونعم کے سب ذرائع مہیا، لیکن انہوں نے بھی تشکر و امتنان کی راہ اختیار نہ کی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان پر اس کی محدود ستائش نہ کی بلکہ زمین میں فتنہ وفساد کو ہوا دی، حق سے اعراض اور روگردانی کی خدا کو چھوڑ کر بتوں کی پرستش شروع کر دی، اور ان بتوں کو خدا کا شریک بنا ڈالا۔ کائنات میں کھلی آیات ربانی کی طرف کوئی دھیان نہ دیا اور اس زعم باطل میں گرفتار ہوگئے کہ دنیا کی یہ نعمتیں ابدی ہیں اور وہ ہمیشہ دادِعیش دیتے رہیں گے۔

قرآن مجید نے قوم ثمود کو قوم عاد اولیٰ کا جانشین بنایا ہے۔ عاد اولیٰ کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کو بھیجا گیا حضرت ہود علیہ السلام کے ساتھ مومنین کا جو گروہ بچا تھا وہ مغربی عرب سے کوچ کر کے شمالی جانب الحجر میں آباد ہوگیا۔ جو خلیج عقبہ کے سامنے واقع ہے نزول قرآن کے وقت

اس قوم کے افسانے بھی زبان زدِ عام تھے۔ ان کے آثار اس وقت اور اب بھی لوگوں کے سامنے ہیں۔

تہذیب و ثقافت میں زبان کو بہت اہمیت حاصل ہوتی ہے، ثمود چونکہ عاد کے بعد ترقی یافتہ قوم تھی لہٰذا اس کے ہاں اس میدان میں ترقی کرنا بالکل قدرتی ہے۔

''شمالی عرب کے جن مقامات میں ثمود کی سکونت ثابت ہے وہاں ایک خاص خط کے بہت سے کتبات پائے گئے ہیں۔ جن کی زبان آرامی عربی ہے۔ العلاء کے کتبات اسی قسم کے ہیں، اس خط کا نام پہلے گیروٹو عربک، (ابتدائی عربی) تھا۔ بعض اسے طبقاتی کہتے ہیں کہ بعض کتبات میں لحیان نامی قبیلہ کا ذکر آیا ہے لیکن اکثر لوگ اسے ثمود ہی کہتے ہیں۔''

(ارض القرآن ج 2، ص 136)

قرآن کے بیان کے مطابق یہ نہایت ترقی یافتہ تہذیب تھی۔ ان کی حالت یہ تھی کہ وہ مادیت میں گم تھے۔ ان کے پیغمبر نے انہیں بار بار کہا:

''کیا تم ان سب چیزوں کے درمیان جو یہاں ہیں بس یونہی اطمینان سے رہنے دیے جاؤ گے؟ ان باغوں اور چشموں میں؟ ان کھیتوں اور نخلستانوں میں جن کے خوشے رس بھرے ہیں؟ تم پہاڑ کھود کھود کر فخر یہ ان میں عمارتیں بناتے ہو۔''

(سورہ الشعراء: 146 تا 149)

''وہ پہاڑ کاٹ کاٹ کر مکانات بناتے تھے تا کہ ان کی زندگی خطرے سے باہر ہو لیکن ان کی کوئی تدبیر ان کے کام نہ آسکی۔''

(سورہ الحجر: 6)

معیار زندگی اس قدر بلند کرنے کے باوجود ان کا اخلاقی اور نظریاتی معیار نہایت پست تھا جس طرح کہ ایک مادی تہذیب کا ہونا چاہیے۔

① سورۃ الاعراف

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاعراف میں ارشاد فرمایا ہے:

1۔ ''اور ثمود کی طرف ان کی برادری سے صالح (علیہ السلام) کو بھیجا۔ (اس نے) کہا:
اے میری قوم! اللہ کو پوجو، اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں بے شک

تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آئی یہ اللہ کا ناقہ (اونٹنی) ہے تمہارے لیے نشانی، تو اسے چھوڑ دو کہ یہ اللہ کی زمین میں کھائے اور اسے برائی (بدنیتی) سے ہاتھ نہ لگانا ورنہ تم پر دردناک عذاب آئے گا۔''
(سورۃ الاعراف:73)

2۔ ''اور یاد کرو جب تم کو عاد کا جانشین کیا اور ملک میں جگہ دی کہ نرم زمین میں محل بناتے ہو اور پہاڑوں میں مکان تراشتے ہو تو اللہ کی نعمتیں یاد کرو اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو۔''
(سورۃ الاعراف:74)

3۔ ''اس کی قوم کے تکبر والے کمزور مسلمانوں سے بولے۔ کیا تم جانتے ہو کہ صالح (علیہ السلام) اپنے رب کے رسول ہیں؟ وہ بولے وہ کچھ دے کر بھیجے گئے ہیں ہم ان پر ایمان رکھتے ہیں۔''
(سورۃ الاعراف :75)

4۔ ''متکبر بولے: تم جس پر ایمان لائے ہو ہمیں اس سے انکار ہے۔''
(سورۃ الاعراف :76)

5۔ ''پس (انہوں نے) ناقہ کی کونچیں (ٹخنے پر سے پاؤں) کاٹ دیں اور اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی اور بولے: اے صالح (علیہ السلام)! ہم پر لے آؤ (وہ عذاب) جس کا تم وعدہ دے رہے ہو اگر تم رسول ہو۔''
(سورۃ الاعراف:77)

6۔ ''تو انہیں زلزلہ نے آ لیا تو صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ تو صالح (علیہ السلام) نے ان سے منہ پھیرا اور کہا: اے میری قوم بے شک میں نے تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا اور تمہارا بھلا چاہا مگر تم خیر خواہوں کے غرضی (پسند کرنے والے) ہی نہیں۔''
(سورۃ الاعراف :(78-79)

② سورۃ الشمس

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الشمس میں فرمایا:

1۔ ''ثمود نے اپنی سرکشی سے (حضرت صالح کو) جھٹلایا جب ان میں سے ایک بد بخت اٹھ کھڑا ہوا (تاکہ اونٹنی کو قتل کر دے) تو ان سے اللہ کے رسول

نے فرمایا۔ اللہ کے ناقہ اور اس کے پانی پینے کی باری سے خبردار رہنا۔''
(سورۃ الشمس: 11 تا 13)

2۔ ''تو انہوں نے اسے (پیغمبرؑ کو) جھٹلایا پھر ناقہ کی کونچیں کاٹ دیں تو ان کے رب نے ان کے گناہ کے سبب عذاب نازل کیا اور ان کی بستی برابر کر دی اور اللہ کو انتقام کا کوئی خوف نہیں۔''
(سورۃ الشمس: 14، 15)

③ سورۃ القمر

سورۃ القمر میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

1۔ ''ثمود نے (بھی) رسولوں کو جھٹلایا (اور) بولے: کیا ہم اپنے میں ایک اپنے جیسے انسان کی تابعداری کریں جب تو ہم ضرور گمراہ اور دیوانے ہیں۔ کیا ہم سب میں سے اس پر وحی نازل ہوئی ہے۔ (اس میں بھلا کون سی بات تھی) بلکہ وہ سخت جھوٹا ہے اور اپنی بڑائی آپ کرنے والا ہے۔''
(سورۃ القمر: 23 تا 25)

2۔ ''وہ بہت جلد (بلکہ) کل ہی جان لیں گے کون جھوٹا شیخی مارنے والا ہے (نبی یا لوگ) ہم ان کو آزمائش کے لیے ناقہ بھیجنے والے ہیں تو اے صالح! دیکھتے رہنا اور صبر سے کام لینا (کہ کیا نتیجہ نکلتا ہے)
(سورۃ القمر: 26، 27)

3۔ ''اور انہیں آگاہ کر دے کہ ان کے درمیان پانی کی تقسیم کر دی گئی ہے اور سب اپنی اپنی باری پر حاضر ہوا کریں گے۔''
(سورۃ القمر:28)

4۔ ''تو انہوں نے اپنے ساتھی کو پکارا تو اس نے ناقہ پر وار کیا اور اس کی کونچیں کاٹ دیں۔''
(سورۃ القمر: 29)

5۔ ''پھر کیسا ہوا میرا عذاب اور میرا ڈرانا، بے شک ہم نے ان پر ایک

چنگھاڑ بھیجی، جبھی وہ ہو گئے جیسے باڑ کی بچی ہوئی گھاس جو روند دی گئی ہو‘‘

(سورۃ القمر:30-31)

④ سورۃ الشعراء

اس سورۃ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

1۔ ’’ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا۔ جب ان سے ان کے ہم قوم (بھائی) صالح (علیہ السلام) نے فرمایا کیا تم ڈرتے نہیں؟ بے شک میں تمہارے لیے اللہ کا امانت دار اور رسول ہوں تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو اور میں تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا اس پر، میرا اجر تو اس کے ذمہ ہے جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔‘‘

(سورۃ الشعراء :141 تا 145)

2۔ ’’کیا تم یہاں کی نعمتوں سے لطف اٹھانے کے لیے چھوڑ دیے جاؤ گے؟ باغوں اور چشموں اور کھیتوں اور کھجوروں میں جن کے شگوفے نرم و نازک ہیں اور پہاڑوں میں پر تکلف گھر تراشتے ہو کہ (یہاں ہمیشہ رہو گے) تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو اور حد سے بڑھنے والوں کا کہنا نہ مانو جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور (معاشرہ کی) اصلاح نہیں چاہتے۔‘‘

(سورۃ الشعراء :146 تا 152)

3۔ ’’بولے تم پر ضرور جادو ہوا ہے آخر تم تو ہم ہی جیسے آدمی ہو تو کوئی نشانی لاؤ اگر (دعویٰ پیغمبری میں) سچے ہو۔‘‘

(سورۃ الشعراء (153-154)

4۔ ’’فرمایا یہ ناقہ ہے ایک دن اس کی پانی پینے کی باری ہے اور ایک معین دن تمہاری باری اور اسے نقصان پہنچانے کے ارادے سے ہاتھ نہ لگانا ورنہ تمہیں بڑے دن کا عذاب آ لے گا۔‘‘

(سورۃ الشعراء :(155-156)

5۔ ’’اس پر انہوں نے اس کی کونچیں (ٹخنوں سے پاؤں) کاٹ دیں پھر صبح کو پچھتاتے رہ گئے تو انہیں عذاب نے آ لیا۔ بے شک اس میں (سبق

آموز) نشانی ہے اور ان میں سے بہت سے ایمان والے نہ تھے۔‘‘

(سورۃ الشعراء (:157-158)

⑤ سورۃ ابراہیم

سورۃ ابراہیم میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ کیا تمہیں ان لوگوں (کے حالات) کی خبر نہیں پہنچی جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں؟ یعنی قوم نوح (علیہ السلام)، قوم عاد اور قوم ثمود کی جوان کے بعد ہوئے انہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لے کر آئے۔ تو وہ اپنے ہاتھ اپنے منہ کی طرف لے گئے (منہ پر ہاتھ رکھ لئے) اور (حیرت سے) بولے: ہم منکر ہیں اس کے جو تمہارے ہاتھ بھیجا گیا اور جس راہ کی طرف ہمیں بلاتے ہو ہمیں تو اس میں بڑا شبہ ہے اور وہ ہمیں تردد میں ڈالنے کے لیے ہے۔‘‘

(سورۃ ابراھیم: 9)

⑥ سورۃ الحجر

سورۃ الحجر میں اللہ کا ارشاد ہوتا ہے:

1۔ ’’اور بے شک حجر (کی بستی میں رہنے) والوں نے رسولوں کو جھٹلایا۔‘‘

(سورۃ الحجر:80)

2۔ ’’اور ہم نے ان کو اپنی نشانیاں (معجزات) دکھائیں تب بھی وہ ان سے پھرے رہے۔‘‘

(سورۃ الحجر:81)

3۔ ’’اور وہ پہاڑیوں کو تراش کر گھر بناتے تھے (تاکہ) ان میں سکون سے رہ سکیں۔‘‘

(سورۃ الحجر:82)

4۔ ’’تو انہیں صبح ہوتے ہی چنگھاڑ نے آ لیا، تو ان کی کمائی ان کے کچھ کام نہ آئی۔‘‘

(سورۃ الحجر:83، 84)

⑦ سورۂ ہود

اللہ تعالیٰ نے سورۂ ہود میں ارشاد فرمایا:

1۔ ''اور ثمود کی طرف سے ان کے ہم قوم صالح کو بھیجا (اس نے) کہا: اے میری قوم! اللہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور اس میں تمہیں بسایا (آباد کیا) تو اس سے معافی چاہو پھر اس کی طرف رجوع چاہو بے شک میرا رب قریب (اور) دعا سننے والا ہے۔'' (سورۂ ہود:61)

2۔ ''بولے اے صالح (علیہ السلام): اس سے پہلے تو تم ہم میں ہونہار معلوم ہوتے تھے (ہمیں تم سے بڑی امیدیں تھیں) کیا تم ہمیں اس بات سے منع کرتے ہو کہ (ہم) اپنے باپ دادا کے معبودوں کو نہ پوجیں اور بے شک جس بات کی طرف (تم) ہمیں بلاتے ہو ہم تو اس کے بارے میں بڑے شبہ میں پڑے ہیں (حضرت صالح) بولے: اے میری قوم! بھلا بتاؤ تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے (نبوت جیسی) رحمت بخشی تو مجھے اس سے کون بچائے گا اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو تم تو سراسر مجھے نقصان ہی پہنچاؤ گے۔''

(سورۂ ہود: 62-63)

3۔ ''اور اے میری قوم! یہ اللہ کا ناقہ ہے تمہارے لیے نشانی تو اسے چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں چرتی پھرے اور اسے نقصان پہنچانے کی نیت سے ہاتھ نہ لگانا ورنہ تم کو بہت جلد عذاب آ پکڑے گا''۔ (سورۂ ہود: 64)

4۔ ''تو انہوں نے اونٹنی کو کونچیں کاٹ ڈالیں۔ تو صالح نے کہا: اپنے گھروں میں تین دن مزید زندگی گزار لو (پھر تم عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے) یہ اللہ کا وعدہ ہے جو جھوٹا نہیں ہوتا۔'' (سورۂ ہود: 65)

5۔ پھر جب ہمارا حکم (عذاب) آ پہنچا ہم نے صالح (علیہ السلام) کو اور اس کے ساتھ جو لوگ ایمان لائے تھے اپنی رحمت سے بچالیا اور اس دن (حشر) کی رسوائی سے بھی بچالیا بے شک تمہارا رب قوی عزت والا ہے۔''

(سورۂ ہود: 66)

6۔ ''اور ظالموں کو چنگھاڑ نے آلیا تو صبح اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے گویا کبھی یہاں بسے ہی نہ تھے سن لو کہ بے شک ثمود نے اپنے رب سے کفر کا ارتکاب کیا۔ ارے لعنت ہو ثمود پر۔'' (سورۂ ہود: 67-68)

⑧ سورۂ بنی اسرائیل

سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ ''اور ہم نے ایسی نشانیاں بھیجنا اس لیے بند کر دیں کہ پہلے لوگ ان کی تکذیب کر چکے ہیں (مثال کے طور پر) ہم نے قوم ثمود کو ناقہ دیا ان کی آنکھیں کھولنے کو تو انہوں نے اس پر ظلم کیا اور ہم ایسی نشانیاں نہیں بھیجتے مگر ڈرانے کے لیے۔'' (سورۂ بنی اسرائیل :59)

⑨ سورۂ النمل

سورۂ النمل میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

1۔ ''اور بے شک ہم نے ثمود کی طرف ان کے ہم قوم صالح کو بھیجا کہ اللہ کو پوجو تو وہ دو گروہوں میں بٹ گئے اور جھگڑا کرنے لگے۔''

(سورۂ النمل 45)

2۔ ''صالح نے فرمایا: اے میری قوم! تم بھلائی سے پہلے برائی میں جلدی کیوں کرتے ہو؟ اللہ سے بخشش کیوں نہیں مانگتے، شاید تم پر رحم کیا جائے۔''

(سورۂ النمل :46)

3۔ ''بولے ہم نے برا شگون لیا تم سے اور تمہارے ساتھیوں سے فرمایا تمہاری بدشگونی اللہ کے علم میں ہے بلکہ تم لوگ فتنے میں پڑے ہو (تمہاری آزمائش ہو رہی ہے)۔'' (سورۂ النمل :47)

4۔ ''اور شہر میں نو شخص تھے کہ زمین میں فساد پھیلاتے اور اصلاح نہ چاہتے تھے وہ آپس میں اللہ کی قسمیں کھا کر بولے ہم ضرور شب خون ماریں گے

صالحؑ اور اس کے گھر والوں پر پھر ان کے ورثا سے کہیں گے کہ اس گھر والوں کے قتل کے وقت ہم تو موجود ہی نہ تھے اور بے شک ہم سچے ہیں۔“

(سورۃ النمل 48-49)

5۔ ”اور انہوں نے اپنا سا مکر (خفیہ سازش) کیا اور ہم نے اپنی خفیہ تدبیر کی اور وہ غافل رہے۔ تو دیکھو کیسا انجام ہوا ان کی سازش کا ہم نے ہلاک کر دیا انہیں اور ان کی ساری قوم کو تو یہ ہیں ان کے گھر جو تباہ ہو گئے یہ بدلہ ہے ان کے ظلم کا بے شک ان میں جاننے والوں کے لیے بڑی نشانی ہے اور ہم نے بچا لیا ان کو جو ایمان لائے اور اللہ کی نافرمانی سے ڈرتے تھے۔“ (سورۃ النمل :50تا 53)

⑩ سورۃ الحاقہ

اللہ تعالیٰ سورۃ الحاقہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

1۔ ”ثمود و عاد نے اس (دل ہلا دینے والی) گھڑی کو جھٹلایا پس ثمود تو ہلاک کیے گئے حد سے گزری ہوئی چنگھاڑ سے۔“ (سورۃ الحاقہ: 4، 5)

⑪ سورۃ الفجر

سورۃ الفجر میں ارشاد پاک ہے:

1۔ ”اور ثمود کے ساتھ (کیا کیا) جو وادی (قریٰ) میں پتھر تراشتے (اور گھر بناتے) تھے۔“ (سورۃ الفجر: 9)

⑫ سورۃ النجم

سورۃ النجم میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ ”اور ثمود کو بھی ہلاک کیا اور کسی کو بھی باقی نہ چھوڑا۔“ (سورۃ النجم:51)

⑬ سورۃ الذاریٰت

اللہ تعالیٰ سورۃ الذاریٰت میں فرماتے ہیں:

1۔ ”اور اس طرح ثمود کے واقعہ میں بھی نشانی ہے جب ان سے فرمایا گیا ایک وقت تک (دنیا میں) فائدہ اٹھا لو لیکن انہوں نے اپنے رب کے حکم

سے سرکشی کی تو ان کی آنکھوں کے سامنے انہیں کڑک نے آ لیا تو وہ کھڑے بھی نہ ہو سکے اور نہ وہ ہم سے بدلہ لے سکتے تھے۔“

(سورۃ الذاریٰت: 43 تا 45)

⑭ سورۃ العنکبوت

اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ مبارکہ میں ارشاد فرمایا:

1۔ ”اور عاد اور ثمود کو ہم نے (ان کی نافرمانی کے باعث) ہلاک کیا اور ان کی بستیوں کی تباہی سے) یہ حقیقت تم پر روشن ہو چکی ہے اور شیطان نے ان کے برے اعمال کو ان کی نگاہ میں خوشنما کر کے دکھایا تھا اور انہیں راہ حق سے روک رکھا تھا مگر وہ (دنیاوی معاملات میں) بڑے ہوشیار تھے (لیکن ان کی یہ ہوشیاری ان کے کام نہ آئی)“ (سورۃ العنکبوت:38)

⑮ سورۃ حم السجدہ

اس سورۃ مبارکہ میں ارشاد حق ہوتا ہے:

1۔ ”پھر اگر وہ منہ پھیریں تو (اے رسولؐ) آپ ان سے کہہ دیجئے کہ میں ڈرتا ہوں ایک کڑک سے جیسی کڑک عاد اور ثمود پر آئی تھی۔“

(سورۃ حم السجدہ:13)

2۔ ”جب رسول ان کے آگے پیچھے پھرتے تھے کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجو (وہ) بولے ہمارا رب چاہتا تو فرشتے اتارتا، تو جو کچھ تم دے کر بھیجے گئے ہم اسے نہیں مانتے۔“ (سورۃ حم السجدہ: 14)

3۔ ”تو وہ جو عاد تھے انہوں نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور بولے ہم سے زیادہ زور آور کون ہے؟ اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ جس نے انہیں بنایا ان سے زیادہ قوی ہے اور وہ ہماری آیتوں سے انکار ہی کرتے رہے۔“ (سورۃ حم السجدہ: 15)

4۔ ”تو ہم نے ان کی نحوست کے دنوں میں ان پر ایک زوردار آندھی بھیجی تا کہ ہم انہیں دنیا میں رسوائی کا عذاب چکھائیں اور بے شک آخرت کا

عذاب تو سب سے زیادہ رسوا کن ہوگا اور ان کی مدد بھی نہ کی جائے گی۔''

(سورۂ حم السجدہ 16)

5۔ ''اور رہے ثمود انہیں ہم نے راہ دکھائی تو انہوں نے ہدایت کے مقابلہ میں اندھا رہنے کو پسند کیا۔ تو انھیں ان برے اعمال کی پاداش میں ذلت کے عذاب کی کڑک نے آلیا اور ہم نے انہیں بچالیا جو ایمان لائے اور ڈرتے تھے۔''

(سورۂ حم السجدہ :17، 18)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اور ثمود کی طرف بھیجا ان کے بھائی صالح علیہ السلام کو انہوں نے کہا: اے قوم بندگی کرو اللہ تعالی کی اور نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ تعالیٰ کے۔

قومِ ثمود ایک صاحب مال قوم تھی اور وہ بکریوں اور اونٹوں سے آسودہ حال تھے۔ جب قوم عاد کو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا سے غارت کیا تو اس کے بعد قوم ثمود نے ان کے شکستہ مکانوں پر قبضہ کرلیا اور ان کے مکانوں کو از سرنو تعمیر کیا۔ یہ قوم بھی کثرت مال اور کثرت اولاد سے گمراہ ہوئی وہ اپنی دولت کے غرور پر نازاں رہتے تھے، اور بتوں کی عبادت میں مصروف رہتے تھے اور ظلم وفساد میں پیش پیش تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے صالح علیہ السلام کو بھیجا جو سب میں اعلیٰ و اشرف، حلم میں اوسع وارفع اور عقل وفکر میں سب سے آگے اور سب سے فائق تھے۔

حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں اللہ تعالیٰ کی پرستش کی دعا دی، اور توحید باری تعالیٰ کی تلقین کی، انہوں نے اپنی قوم سے کہا:

''اے قوم! اقرار کرو کہ خدا ایک ہے اور کوئی اس کا شریک نہیں اللہ تعالیٰ نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا ہے اور زمین کو آباد کیا ہے اور تمہیں اس زمین پر اپنی خلافت کے شرف سے نوازا ہے۔

اللہ ہی نے تمہیں ظاہری اور باطنی نعمتوں سے نوازا ہے، اس ذات باری کا حکم ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر بتوں کی پوجا نہ کی جائے کیونکہ یہ نہ تو نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان اور یہ بے جان بت تمہیں اللہ کے عذاب سے کبھی نہیں بچاسکیں گے۔''

اللہ کے ان باغیوں نے کہا:

''اے صالح (علیہ السلام)! تمہارے پاس کیا دلیل ہے کہ تم اللہ کے پیغمبر ہو۔''

حضرت صالح علیہ السلام نے کہا:

''ہود کی قوم کو اللہ تعالیٰ نے اس لیے ہلاک کیا کہ وہ ایمان کی دولت سے بے نیاز تھے بت پرستی اور شرک میں مبتلا تھے اور تم بھی اسی راہ پر چل نکلے ہو۔ اللہ نے مجھے ہود علیہ السلام کے بعد تم پر خلیفہ بنا کر بھیجا ہے تم مجھ سے معجزہ کے طلب گار ہو۔''

''اے میری قوم! میں تمہارے لیے اجنبی نہیں ہوں تمہارا اپنا ہوں۔ میں تم سب کا خیر خواہ ہوں۔ میں تمہاری بھلائی کی کوشش کررہا ہوں۔ میں تو تمہارے نقصان تمہاری تکلیف کے با ے میں سوچ بھی نہیں سکتا تم لوگ بت پرستی سے توبہ کرلو اعتراف گناہ کرلو تم نے جو قصور کیے ہیں ان پر اشک ندامت بہا لو تم سے جو خطائیں سرزد ہوئی ہیں ان پر توبہ کرلو وہ رگ جاں سے بھی قریب تر ہے وہ دعاؤں کو سنتا ہے اور طلب سے سوا دیتا ہے۔''

لیکن یہ سرکش لوگ تو بہرے ہو چکے تھے۔ ان کے دل غافل تھے آنکھیں اندھی ہو چکی تھیں۔ ان بدنصیبوں نے حضرت صالح علیہ السلام کی نبوت سے انکار کیا اور ان کی نصیحت کو ہوا میں اڑا دیا یہ گمان کر بیٹھے کے صالح راہ سے بھٹک گیا ہے اور سچائی سے بہت دور نکل گیا ہے۔

یہ سرکش اور باغی آپ کو ملامت کرنے لگے اور دل سے آپ کو ناپسند کرنے لگے۔

حضرت صالح علیہ السلام نہایت زیرک، صائب الرائے اور سنجیدہ فکر انسان تھے لیکن قوم نے کہنا شروع کر دیا۔

''صالح! ہم تو تجھے عقل مند سمجھتے رہے۔ تجھے دانا خیال کرتے رہے تیری پیشانی سے خیر کا نور ٹپکتا تھا اور فطانت کی علامات ظاہر ہوتی تھیں ہم زمانے بھر کے مسائل تیرے پاس لاتے اور تو تاریکیوں کو اپنے عقل کے نور سے روشن کر دیتا تھا تو چشم زدن میں اپنی عقل اور فکر سے لاینحل عقد سے کھول کر رکھ دیتا تھا ہمیں توقع تھی کہ مصائب والام میں تیرا دروازہ کھٹکھٹائیں گے اور تو اپنی بصیرت کے بل بوتے پر ہماری رہنمائی کرے گا، لیکن آج تو تو خود بے تکی باتیں کررہا ہے تو ہمیں کس بات کی دعوت دے رہا ہے! ہم ان بتوں کو چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے اسلاف کرتے آئے ہیں اور آج تک ہم خود ان

کی عبادت کررہے ہیں ہم انہی کی عبادت کرتے ہوئے جوان ہوئے ہیں جس بات کی تو دعوت دے رہا ہے اس میں ہمیں شک ہے اور اس کے حق ہونے کے بارے میں ہمارے ذہن مطمئن نہیں ہیں، ہم آپ کی بات سے اتفاق نہیں کرتے اور آپ کے پیغام کی سچائی پر یقین نہیں کرتے صالح کان کھول کر سن لو ہم ہرگز ہرگز ان بتوں کی پرستش نہیں چھوڑیں گے۔جن کی پرستش ہمارے آباؤ اجداد کرتے آئے ہیں اور آپ کی امیدیں اور خواہشات کبھی ثمر بار نہیں ہوں گی۔''

حضرت صالح علیہ السلام نے حق کی مخالفت کے برے انجام سے انہیں ڈرایا انہیں بتایا:

''میں اللہ کا رسول ہوں دیکھو اللہ نے تم پر کتنے احسانات کیے ہیں، میری دعوت کا مقصد دنیوی منافع نہیں، میں تمہاری دولت نہیں چاہتا مجھے سرداری مطلوب نہیں میں رشد و ہدایت پر کوئی اجر کوئی صلہ نہیں چاہتا مجھے اس نصیحت اور خیر خواہی کے بدلے کسی انعام کی ضرورت نہیں مجھے اجر دینے والا تو رب العالمین ہے۔''

قوم کے چند غریب لوگ آپ پر ایمان لے آئے لیکن زیادہ لوگ کبر و نخوت میں آ گئے اور محض ہٹ دھرمی اور عناد کی وجہ سے کفر پر ڈٹے رہے۔ یہ گم کردہ راہ بتوں کے پجاری اور اللہ کے باغی الزام تراشی پر اتر آئے کہنے لگے:

''تیری عقل جاتی رہی ہے اور تو پاگل ہو گیا ہے، لگتا ہے تجھ پر کوئی شیطان مسلط ہے یا کسی نے تجھ پر جادو کر دیا ہے، اس لیے تو بے تکی باتیں کر رہا ہے تو ہے کیا؟ صرف ایک بشر نہ تو نسب میں ہم سے بہتر ہے اور نہ حسب میں ہم سے افضل، نہ تو مال و دولت کے میدان میں ہم سے آگے ہے اور نہ معاشرتی عزت اور وقار میں ہم سے فائق، اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو نبی بنانا ہوتا اور رسالت کا شرف عطاء کرنا ہوتا تو ہم میں سے کئی لوگ نبوت اور رسالت کے تم سے زیادہ مستحق ہیں اور اس بار امانت کو اٹھانے کے زیادہ لائق، تمہیں اس رستے پر چلنے کو کس نے کہا ہے؟ کس چیز نے تمہیں اس راہ پر ڈال دیا ہے؟ ہاں تو ذاتی عزت و توقیر کا بھوکا ہے۔ تو چاہتا ہے کہ پوری قوم تیری قیادت کو

قبول کرے۔''

قوم نے آپ کی مخالفت کی ٹھان لی اور آپ کو دین سے روکنے اور دعوت سے باز رکھنے کی ہر ممکن کوشش شروع کر دی وہ سمجھ رہے تھے کہ شاید ان کی اتباع کر کے وہ جادہ حق سے بھٹک جائیں گے اور صراط مستقیم کی مخالفت کر بیٹھیں گے آپ نے ان کی الزام تراشیوں سے اعراض فرما لیا اور ان کے شور و غوغا کی طرف کوئی دھیان نہ دیا اور انہیں بتایا:

''اے میری قوم! اگر چہ میں اپنے رب کے بتائے ہوئے طریقے پر ہوں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت میرے پاس آ چکی ہے پھر بھی تمہارے ساتھ تمہارا رفیق سفر ہوں اور اپنے رب کی نافرمانی کروں تو کون ہے جو مجھے اس کے عذاب سے بچا لے، کون ہے جو اس کے عذاب کو روک سکے سن لو تم محض افترا بازی کر رہے ہو۔''

جب انہیں یقین ہو گیا کہ صالح علیہ السلام اپنی رائے پر ڈٹ گیا ہے اور کسی صورت حق کا ساتھ چھوڑنے کو تیار نہیں تو کبر و نخوت کے یہ پیکر اور اللہ کے یہ باغی خوف سے کانپ اٹھے سوچنے لگے:

''صالح (علیہ السلام) کے ماننے والے زیادہ ہو جائیں گے وہ اس کی پشت پناہی کریں گے۔''

یہ سوچ کر وہ لرز گئے کہ اگر دعوت وحق کا یہ سلسلہ چند دن اسی طرح جاری رہا تو پھر خیر نہیں صالح (علیہ السلام) تو قوم کا لیڈر بن جائے گا، پھر لوگ مصیبتوں میں انہی کی طرف رجوع کریں گے۔ صالح علیہ السلام کی مقبولیت سے ان کی سرداری کو چراغ گل ہو جائے گا۔ وہ ہر کام میں صالح سے مشورہ لیں گے ہر مشکل گھڑی میں اس کے دروازے پر دستک دیں گے تو اب یہ لوگ بڑے پریشان ہوئے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

''اس قوم میں سے جو سردار اپنی بڑائی کا گھمنڈ رکھتے تھے انہوں نے ان لوگوں سے جو کمزور بنا کر رکھے گئے تھے جوان میں سے ایمان لائے تھے کہا: کیا واقعی تم جانتے ہو کہ صالح (علیہ السلام) اپنے رب کی طرف سے بھیجا گیا ہے انہوں نے کہا ہم اس چیز پر ایمان رکھتے ہیں حس کو وہ لے کر بھیجے گئے ہیں ان منکرین

نے کہا جس چیز پر تم ایمان لائے ہو اس کے ہم منکر ہیں۔''

(سورۃ الاعراف: 75 تا 76)

''یکا یک وہ دو گروہوں میں منقسم ہو گئے۔'' (سورہ النمل: 45)

لیکن حضرت صالح علیہ السلام کی طاقت اس قدر کمزور نہ تھی کہ سہولت سے اسے کچل دیا جاتا۔ اس لیے ان کے خلاف گہرے منصوبے بنائے جانے لگے شہر میں نو جتھے دار تھے جو ملک میں فساد پھیلاتے تھے اور اصلاح سے انہیں کوئی واسطہ نہ تھا۔ انہوں نے کہا:

''خدا کی قسم کھا کر عہد کر لو کہ ہم صالح (علیہ السلام) اور اس کے گھر والوں پر شب خون ماریں گے اور پھر اس کے ولی سے کہیں گے کہ ہم اس کے خاندان کی ہلاکت کے وقت موجود ہی نہ تھے۔'' (سورۃ النمل: 49)

لیکن اللہ کی تدبیر نہایت وسیع تھی اور یہ لوگ کامیاب نہ ہو سکے۔

حضرت صالح علیہ السلام کی باغی و سرکش قوم نے کہا:

''تو ایک ایسا آدمی ہے جس نے اللہ پر جھوٹ اختراع کیا ہے اور ہم اس کو ماننے والے نہیں۔'' (سورۃ المؤمنون: 38)

''تم سحر زدہ ہو'' (سورۃ الشعراء: 153)

''تو کیا ہم سب میں سے اسی پر وحی نازل ہوئی ہے؟ (نہیں) بلکہ یہ جھوٹا خود پسند ہے۔'' (سورۃ القمر: 25)

''تم ہم جیسے آدمی ہو ورنہ پھر کوئی نشانی پیش کرو کہ تم کسی فوق الفطرت ہستی کے نمائندے ہو۔'' (سورۃ الشعراء: 154)

ان سرکش اور باغی لوگوں نے مطالبہ کیا:

''تم معجزہ دکھاؤ کہ ایک اونٹنی اس پتھر سے نکلے اور اس وقت وہ بچہ بھی جنے اور دودھ بھی دے تب ہم کو یقین آئے گا کہ تم اللہ کے رسول ہو۔''

ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہا:

''اے صالح (علیہ السلام)! تم دعا کرو اور میری قدرت کے نظائر دیکھو کہ میں نے تجھ سے چار ہزار سال پہلے ایک اونٹنی اس پتھر کے اندر پیدا کر رکھی ہے تاکہ تیرا معجزہ ظاہر ہو اور تیری پیغمبری کی دلیل مضبوط ہو۔''

حضرت صالح علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں دعا کی اور تمام مومنوں نے آمین کہا۔ اتنے میں اس پتھر سے ایک عجیب آواز نکلی، پھر اچانک ایک خوبصورت اونٹنی اس پتھر کے اندر سے نکل آئی۔ وہ اس قدر حسین اور خوبصورت تھی کہ اس جیسی سارے عالم میں کوئی دوسری نہ تھی پھر ایک ساعت کے بعد اس نے بچہ جنا، اور اس کے پاس تازہ گھاس بھی نظر آئی اونٹنی نے اس گھاس کو چرا پھر اللہ کے حکم سے فوراً ایک چشمہ اور ایک چراگاہ پیدا ہوگئی اور اونٹنی اس چراگاہ میں چرنے لگی، اس قوم میں سات قبائل تھے اور ساتوں قبائل اس چشمے سے پانی پیتے تھے اس چشمے کا پانی تقسیم ہو گیا۔ ایک دن چشمے کا تمام پانی اونٹنی کے لیے مخصوص ہو گیا اور ایک دن اونٹنی کے لیے ساتوں قبائل اس چشمے سے پانی پیتے تھے اور پانی کچھ کم نہ ہوتا تھا ساربان اس اونٹنی کو اس چشمہ پر لے گئے اس اونٹنی نے اس چشمہ کا سارا پانی پی لیا۔ اس وقت حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا:

''اے میری قوم کے لوگو! تم لوگ اس اونٹنی کا دودھ پیو۔''

اب وہ ساتوں قبائل اس اونٹنی کے دودھ سے گھڑے اور مشکیں بھر بھر کر اپنے گھر لے جاتے تھے اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو فرمایا:

''اپنی قوم سے کہہ دو کہ اس چشمے کا پانی ایک دن اونٹنی کا ہے جس دن دودھ دوہا جائے اور ایک دن ان کا ہے جس دن دودھ نہ دوہا جائے۔''

حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کے سامنے یہ تقریر فرمائی:

''اے میری قوم! اللہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آئی یہ اللہ کا ناقہ ہے تمہارے لیے نشانی تو اسے چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھائے اور اسے برائی سے ہاتھ نہ لگاؤ کہ تمہیں دردناک عذاب آئے گا۔'' (سورۃ الاعراف: 73)

یہ اونٹنی ایک عرصہ تک احقاف کی سرزمین میں اپنی اعجاز آفرینیاں دکھاتی رہی۔ ایک دن پانی پینے آتی اور پانی پی کر چراگاہ کو چل پڑتی اور پھر باری کے دن تک ادھر کا رخ نہ کرتی ایسا کھلا معجزہ دیکھ کر لوگ جوق در جوق حضرت صالح علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے کیونکہ وہ سمجھ چکے تھے کہ صالح علیہ السلام واقعی اللہ کا فرستادہ ہے اور اس کا پیغام اللہ کا نازل کردہ ہے صالح علیہ السلام کی کامیابی سے امراء اور زعما ڈر گئے کہ اب تو دولت ہاتھوں سے چھن جائے گی

ہماری عزت اور وقار خاک میں مل جائے گا۔

اب وہ حضرت صالح علیہ السلام کے پیروؤں کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے پوچھا:

''ذرا یہ بتاؤ کیا تمہیں یقین ہے کہ صالح علیہ السلام اللہ کا رسول ہے؟''

جن کے دلوں میں ایمان نور بن کر چمک رہا تھا انہوں نے جواب دیا:

''اس میں کوئی شک نہیں ہم اس کی دعوت کی صداقت پر کامل یقین رکھتے ہیں۔''

حقیقت کا کھلا اعتراف سن کر بھی ان کے سینوں کی کدورت کم نہ ہوئی بلکہ اپنے کفر کا برملا اظہار کر دیا اور چیخ چیخ کر اہل ایمان کی تکذیب کرنے لگے اور کہنے لگے:

''بے شک جسے تم مان رہے ہو ہم اس کا انکار کرتے ہیں''

شاید یہ اونٹنی جسامت اور شکل وصورت میں دوسری اونٹنیوں سے مختلف اور ممتاز تھی اس لیے دوسرے مویشی اس سے بدکتے اور خوف کھاتے تھے۔ اس وجہ سے وہ لوگ اسے ناپسند کرتے تھے جب وہ پانی پینے کے لیے آتی تو دوسرے اونٹ پیاس کے باوجود تتر بتر ہو جاتے اور پانی کی طرف رخ نہ کرتے۔

جب اللہ کے باغیوں نے دیکھا کہ یہ اونٹنی تو دلوں میں انقلاب پیدا کرنے کا سبب بن رہی ہے لوگ صالح علیہ السلام کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں اور ایمان سے مشرف ہو رہے ہیں تو ڈر گئے کہ کہیں یہ تعداد بڑھ نہ جائے، اور صالح علیہ السلام کے ماننے والے اور مدد کرنے والے زیادہ نہ ہو جائیں اس لیے دلوں میں چھپا شر و فساد کا جذبہ انہیں اس معجزہ اخفاء پر مجبور کرنے لگا اور اس دلیل اور برہان کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی طرف راغب کرنے لگا۔

ان تمام خدشات کے پیش نظر انہوں نے اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالنے کا ارادہ کر لیا تاکہ یہ صحرا میں تڑپ تڑپ کر مر جائے حالانکہ حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں ڈرایا تھا کہ اگر انہوں نے اس اونٹنی کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی یا اسے قتل کرنے کے در پے ہوئے تو انہیں سخت عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔

لیکن یہ اونٹنی ان کے لیے بہت بڑا خطرہ تھی اس کی موجودگی میں وہ اپنا مقصد حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ اس لیے بہت غور فکر کیا کافی سوچ بچار کی لیکن اس سے جان چھڑانے کا صرف ایک ہی راستہ تھا کہ اسے مار ڈالا جائے، بس پوری قوم اس کی ہلاکت کے در پے ہوگئی جب بھی اونٹنی کو قتل کرنے کے لیے نکلتے خائب و خاسر واپس

آ جاتے ہر ایک شخص سوچتا:

''ہو سکتا ہے اس کام میں کوئی نقصان ہو جائے اور عذاب سے دوچار ہونا پڑے۔''

کوئی بھی جرأت نہیں کر رہا تھا کہ اونٹنی کو ہلاک کرے اس لیے انہوں نے عورتوں کا تعاون حاصل کیا جنہوں نے لوگوں کو ورغلایا، مال و دولت کا جھانسہ دیا اور اپنے حسن و جمال کے جال میں پھنسانے کی کوشش کی۔

اس قوم میں ایک ایسی حسینہ موجود تھی جس کے اشارہ ابرو پر سب کچھ قربان ہو سکتا تھا۔ یہ ذی صدوق بنت محیا تھی۔ اس کے پاس مال بھی تھا اور جمال بھی اس نے مصدع بن مہرج کو کہا:

''اگر تم صالح (علیہ السلام) کی اونٹنی کی کونچیں کاٹ دو جو ایک واضح معجزہ ہے اور حق وصداقت کی دلیل قاطع ہے تو میں تمہیں اپنا لوں گی۔''

ایک اور بوڑھی عورت جس کے جمال سے کبھی چاند شرماتا تھا اور قدار بن سالف جسے ایک نظر دیکھنے کے لیے بے تاب رہتا تھا، اس بوڑھی کافرہ کا نام عنیزہ تھا اس نے قدار بن سالف کو اپنی جوان خوبرو بیٹی دینے کا وعدہ کیا اور کہا:

''اے قدار! اگر تم صالح (علیہ السلام) کی اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالو جو دلوں کو کھینچے جاتی ہے اور دلوں میں ایمان کی چنگاریاں سلگا رہی ہے تو میں اپنی اس بیٹی کے بدلے نہ مال و دولت کی خواہاں ہوں اور نہ کسی معاوضے کی طالب۔''

مصدع بن مہرج اور قدار بن سالف کو اس پیشکش نے نڈر کر دیا۔ حسن و جمال کی رغبت ان کے دلوں میں کروٹیں لینے لگی۔ اس لیے فوراً اونٹنی کے قتل پر تیار ہوگئے۔ انہوں نے کوشش کر کے سات اور بدبخت اپنے ساتھ ملا لیے۔ نیزے، تلواریں اور تیر کمان لے کر اونٹنی کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے جب اونٹنی پانی پینے گھاٹ پر آئی تو ان کی نظر پڑ سی واپس لوٹ رہی تھی کہ مصدع بن مہرج نے جو گھات لگائے بیٹھا تھا تیر کھینچ مارا جو اس کی پنڈلی سے آر پار ہو گیا۔ قدار بن سالف نے نیزے سے سینے کو چھید ڈالا اور اسے ذبح کر کے اپنے فرض سے سبکدوش ہوا۔

اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کا یہ حال دیکھ کر بھاگا، سب مردودوں نے اس کا بھی تعاقب کیا

لیکن وہ اسے نہ پکڑ سکے اور وہ بچہ اس پتھر میں چلا گیا جس پتھر سے اس کی ماں نکلی تھی۔ یہ ظالم اونٹنی کی کونچیں کاٹ چکے تھے اسے ہلاک کر چکے تھے، اور اپنے رب کی نافرمانی کر چکے تھے، وہ گویا بتا چکے تھے کہ وہ کتنے بڑے نافرمان اور باغی ہیں۔ وہ خدا اور اس کے رسول کو کچھ نہیں سمجھتے تھے ان کی ہٹ دھرمی دیکھئے کہ اللہ کے عذاب کو ہلکا سمجھتے ہوئے اللہ کے نبی کے سامنے اتنا کہنے کی بھی جسارت کر دی:

''اے صالح (علیہ السلام)! اگر تو اللہ کا رسول ہے تو جس عذاب سے ڈراتا تھا لے آ اسے۔''

حضرت صالحؑ نے فرمایا:

''میں نے تمہیں کہا تھا کہ اونٹنی کو تکلیف نہ دینا اور اس کے درپے آزار نہ ہونا لیکن تم نے جسارت کی اور اس گناہ کا ارتکاب کر دیا اب تین دن تک گھروں میں زندگی سے فائدہ اٹھا لو تین دن بعد عذاب ہو جائے گا اور تمہیں اپنے کیے کا انجام بد دیکھنا ہوگا یہ اللہ کا وعدہ ہے جس میں ذرا برابر بھی جھوٹ نہیں۔''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''پس ناقہ کی کونچیں کاٹ دیں اور اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی اور بولے اے صالح ہم پر لے آؤ جس کا تم وعدہ دے رہے ہو اگر تم رسول ہو۔''

(سورۃ الاعراف:77)

یہ سرکش اور باغی لوگ اب حد سے زیادہ بڑھ گئے تھے وہ ساری رات حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو موت کی نیند سلانے کے لیے عملی اقدام کی کوشش کرتے رہے ان کا خیال تھا کہ انہیں قتل کر کے ہم عذاب سے بچ جائیں گے، اور عتاب وسزا کے نزول سے چھٹکارا مل جائے گا، لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں زیادہ مہلت نہ دی اور ان کے مکر وفریب کے سارے منصوبے دھرے کے دھرے رہ گئے۔

وہ حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے اہل بیت کو قتل کرنے کی فکر میں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ان بندوں کو بچا کر ہلاکت اور بربادی خود ان ظالموں اور سرکشوں پر ڈال دی۔

یہ نہایت سخت عذاب تھا۔ ایک خوفناک زلزلہ آیا۔ بجلیوں کی خوفناک کڑک نے ان کو آن لیا۔ یہ آواز اس قدر سخت تھی کہ ان سب کی جان نکل گئی، اور جو جیسا تھا اور جہاں تھا وہیں ڈھیر

ہو گیا۔ ان کے لاشے اوندھے پڑے رہ گئے اور ان کا اس سرزمین سے نام ونشان تک مٹ گیا۔

ثمود کے ان سرکش اور باغیوں پر عذاب خداوندی کا ظہور اس طرح ہوا کہ پہلے ایک زبردست چنگھاڑ کی خوفناک آواز آئی۔ پھر شدید زلزلہ آیا جس سے پوری آبادی اتھل پتھل ہو کر رہ گئی اور چکنا چور ہو گئی تمام عمارتیں ٹوٹ پھوٹ کر تہس نہس ہو گئیں اور قوم ثمود کا ایک ایک آدمی گھٹنوں کے بل اوندھا گر کر مر گیا۔ قرآن مجید نے فرمایا:

''تو انہیں زلزلہ نے آلیا تو صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے تو صالح (علیہ السلام) نے ان سے منہ پھیرا۔''

(سورۃ الاعراف:78)

نہ بلند وبالا محلات کام آئے اور نہ مال و دولت نہ وسیع وعریض باغات نے کچھ فائدہ دیا اور نہ پہاڑوں میں کھودے گئے گھروں نے محفوظ رکھا۔

حضرت صالح علیہ السلام نے نظر اٹھا کر دیکھا تو کافروں کے جسم ٹھنڈے پڑ چکے تھے ان کی بلند وبالا عمارتیں زمین بوس ہو چکی تھیں۔ آپ نے چہرہ مبارک پھیر لیا۔ دل میں اداسی چھائی تھی۔ آنکھوں سے حسرت جھانک رہی تھی۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

''(اور بعد حسرت) کہا اے میری قوم! بے شک پہنچا دیا میں نے تم کو پیغام اپنے رب کا اور میں نے خیر خواہی کو تمہاری لیکن تم تو پسند ہی نہیں کرتے (اپنے) خیر خواہوں کو۔''

(سورۃ الاعراف: 79)

حضرت صالح علیہ السلام نے جب دیکھا کہ پوری بستی زلزلوں کے جھٹکوں سے تباہ وبرباد ہو کر اینٹ پتھروں کا ڈھیر بن گئی، اور پوری قوم ہلاک ہو گئی تو آپ کو بڑا صدمہ اور قلق ہوا اور آپ کو قوم ثمود اور ان کی بستی کے ویرانوں سے اس قدر نفرت ہو گئی کہ آپ نے ان لوگوں کی طرف سے منہ پھیر لیا اور اس بستی کو چھوڑ کر دوسری جگہ تشریف لے گئے، اور چلتے وقت مردہ لاشوں سے یہ فرما کر روانہ ہو گئے:

''میری قوم بے شک میں نے تمہیں اپنے رب کی رسالت پہنچا دی اور تمہارا بھلا چاہا مگر تم خیر خواہوں کے غرضی ہی نہیں۔''

(سورۃ الاعراف: 93)

قوم ثمود کی پوری بستی برباد و ویران ہو کر کھنڈر بن گئی، اور پوری قوم فنا کے گھاٹ اتر گئی کہ آج ان کی نسل کا کوئی انسان روئے زمین پر باقی نہیں رہ گیا۔

ثمود کی عمارتوں میں سے کچھ اب بھی باقی ہیں۔ یہ جگہ مدینہ طیبہ اور تبوک کے درمیان حجاز کے مشہور مقام العلاء (جسے عہد نبویؐ میں وادی القریٰ کہا جاتا تھا) وہاں سے چند میل کے فاصلے پر بجانب شمال واقع ہے، آج بھی اس جگہ کو مقامی باشندے الحجر اور مدائن صالح کے ناموں سے پکارتے ہیں۔ اس علاقے میں العلاء تو اب بھی ایک سرسبز و شاداب وادی ہے جس میں کثرت سے چشمے اور باغات ہیں مگر الحجر کے گرد و پیش نحوست پائی جاتی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام

نمرود کا انجام

"اور یاد کرو: جب ابراہیم نے اپنے باپ (آزر) سے کہا کیا تم بتوں کو خدا مانتے ہو؟ بے شک میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی گمراہی میں پاتا ہوں۔"

(سورۃ الانعام:74)

آج سے کوئی چار ہزار سال پہلے عراق میں بسنے والی قوم گمراہ تھی۔ کفر و شرک کی ہر برائی ان میں موجود تھی، اور بت پرستی کا تو یہ حال تھا کہ اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے بے ہنگم بت ان کی عبادت، نذر و نیاز اور عقیدت مندی کے مرکز تھے۔ انہی کو وہ اپنا سفارشی، مدد گار، کار ساز اور ملجا و ماوی کہتے تھے۔ اور ان سے اتنی محبت رکھتے تھے کہ ان کی طرف ہر بری نظر ڈالنے والے کی آنکھیں نکال سکتے تھے۔ راہ حق سے ان کا یہ گریز کچھ تو ان کی فطری کجروی کی بناء پر تھا اور کچھ اس وجہ سے تھا کہ ایک عرصہ سے ان کی طرف کوئی ہادی اور بشیر و نذیر نہ آیا تھا رہی سہی کسر غرور نے پوری کردی تھی، جو لوگوں کو ایک خدا سے ہٹا کر ان پر زبردستی اپنی خدائی کا رعب جماتا تھا۔

اس زمانے میں اہل بابل بڑے تزک و احتشام اور ناز و نعم میں زندگی بسر کر رہے تھے لیکن اللہ کی عطاء کردہ ان نعمتوں کے باوجود ظلمتیں و تاریکیاں ان کا مقدر اور علم و معرفت سے دوری ان کی زندگی کا حاصل تھی۔ وہ اپنے ہاتھوں سے بت تراشتے انہیں اپنی آنکھوں کے سامنے بنتا دیکھتے پھر انہیں خدا اپنا الہ بنا لیتے، انہی ہاتھوں سے تراشیدہ پتھروں کی عبادت کرتے اور اپنے خالق جس نے ظاہری اور باطنی نعمتوں سے انہیں نواز رکھا تھا اس کی طرف کوئی دھیان نہ دیتے۔

بابل کی زمام اقتدار نمرود بن کنعان بن کوش کے ہاتھ میں تھی۔ وہ اس خطہ کا مطلق العنان بادشاہ تھا۔

نمرود بن کنعان بن کوش بڑا جابر بادشاہ تھا۔ سب سے پہلے اسی نے تاج شاہی اپنے سر پر رکھا اس سے پہلے کسی بادشاہ نے تاج نہیں پہنا تھا، یہ لوگوں سے زبردستی اپنی پرستش کراتا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ ملک میں مال و دولت کی فراوانی ہے اسے بلا شرکت غیرے حکومت اور جاہ وحشمت میسر ہے پھر یہاں کے عوام بھی جاہل اور مردہ ضمیر ہیں تو اس نے اپنی خدائی کا دعویٰ کر دیا اور لوگوں کو اپنی عبادت کا حکم دے ڈالا وہ انہیں اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کیوں نہ کرتا کیوں نہ ان سے اپنی عبادت اور تعظیم کا مطالبہ کرتا۔ اسے یقین ہو چکا تھا کہ ان میں سوچنے کی قوت دم توڑ گئی ہے، اور فاسد عقائد نے ان کی قوت فکر کو مفلوج کر کے رکھ دیا تھا جب وہ ہاتھ سے تراشیدہ بتوں کو خدا مان رہے ہیں ستاروں کی عبادت کر رہے ہیں تو ایک مطلق العنان صاحب سطوت و جبروت بادشاہ کی خدائی کا کیسے انکار کر سکتے تھے۔ جب وہ اندھے، گونگے، بے ضرر اور بے فیض بتوں کے سامنے اپنی جبین نیاز جھکا کر خوش ہیں تو ایسے بادشاہ کی عبادت پر کیا اعتراض کریں گے جو بول سکتا ہے۔ غور وفکر کی صلاحیت رکھتا ہے محسوس کرتا ہے شعور رکھتا ہے انہیں نفع دے سکتا ہے۔ تکلیف دور کر سکتا ہے۔ جو ایک غریب کو امیر اور عزت دار کو ذلیل کر سکتا ہے جسے یہ اختیار ہے کہ طاقتور کو کمزور بنا دے اور کمزور کو طاقتور کر دے۔ ایسے صاحب قوت صاحب سطوت کے سامنے پیشانی جھکاتے ہوئے انہیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔

ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے قوم کی اصلاح کرنے اور راہ ہدایت دکھانے کے لیے اس قوم کے ایک مشہور بت تراش و بت پرست آذر کے گھر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پیدا فرما کر منصب نبوت سے سرفراز فرمایا۔

انبیاء کی یہ شان ہوتی ہے کہ جس اصلاح کی دعوت وہ دوسروں کو دیتے ہیں۔ اس پر سب سے پہلے خود عامل ہوتے ہیں، اور جب کام کا آغاز کرتے ہیں تو سب سے پہلے اپنے گھر سے کرتے ہیں یہ نہیں کرتے کہ اپنے گھر کی آگ بجھانے کے بجائے دوسرے گھروں کی آگ بجھاتے پھریں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شرک و بت پرستی کے خلاف توحید کی تعلیم یوں تو پوری قوم کو دی قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

''اور ابراہیمؑ کو یاد کرو جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ خدا کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو، اگر تم سمجھ رکھتے ہو، یہ تو تمہارے حق میں بہتر ہے۔ تم خدا کو

چھوڑ کر بتوں کو پوجتے ہو اور طوفان باندھتے ہو۔ تو جن کو تم خدا کے سوا پوجتے ہو وہ تم کو رزق دینے کا اختیار نہیں رکھتے۔ بس خدا ہی کے ہاں سے رزق طلب کرو اور اس کی عبادت کرو اور اس کا شکر کرو۔ اس کی طرف تم کو لوٹ کر جانا ہے اور اگر تم (میری) تکذیب کرو تو تم سے پہلے بھی امتیں (اپنے پیغمبروں کی) تکذیب کر چکی ہیں اور پیغمبر کے ذمہ کھول کر سنا دینے کے سوا کچھ نہیں۔''

(سورۃ العنکبوت: 16 تا 18)

انہوں نے آغاز اپنے گھر سے کیا اور اپنے باپ آذر سے کہا:

''ابا جان آپ ان چیزوں کی عبادت کیوں کرتے ہیں جو نہ سنتی ہیں اور نہ دیکھتی ہیں اور نہ کوئی آپ کا کام بنا سکتی ہیں ابا جان میرے پاس ایک ایسا علم ہے جو آپ کے پاس نہیں آپ میرے پیچھے چلیں میں آپ کو سیدھا راستہ دکھا دوں گا ابا جان! آپ شیطان کی بندگی نہ کریں۔ شیطان تو رحمان کا نافرمان ہے ابا جان! مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپ رحمان کے عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں اور شیطان کے ساتھی بن کر رہیں۔

(سورۃ مریم: 42 تا 45)

آذر نے دعوت حق کو تسلیم نہ کیا انسان کی یہ خاصیت ہے جس حکم یا قانون کی زد خود اس کے ذاتی مفاد اس کے نفس، اس کے خاندان اور اس کی انا پر پڑتی ہے اسے تسلیم نہیں کرتا اور سچی بات تو ویسے بھی کڑوی لگتی ہے۔ اس لیے وہ ان مشاغل کو تو ترک کیا کرتا الٹا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نصیحت کرتے ہوئے کہنے لگا:

''ابراہیم! کیا تو میرے معبودوں سے پھر گیا؟ اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار کروں گا اور تو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مجھ سے الگ ہو جا۔''

(سورۃ مریم: 46)

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آذر سے بالکل مایوس ہو گئے تو علیحدہ ہو کر تن تنہا تبلیغ حق میں کوشاں ہو گئے اور مشرک قوم کے سامنے توحید کی تعلیم اور دین مبین کی دعوت پیش کی۔ اگرچہ قوم کی بدتمیزیوں کا آپ کو سخت مقابلہ کرنا پڑا، لیکن اس کے باوجود آپ نے بڑی حاضر دماغی، ذہانت اور حُسنِ بیان کے ساتھ ان کے سوالات کے جوابات دیے اور ایسے ایسے دلائل پیش کیے کہ کفار سے کچھ جواب نہ بن پڑا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم سے سوال کیا:

''تمہارا معبود کون ہے؟ تم کس چیز کی پرستش کرتے ہو؟

قوم اس سوال کے جواب میں اپنے بتوں کی لمبی چوڑی تقریریں کرنے لگی۔ ان کے سامنے سرنگوں ہونے پر اظہار مسرت کیا اور کہا:

''ہمارے باپ دادا یہی کرتے آئے ہیں۔''

بتوں کے تصرفات اور ان کی قوت کے متعلق من گھڑت قصے سنانے شروع کر دیئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا:

''پروردگاری اور پرستش کے لائق وہی ہستی ہے اور ہو سکتی ہے جو کائنات عالم کی ہر چیز کو پیدا کرنے والی اور اس کو پالنے والی ہو۔ جو فلاح دارین کی راہ دکھاتی ہو اور مادی و روحانی فوائد کی طرف رہنمائی کرتی ہو، جو بھوک میں رزق اور بیماری میں شفاء بخشتی ہو چونکہ تم اپنی مرضی اور خود ساختہ بتوں کے متعلق ان میں سے کسی چیز کا دعویٰ نہیں کر سکتے اس لیے تم پر واضح ہونا چاہیے کہ وہ ہرگز پرستش کے لائق نہیں ہیں، اور اگر تمہارے باپ دادا بھی یہی کرتے تھے تو وہ سب گمراہی پر تھے اور تم بھی گمراہی پر ہو۔''

① سورۃ البقرہ

سورہ البقرہ میں ارشاد خداوندی ہے:

1۔ ''اور ابراہیمؑ کے دین سے کون منہ پھیرے گا سوائے اس کے جس نے خود کو رحمان بنا لیا اور بے شک ضرور ہم نے دنیا میں ان کو چن لیا، اور بے شک وہ آخرت میں ہمارے خاص قرب کی اہلیت والوں میں سے ہیں۔''

(سورۃ البقرہ:130)

2۔ ''جبکہ اس کے رب نے فرمایا کہ (میرا) تابع فرمان ہو جا تو (اس نے) عرض کی: میں تمام عالم کے پروردگار کا مطیع ہوا۔''

(سورۃ البقرہ:131)

3۔ ''اور اس دین کی وصیت کی ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوب نے کہ

اے میرے بیٹو! بے شک اللہ نے یہ دین تمہارے لیے چن لیا تو نہ مرنا مگر مسلمان''

(سورۃ البقرہ:132)

4۔ ''اور کتابی (یہود و نصاریٰ) بولے: یہودی یا نصرانی ہو جاؤ راہ پاؤ گے (اے نبیؐ) آپ فرما دیں کہ ہم نے تو ابراہیمؑ کا دین اختیار کیا جو یکسوئی کے ساتھ اللہ کے ہو رہے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔''

(سورۃ البقرہ:135)

5۔ ''اے محبوب! کیا آپ نے دیکھا تھا اسے (نمرود کو) جس نے ابراہیم سے اس کے پروردگار کے بارے میں بحث کی اس وجہ سے کہ اللہ نے اسے بادشاہی دی جبکہ ابراہیمؑ نے کہا کہ میرا رب وہ ہے کہ جلاتا اور مارتا ہے۔ (وہ) بولا: میں بھی جلاتا اور مارتا ہوں۔ ابراہیم نے کہا: تو اللہ سورج کو لاتا ہے مشرق سے تو اس کو مغرب سے لے کر آ۔ تو ہوش اڑ گئے کافر کے اور اللہ راہ نہیں دکھاتا ظالموں کو۔''

(سورۃ البقرہ:258)

6۔ ''اور جب عرض کی ابراہیم نے اے میرے رب! مجھے دکھا دے تو کیونکر مردے جلائے گا؟ فرمایا: تو اچھا چار پرندے لے کر اپنے ہاتھ ہلا لے پھر ان کو ذبح کر کے ان کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دے پھر انہیں بلا وہ تیرے پاس چلے آئیں گے پاؤں سے دوڑتے اور جان لے کہ اللہ غالب حکمت والا ہے۔''

(سورۃ البقرہ:260)

② سورۃ النساء

سورۃ النساء میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

1 ''اور اس شخص سے بہتر کسی کا دین ہوگا جس نے خود کو اللہ کے حوالے کر دیا (اللہ کے سامنے جھکا دیا) اور نیک کاموں میں لگا رہا اور یکسو ہو کر دین ابراہیم کی پیروی کرتا رہا اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا گہرا دوست (خلیل) بنا لیا۔''

(سورۃ النساء:125)

③ سورۂ الانعام

سورۂ الانعام میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

1۔ ''اور یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے باپ آذر سے کہا کیا تم بتوں کو خدا مانتے ہو؟ بے شک میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی گمراہی میں پاتا ہوں۔''
(سورۂ الانعام :74)

2۔ ''اور اسی طرح ہم نے ابراہیمؑ کو دکھا دی ساری بادشاہی (عجائبات) آسمانوں اور زمین کی تاکہ وہ عین الیقین والوں میں سے جائے۔''
(سورۂ الانعام:75)

3۔ ''پھر جب ان پر رات کا اندھیرا آیا تو انہوں نے ایک تارا دیکھا بولے: اسے میرا رب ٹھہراتے ہو، پھر جب وہ ڈوب گیا تو بولے: مجھے خوش (اچھے) نہیں آتے ڈوبنے والے۔''
(سورۂ الانعام:76)

4۔ ''پھر جب چاند چمکتا دیکھا بولے، اسے میرا رب بتاتے ہو؟ پھر جب وہ ڈوب گیا تو کہا اگر مجھے میرا رب ہدایت نہ کرتا تو میں بھی انہی گمراہوں میں سے ہوتا۔''
(سورۂ الانعام:77)

5۔ ''پھر جب جگمگاتا سورج دیکھا بولے: اسے میرا رب کہتے ہو: یہ تو ان سب سے بڑا ہے پھر جب وہ ڈوب گیا تو کہا: اے قوم! میں بیزار ہوں ان چیزوں سے جنہیں تم (اللہ) کا شریک ٹھہراتے ہو میں نے اپنا منہ اس طرف کیا جس نے آسمان اور زمین بنائے ایک اسی کا ہو کر اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔''
(سورۂ الانعام:78، 79)

6۔ ''اور ان کی قوم ان سے جھگڑنے لگی کہا: کیا اللہ کے بارے میں مجھ سے جھگڑتے ہو؟ وہ تو مجھے راہ ہدایت بتا چکا اور مجھے ان کا ڈر نہیں جنہیں اس کا شریک ٹھہراتے ہو سوائے اس کے کہ میرا رب ہی کوئی بات چاہے میرے رب کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔''
(سورۂ الانعام:80)

7۔ ''اور میں تمہارے شریکوں سے کیونکر ڈروں؟ اور تم نہیں ڈرتے کہ تم نے

اللہ کا شریک اس کو ٹھہرایا جس کی تم پر اس نے کوئی سند نہ اتاری۔ تو دونوں گروہوں میں امان کا زیادہ سزاوار کون ہے؟ اگر تم جانتے ہو؟''
(سورۂ الانعام: 81)

8۔ ''اور جو ایمان لائے اور اپنے ایمان میں کسی ناحق کی آمیزش نہ کی انہی کے لیے امان ہے اور وہی سیدھی راہ پر ہیں۔''
(سورۂ الانعام: 82)

9۔ ''اور یہ ہماری دلیل ہے کہ ہم نے ابراہیمؑ کو اس کی قوم کے مقابلے میں عطاء فرمائی ہم جس کے چاہیں درجوں کو بلند کریں بے شک تمہارا رب علم وحکمت والا ہے۔''
(سورۂ الانعام: 83)

10۔ ''اور ہم نے انہیں (ابراہیم کو) اسحاق (بیٹا) اور یعقوب (پوتا) عطاء کیے ان سب کو ہم نے سیدھی راہ دکھائی اور ان سے پہلے نوح کو راہ دکھائی اور اس کی (ابراہیم کی) اولاد میں سے داؤد کو سلیمان کو اور ایوب کو یوسف کو اور موسیٰ کو اور ہارون کو (بھی ہدایت سے سرفراز کیا) اور ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں نیکو کاروں کو اور زکریا و یحیٰی وعیسیٰ والیاس سب ہی نیک بختوں میں سے تھے اور اسماعیل اور الیسع اور یونس اور لوط کو اور ان سب پیغمبروں کو ہم نے ہدایت دے کر (اس زمانے کے) سارے جہانوں پر فضیلت دی۔''
(سورۂ الانعام: 84 تا 86)

④ سورۂ الممتحنہ

سورۂ الممتحنہ میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ ''بے شک تمہارے لیے تو ابراہیم اور ان کے ساتھیوں (کی زندگی) میں ایک اعلیٰ نمونہ (موجود) ہے (یاد کرو) جب انہوں نے اپنی قوم والوں سے کہا۔ بے شک ہم بے زار ہیں تم سے اور ان سے جنہیں اللہ کے سوا پوجتے ہو۔ ہم تمہارے منحرف ہوئے اور ہم میں اور تم میں دشمنی اور عداوت ظاہر ہوگئی ہمیشہ کے لیے۔ جب تک تم ایک اللہ پر ایمان نہ لاؤ مگر ابراہیمؑ کا اپنے باپ سے کہنا کہ ضرور تیری مغفرت چاہوں گا اور

میں اللہ کے سامنے تیرے کسی نفع کا مالک نہیں۔ اے ہمارے رب! ہم نے تجھی پر بھروسہ کیا اور تیری ہی طرف رجوع لائے اور تیری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔''

(سورۃ الممتحنہ:4)

2۔ ''اے ہمارے رب! ہمیں کافروں کی آزمائش میں نہ ڈال اور ہمیں بخش دے اے ہمارے رب! بے شک تو ہی عزت وحکمت والا ہے۔''

(سورۃ الممتحنہ: 5)

3۔ ''تم (مسلمانوں) کو (یعنی) جو کوئی اللہ (کے سامنے جائے) اور روزِ آخرت (کے آنے) کی امید رکھتا ہو اسے ان لوگوں کی نیک چلنی (ضرور) ہے اور جو روگردانی کرے تو اللہ بھی بے پرواہ اور سزا وار حمد وثنا ہے۔

(سورۃ الممتحنہ: 6)

⑤ سورۃ العنکبوت

اس سورۃ مبارکہ میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ ''اور ابراہیم (کے واقعہ) کو لو جب اس نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اللہ کو پوجو اور اس سے ڈرو۔ اس میں تمہارا ہی بھلا ہے اگر تم جانتے ہو۔''

(سورۃ العنکبوت :16)

2۔ ''تم تو اللہ کے سوا بتوں کو پوجتے ہو اور نرا جھوٹ گھڑتے ہو بے شک وہ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو وہ تمہیں رزق دینے کا کوئی اختیار نہیں رکھتے۔ تو اللہ کے پاس رزق ڈھونڈو اور اس کی بندگی کرو اور اس کا احسان مانو۔ تمہیں اس کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

(سورۃ العنکبوت :17)

3۔ ''اور اگر تم جھٹلاؤ گے تو تم سے پہلے کتنے ہی گروہ جھٹلا چکے ہیں اور رسول کے ذمے نہیں مگر اللہ کے احکام صاف صاف پہنچا دینا۔''

(سورۃ العنکبوت :18)

4۔ ''اور کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ اللہ کیونکر خلق کی ابتداء فرماتا ہے۔ پھر اسے دوبارہ بنائے گا بے شک یہ اللہ کے لیے بڑا آسان ہے۔''

(سورۃ العنکبوت :19)

5۔ ''تم فرماؤ زمین میں سفر کر کے دیکھو، اللہ کیونکر پہلے بناتا ہے پھر وہ اسے (روز قیامت) دوسری بار بھی اٹھائے گا۔ بے شک اللہ سب کچھ کرنے پر قادر ہے۔''

(سورۃ العنکبوت :20)

6۔ ''وہ (اللہ) عذاب دیتا ہے جسے چاہے اور رحم فرماتا ہے جس پر چاہے اور تمہیں اس کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور نہ تم زمین میں قابو سے نکل سکو اور نہ آسمان میں اور تمہارے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی حمایتی ہے اور نہ مددگار۔''

(سورۃ العنکبوت :21-22)

7۔ ''اور وہ جنہوں نے اللہ کی آیات اور اس سے ملنے کو نہ مانا۔ وہی بروز قیامت میری رحمت سے ناامید ہوں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

(سورۃ العنکبوت :23)

8۔ ''تو اس کی قوم سے کچھ جواب بن نہ پایا مگر وہ بولے: انہیں (ابراہیمؑ کو) قتل کر دو یا جلا دو۔ تو اللہ نے اسے آگ سے بچا لیا۔ بے شک اس میں ضرور نشانیاں ہیں۔ ایمان والوں کے لیے۔''

(سورۃ العنکبوت :24)

9۔ ''اور ابراہیم نے فرمایا: تم نے تو اللہ کے سوا یہ بت بنا لیے ہیں جن سے تمہاری دوستی یہی دنیا کی زندگی تک ہے پھر قیامت کے دن تم ایک دوسرے کی دوستی سے انکار کرو گے اور ایک دوسرے پر لعنت بھیجو گے اور تم سب کا ٹھکانہ جہنم ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔''

(سورۃ العنکبوت :25)

10۔ ''لوطؑ اس پر ایمان لائے اور ابراہیم نے کہا: میں اپنے رب کی بتائی ہوئی جگہ کی طرف ہجرت کر جاؤں گا۔ بے شک وہی زبردست عزت وحکمت والا ہے۔''

(سورۃ العنکبوت :26)

11۔ ''اور ہم نے ان کو اسحاقؑ اور یعقوبؑ عطا فرمائے اور ہم نے ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی اور ہم نے دنیا میں ان کا صلہ انہیں عطا فرمایا اور بے شک آخرت میں وہ ہمارے قربِ خاص کے سزا واروں میں شامل ہوں گے۔''

(سورۃ العنکبوت:27)

12۔ اور جب ہمارے فرشتے، ابراہیمؑ کے پاس خوشخبری لے کر آئے اور (اثنائے گفتگو میں) بولے: ہم ضرور اس شہر والوں کو ہلاک کریں گے۔ بے شک اس کے بسنے والے ستم گار ہیں۔''

(سورۃ العنکبوت:31)

13۔ ''تو ابراہیمؑ نے کہا: اس میں تو لوطؑ بھی رہتے ہیں وہ بولے، ہم کو معلوم ہے کہ وہاں کون رہتا ہے اور ہم ان کو اور ان کے گھر والوں کو بچالیں گے سوائے ان کی بیوی کے وہ رہ جانے والوں میں ہوگی۔''

(سورۃ العنکبوت:32)

⑥ سورۃ الحدید

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحدید میں ارشاد فرمایا:

1۔ ''اور بے شک ہم نے نوحؑ اور ابرہیم کو پیغمبر بنا کر بھیجا اور ان دونوں کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی تو ان کی امت میں کوئی راہ پر آیا اور ان میں بہت سے فاسق ہیں۔''

(سورۃ الحدید:26)

⑦ سورۃ الذاریت

اس سورۃ مبارکہ میں ارشاد ہوتا ہے۔

1۔ ''اے محبوبؐ کیا آپ کے پاس ابراہیمؑ کے معزز مہمانوں کی خبر نہیں آئی؟ وہ ان (ابراہیمؑ) کے پاس آئے اور سلام کیا۔ ابراہیمؑ نے بھی سلام کا جواب دیا مگر دل میں کہا کوئی نا آشنا سے لوگ ہیں۔ پھر (ابراہیم) جلدی سے اپنے گھر گئے اور ایک فربہ بچھڑا بھنا ہوا لے آئے۔ پھر اسے ان کے سامنے رکھا جب انہوں نے نہ کھایا تو کہا: تم کھاتے کیوں نہیں؟ (پھر ان کے نہ کھانے سے دل میں خوف سا محسوس کیا

فرشتے بھی سمجھ گئے) وہ بولے: ڈریئے نہیں اور اسے ایک علم والے لڑکے (اسحاقؑ) کی بشارت دی اتنے میں ان کی اہلیہ بولتی ہوئی (سامنے) آئیں اور پھر اپنا ماتھا پیٹتے ہوئے بولیں ایک تو (میں) بڑھیا، پھر بانجھ (بھلا اولاد کے کیا سوال) انہوں نے (فرشتوں نے) کہا کہ (اے خاتون) تمہارے رب نے یونہی فرمایا ہے اور وہی حکیم و دانا ہے۔''

(سورۃ الذاریت:24تا 30)

⑧ سورۃ آل عمران

سورۃ آل عمران میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

1۔ ''اے اہل کتاب! ابراہیم کے (دین و مذہب کے) بارے میں کیوں جھگڑتے ہو (جس کے بارے میں تم کو کچھ علم نہیں) توریت و انجیل تو ان کے بعد اتاری گئیں تو کیا تمہیں عقل نہیں؟''

(سورۃ آل عمران:65)

2۔ ''ہاں تم ہی وہ لوگ ہو جو ان باتوں میں جھگڑتے ہو جن کا تمہیں علم ہے لیکن تم اس بات میں کیوں جھگڑتے ہو جس کا تمہیں علم ہی نہیں اور اللہ جانتا ہے مگر تم نہیں جانتے۔''

(سورۃ آل عمران:66)

3۔ ''ابراہیمؑ نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی، بلکہ ہر باطل سے جدا مسلمان تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔''

(سورۃ آل عمران:67)

4۔ ''بے شک سب لوگوں میں ابراہیم کے زیادہ نزدیک وہ لوگ تھے جو ان کے پیرو ہوئے اور یہ نبی (رسولؐ) اور جو ان پر ایمان لائے اور اللہ ایمان والوں کا حامی و مددگار ہے۔''

(سورۃ آل عمران:68)

5۔ ''آپ فرمایا دیجئے: اللہ سچا ہے تو ابراہیم کے دین کی پیروی کرو جو ہر باطل سے دور تھے اور شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے۔''

(سورۃ آل عمران:95)

6۔ ''بے شک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لیے مقرر ہوا وہ ہے جو مکہ میں ہے، برکت والا اور سارے جہان کا راہ نما۔''

(سورۃ آل عمران:96)

⑨ سورۃ التوبہ

سورۃ التوبہ میں ارشادِ رب کریم ہوتا ہے:

1۔ ''اور ابراہیم کا اپنے باپ کی بخشش چاہنا، وہ تو نہ تھا مگر ایک وعدہ کے سبب (وہ) جو اس سے کر چکا تھا پھر جب ابراہیم کو معلوم ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے اس سے ناطہ توڑ لیا بے شک ابراہیم بہت نرم دل اور بہت گریہ زاری کرنے والا تھا۔'' (سورۃ التوبہ:114)

⑩ سورۃ ہود

سورۃ ہود میں آیا ہے:

1۔ ''اور بے شک ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر آئے اور بولے: سلامتی ہو آپؑ پر، ابراہیمؑ نے بھی سلام (ہو تم پر) کہا۔ پھر کچھ دیر نہ کی کہ ایک بھنا ہوا بچھڑا (اپنے مہمانوں کے لیے) لے آئے۔''
(سورۃ ہود:69)

2۔ ''پھر جب ابراہیم نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھ رہے تو اس کو کھٹکا ہوا اور دل ہی دل میں اس سے ڈرنے لگا۔ (فرشتے) بولے: ڈریے نہیں ہم قوم لوطؑ کی طرف بھیجے گئے ہیں۔''
(سورۃ ہود:70)

3۔ ''اور ان (ابراہیمؑ) کی بی بی (سارہ) جو پاس کھڑی تھی وہ ہنسنے لگیں تو ہم نے انہیں اسحاقؑ کی خوشخبری دی اور اسحاق کے پیچھے یعقوبؑ (پوتے) کی۔''
(سورۃ ہود:71)

4۔ ''وہ بولیں ہائے خرابی، کیا میرے بچہ ہوگا؟ اور میں بوڑھی ہوں اور یہ ہیں میرے شوہر بوڑھے، بے شک یہ تو حیرت کی بات ہے۔''
(سورۃ ہود:72)

5۔ ''فرشتے بولے! کیا آپ اللہ کے امر پر اظہار حیرت کرتی ہیں؟ اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں تم پر اس (ابراہیمؑ) کے گھر والو! بے شک وہی

لائق توصیف اور بزرگی والا ہے۔'' (سورۃ ہود:73)

6۔ ''اور پھر ابراہیمؑ کا خوف دور ہوا اور اسے خوشخبری ملی تو ہم سے قوم لوطؑ کے بارے میں جھگڑنے لگا۔'' (سورۃ ہود:74)

7۔ ''بے شک ابراہیم تحمل والا، بہت گریہ کرنے والا، رجوع کرنے والا تھا۔''
(سورۃ ہود:75)

8۔ ''اے ابراہیم اس خیال میں نہ پڑ بے شک تیرے رب کا حکم آ چکا اور بے شک ان پر عذاب آنے والا ہے کہ ٹالا نہ جائے گا۔''
(سورۃ ہود:76)

⑪ سورۃ الحجر

اللہ تعالیٰ اس سورۃ مبارکہ میں فرماتے ہیں:

1۔ ''اور انہیں احوال سناؤ ابراہیمؑ کے مہمانوں کا (یہ فرشتے تھے جو انسانوں کی شکل میں ہوئے) جب وہ ان کے پاس آئے سلام کہا، اور کہا ہمیں تم سے ڈر معلوم ہوتا ہے۔'' (سورۃ الحجر:51-52)

2۔ ''انہوں (فرشتوں) نے کہا: ڈریے نہیں ہم آپؑ کو ایک علم والے لڑکے کی بشارت دیتے ہیں۔'' (سورۃ الحجر:53)

3۔ ''کہا (ابراہیمؑ نے): کیا مجھے اس وقت بشارت دیتے ہو کہ میرا بڑھاپا آ گیا اب کاہے پر بشارت دیتے ہو؟'' (سورۃ الحجر:54)

4۔ ''وہ بولے: ہم نے آپ کو سچی بشارت دی ہے، آپ ناامید نہ ہوں۔''
(سورۃ الحجر:55)

5۔ ''کہا (ابراہیمؑ نے): اپنے رب کی رحمت سے کون ناامید ہوتا ہے سوائے گمراہوں کے۔'' (سورۃ الحجر:56)

6۔ ''کہا: پھر تمہارا کیا کام ہے اے فرشتو؟ بولے: ہم ایک بدکار (مجرم) قوم کی (ہلاکت کرنے ان کی) طرف بھیجے گئے ہیں بجز لوطؑ کے گھر والوں کے کہ ہم ان سب کو (ہلاکت سے) نہ بچائیں گے۔''
(سورۃ الحجر:57 تا 59)

⑫ سورۃ الانبیاء

اللہ تعالیٰ اس سورۂ مبارکہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

1۔ ''اور بے شک ہم نے ابراہیمؑ کو پہلے ہی سے نیک راہ (دین کی فہم) عطا کر دی اور ہم ان کی استعداد سے خوب واقف تھے۔''
(سورۃ الانبیاء:51)

2۔ ''جب انہوں (ابراہیم) نے اپنے والد اور قوم سے کہا: یہ مورتیاں کیا ہیں؟ جن کے آگے تم آسن مارے ہوئے ہو؟ وہ بولے: ہم نے اپنے باپ دادا کو ان کی پوجا کرتے پایا ہے۔''
(سورۃ الانبیاء:52-53)

3۔ ''تو ابراہیم نے کہا: بے شک تم اور تمہارے باپ دادا سب ہی کھلی گمراہی میں مبتلا رہے۔''
(سورۃ الانبیاء:54)

4۔ ''(وہ) بولے: کیا تم ہمارے پاس حق لائے ہو؟ یا یونہی مذاق کرتے ہو؟ (اس پر ابراہیمؑ نے) کہا نہیں بلکہ تمہارا رب وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے جس نے انہیں پیدا کیا اور میں ان پر گواہوں میں سے ہوں اور مجھے اللہ کی قسم ہے جب تم پیٹھ پھیر کر چلے جاؤ گے تو میں تمہارے بتوں کے متعلق وہ تدبیر کروں گا کہ تم اپنے بتوں ن مجبوری خود ہی سمجھ جاؤ گے۔''
(سورۃ الانبیاء:55تا 57)

5۔ ''تو (جب وہ لوگ چلے گئے ابراہیمؑ نے) ان سب کو ریزہ ریزہ کر دیا سوائے ان کے بڑے بت کے تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کر سکیں (اس سے پوچھیں)''
(سورۃ الانبیاء:58)

6۔ ''کفار بولے: کس نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا؟ بے شک وہ ظالم ہے۔''
(سورۃ الانبیا: 59)

7۔ ''ان میں سے کچھ بولے ہم نے ایک جوان کو انہیں برا کہتے سنا جسے ابراہیم کہتے ہیں۔''
(سورۃ الانبیاء:60)

8۔ ''کافر بولے: تو اسے لوگوں کے سامنے لاؤ شاید وہ گواہی دیں۔''
(سورۃ الانبیاء:61)

9۔ ''(کفار نے) دریافت کیا: اے ابراہیمؑ! کیا تم نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا؟''
(سورۃ الانبیاء:62)

10۔ ''فرمایا: بلکہ ان کے بڑے بت نے کیا ہوگا تو ان سے پوچھو اگر یہ بولتے ہیں۔''
(سورۃ الانبیاء:63)

11۔ ''تو دل میں یہ سوچنے لگے اور بولے: بے شک تم ہی ستم گار ہو۔ پھر (کافروں نے ندامت سے) اپنے سر جھکا لیے (اور کہنے لگے اے ابراہیمؑ) تمہیں خوب معلوم ہے کہ یہ بولتے نہیں۔''
(سورۃ الانبیاء: 64-65)

12۔ ''(سیدنا ابراہیمؑ نے) کہا: تو کیا اللہ کے سوا ایسے کو پوجتے ہو جو نہ تمہیں نفع دے اور نہ نقصان پہنچائے؟ تف ہے تم پر اور ان بتوں پر جن کو اللہ کے سوا پوجتے ہو۔ تو کیا تمہاری عقل ماری گئی ہے۔''
(سورۃ الانبیاء:66-67)

13۔ ''وہ بولے: ان ابراہیمؑ کو جلا دو اور اپنے خداؤں کی مدد کرو اگر تمہیں کرنا ہے۔''
(سورۃ الانبیاء:66-67)

14۔ ''ہم نے حکم دیا: آگ! تو ابراہیمؑ پر ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی والی بن جا اور انہوں (کفار) نے ان کا برا چاہا تو ہم نے انہیں سب سے بڑھ کر زیاں کار کر دیا اور ہم نے اسے (ابراہیم علیہ السلام کو) اور لوط (علیہ السلام) کو نجات بخشی اور اس زمین کی طرف پہنچا دیا جس میں ہم نے دنیا والوں کے لیے برکت رکھی اور ہم نے اسے اسحاقؑ (علیہ السلام) عطاء فرمایا اور یعقوب (علیہ السلام) پوتا۔ اور ہم نے ان سب کو اپنے قرب خاص کا سزاوار کیا اور ہم نے انہیں (اپنی اپنی امتوں کا) امام کیا جو ہمارے حکم سے ان کی ہدایت کرتے تھے۔ اور ہم نے انہیں وحی بھیجی اچھے کام کرنے نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا وہ ان نیک کاموں پر قائم رہے۔ اور وہ ہماری بندگی کرتے تھے۔''
(سورۃ الانبیاء:69 تا 73)

⑬ سورۃ الصٰفٰت

اللہ تعالیٰ اس سورۃ مبارکہ میں فرماتے ہیں:

1۔ اسی گروہ میں سے ابراہیم بھی تھے جب وہ اپنے رب کے پاس (عیب سے) پاک دل لے کر آئے۔''
(سورۃ الصٰفٰت: 83-84)

2۔ اور جب انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا تم کسے پوجتے ہو کیا تم بہتان باندھ کر اللہ کے سوا اور خدا چاہتے ہو۔''
(سورۃ الصٰفٰت: 85-86)

3۔ ''تو تمہارا کیا گمان ہے رب العالمین پر؟ پھر اس (ابراہیم) نے ایک نگاہ ستاروں پر ڈالی اور کہا میں بیمار ہونے والا ہوں۔''
(سورۃ الصٰفٰت: 87 تا 89)

4۔ ''تو وہ لوگ ان کو چھوڑ کر روانہ ہو گئے'' (سورۃ الصٰفٰت: 90)

5۔ ''پھر (ابراہیمؑ) ان کے خداؤں کی طرف چھپ کر چلے ان کے سامنے طرح طرح کی چیزیں دیکھ کر کہا کیا تم نہیں کھاتے؟ تمہیں کیا ہوا کہ تم نہیں بولتے؟ پھر ابراہیمؑ انہیں بتوں کو دائیں ہاتھ سے ضربیں لگانے لگے (اور ان سے جھگڑنے لگے) تب آپؑ (ابراہیم) نے فرمایا کہ تم اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوؤں کو پوجتے ہو جو اپنی حفاظت بھی نہیں کر سکتے اور تم کو تو اللہ نے پیدا کیا ہے اور تمہارے اعمال کو بھی۔''
(سورۃ الصٰفٰت: 91 تا 96)

6۔ وہ لوگ سخت طیش میں آ گئے اور کہنے لگے اس کے لیے ایک عمارت چنو (اس میں آگ جلاؤ) پھر اسے بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دو۔ غرض انہوں نے اس ابراہیمؑ کے ساتھ چال چلنا چاہی مگر اس پر داؤ چلانا چاہا ہم نے انہیں نیچا دکھایا۔ اور (ابراہیمؑ نے کہا) میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں اب مجھے وہی راہ دکھائے گا۔
(سورۃ الصٰفٰت: 97 تا 99)

7۔ ''(ابراہیم نے دعا کی) الٰہی مجھے لائق اولاد دے، پس ہم نے انہیں ایک بُردبار بیٹے کی بشارت دی۔''
(سورۃ الصفت: 100-101)

8۔ ''پھر جب وہ بیٹا ان کے ساتھ دوڑ بھاگ کے قابل ہو گیا تو ابراہیمؑ نے بیٹے سے فرمایا: اے میرے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تجھے ذبح کرتا ہوں اب تو بتا تیری کیا رائے ہے؟ بیٹے نے کہا: (اسماعیلؑ نے) اے میرے والد! جس بات کا آپؑ کو حکم ہوا کر گزریے۔ اللہ نے چاہا تو آپؑ مجھے صابر پائیں گے۔''
(سورہ الصٰفٰت: 102)

9۔ ''تو جب ان دونوں نے ہمارے حکم کے سامنے گردن جھکا دی اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹایا اس وقت کا حال نہ پوچھو اور ہم نے ابراہیم کو ندا فرمائی کہ اے ابراہیمؑ بے شک تو نے خواب کو سچ کر دکھایا ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو۔''
(سورہ الصٰفٰت: 103 تا 105)

10۔ ''بے شک یہ صریح آزمائش تھی اور ہم نے ایک عظیم قربانی اس کے فدیہ میں دے کر اسے بچا لیا۔''
(سورہ الصٰفٰت: 106-107)

11۔ ''اور ہم نے ان کے بعد آنے والوں میں اس کی تعریف باقی رکھی۔ سلام ہو ابراہیمؑ پر ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوکاروں کو بے شک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل بندوں میں سے ہیں اور پھر ہم نے اسماعیل کے بعد ان ابراہیمؑ کو ایک اور بیٹے اسحاقؑ کی بشارت دی کہ وہ بھی نبی اور نیک بخت ہوں گے۔ اور ہم نے ان (ابراہیمؑ) پر اسحاق پر برکتیں نازل کیں اور ان دونوں کی نسل میں نیکوکار بھی ہیں اور وہ بھی جو اپنے پر صریح ظلم کر رہے ہیں۔''
(سورہ الصفت: 108 تا 113)

⑭ سورۃ ابراہیم

اللہ رب العزت سورۃ ابراہیم میں فرماتے ہیں:

1۔ ''اور یاد کرو جب ابراہیم نے عرض کی: اے میرے رب! اس شہر کو امن والا کر دے۔ اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کے پوجنے سے بچا۔''
(سورۃ ابراہیم: 35)

2۔ ''اے میرے رب! بے شک (ان) بتوں نے بہت سے لوگوں کو بہکایا ہے تو جس نے میری پیروی کی وہ تو میرا ہے، اور جس نے میری نافرمانی کی تو بے شک تو بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔''

(سورۂ ابراھیم :36)

3۔ ''اے میرے رب! میں نے اپنی ایک اولاد (اسماعیلؑ کو) تیرے حرمت والے گھر کے پاس ایک وادی میں بسا دیا ہے جہاں کھیتی باڑی نہیں ہوتی اے ہمارے رب! اس لیے کہ وہ نماز قائم رکھیں پس تو (اپنے فضل سے) لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں کچھ پھل کھانے کو دے تا کہ وہ احسان مانیں (شکر گزار ہوں)۔''

(سورۂ ابراھیم :37)

4۔ ''اے ہمارے رب تو جانتا ہے جو کچھ ہم چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں اور اللہ سے کچھ چھپا نہیں۔ زمین اور نہ آسمان میں اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل (بیٹا) اور اسحاق بیٹا عطاء کیے بے شک میرا رب دعاؤں کا سننے والا ہے۔''

(سورۂ ابراھیم :38-39)

5۔ ''اے میرے رب! مجھے نماز قائم رکھنے والا رکھ اور میری اولاد میں سے بھی (نماز قائم کرنے والے بنا) اے ہمارے رب! اور ہماری دعا قبول فرما اے ہمارے رب جس دن حساب قائم ہو تو مجھے اور میرے ماں باپ کو اور بہت مسلمانوں کو بخش دے۔''

(سورۂ ابراھیم :40-41)

(15) سورۂ النحل

اللہ تعالیٰ اس سورۂ مبارکہ میں فرماتے ہیں

1۔ ''بے شک ابراہیم ایک امام تھا اللہ کا فرمانبردار اور سب سے جدا (دین اسلام پر قائم) اور مشرک نہ تھا اس کے احسانوں پر شکر کرنے والا۔ اللہ نے اسے چن لیا اور اسے سیدھی راہ دکھائی اور ہم نے اسے دنیا میں بھلائی دی اور بے شک وہ شایانِ قرب ہے۔''

(سورۂ النحل :120-122)

2۔ ''پھر (اے نبیؐ) آپ کو ہم نے وحی بھیجی کہ دین ابراہیمؑ کی پیروی کرو جو ہر باطل سے الگ تھا اور مشرک نہ تھا۔''

(سورۂ النحل :123)

(16) سورۂ مریم

اللہ تعالیٰ اس سورۂ مبارکہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

1۔ ''اور اس کتاب (قرآن) میں مذکور ابراہیم کا حال بیان کیجئے۔ بے شک وہ سچے نبی تھے۔ جب انہوں نے اپنے باپ سے کہا: (اے میرے والد!) آپ کیوں ایسی چیز کی پرستش کرتے ہیں جو نہ سنے جو نہ دیکھے اور نہ آپ کے کچھ کام آئے۔''

(سورۂ مریم :41، 42)

2۔ ''اے میرے والد! بے شک میرے پاس وہ علم ہے جو آپ کو نہ ملا پس میری پیروی کیجئے میں آپ کو سیدھی راہ دکھاتا ہوں اے میرے والد! شیطان کا بندہ نہ بنیں بے شک شیطان رحمان کا نافرمان ہے۔ اے میرے والد! میں ڈرتا ہوں کہ آپ رحمان کی طرف سے کسی عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں تو آپ شیطان کے رفیق نہ ہو جائیں۔''

(سورۂ مریم :43-45)

3۔ ''بولا (باپ): کیا تو میرے خداؤں سے برگشتہ ہے؟ اے ابراہیم! بے شک اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار کر دوں گا اور (بہتر تو یہ ہے) کہ ایک تو زمانے (ساری عمر) کے لیے مجھ سے الگ ہو جا۔''

(سورۂ مریم :46)

4۔ ''ابراہیم نے کہا: بابا آپ پر اللہ کی سلامتی ہو قریب ہے کہ آپ کے لیے اپنے رب سے مغفرت طلب کروں بے شک وہ مجھ پر بے حد مہربان ہے اور میں اللہ کے لیے سب سے الگ ہو جاؤں گا میں ان سب کو جن کو آپ اللہ کے سوا پوجتے ہیں چھوڑتا ہوں اور اپنے رب کو پوجوں گا تو قع ہے کہ میں اپنے رب کی بندگی سے محروم نہ ہوں گا۔''

(سورۂ مریم:47-48)

5۔ ''پھر جب وہ (ابراہیمؑ) ان سے اور جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے تھے کنارہ کش ہو گئے تو ہم نے ان کو اسحاق (بیٹا) اور یعقوب (پوتا) عطاء کیے اور ہر ایک کو نبوت بخشی۔''

(سورۂ مریم:49)

6۔ ''اور ہم نے انہیں اپنی رحمت خاص سے نوازا اور ان کا ذکر خیر بلند کیا۔''

(سورۂ مریم:50)

(17) سورۂ الحج

اللہ تعالیٰ اس سورۂ مبارکہ میں فرماتے ہیں:

1۔ ''اور جب ہم نے ابراہیمؑ کو اس گھر (کعبۃ اللہ) کی جگہ بتا دی اور حکم دیا کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا اور میرا گھر صاف ستھرا رکھ طواف کرنے والوں اور اعتکاف بیٹھنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے اور لوگوں میں حج کے لیے اعلان عام کر دو تو لوگ تمہارے پاس دور دراز راستوں سے حاضر ہوں گے پا پیادہ اور دبلی پتلی اونٹنیوں پر۔''

(سورۂ الحج 26، 27)

(18) سورۂ الشعراء

اس سورۂ مبارکہ میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ ''اور لوگوں کو ابراہیمؑ کا واقعہ سنا دیجئے جب انہوں (ابراہیم) نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا: تم کس چیز کی عبادت کرتے ہو؟ (وہ) بولے ہم بتوں کو پوجتے ہیں پھر ان کے سامنے آسن مارے رہتے ہیں۔''

(سورۂ الشعراء: 69 تا 71)

2۔ ''(ابراہیمؑ نے) فرمایا: کیا وہ تمہاری سنتے ہیں جب تم انہیں پکارو؟ وہ تمہیں کوئی فائدہ یا نقصان پہنچا سکتے ہیں؟'' (سورۂ الشعراء:72، 73)

3۔ ''(وہ) بولے: (یہ تو ہم جانتے ہیں) مگر ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے پایا۔''

(سورۂ الشعراء:74)

4۔ ''فرمایا: تو کیا تم دیکھتے نہیں؟ یہ جنہیں تم پوج رہے ہو اور تمہارے اگلے

باپ دادا بھی بے شک یہ سب میرے دشمن ہیں۔ بجز میرے پروردگار عالم کے جس نے مجھے پیدا کیا تو وہ میری رہنمائی فرمائے گا اور وہی (میرا رب) مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور جب میں بیمار ہوں تو وہی مجھے شفاء دیتا ہے اور وہ مجھے موت دے گا پھر مجھے زندہ کرے گا اور وہ جس سے میری آس لگی ہے کہ روز قیامت میری خطائیں فرمائے گا۔''

(سورۂ الشعراء: 72 تا 82)

5۔ ''اے میرے رب! مجھے حکمت کر اور مجھے ان سے ملا دے جو تیرے قرب خاص کے سزاوار ہیں اور میرے بعد آنے والی امتوں میں میرا ذکر خیر جاری رکھ اور مجھے ان میں شامل فرما جو چین کے باغوں (جنت) کے وارث ہیں اور (اے میرے رب) میرے باپ کو بخش دے۔ بے شک وہ گمراہوں میں سے تھا اور مجھے رسوا نہ کرنا جس دن (روز قیامت) سب اٹھائے جائیں گے۔ جس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ اولاد مگر وہ جو اللہ کے حضور حاضر ہوا ملامت سے پاک صاف دل لے کر اور قریب لائی جائے گی جنت پرہیز گاروں کے لیے اور ظاہر کی جائے گی۔ دوزخ گمران کے (گمراہوں کے) لیے اور ان سے کہا جائے گا کہاں ہیں وہ جن کو تم پوجتے تھے اللہ کے سوا؟ کیا وہ تمہاری مدد کریں گے؟ یا بدلہ لیں گے؟ پھر اس روز وہ سب گمراہ جہنم میں ڈالے جائیں گے اور ابلیس کے لشکر بھی (واصل جہنم ہوں گے) اور وہ جہنم میں باہم جھگڑتے ہوں گے اور وہ گمراہ اپنے معبودوں سے کہیں گے خدا کی قسم! بے شک ہم کھلی گمراہی میں تھے جبکہ تمہیں رب العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے اور ہمیں نہ بہکایا مگر مجرموں نے تو اب ہمارا کوئی مددگار نہیں اور نہ کوئی غم خوار، دوست کاش ہمارا دنیا میں کسی طرح پھر جانا ہوتا کہ ہم مومن ہو جاتے۔''

(سورۂ الشعراء: 83 تا 102)

6۔ بیشک اس (ابراہیمؑ کی تبلیغ) میں ضرور نشانی ہے اور ان (ابراہیمؑ کی قوم) میں بہت ایمان والے نہ تھے اور بے شک آپ کا رب ہی بڑا

عزت والا مہربان ہے۔ (سورۂ الشعراء: 103، 104)

(19) سورۂ صٓ

اس سورۂ مبارکہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

1۔ ''اور یاد کرو ہمارے بندوں ابراہیمؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ کو جو ہاتھوں اور آنکھوں (قوت عمل و قوت نظر) کے مالک تھے۔ بے شک ہم نے انہیں ایک کھری بات سے امتیاز بخشا۔ (یہ بات) اس گھر (دارِ آخرت) کی یاد ہے اور بے شک وہ ہمارے نزدیک منتخب (پسندیدہ) لوگوں میں سے ہیں۔'' (سورۂ ص: 45 تا 47)

(20) سورۂ الزخرف

سورۂ الزخرف میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ ''اور جب ابراہیمؑ نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا: میں بے زار ہوں تمہارے ان معبودوں سے مگر (میں تو) اس کی عبادت کرتا ہوں جس نے مجھے پیدا کیا پس وہی مجھے سیدھی راہ دکھائے گا۔ اور اسی (کلمۂ توحید) کو وہ اپنی نسل میں باقی رہنے کے لیے چھوڑ گئے (تاکہ) وہ اللہ کی طرف رجوع رہیں۔'' (سورۂ الزخرف: 26 تا 28)

حضرت ابراہیمؑ کا دل نورِ ایمان سے لبریز تھا، انہیں اپنے خالق کی قدرت پر کامل یقین اور پختہ وثوق تھا وہ اس حقیقت کو دل کی گہرائیوں سے مانتے تھے کہ موت کے بعد ایک دوسری زندگی ہے۔ اخروی زندگی میں انسان کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہے لیکن اس کامل یقین اور وحی خداوندی کی روش کے باوجود وہ چاہتے تھے کہ ایقان کی یہ دولت اور بڑھے۔

آذر بت پرست تھا، بلکہ بت تراش اور بت فروش تھا آذر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد تھا۔ اس لیے وہ رہنمائی اور نصیحت کا سب سے زیادہ مستحق تھا۔ آذر کے ساتھ نیکی کا بہترین طریقہ یہ تھا کہ اس کی صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کی جائے، پھر اس وجہ سے بھی آذر کی رہنمائی ضروری تھی کہ وہ ان بتوں کو نقش دیتا اور تراشتا تھا اور ان بتوں کی عبادت کا داعی تھا اس لیے بت فروش اور بت تراش ہی نہیں گناہ کا داعی اور اس فتنے کا

سبب تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آذر کو دعوت دیتے ہوئے بات بتوں کی تنقیص سے شروع نہیں کی کیونکہ خدشہ تھا کہ اس سے اس کی نفرتوں میں اضافہ ہوگا، وہ بات سننے سے انکار کر دے گا اور حق وصداقت پر دھیان نہیں دے گا، بلکہ اسے نہایت شائستہ لہجے میں ادب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے بات شروع کی۔ پہلے اسے بتایا کہ میں کوئی غیر نہیں آپ کا بیٹا ہوں تاکہ اس کے اندر شفقت ومحبت کا جذبہ بھڑک اٹھے اور دل کی گہرائیوں سے ان کی بات سننے کو تیار ہو جائے پھر اس سے پوچھا:

''کیا وجہ ہے کہ آپ ان بتوں کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں، اور ان کی عبادت کرتے ہیں حالانکہ یہ بے جان ہیں نہ تو سائل کی آواز سنتے ہیں اور نہ ان کی عبادت کا شعور رکھتے ہیں نہ وہ پجاریوں کو دیکھ سکتے ہیں، اور نہ ان کے خشوع وخضوع کا احساس رکھتے ہیں نہ ان میں مصیبت زدوں کی مصیبت دور کرنے کی سکت ہے اور نہ سائل کے پھیلے ہوئے ہاتھوں کو دیکھ کر اسے کچھ دینے کی طاقت ہے۔''

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

''اے میرے باپ! مجھے اللہ تعالیٰ نے ایسا علم عطا کیا ہے جس سے آپ ناواقف ہیں اور جو بصیرت مجھے عطا ہوئی ہے وہ آپ کو عطا نہیں ہوئی اس لیے میری بات ماننے سے انکار نہ کیجئے اور میرے ساتھ چلنے سے اعراض نہ کیجئے اگرچہ میں دنیاوی اعتبار سے آپ سے پیچھے ہوں اور عمر میں کمسن ہوں لیکن جو فہم وفراست کی دولت میرے پاس ہے کسی اور کے پاس نہیں۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

''بتوں کی پرستش اور ان کے سامنے نیازمندی شیطان کی عبادت ہے، بتوں سے امید وابستہ کرنا شیطان سے وابستگی کی دلیل ہے، شیطان ہمارا کھلا دشمن ہے اس ظالم نے اللہ کی نافرمانی کی اور چیلنج کیا کہ لوگوں کو گمراہ کرے گا وہ کبھی بھی نیکی کی طرف رہنمائی نہیں کرسکتا۔ اس کا مقصد صرف ہلاکت اور شرارت ہے۔''

آذر نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور کہا:

''آج سے تو میرا بیٹا نہیں اب تو ہمیشہ کے لیے میری محبت اور شفقت سے محروم ہو چکا ہے۔''

اور آذر نے تیوری چڑھائی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہوئے کہا:

''تیری یہ جرأت! تو مجھے نصیحت کرنے لگا اے ابراہیم! تو میرے معبودوں کا منکر تو نہیں بن گیا؟ کان کھول کر سن لے! اگر تو اس گمراہی سے باز نہ آیا، اپنی ان حماقتوں کو نہ چھوڑا اور اسی ڈگر پر چلتا رہا تو تجھے پتھر مار مار کر ختم کر دوں گا اور تجھے اس قسم کی خرافات کی وہ سزا دوں گا کہ دنیا یاد رکھے گی مجھ سے بچ جا اور میرے غیض وغضب کی آتش کو اور ہوا نہ دے جا چلا جا، تیرے لیے میرے گھر میں کوئی جگہ نہیں آج سے میرے دل میں تیرے لیے کوئی محبت نہیں تجھ پر احسانات کا سلسلہ آج سے بند۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آذر کی اس دھمکی کو وسعت قلبی سے لیا اور اس کی ناراضگی اور وعید پر کسی ردِعمل کا اظہار نہیں کیا۔ نہایت اطمینان سے جواب دیا۔

''سلام ہو تم پر میں مغفرت طلب کروں گا تیرے لیے اپنے رب سے بے شک وہ مجھ پر بے حد مہربان ہے اور میں الگ ہو جاؤں گا تم سے اور (ان سے بھی) جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اور میں اپنے رب کی عبادت کروں گا مجھے امید ہے کہ میں اپنے رب کی عبادت کی برکت سے نامراد نہیں رہوں گا۔''

(سورۃ مریم:48)

جب آپ کے والد نے آپ کی دعوت کو ٹھکرا دیا تو آپ کو بہت دکھ ہوا، آپ تو اسے بھلائی کی راہ دکھانا چاہتے تھے لیکن وہ نہ مانا۔

اس زمانے میں عام طور پر لوگ ستاروں کی پوجا کیا کرتے تھے۔ ایک رات آپ نے زہرہ یا مشتری ستارہ کو دیکھا تو قوم کو توحید کی دعوت دینے کے لیے آپ نے نہایت ہی نفیس اور دل نشین انداز میں لوگوں کے سامنے اس طرح تقریر فرمائی:

''اے لوگو! کیا یہ ستارہ میرا رب ہے؟''

پھر جب وہ ستارا ڈوب گیا تو آپ نے فرمایا:

''ڈوب جانے والوں سے میں محبت نہیں رکھتا۔''

پھر اس کے بعد جب چمکتا ہوا چاند نکلا تو آپ نے فرمایا:

''کیا یہ میرا رب ہے؟''

پھر جب وہ بھی غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا،

''اگر میرا رب مجھے ہدایت نہ فرماتا تو میں بھی انہی گمراہوں میں سے ہوتا۔''

پھر جب چمکتے دمکتے سورج کو دیکھا تو آپ نے فرمایا:

''یہ تو ان سب سے بڑا ہے کیا یہ میرا رب ہے؟''

پھر جب وہ بھی غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا:

''اے میری قوم! میں ان تمام چیزوں سے بیزار ہوں جن کو تم لوگ خدا کا شریک ٹھہراتے ہو اور میں نے اپنی ہستی کو اس ذات کی طرف متوجہ کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا ہے بس میں صرف اسی ایک ذات کا عابد اور پجاری بن گیا ہوں اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔''

پھر ان کی قوم ان سے جھگڑا کرنے لگی تو آپ نے فرمایا:

''تم لوگ مجھ سے خدا کے بارے میں جھگڑتے ہو! اس خدا نے تو مجھے ہدایت دی ہے اور میں تمہارے جھوٹے معبود سے بالکل نہیں ڈرتا سن لو! بغیر میرے رب کے حکم کے تم لوگ اور تمہارے دیوتا میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، میرا رب ہر چیز کو جانتا ہے کیا تم لوگ میری نصیحت کو نہیں مانو گے؟''

اس واقعہ کو مختصر مگر بہت جامع الفاظ میں قرآن مجید نے یوں بیان فرمایا ہے:

''پھر جب ان پر رات کا اندھیرا آیا اور ایک تارا دیکھا بولے اسے میرا رب ٹھہراتے ہو پھر جب وہ ڈوب گیا بولے مجھے خوش نہیں آتے ڈوبنے والے پھر جب چاند چمکتا دیکھا بولے اسے میرا رب کہتے ہو پھر جب وہ ڈوب گیا تو کہا اگر مجھے میرا رب ہدایت نہ کرتا تو میں بھی انہی گمراہوں میں ہوتا پھر جب سورج جگمگاتا دیکھا تو بولے اسے میرا رب کہتے ہو یہ تو ان سب سے بڑا ہے پھر جب وہ ڈوب گیا تو کہا اے میری قوم میں بیزار ہوں ان چیزوں سے جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان

اور زمین بنائے ایک اسی کا ہو کر اور میں مشرکوں میں سے نہیں۔''

(سورۃ الانعام: 76 تا 79)

حضرت ابراہیم علیہ السلام توحید کی جس دعوت کو لے کر اٹھے تھے، اس کا اثر صرف اتنا ہی نہ تھا کہ ان کے باپ دادا کے مسلک پر آنچ آتی تھی بلکہ شاہی خاندان کی الوہیت اور حاکمیت پجاریوں اور اونچے طبقوں کی معاشرتی اور سیاسی حیثیت اور پورے ملک کی اجتماعی زندگی اس کی زد میں آتی تھی۔ ان کی دعوت کو قبول کرنے کے یہ معنی تھے کہ نیچے سے اوپر تک سارے معاشرہ کی عمارت کو ادھیڑ دیا جائے، اور اسے از سرِ نو توحید الٰہی کی بنیاد پر تعمیر کیا جائے۔ اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آواز کا بلند ہونا تھا کہ عوام، خواص پجاری اور ایک عام آدمی سے لے کر نمرود جیسے مصنوعی خدا تک سب کے سب بیک وقت اس آواز کو دبانے کے لیے کھڑے ہو گئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بت پرستی کے معاملہ میں پہلے تو اپنی قوم سے مناظرہ کر کے حق کو ظاہر کر دیا مگر لوگوں نے حق کو قبول نہیں کیا۔

انہوں نے کہا:

''کل ہماری عید کا دن ہے اور ہمارا ایک بہت بڑا میلہ لگے گا وہاں آپ چل کر دیکھیں کہ ہمارے دین میں کیا لطف اور کیسی بہار ہے۔''

اس قوم کا یہ دستور تھا کہ سالانہ ان لوگوں کا ایک میلہ لگتا تھا۔ لوگ ایک جنگل میں جمع ہوتے اور دن بھر لہو ولعب میں مشغول رہ کر شام کو بت خانہ میں جا کر بتوں کی پوجا کرتے، اور بتوں کے چڑھاوے مٹھائیوں اور کھانوں کو تبرک کے طور پر کھاتے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیماری کا بہانہ بنایا اور ان کے ساتھ نہ گئے۔

پورا شہر خالی ہو چکا تھا مرد و زن، بوڑھے بچے سب عید منانے شہر سے باہر جا چکے تھے بت خانہ بھی ویران و سنسان پڑا ہوا تھا، یہاں بھی کوئی پجاری کوئی پروہت موجود نہ تھا تمام لوگ شہر سے باہر رنگ رلیوں میں مصروف تھے، اب ابراہیم علیہ السلام تھے اور یہ شہر اور بت خانہ تھا۔

اب حضرت ابراہیم علیہ السلام بتوں کی طرف گئے، اور بڑے مندر میں داخل ہو گئے کیا دیکھتے ہیں کہ پورا مندر مورتیوں سے بھرا پڑا ہے، ہر طرف بت ہی بت ہیں ان کے سامنے ڈھیروں کھانا پڑا ہے۔ آپ نے نفرت اور حقارت کے لہجے میں پوچھا:

''کیا یہ کھانے نہیں کھاؤ گے۔''

لیکن جواب میں صرف خاموشی تھی ایک لفظ بھی بتوں کی زبان سے ادا نہ ہو سکا۔

اب آپ نے ایک کلہاڑا لیا اور ٹوٹ پڑے ان بتوں پر، انہیں ریزہ ریزہ کرنے لگے اس وقت تک کلہاڑا چلاتے رہے جب تک سب بت ٹوٹ نہ چکے لیکن بڑا بت ابھی تک سلامت تھا آپ نے اسے نہ توڑا اور کلہاڑی اس کے کندھے پر رکھ کر خود بت خانہ سے باہر آ گئے۔

قوم کے لوگ جب میلہ سے واپس آ کر بتوں کی عبادت کرنے کے لیے بت خانہ میں آئے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ان کے پتھر کے سب بے جان بے وقعت خدا ٹوٹے پھوٹے بکھرے پڑے ہیں۔ وہ سب بوکھلا گئے اور شور مچا کر کہنے لگے:

''ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام کس نے کیا بے شک وہ ظالم ہے۔''

(سورۃ الانبیاء: 59)

جب انہیں پتہ چلا کہ ان کے خداؤں یہ حال کس نے کیا ہے اور ان کے معبودوں کو کس نے توڑا ہے تو پوری قوم غیض و غضب اور غصہ سے بھڑک اٹھی اور مطالبہ کرنے لگی:

''اس شخص کو اتنی ہی بڑی سزا دی جائے جتنے بڑے جرم کا اس نے ارتکاب کیا ہے، ایسے بت شکن پر سرِعام مقدمہ چلایا جائے اور پوچھا جائے کہ اس نے یہ جسارت کیوں کی ہے تاکہ جرم ثابت ہونے کی صورت میں اس سے قصاص لیا جا سکے۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی تو یہی چاہتے تھے کہ پوری قوم کہیں ایک جگہ اکٹھی ہوتا کہ وہ ان تمام کے غلط عقیدے پر دلیل قائم کر سکیں، اور ان کی بت شکنی کے باطل ہونے کی شہادت دے سکیں۔

لوگ جوق در جوق ایک میدان میں اکٹھے ہونے لگے، اور یہ اجتماع لمحہ بہ لمحہ بڑھتا چلا گیا۔ ہر شخص حضرت ابراہیم علیہ السلام سے قصاص لینے پر تلا ہوا تھا ہر شخص کی دلی تمنا یہی تھی کہ اس بت شکن کو سخت سے سخت سزا دی جائے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پکڑ کر اس مجمع عام میں لا کر کھڑا کر دیا گیا، اور لوگوں کے سامنے ان پر جرح شروع کر دی گئی۔ یہ سب ابراہیم علیہ السلام کے دشمن تھے ان سب کے دلوں میں نفرت اور عداوتوں کے شعلے بھڑک رہے تھے آپ علیہ السلام سے سوال کیا گیا۔

"اے ابراہیم! ہمارے بتوں کے حضور یہ جسارت آپ نے کی ہے؟"

اسی وقت کا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو انتظار تھا اسی منزل تک تو آپ پہنچنا چاہتے تھے۔

آپ نے ایک دوسرے رنگ میں بات کرنے کی ٹھان لی انہیں گھیر کر ایک ایسے نقطے پر لے آئے جس پر حجت تمام ہو سکتی تھی اور امید کی جا سکتی تھی کہ وہ اس مقام سے نہیں بھاگ سکیں گے، اور ضرور راہ راست کو پلٹ آئیں گے۔ آپ نے فرمایا:

"بلکہ ان کے اس بڑے نے یہ حرکت کی ہوگی سو ان سے پوچھو اگر یہ گفتگو کی سکت رکھتے ہوں۔" (سورۃ الانبیاء: 63)

کیا غضب کی دلیل تھی۔ اس دلیل نے انہیں چونکا دیا اور غفلت و بے خبری کی نیند سے انہیں جگا کر ان کی آنکھیں کھول دیں۔ وہ ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے اور بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا:

"ہم بھی کتنے ظالم ہیں کہ ان خداؤں کو اکیلا چھوڑ کر چلے گئے، نہ کوئی پہرے دار تھا اور نہ کوئی رکھوالا۔"

پھر حیران و ششدر ساکت و صامت اپنے سروں کو جھکائے غور کرنے لگے، اور جامد ذہنی قوتوں کو کام میں لا کر سوچ و بچار کرنے لگے پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہنے لگے:

اے ابراہیمؑ! تو اچھی طرح جانتا ہے کہ یہ بت کسی سوال کا جواب نہیں دے سکتے۔ ان سے جواب کی توقع عبث ہے تو پھر کیوں تم ہمیں ان سے پوچھنے کا کہتے ہو؟ اور ان کی گواہی کی بات کرتے ہو؟"

گویا انہوں نے اس حقیقت کا اقرار کر لیا کہ یہ بت ان کے سوال اور دعا کو نہیں سن سکتے اور انہوں نے اس بات کا اعتراف کر لیا کہ ان میں یہ طاقت نہیں کہ انہیں اردگرد کے حالات کا یا ان پر جو واقع ہو اس کا انہیں شعور ہو۔

یہ سن کر حضرت ابراہیمؑ نے جلال میں تڑپ کر فرمایا:

"کیا تم عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان (بے بس بتوں) کی جو نہ تمہیں کچھ فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ تمہیں ضرر پہنچا سکتے ہیں۔ تف ہے تم پر نیز ان بتوں پر جن کو تم پوجتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا۔" (سورۃ الانبیاء 66، 67)

ان بدبختوں کی آنکھوں پر پردے تھے۔ اس لیے وہ کھلی حقیقتوں کو بھی نہیں دیکھ سکتے

تھے ان کے دلوں پر قفل لگے ہوئے تھے وہ سمجھنے سے قاصر تھے وہ چیخ اٹھے۔"

"جلا ڈالو اس کو اور مدد کرو اپنے خداؤں کی اگر تم کچھ کرنا چاہتے ہو۔"

(سورۃ الانبیاء: 67)

مشرکین نے مل کر یہ فیصلہ کیا کہ اس جرم کی پاداش میں ابراہیمؑ کو آگ میں جلا دیا جائے، ابراہیم علیہ السلام کا گناہ تھا تو صرف اتنا تھا کہ وہ کہتے تھے۔

"میرا رب اللہ ہے۔"

ان کا جرم تھا تو یہ کہ وہ ان کے بتوں کے خلاف تھے۔ ان بے جان مورتیوں کی پرستش سے انکار کرتے تھے، اعلان توحید نے اور خدا کی یکتائی کی دعوت نے بت پرستوں کو بے قرار کر دیا اور سرکشوں کی زندگی کی خوشیوں کو مکدر کر کے رکھ دیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام انہیں بتوں کی غلام اور بندگی سے نجات دلانا چاہتے تھے اور ان پر بت پرستی کی قباحتوں کو واضح کرنا چاہتے تھے۔

ان کے دلوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلانے کی خواہش جوش مار رہی تھی لیکن مسئلہ یہ تھا کہ انہیں جلائیں تو جلائیں کیسے۔ یہ بت شکن ہے توحید کی باتیں کرتا ہے اسے دہکتی آگ کے شعلوں کی نذر کیا جائے تاکہ ان کے دلوں کو سکون اور آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہو صرف ایک چنگاری سے پورا شہر جل سکتا ہے۔ اس کے ہزاروں باسی خاکستر ہو سکتے ہیں لیکن انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے شعلہ زن آگ چاہئے ایندھن اکٹھا کیا جانے لگا آج حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلانے کے لیے لکڑیاں لانا سب سے بڑی نیکی تھی۔ بتوں کی قربت کا سب سے بڑا ذریعہ تھا۔

ایک مدت تک ایندھن جمع ہوتا رہا، یہاں تک کہ لکڑیوں کا ڈھیر لگ گیا، اور اب مزید لکڑیاں رکھنے کی جگہ نہ رہی۔ ایک باڑ بنائی گئی اور اس کو آگ لگا دی گئی آگ بھڑک اٹھی۔

تھوڑی دیر میں آگ پھیل گئی اور شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے۔ انگار دہکنے لگے گرمی کی حدت دور دور تک محسوس ہونے لگی، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حقارت اور ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہوئے آگ کے حوالے کر دیا کافروں کے چہرے کھل اٹھے کہ بت شکن شعلوں کی نذر رہوا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام بھڑکتے شعلوں کے درمیان پہنچ گئے دھوئیں نے انہیں لوگوں کی

نظروں سے چھپا لیا تھا شعلے بلند سے بلند تر ہو رہے تھے لیکن آگ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

جس رسی سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ پاؤں باندھے تھے وہ جل چکی تھی۔ ان کے ہاتھ پاؤں کھل گئے اور وہ بالکل آزاد تھے اللہ تعالیٰ نے آگ سے اس کی حدت چھین لی تھی اور اس کی تپش کو اٹھا لیا تھا، اور اس کے شعلوں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بچا لیا تھا یہ آگ آگ نہیں رہی تھی بلکہ ٹھنڈک اور سلامتی کا گہوارہ بن چکی تھی۔

جب آگ کی روشنی ماند پڑ گئی دھواں چھٹ گیا اور حدت ختم ہو گئی، تو تماشائی کیا دیکھتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام زندہ سلامت ہیں۔ ان کے ہاتھ پاؤں کی رسیاں جل چکی ہیں اور وہ بالکل آزاد ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ حالت دیکھ کر لوگ متعجب ہو گئے، اور ان کی نجات پر انگشت بدنداں ہو کر رہ گئے۔ غصے اور نفرت سے منہ پھیر لیا اور ندامت و شرمندگی سے منہ چھپانے لگے۔

لوگ یہ عظیم معجزہ دیکھ کر سکتے میں آ گئے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

''ہم نے فرمایا کہ اے آگ تو ٹھنڈی اور سلامتی بن جا ابراہیم پر''

(سورۂ الانبیاء: 69)

جس نور کی چمک سے اہل ''ار'' کی آنکھیں خیرہ ہو کر رہ گئی تھیں۔ اس نور کی ایک شعاع نمرود تک بھی پہنچ گئی اور اس سیل بلاخیز کی ایک موج اس کے محل میں بھی داخل ہو گئی ابراہیم علیہ السلام اور ان کے معجزہ کی خبر اڑتی اڑتی اس تک پہنچی تو وہ یہ خبر سن کر آتش زیر پا ہو گیا۔

''کیا وہ اہل ار کے خداؤں میں سے نہیں تھا پھر کیوں ابراہیم علیہ السلام ان کے معبودوں پر تنقید کی جرأت کر رہا تھا کیوں وہ ان کی عبادت گاہوں کو برا بتا رہا تھا؟''

اس نے حکم دیا کہ فوراً ابراہیم علیہ السلام کو حاضر کیا جائے حضرت ابراہیم علیہ السلام بغیر کسی خوف کے تشریف لے گئے۔ نمرود نے تیز نظروں سے آپ کو دیکھا اور پوچھا:

''یہ تم نے کیا فتنہ کھڑا کر دیا ہے اور یہ کیسی آگ لگا دی ہے؟ تو کس خدا کی طرف بلاتا ہے کیا میرے علاوہ بھی تیری نظروں میں کوئی خدا ہے؟ کوئی ایسا ہے کیا جس کی عبادت کی

جا سکے۔! مجھ سے بڑا کون ہے؟ کون مجھ سے زیادہ قدرت کا حامل ہے؟ کیا تو دیکھ نہیں رہا کہ میں ہی تمام امور میں تصرف کرتا ہوں، سارے فیصلے میری تدبیر سے انجام پاتے ہیں حل وعقد کا سارا اختیار میرے ہاتھ میں ہے یہاں میرا حکم نافذ ہوتا ہے، اور میرے فیصلے کے خلاف کسی کو دم مارنے کی اجازت نہیں میں ہی لوگوں کا ملجا و ماویٰ ہوں روئے زمین پر کوئی میری مخالفت نہیں کر سکتا کون میرے حکم سے سرتابی کی جرات کر سکتا ہے؟ آخر تجھے کیا ہوا، تو کیوں پوری دنیا کی مخالفت پر تل گیا ہے؟ ذرا بتا تو کون ہے وہ الہٰ جس کی عبادت کی تو بات کرتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اطمینان سے جواب دیا:

''میرا رب وہ ہے جو زندگی دیتا ہے اور روح چھین لیتا ہے، میرا رب وہ ہے جس کے بغیر نہ کوئی زندگی دے سکتا ہے اور نہ موت، وہی مخلوق کو پیدا کرتا ہے اور عدم کی نیند سلاتا ہے یہ کائنات رنگ و بو اسی کی صفت گری ہے، اور ایک دن اسی کے کلمہ کن سے یہ نظام درہم برہم ہو جائے گا۔''

یہ جواب سن کر نمرود ساکت و صامت ہو کر رہ گیا گویا اس دلیل قاطع نے اس سے قوت گویائی سلب کر لی، لیکن نمرود کو اس کی عزت و توقیر نے گناہ پر مائل کر دیا۔ وہ بڑائی میں آ گیا کہنے لگا۔

''میں ایک شخص کو معاف کر کے اسے زندگی دے سکتا ہوں، اور اسے پھانسی کا حکم ہو جانے کے باوجود زندگی سے ہمکنار کر سکتا ہوں، جس بدنصیب پر زندگی کے دروازے بند ہو چکے ہوتے ہیں میرے حکم سے وہ سانسیں لینے لگتا ہے اسی طرح میں جسے چاہتا ہوں حکم دے کر قتل کرا سکتا ہوں میرے اشارے پر اس کی روح اس کے جسم سے الگ کر دی جاتی ہے۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیتے ہوئے فرمایا:

''سورج اللہ کے حکم کا پابند ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے ایک نظام مقرر کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سورج کو مشرق سے طلوع کرتا ہے اگر تو قدرت رکھتا ہے تو سورج کو مغرب سے طلوع کر کے دکھا۔''

یہ کافر مبہوت ہو کر رہ گیا اس پر اپنا کذب و افتراء واضح ہو گیا تھا۔ اس پر یہ حقیقت منکشف ہو چکی تھی کہ علم نبوت کے سامنے وہ جاہل مطلق ہے۔

قرآن کریم نے اسے یوں بیان فرمایا ہے:

''بھلاتم نے اس شخص کونہیں دیکھا جواس (نمرود کے) سبب سے کہ خدا نے اسے سلطنت بخشی تھی ابراہیمؑ سے پروردگار کے بارے میں جھگڑنے لگا جب ابراہیمؑ نے کہا میرا پروردگار تو وہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے اور وہ بولا کہ جلا اور موت تو میں بھی سکتا ہوں۔ ابراہیم نے کہا خدا تو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو اسے ذرا مغرب سے نکال دے۔ یہ سن کر وہ کافر ششدر رہ گیا اور اللہ بے انصافوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔'' (سورۃ البقرہ :258)

پھر جب اس سرزمین میں تبلیغ حق کی ساری کوشش بیکار ثابت ہوئیں اور اشاعت حق کی تمام راہیں مسدود ہوگئیں تو آپ نے ہجرت کا ارادہ فرمایا اور آپ نے فلسطین کا رخ کیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں رہے اور ان کی اولاد بھی وہاں پیدا ہوئی۔ وقت گزرتا رہا پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی:

''اے ابراہیمؑ تم نمرود کے پاس جاؤ اور اس کو تمام لشکر سمیت میری طرف بلانے کی دعوت دو۔''

حکم الٰہی کے مطابق سرزمین بابل میں جاکر نمرود لعین سے کہا۔

''اے نمرود کہہ لا الٰہ الا اللہ ابراہیم رسول اللہ''

نمرود نے کہا:

''اے ابراہیم (علیہ السلام)! تیرے خدا سے مجھے کوئی غرض نہیں، اور تو یہ بھی دیکھنا کہ آسمان کی مملکت بھی میں تیرے خدا سے چھین لوں گا۔''

''اس کے جواب میں حضرت ابراہیمؑ نے کہا

''اے ملعون! تو آسمان پر کس طرح جائے گا''

نمرود نے غرور وتکبر سے جواب دیا

''میں آسمان پر جانے کی کوئی تدبیر اختیار کرتا ہوں۔''

پھر اس ملعون نے اپنے درباریوں کو حکم دیا کہ ایک اونچا مینار تعمیر کیا جائے۔

نمرود کے حسب حکم مینار تعمیر کیا جانے لگا۔ جب مینار تعمیر ہوگیا تو یہ غرور وتکبر کا پتلا ایک تیر وکمان لے کر مینار پر چڑھ آیا۔ اب اس نے کمان میں تیر چڑھایا اور آسمان کی طرف تیر کو

چھوڑ دیا۔

اب حکم الٰہی ہوا:

''اے جبرائیل! نمرود کے تیر کو لے کر مچھلی کی پشت پر لگا کر نمرود کی طرف لوٹا دو تا کہ کوئی دشمن بھی میری درگاہ سے محروم نہ جائے۔''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حکم خداوندی کے مطابق اس تیر کو مچھلی کے پاس لے کر آئے

مچھلی نے کہا:

''اے جبرائیل (علیہ السلام) اس کا کیا کرو گے۔''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

''اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا ہے کہ اس تیر کو تیری پیٹھ کے خون سے آلودہ کر کے نمرود کی طرف لوٹا دوں۔''

یہ سن کر مچھلی نے درگاہ الٰہی سے التماس کی:

''یا الٰہی! تو اس بے گناہ کو دشمن کے تیر سے مارتا ہے۔''

تب ندا آئی:

''اے مچھلی! اس بار جو رنج تم کو ہو رہا ہے دوسری بار تجھ کو ہرگز نہ ہوگا اور نہ تجھے کوئی تکلیف ہوگی۔''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نمرود کے تیر پر مچھلی کا خون لگا کر اس ملعون کی طرف پھینک دیا، جب نمرود نے اپنے تیر کو خون آلود دیکھا تو بہت خوش ہوا اور کہنے لگا:

''میرا جو مقصد تھا وہ پورا ہوگیا: ابراہیمؑ کے خدا کو میں نے مار ڈالا ہے۔''

نمرود مینار سے نیچے اتر آیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا:

''اے ابراہیمؑ! میں نے تیرے خدا کو مار ڈالا ہے یہ دیکھ میرے تیر پر خون لگا ہوا ہے یہ اسی کا نشان ہے اب تیرے خدا سے میں نے ملک آسمان چھین لیا ہے۔''

حضرت ابراہیمؑ نے کہا:

''اے لعین! میرے خدا کو کوئی نہیں مار سکتا وہ نہ کبھی مرنے والا ہے اور وہ سب پر قادر ہے وہ قہار ہے اور سب مقہور اور وہ رازق ہے سب مرزوق اور وہ خالق ہے سب مخلوق۔''

اس پر نمرود لعین نے کہا:

''اے ابراہیمؑ! بتا تیرے خدا کا لشکر کتنا ہوگا، میں تیرے خدا کو تو آسمان پر مار چکا ہوں، اب چاہتا ہوں کہ اس کے لشکر کو بھی مار ڈالوں۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا:

''میرے خدا کے لشکر کی کوئی خبر نہیں جانتا سوائے اس کے جیسا کہ ارشاد فرمایا: اور کوئی نہیں جانتا تیرے رب کا لشکر مگر وہی۔''

اب نمرود لعین نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا:

''میں اپنا لشکر جمع کرتا ہوں تو بھی اپنے خدا کا لشکر جمع کرتا کہ میرے ساتھ مقابلہ کر سکے۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا''

''اے مردود تو اپنا لشکر جمع کر میرا رب کن فیکون میں جمع کر دے گا۔''

اب اس لعین نمرود نے مشرق اور مغرب، روم اور ترکستان اور ہند سے تمام لشکر بلوا کر جمع کر لیا اور نو سو کوس تک اس کے لشکر کی چھاؤنی پڑی تھی، اور وہ لعین تقریباً ساٹھ برس تک اسی خیال باطل اور بے ہودہ فکر میں پڑا رہا، تمام لشکر سرزمین بابل میں لا کر جمع کرتا رہا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا:

''اے نمرود! تم خدا سے شرم کرو جو تمام مخلوقات کا رازق اور خالق ہے، تو اس خدا سے ڈرو اور اسے اپنا خالق جان لے کہ اس نے تجھے دنیا میں سلطنت دی اور آخرت میں بھی دینے والا ہے۔''

اس پر اس لعین نے کہا''

''مجھے تیرے خدا سے کوئی غرض نہیں۔''

اب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی:

''اے بار الہا! یہ ملعون نافرمان تیرے ساتھ مقابلہ کرنا چاہتا ہے تو اسے ہلاک کر۔''

حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہا:

''اے ابراہیم علیہ السلام! تیری دعا قبول ہوئی۔''

نمرود نے ساٹھ لاکھ سوار زرہ پوش تیار کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا:'

''خدا کو اگر طاقت ہے تو کہہ دے کہ دنیا کی بادشاہت ہم سے چھین لے مگر پہلے میری فوج سے آ کر لڑے۔''

اب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا

''حکم آیا تو کیا مانگتا ہے۔''

حضرت ابراہیمؑ نے عرض کیا:

''اے رب العالمین! تیری مخلوقات میں مچھر ادنیٰ، ضعیف اور ہر جانور کی خوراک ہے میں اسے مانگتا ہوں۔''

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ مچھروں کو چھوڑ دیں۔ اسی وقت فرشتوں پر فرمانِ الٰہی ہوا:

''تم کوہ قاف میں جا کر مچھروں کے سوراخوں میں سے ایک سوراخ کھول دو۔''

فرشتوں نے عرض کی:

''یاالٰہی کتنے مچھر چھوڑیں۔''

اللہ نے حکم دیا:

''صرف ساٹھ لاکھ مچھر چھوڑ دو تا کہ ہر ایک سوار کے مقابل لشکر نمرود کے ایک ایک ہو جائے تو نمرود اپنی قوت و شجاعت کو دیکھے۔''

فرشتوں نے حکم الٰہی سے ایک سوراخ کھول دیا تب مچھر ابر کی مانند زمین بابل میں جہاں نمرود کی لشکر گاہ تھی جا پہنچے۔

حکم الٰہی ہوا:

''اے مچھرو! تمہاری خوراک نمرود کے لشکر میں ہے تم سب ان کو کھاؤ۔''

اب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود لعین سے کہا:

''اے نمرود! دیکھ میرے خدا کی فوج آ پہنچی ہے۔''

جب نمرود نے دیکھا کہ مانند ابر سیاہ کے ہوا پر کچھ چلا آ رہا ہے تو اس لعین نے اپنے سپاہیوں سے کہا:

''ہوشیار ہو کر علم کھڑا کر دو اور لڑائی کا نقارہ بجا دو۔''

سپاہیوں نے ویسا ہی کیا، کہتے ہیں کہ شور و غل سے نمرود کے لشکروں کی زمین میں زلزلہ آ گیا۔ آناً فاناً فوج الٰہی آ پہنچی۔

نمرود کی فوج کا شور و غل مچھروں کی آوازوں میں دب کر رہ گیا یہ دیکھ کر لعین نمرود کا جوش و خروش ماند پڑ گیا۔

اب ہر سوار کے سر پر ایک ایک مچھر بیٹھ گیا، اور مچھر اپنے ڈنگ ان کے سروں میں چبھو چبھو کر مغز اور گوشت اور رگ و آنت اور خون سب کا سب کھا گئے دیکھتے ہی دیکھتے اس لعین کا سارا لشکر مچھروں کا لقمہ بن کر رہ گیا۔ اس کے لشکر کا ایک آدمی بھی باقی نہ بچا، باغیوں کا یہ لشکر آناً فاناً اس جہاں سے مٹ کر رہ گیا۔

اب صرف نمرود لعین ہی زندہ بچا تھا، وہ لشکر گاہ سے بھاگا ایک مچھر اڑتا ہوا اس کے ناک میں جا گھسا اور دماغ میں جا کر اس کا مغز کھانے لگا جب مچھر اس کا دماغ چاٹتا تو اسے شدید تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا۔ جب تکلیف حد سے زیادہ بڑھ گئی تو اس نے حکم دیا کہ اس کے سر پر جوتے لگائے جائیں۔ جب اس کے سر پر جوتے پڑتے تو مچھر کچھ دیر کے لیے دم سادھ لیتا جب جوتے لگنا بند ہو جاتے تو مچھر دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو جاتا۔

جب اس واقعہ کو چالیس روز گزر چکے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی:

”اے ابراہیم علیہ السلام تم نمرود ملعون کے پاس جاؤ اور اسے میری طرف بلاؤ اسے سیدھی راہ دکھاؤ۔“

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کے حکم سے نمرود کے پاس جا کر کہا:

”اے نمرود کہہ دو لا الٰہ الا اللہ ابراہیم رسول اللہ“

اس لعین نے کہا:

”وہ اور تو کون ہے کہ میں اس کی وحدانیت کی گواہی دوں اور تیری رسالت پر ایمان لاؤں۔“

اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہنے لگے:

”اے ابراہیم! یہ مردود ہرگز ایمان نہیں لائے گا، اور قیامت تک اس شدید عذاب میں مبتلا رہے گا۔“

نمرود نے اپنے سر پر جوتے لگانے کے لیے ایک نوکر مقرر کر رکھا تھا۔ جو شب و روز اس

کو جوتے لگاتا اور یوں اسے کچھ آرام آتا اسی طرح نمرود کو جوتے کھاتے کھاتے جب چالیس روز گزر گئے تو وہ ملازم جو اس کے سر پر جوتے لگانے کے لیے مقرر تھا۔ اس فرض سے تنگ آ چکا تھا اس نے غصے میں آ کر ایک روز اس زور سے اسے جوتا لگایا کہ اس لعین کا سر دو ٹکڑے ہو گیا، اس کے سر کا سارا بھیجا باہر نکل پڑا، اور اسی حالت میں اس کی جان نکل گئی اور یوں وہ لعین جہنم واصل ہوا۔

نمرود اور اس کا پورا لشکر اور ان کی تمام رعایا اللہ کے باغی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے نمرود جیسے جابر بادشاہ کی موت کو لوگوں کے لیے عبرت بنا دیا۔

نمرود جو خود خدا بن بیٹھا تھا۔ جو لوگوں سے زبردستی اپنی پرستش کرواتا تھا۔ اس نے اللہ تعالیٰ سے سرکشی کی انتہائی کر دی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھنکوایا بلکہ اس نے ایک تیر کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے جنگ کرنے کے لیے تیر آسمان کی طرف چھوڑا اللہ تعالیٰ نے اسے پھر بھی مہلت دی مگر یہ باغی یہ سرکش تمام حدود کو پھلانگتا جا رہا تھا۔ اب وقت آ گیا تھا کہ اس باغی و سرکش کو سزا دی جاتی۔ ایسی سزا جو لوگوں کے لیے باعث عبرت ہو اور یوں اس ملعون کی موت ایک مچھر کے باعث ہوئی۔

۞

حضرت لوط علیہ السلام

شہر سدوم کی تباہی

''اور (ہم نے) لوطؑ کو پیغمبر بنا کر) بھیجا۔'' (سورۃ الاعراف: 80)

الٹ پلٹ جانے والا شہر سدوم، یہ حضرت لوط علیہ السلام کا شہر تھا، جو ملک شام میں صوبہ حمص کا ایک مشہور شہر تھا۔ حضرت لوط علیہ السلام بن ہاران بن تارخ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ یہ لوگ عراق کے شہر بابل کے باشندے تھے پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں سے ہجرت کر کے فلسطین تشریف لے گئے اور حضرت لوط علیہ السلام شہر اردن میں مقیم ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت عطاء فرما کر اہل سدوم کی ہدایت کے لیے بھیج دیا۔

شہر سدوم کی بستیاں بہت آباد اور نہایت سرسبز و شاداب تھیں، اور وہاں طرح طرح کے اناج اور قسم قسم کے پھل اور میوے بکثرت پیدا ہوتے تھے۔ شہر کی خوشحالی کی وجہ سے اکثر جا بجا کے لوگ مہمان بن کر ان آبادیوں میں آیا کرتے تھے، اور شہر کے لوگوں کو ان مہمانوں کی مہمان نوازی کا بار اٹھانا پڑتا تھا۔ اس لیے اس شہر کے لوگ مہمانوں کی آمد سے بہت ہی کبیدہ خاطر اور تنگ ہو چکے تھے، مگر مہمانوں کو روکنے اور بھگانے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔

اس ماحول میں ابلیس لعین ایک بوڑھے شخص کی صورت میں نمودار ہوا، اور ان لوگوں سے کہنے لگا:

''اگر تم لوگ مہمانوں کی آمد سے نجات چاہتے ہو تو اس کی یہ تدبیر ہے کہ جب بھی کوئی مہمان تمہاری بستی میں آئے تو تم لوگ زبردستی اس کے ساتھ بدفعلی کرو۔''

چنانچہ سب سے پہلے ابلیس خود ایک خوبصورت لڑکے کی شکل میں مہمان بن کر اس بستی میں داخل ہوا، اور ان لوگوں سے خوب بدفعلی کرائی اس طرح یہ فعل بد ان لوگوں نے شیطان سے سیکھا۔ پھر رفتہ رفتہ اس برے کام کے یہ لوگ اس قدر عادی بن گئے کہ عورتوں کو چھوڑ کر

مردوں سے اپنی شہوت پوری کرنے لگے۔

چنانچہ حضرت لوط علیہ السلام نے ان لوگوں کو اس فعل بد سے منع کرتے ہوئے اس طرح وعظ فرمایا:

''کیا وہ بے حیائی کرتے ہو جو تم سے پہلے جہان میں کسی نے نہ کی تم تو مردوں کے پاس شہوت سے جاتے ہو خواتین چھوڑ کر بلکہ تم لوگ حد سے گزر گئے۔'' (سورۃ الاعراف: 80، 81)

حضرت لوط علیہ السلام کے اس اصلاحی اور مصلحانہ وعظ کو سن کر ان کی قوم نے نہایت بے باکی اور انتہائی بے حیائی کے ساتھ کیا کہا۔ قرآن کی زبان سے سنیئے۔

''اور اس کی قوم کا کچھ جواب نہ تھا مگر یہی کہنا کہ ان کو اپنی بستی سے نکال دو یہ لوگ تو پاکیزگی چاہتے ہیں۔'' (سورۃ الاعراف: رکوع 1)

جب قوم لوط (علیہ السلام) کی سرکشی اور بدفعلی قابل ہدایت نہ رہی تو اللہ تعالیٰ کا عذاب آ گیا اور پوری قوم ایک عذاب میں مبتلا ہو کر جہنم واصل ہو گئی۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

① سورۃ الاعراف

اس سورۂ مبارکہ میں ارشاد ہوتا ہے

1۔ ''اور (ہم نے) لوطؑ کو پیغمبر بنا کر بھیجا جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کیا تم ایسی بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو جو تم سے پہلے جہان میں کسی نے نہ کی ہو؟ تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس خواہش نفسانی پوری کرنے کے لیے جاتے ہو بلکہ تم لوگ تو حد سے گزر گئے ہو۔''
(سورۃ الاعراف: 80، 81)

2۔ ''اور ان کی قوم کے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا سوائے اس کے کہ وہ (آپس میں) کہنے لگے کہ ان کو بستی سے نکال دو یہ لوگ تو پاکیزگی چاہتے ہیں۔''
(سورۃ الاعراف: 82)

3۔ ''تو ہم نے اسے (لوط کو) اور اس کے گھر والوں کو نجات دی مگر اس کی بیوی وہ پیچھے رہ جانے والوں میں ہوئی اور ہم نے ان پر پتھروں کا مینہ برسایا تو دیکھو کیسا انجام ہوا بدکاروں (مجرموں کا)؟''
(سورۃ الاعراف: 83، 84)

② سورۂ ہود

سورۂ ہود میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

1۔ ''اور جب لوطؑ کے پاس ہمارے فرشتے آئے انہیں (قوم کی بے حیائی کے باعث) ان کا غم ہوا اور ان کے سبب وہ ملول ہوئے اور بولے: آج بڑی سختی کا دن ہے۔'' (سورۂ ہود:77)

2۔ ''اور (جیسے ہی کافروں کو لوطؑ کے پاس حسین ہستیوں کی آمد کی اطلاع ملی) تو کافر قوم دوڑتی ہوئی آئی اور یہ لوگ تو پہلے سے ہی برے فعل میں مبتلا تھے قوم کے لوگوں نے لوطؑ سے کہا ان لڑکوں کو ہمارے حوالے کر دو مگر اللہ کے پیغمبر لوط نے کہا: اے میری قوم! یہ میری اور میری قوم کی بیٹیاں حاضر ہیں ان سے نکاح کر لو یہ تمہارے لیے (جائز اور) ستھری ہیں۔ اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں کے سامنے رسوا نہ کرو کیا تم میں سے ایک آدمی بھی نیک چلن (باقی) نہیں؟'' (سورۂ ہود:78)

3۔ ''وہ بولے: تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری (قوم کی) بیٹیوں سے ہمیں کوئی غرض نہیں اور تم جانتے ہو جو ہماری خواہش ہے۔'' (سورۂ ہود:79)

4۔ ''حضرت لوط بولے اے کاش! میں تمہارے مقابلہ میں زور آور ہوتا یا کسی مضبوط جائے پناہ میں جا بیٹھتا۔'' (سورۂ ہود:80)

5۔ ''(اس پر) فرشتے بولے: اے لوطؑ ہم تمہارے رب کے بھیجے ہوئے ہیں یہ لوگ تم تک نہیں پہنچ سکتے تم اپنے گھر والوں کو لے کر راتوں رات نکل جاؤ اور تم میں کوئی پیٹھ پھیر کر پیچھے نہ دیکھے ہاں تمہاری عورت پیچھے مڑ کر ضرور دیکھے گی۔ اور جو آفت ان پر آنے والی ہے اس پر بھی آئے گی بے شک ان پر عذاب کا وقت صبح کا ہے اور کیا صبح قریب نہیں؟''

(سورۂ ہود: 81)

6۔ ''پھر جب ہمارا حکم آیا: ہم نے اس بستی کے اوپر کو نیچے کر دیا اور اس پر پتھر کے کنکر لگاتار برسائے تہ بہ تہ اور پتھر بھی وہ جو نشان کیے ہوئے

تیرے رب کے پاس ہیں، اور عذاب ظالموں سے دور بھی نہیں۔''

(سورۂ ہود:82-83)

③ سورۂ التحریم

اللہ تعالیٰ اس سورۂ مبارکہ میں فرماتے ہیں:

1۔ ''اللہ کافروں کے لیے مثال دیتا ہے نوحؑ کی عورت اور لوطؑ کی عورت کی وہ ہمارے بندوں میں سے دو سزاوار قرب بندوں کے نکاح میں تھیں پھر انہوں نے ان سے دغا کیا تو وہ اللہ کے سامنے ان کے کچھ کام نہ آئے اور فرما دیا گیا کہ تم دونوں عورتیں جہنم میں جانے والوں کے ساتھ ہو۔''

(سورۂ التحریم: 10)

④ سورۂ العنکبوت

سورۂ العنکوت میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ ''اور لوطؑ نے جب اپنی قوم سے فرمایا تم بے شک بے حیائی کا کام کرتے ہو کہ تم سے پہلے دنیا بھر میں کسی نے نہیں کیا'' (سورۂ العنکبوت:28)

2۔ ''کیا تم مردوں سے بدفعلی کرتے ہو اور راہ مارتے ہو اور اپنی مجلس میں (علی الاعلان) بری بات کرتے ہو؟ تو ان کی قوم کے پاس کوئی جواب نہ تھا سوائے اس کے کہ وہ بولے کہ ہم پر اللہ کا عذاب لاؤ اگر تم سچے ہو۔''

(سورۂ العنکبوت :29)

3۔ ''(چنانچہ لوط نے اللہ سے) عرض کی: اے میرے رب! میری مدد فرما ان فسادی لوگوں کے خلاف۔'' (سورۂ العنکبوت :30)

4۔ ''اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس آئے ان کا آنا ان کو ناگوار گزرا اور ان کے سبب ان کا دل تنگ ہوا تو فرشتوں نے کہا، نہ ڈریئے اور نہ غم کیجیے بے شک ہم آپؑ کو اور آپؑ کے گھر والوں کو بچا لیں گے۔ مگر آپؑ کی بیوی، وہ پیچھے رہ جانے والوں میں ہوگی۔ بے شک ہم اس شہر پر آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں جو بدلہ ہے ان کی نافرمانیوں کا۔'' (سورۂ العنکبوت:33، 34)

5۔ ''اور بے شک ہم نے اس بستی کے کچھ واضح نشان باقی رکھے عقل والوں کی عبرت کے لیے۔'' (سورۃ العنکبوت:35)

⑤ سورۃ القمر

اللہ تعالیٰ سورۃ القمر میں فرماتے ہیں:

1۔ ''لوطؑ کی قوم نے بھی رسولوں کو جھٹلایا بے شک ہم نے ان پر پتھراؤ بھیجا سوائے لوطؑ کے گھر والوں کے۔ ہم نے انہیں رات کے پچھلے پہر بچا لیا اپنے فضل و کرم سے، ہم یونہی صلہ دیتے ہیں اسے جو شکر کرے۔'' (سورۃ القمر:33-35)

2۔ ''اور بے شک اس (لوطؑ) نے انہیں ہماری گرفت سے ڈرایا تو انہوں نے ڈر کے فرمانوں پر شک کیا۔'' (سورۃ القمر36)

3۔ ''پھر انہوں نے اس لوطؑ کے مہمانوں کو حاصل کرنا چاہا، تو ہم نے ان کی آنکھیں بند کر دیں فرمایا: چکھو میرے عذاب اور ڈرانے کا مزہ اور بے شک صبح تڑکے ان پر دائمی عذاب آیا، تو میرے عذاب اور ڈرانے کا مزہ چکھو۔'' (سورۃ القمر:37 تا 39)

⑥ سورۃ الحجر

فرمانِ الٰہی ہوتا ہے:

1۔ ''بولے (فرشتے) ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں مگر لوطؑ کے گھر والے ان سب کو ہم بچا لیں گے۔'' (سورۃ الحجر:58، 59)

2۔ ''مگر اس کی عورت (اس کے لیے) ہم طے کر چکے ہیں کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں ہوگی۔'' (سورۃ الحجر:60)

3۔ ''پھر جب لوطؑ کے گھر فرشتے آئے۔ لوط نے کہا: تم کچھ بیگانے سے لوگ لگتے ہو تو فرشتوں نے کہا: بلکہ ہم تو آپ کے پاس وہ چیز (اللہ کا عذاب) لائے ہیں جس کے بارے میں یہ لوگ شک کرتے تھے اور ہم آپ کے پاس سچا حکم لائے ہیں اور ہم بے شک سچے ہیں۔'' (سورۃ الحجر:61-64)

4۔ ''تو آپ اپنے گھر والوں کو کچھ رات رہے لے کر (بستی سے) باہر چلے جائیے اور آپ ان کے پیچھے چلیے اور آپ میں سے کوئی پیچھے پھر کر نہ دیکھے، اور جہاں کا حکم آپ کو ملا ہے سیدھے وہاں چلے جائیے۔'' (سورۃ الحجر:65)

5۔ ''اور ہم نے لوطؑ کو اپنے فیصلہ سے فرشتوں کے ذریعے مطلع کر دیا کہ جمع ہوتے ہی کافروں کی جڑ کٹ جائے گی۔'' (سورۃ الحجر:66)

6۔ ''اور لوطؑ کے گھر خوش شکل مہمانوں کی آمد کا سن کر شہر والے خوشیاں مناتے ہوئے آئے تو لوطؑ نے کہا: یہ میرے مہمان ہیں مجھے رسوا نہ کرو اور اللہ سے ڈرو اور میری بے آبروئی نہ کرو۔ مگر وہ بولے کیا ہم نے تمہیں دنیا بھر کے لوگوں کی حمایت سے منع نہ کیا تھا۔'' (سورۃ الحجر: 67 تا 70)

7۔ ''لوطؑ نے کہا اگر تم کچھ کرنا چاہتے ہو تو میری بیٹیاں حاضر ہیں (جن سے) شادی کر سکتے ہو۔'' (سورۃ الحجر:71)

8۔ ''اے محبوبؐ آپؐ کی جان کی قسم بے شک وہ بستی میں مدہوش ہو رہے تھے تو دن نکلتے ہی انہیں چنگھاڑ نے آلیا۔ پھر ہم نے اس بستی کا اوپر کا حصہ اس کے نیچے کا حصہ کر دیا اور ان پر کنکر کے پتھر برسائے بے شک اس (واقعہ) میں نشانیاں ہیں فراست والوں کے لیے اور بے شک وہ بستی اس راہ پر ہے جو اب تک چلتی ہے بے شک اس میں نشانیاں ہیں ایمان والوں کے لیے۔'' (سورۃ الحجر:72 تا 77)

⑦ سورۃ الذاریت

اللہ تعالیٰ اس سورۃ مبارکہ میں فرماتے ہیں:

1۔ ''فرشتے بولے: ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں کہ ان پر گارے کے بنائے گئے پتھر برسائیں جو تمہارے رب کے پاس حد سے بڑھنے والوں کے لیے نشان کیے گئے ہیں۔'' (سورۃ الذاریت:32 تا 34)

2۔ ”تو ہم نے اس شہر میں جو ایمان والے تھے وہ نکال لیے تو ہم نے وہاں ایک ہی گھر مسلمان پایا اور ہم نے اس سرزمین میں نشانی باقی رکھی ان کے لیے جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں۔“ (سورۃ الذاریت: 35 تا 37)

⑧ سورۃ النمل

سورۃ النمل میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ ”اور لوطؑ (کا واقعہ یاد کرو) جب اس نے اپنی قوم سے کہا: کیا بے حیائی کا کام کرتے ہو؟ حالانکہ تم دیکھتے ہو (کہ یہ کتنا برا کام ہے) تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں پر للچاتے ہو۔ درحقیقت تم بڑے ہی جاہل لوگ ہو۔“
(سورۃ النمل: 54-55)

2۔ ”تو ان کی قوم کا کچھ جواب نہ تھا مگر یہ کہ بولے: لوطؑ کے گھرانے کو اپنی بستی سے نکال دو۔ یہ لوگ بڑے پارسا بنے پھرتے ہیں۔“
(سورۃ النمل: 56)

3۔ ”تو ہم نے اسے (لوط کو) اور اس کے گھر والوں کو نجات دی مگر اس کی بیوی جس کے متعلق فیصلہ ہو چکا تھا کہ وہ رہ جانے والوں میں سے ہے۔“
(سورۃ النمل: 57)

4۔ ”اور ہم نے ان پر خوفناک مینہ برسایا تو، کیا ہی برا مینہ تھا ان پر جن کو ڈرایا گیا تھا (مگر وہ نہ مانے) آپ فرما دیجئے کہ تمام تعریف اللہ کے لیے ہے اور سلام اس کے چنے ہوئے بندوں پر۔ کیا اللہ بہتر ہے یا ان کے ساختہ جنہیں وہ اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں۔“ (سورۃ النمل: 58، 59)

⑨ سورۃ الصافات

قرآن کریم کی اس سورت میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ ”اور بے شک لوطؑ پیغمبروں میں سے ہے جبکہ ہم نے اسے اور اس کے سب گھر والوں کو نجات بخشی۔“ (سورۃ الصافات: 133، 134)

2۔ ”مگر ایک بڑھیا کہ رہ جانے والوں میں ہوئی۔“ (سورۃ الصافات: 135)

3۔ ”پھر دوسروں کو ہم نے ہلاک کر دیا اور بے شک تم ان کی تباہ شدہ بستیوں پر گزرتے ہو صبح کو اور رات میں تو کیا تمہیں عقل نہیں۔“
(سورۃ الصافات: 136-138)

⑩ سورۃ الشعراء

سورۃ الشعراء میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ ”لوطؑ کی قوم نے عاد و ثمود کی طرح رسولوں کو جھٹلایا جبکہ ان سے ان کے ہم قوم لوطؑ نے فرمایا کیا تم ڈرتے نہیں؟ بے شک میں تمہارے لیے اللہ کا امانت دار رسول ہوں۔“ (سورۃ الشعراء: 160 تا 162)

2۔ ”تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو اور میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔“
(سورۃ الشعراء: 163-164)

3۔ ”کیا تم ایسی (بداطوار) مخلوق ہو کر لڑکوں کی طرف مائل ہوتے ہو؟ اور چھوڑتے ہو اپنی بیویاں جو تمہارے لیے تمہارے رب نے بنائی ہیں بلکہ تم لوگ تو حد سے بڑھنے والے ہو۔“ (سورۃ الشعراء: 165، 166)

4۔ ”وہ بولے: اے لوطؑ اگر تم باز نہ آئے تو ضرور شہر سے نکال دیے جاؤ گے لوطؑ نے فرمایا: میں بھی تمہاری حرکتوں سے بیزار ہوں۔ پھر لوطؑ نے دعا کی اے میرے رب! مجھے اور میرے گھر والوں کو ان کے کاموں (کے وبال) سے بچا لے تو ہم نے اس لوطؑ کو اور اس کے سب گھر والوں کو نجات بخشی سوائے ایک بڑھیا (لوطؑ کی بیوی) (کے جو پیچھے رہ گئی ہلاک ہو گئی۔“ (سورۃ الشعراء: 167 تا 172)

5۔ ”پھر ہم نے دوسروں کو ہلاک کر دیا اور ہم نے ان پر ایک مینہ برسایا تو کیا ہی برا مینہ تھا ڈرائے جانے والوں پر“ (سورۃ الشعراء: 173)

6۔ ”بے شک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں بہت سے ایمان لانے والے نہ تھے اور بے شک آپ کا رب ہی عزت والا مہربان ہے۔“
(سورۃ الشعراء: 174، 175)

(11) سورۃ الانبیاء

اللہ تعالیٰ اس سورۂ مبارکہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

1۔ ''اور ہم نے اسے (ابراہیمؑ کو) اور لوطؑ کو نجات بخشی اس زمین کی طرف جس میں ہم نے جہان والوں کے لیے برکت رکھی تھی۔''

(سورۃ الانبیاء :71)

2۔ ''اور لوطؑ کو ہم نے حکومت نبوت اور علم دیا اور ان کو اس بستی سے نجات بخشی جہاں کے لوگ گندے کام کرتے تھے بے شک وہ برے لوگ اور نافرمان تھے اور ہم نے اسے (لوطؑ کو) اپنی رحمت میں داخل کیا بے شک وہ ہمارے قرب خاص کے سزاواروں میں سے تھے۔''

(سورۃ الانبیاء :74، 75)

حضرت لوط علیہ السلام کا سلسلہ نسب یہ ہے:

لوط علیہ السلام بن ہاران بن تارخ بادان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام اپنی قوم کے تنہا وہ شخص ہیں جو ان پر ایمان لائے، پھر انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ اپنے وطن فدان آرام سے ہجرت کی پہلے شام پھر مصر گئے۔ مصر سے رخصت ہوتے وقت شاہ مصر نے حضرت لوط علیہ السلام کو بہت سا مال و متاع دیا۔

مصر سے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام لوٹ کر ملک شام آئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو اردن کے علاقہ میں تبلیغ اسلام کے لیے روانہ کیا چنانچہ وہ اپنے مال و متاع کے ساتھ سدوم چلے گئے۔

سدوم اردن کی جانب جہاں آج کل بحرمیت یا بحرلوط واقع ہے یہی وہ جگہ ہے جس میں سدوم اور عامورہ کی بستیاں آباد تھیں۔ اس کے قریب بسنے والوں کا یہ اعتقاد تھا کہ پہلے یہ تمام حصہ جو اب سمندر نظر آتا ہے کسی زمانہ میں خشک زمین تھی اور اس پر شہر آباد تھے۔ سدوم اور عامورہ کی آبادیاں اس مقام پر تھیں۔ یہ مقام شروع سے سمندر نہیں تھا بلکہ جب قوم لوط علیہ السلام پر عذاب آیا اور اس سرزمین کا تختہ الٹ دیا گیا، اور سخت زلزلے آئے تب یہ زمین تقریباً چار سو میٹر سمندر سے نیچے چلی گئی اور پانی ابھر آیا اس لیے اس کا نام بحرمیت اور بحرلوط ہے۔

قرآن حکیم میں حضرت لوط علیہ السلام کا واقعہ مختلف مقامات پر بیان کیا گیا ہے۔ اہل سدوم جیسے کہ قرآن کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے نہایت بدکردار تھے، اور بعض شرمناک عادتوں میں گرفتار تھے۔

لوٹ مار اور دھوکہ اور ظلم سے مسافروں کا مال لوٹ لیا کرتے تھے۔ مہمانوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کے بجائے ظلم اور بدتمیزی اور بے حیائی کا سلوک کرتے تھے، پھر اس پر بجائے شرمندہ ہونے کے فخر کا اظہار کرتے تھے اور مجلسوں میں بڑی بے شرمی سے اس کا تذکرہ کرتے سب سے زیادہ افسوسناک بلکہ شرمناک بات یہ تھی کہ مرد لڑکوں کے ساتھ بدفعلی کر کے اپنی شہوت کے جذبہ کو تسکین دیتے تھے، اور اپنی بیویوں کے ساتھ فطری تعلق کو پسند نہ کرتے تھے۔ سورۃ العنکبوت میں ان کی ان بدکاریوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا۔

''کیا تم وہی نہیں ہو کہ مردوں سے بدفعلی کرتے ہو اور رہزنی کرتے ہو اور اپنی مجلسوں میں بدکاریوں کو عمل میں لاتے ہو۔'' (سورہ العنکبوت: 29)

اہل سدوم انتظار میں رہتے کہ کوئی سوداگر اپنا مال لے کر سدوم آئے، جب کوئی بدقسمت آجاتا تو اس کا سامان کسی بہانے سے تھوڑا تھوڑا کر کے لے جاتے، اور اس طرح اس کا سب مال صاف کر دیتے وہ بے چارہ حیران و پریشان، غمگین و محزون رہ جاتا پھر ان میں سے ایک ایک آتا اور لوٹے ہوئے مال میں سے تھوڑا سا دکھا کر کہتا:

''میں تو یہ لے گیا تھا تم غمگین نہ ہو اپنا سامان لے لو۔''

وہ بے چارہ کہتا:

''تم تو بہت کچھ لے گئے تھے میں اتنا سا واپس لے کر کیا کروں گا تم اسے بھی لے جاؤ۔''

وہ بے شرم اسے بھی لے جاتے۔ اس طرح وہ بے چارہ مظلوم سوداگر اپنی قسمت کو روتا ہوا چلا جاتا۔

تاریخ میں ایک واقعہ یہ بھی ملتا ہے۔

''ایک مرتبہ حضرت سارہ زوجہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت لوط علیہ السلام کی خیریت معلوم کرنے اپنے معتمد غلام لعاذر کو سدوم بھیجا جیسے ہی وہ شہر میں داخل ہوا۔ ایک سدومی نے اس کے سر پر پتھر کھینچ مارا، اس بے چارے کا سر لہولہان ہو گیا پھر سدومی نے کہا:

''مجھے پتھر مارنے کی اجرت دے، مجھے اس سے تکلیف ہوئی ہے۔''

لعاذر نے انکار کیا تو وہ اسے سدوم کے قاضی کے پاس لے گیا۔ قاضی نے دونوں طرف کے بیانات سن کر کہا:

''بے شک لعاذر کو سدومی کے پتھر مارنے کی اجرت دینی چاہیے۔''

لعاذر نے یہ ظلم دیکھا تو ایک پتھر قاضی کے سر پر رسید کیا، جس سے اس کا سر زخمی ہو گیا پھر لعاذر نے قاضی سے کہا:

''میں نے تمہیں پتھر مارنے کی جو تکلیف اٹھائی ہے تو اس کی اجرت مجھے دینے کی بجائے اپنے اہل وطن سدومی کو دے دے۔''

حضرت لوط علیہ السلام نے جب سدوم میں آ کر قیام کیا تو دیکھا کہ یہاں کے باشندے فواحش اور مصیبتوں میں اس قدر مبتلا ہیں کہ الامان والحفیظ، دنیا کی کوئی برائی ایسی نہیں تھی جو ان میں موجود نہ ہو، اور کوئی ایسی نہ تھی جو ان میں نہ پائی جاتی ہو، دنیا کی سرکش مستجد اور بداخلاق و بداطوار اقوام کے دوسرے عیوب وفواحش کے علاوہ یہ قوم ایک خبیث عمل کی موجد تھی۔ یعنی اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے وہ عورتوں کے بجائے لڑکوں سے اختلاط رکھتے تھے۔ دنیا کی اقوام میں اس عمل کا اس وقت تک قطعاً کوئی رواج نہ تھا۔ یہی بدبخت قوم ہے جس نے اس ناپاک عمل کی ایجاد کی، اور اس سے بھی زیادہ شرارت، خباثت اور بے حیائی یہ تھی کہ وہ اپنی اس بدکرداری کو عیب نہیں سمجھتے تھے اور علی الاعلان فخر ومباہات کے ساتھ اس کا ذکر کرتے تھے۔

''اور یاد کرو لوط علیہ السلام کا واقعہ جب اس نے اپنی قوم سے کہا کیا تم ایسے فحش کام میں مصروف ہو جس کو دنیا میں تم سے پہلے کسی نے نہیں کیا بلاشبہ تم عورتوں کے بجائے اپنی شہوت. کو سردوں سے پوری کرتے ہو یقیناً تم حد سے گزرنے والے ہو۔'' (سورۃ الاعراف: 80،81)

ان حالات میں حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو ان کی بے حیائیوں اور خباثتوں پر ملامت کی اور شرافت وطہارت کی زندگی کی رغبت دلائی، اور حسن خطابت، لطافت اور نرمی کے ساتھ جو طریقے سمجھانے کے ممکن ہو سکتے تھے ان کو سمجھایا۔

جب قوم ہلاکت کے گڑھے کے کنارے پہنچ گئی۔ گمراہی کو ہدایت کے مقابلے میں

پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جانے لگا لوگ بدکاری کو نیکی پر ترجیح دینے لگے، شیطان نے ان پر اس طرح تسلط حاصل کر لیا کہ جس برائی کی طرف اشارہ کیا چل دیے شہوات کو ان کے دلوں میں اس قدر محبوب اور پسندیدہ بنا دیا کہ زندگی کی ساری تگ و دو کا محور شہوت دانی اور ہوس پرستی ہو کر رہ گئی تو ایسے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کو وحی کی کہ وہ اس قوم کو عبادت خداوندی کی طرف دعوت دیں اور انہیں ارتکاب جرم سے روکیں۔

حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی دعوت کا اعلان کر دیا، اور ان کے درمیان اپنی رسالت کا چرچا شروع کر دیا لیکن ان لوگوں کے کان بوجھل ہو گئے آنکھیں اندھی ہو گئیں، اور دلوں پر پردے پڑ گئے اور وہ اپنی سرمستیوں میں محو رہے فسق وفجور پر ڈٹے رہے اور گناہ سرکشی میں بڑھتے چلے گئے۔ وہ ہدایت کی باتیں سن کر بھی اپنی سرکشی سے باز نہ آئے بلکہ ان کے ہوس پرست نفسوں نے ان کی گمراہ اور فاسد عقلوں نے اور شر وفساد کے عادی ضمیروں نے انہیں مجبور کیا اور اکسایا کہ وہ اللہ کے فرستادہ کو اپنی بستی سے نکال دیں۔

ان بدبختوں نے حضرت لوطؑ اور ان کے ماننے والوں کو دھمکی دی:

''اگر تم اپنی تبلیغ اور نیک نیتی سے باز نہ آئے تو تمہیں شہر بدر کر دیا جائے گا۔ اگرچہ تمہارا کوئی جرم نہیں لیکن یہ جرم کیا کم ہے کہ نیکی کی بات کرتے ہو اور ہمیں برے طریقوں سے دور رہنے کی تلقین کرتے ہو، اور ہمیں نیکی اور صراط مستقیم پر چلنے کی دعوت دیتے ہو، یہ گناہ بھی ہمارے معاشرے میں کوئی چھوٹا گناہ نہیں ہے۔''

''بے شک یہ پاک لوگ ہیں۔''

قوم لوط کا یہ مذاقیہ فقرہ تھا۔ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے خاندان پر طنز کرتے اور ان کا تمسخر اڑاتے تھے کہ بڑے پاکباز ہیں، ان کا ہماری بستی میں کیا کام یا غیظ وغضب میں آ کر کہتے:

''اگر ہم ناپاک اور بے حیاء ہیں اور وہ بڑے پاکباز ہیں تو ان کا ہماری بستی سے کیا واسطہ ان کو یہاں سے نکالو۔''

حضرت لوط علیہ السلام نے ایک مرتبہ پھر بھری محفل میں ان کو نصیحت کی اور فرمایا:

''تم کو اتنا بھی احساس نہیں رہا کہ یہ سمجھ سکو کہ مردوں کے ساتھ بے حیائی کا تعلق، لوٹ مار اور اسی قسم کی بداخلاقیاں بہت برے اعمال ہیں۔ تم یہ سب

کچھ کرتے ہو، اور بھری محفلوں اور مجلسوں میں کرتے ہو اور شرمندہ ہونے کے بجائے بعد میں ان کا ذکر اس طرح سناتے ہو کہ گویا یہ کارنمایاں ہیں جو تم نے انجام دیے ہیں۔''

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

''کیا تم ہی وہ نہیں ہو کہ مردوں سے بدعملی کرتے، لوگوں کی راہ مارتے ہو اور اپنی مجلسوں میں اور اپنے اہل وعیال کے روبرو فواحش کرتے ہو۔''

(سورۃ العنکبوت: 28، 29)

قوم نے اس نصیحت کو سنا تو غم و غصہ سے تلملا اٹھی اور کہنے لگی:

''لوط! بس یہ نصیحتیں اور عبرتیں ختم کر اور اگر ہمارے ان اعمال سے تیرا خدا ناراض ہے تو وہ عذاب لا کر دکھا جس کا ذکر کر کے بار بار ہم کو ڈراتا ہے، اور اگر واقعی تو اپنے قول میں سچا ہے تو ہمارا تیرا فیصلہ ہو جانا ہی اب ضروری ہے۔''

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

''پس اس (لوطؑ) کی قوم کا جواب اس کے سوائے کچھ نہ تھا کہ وہ کہنے لگے تو ہمارے پاس اللہ کا عذاب لے آ اگر تو سچا ہے۔'' (سورۃ العنکبوت: 29)

جب حضرت لوط علیہ السلام نے محسوس کیا کہ یہ لوگ تو میری اطاعت کرنے پر راضی نہیں ہیں تو انہیں اللہ کے عذاب سے ڈرایا، لیکن ان پر اس تحذیر کا کوئی اثر نہ ہوا۔ ان کے نزدیک عذاب کی یہ باتیں کوئی وقعت نہیں رکھتی تھیں۔ آپ نے انہیں سمجھانے کی بھرپور کوشش کی۔ انہیں وعظ و تلقین کرتے رہے۔ اس برائی سے باز رکھنے کے لیے جتن کیے۔ انہیں اس کے برے انجام سے ڈرایا انہیں بتایا کہ میں تمہاری بھلائی چاہتا ہوں، لیکن کسی نے ایک نہ سنی وہ گناہ سے باز نہ آئے بلکہ برائی اور گناہ کی اس پرفریب دنیا میں بہت آگے بڑھ گئے انہوں نے حضرت لوط علیہ السلام کو چیلنج کیا:

''اگر تو سچا ہے تو عذاب لے آ جس برے انجام کے ہم مستحق ہیں، اسے نازل کر دے۔''

حضرت لوط علیہ السلام نے بارہ گاہ الٰہی میں دست سوال دراز کیے:

''خدایا! ان نافرمانوں کے مقابلے میں میری مدد فرما اور ان ستم پیشہ لوگوں پر

عذاب الیم نازل کر انہیں انکار اور عناد کے برے انجام میں مبتلا کر، اور بغاوت اور فسق و فجور کی انہیں دردناک سزا دے۔''

الٰہی! یہ لوگ تو انسانی معاشرہ کے لیے ایک ناسور ہیں اس برائی کے پھیلنے کا خدشہ بڑھ گیا ہے۔ ان کی حیثیت ایک بیمار عضو کی ہے جسے کاٹ دینا ضروری ہوتا ہے۔

الٰہی! تو انہیں نیست و نابود کیوں نہیں کرتا کیا انہوں نے زمین میں فساد برپا نہیں کر رکھا کیا وہ لوگوں کو تیری راہوں سے نہیں روک رہے، کیا انہوں نے بھلائی کی آواز سننے سے کان بند نہیں کر لیے، کیا یہ نیکی کی راہ سے بہت دور نہیں نکل گئے؟''

اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی دعا سن لی اور اس التجا کو قبول فرمالیا۔ ظالموں کی اس بستی میں اپنے فرشتوں کو بھیجا تاکہ وہ ان بدبختوں کو عذاب میں مبتلا کریں اور انہیں اپنے کیے کی سزا دیں۔ ادھر یہ ہو رہا تھا اور دوسری جانب حضرت ابراہیم علیہ السلام جنگل کی سیر کر رہے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ تین اشخاص سامنے کھڑے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نہایت متواضع اور مہمان نواز تھے، اور ہمیشہ ان کا دستر خوان مہمانوں کے لیے وسیع رہتا تھا۔ اس لیے ان تینوں کو دیکھ کر وہ بے حد مسرور ہوئے اور ان کو اپنے گھر لے گئے اور بچھڑا ذبح کر کے تکے بنائے اور بھون کر مہمانوں کے سامنے پیش کیے، لیکن انہوں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا اور کھانے سے انکار کر دیا۔

یہ دیکھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام حیران ہوئے اور ڈر گئے کہ کہیں کوئی دشمن تو نہیں جو حسب دستور کھانے سے انکار کر رہے ہیں اور کچھ خائف ہوئے کہ آخر یہ کون ہیں؟

مہمانوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اضطراب دیکھا تو ان سے ہنس کر کہا:

''آپ گھبرائیے نہیں ہم خدا کے فرشتے ہیں اور قوم لوط علیہ السلام کی تباہی کے لیے بھیجے گئے ہیں۔ اس لیے سدوم جا رہے ہیں۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اطمینان ہو گیا کہ یہ دشمن نہیں ہیں، بلکہ یہ اللہ کی فرشتے ہیں تو اب ان کی رقت قلب، جذبہ ہمدردی اور محبت و شفقت کی فراوانی غالب آئی، انہوں نے قوم لوط کی جانب سے جھگڑنا شروع کر دیا اور فرمانے لگے تم اس قوم کو کیسے برباد کرنے

جا رہے ہو جس میں لوط جیسا خدا کا برگزیدہ نبی موجود ہے، اور وہ میرا برادر زادہ بھی ہے، اور ملتِ حنیف کا پیرو بھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سفارش کی:

''ان کی سزا میں تاخیر کی جائے ہوسکتا ہے وہ اللہ پر ایمان لائیں، اور اپنے گناہوں سے دستکش ہو جائیں۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں یہ آرزو تھی کہ وہ برائی اور بے حیائی سے رک جائیں اور صراطِ مستقیم کو اختیار کرلیں۔

فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تسلی دی اور کہا:

''آپ خاطر جمع رکھیں مگر خدا کا فیصلہ یہ ہے کہ قوم لوط اپنی سرکشی، بدعملی، بے حیائی اور فواحش پر اصرار کی وجہ سے ضرور ہلاک کی جائے گی، اور لوط علیہ السلام اور ان کا خاندان اس عذاب سے محفوظ رہے گا، البتہ لوط علیہ السلام کی بیوی قوم کی حمایت اور ان کی بداعمالیوں اور بدعقیدگیوں میں شرکت کی وجہ سے قوم لوط ہی کے ساتھ عذاب پائے گی۔''

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

''پھر جب ابراہیم سے خوف جاتا رہا اور ان کو ہماری بشارت (ولادت اسحاق کی) پہنچ گئی تو ہم سے قوم لوط کے متعلق جھگڑنے لگا بے شک ابراہیم (علیہ السلام) بردبار، غم خوار، رحیم ہے اے ابراہیمؑ اس معاملہ میں نہ پڑ بلاشبہ تیرے رب کا حکم آچکا ہے اور بلاشبہ ان پر عذاب آنے والا ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتا۔''

(سورۂ ھود: 74 تا 76)

قرآن حکیم میں ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے:

''ابراہیمؑ نے کہا اے خدا کے بھیجے ہوئے فرشتو! تم کس لیے آئے ہو؟ انہوں نے کہا ہم مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں تا کہ ہم ان پر پتھروں کی بارش کریں یہ نشان کردیا گیا ہے تیرے رب کی جانب سے حد سے گزرنے والوں کے لیے۔''

(سورۂ الذاریات: 31 تا 34)

ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

''اور جب ہمارے فرشتے ابراہیمؑ کے پاس بشارت لے کر آئے کہنے لگے بے شک ہم ہلاک کرنے والے ہیں اس (سدوم) قریہ کے بسنے والوں کو بلاشبہ اس کے باشندے ظالم ہیں۔ ابراہیم نے کہا کہ اس بستی میں تو لوطؑ ہے فرشتوں نے کہا ہمیں خوب معلوم ہے جو اس بستی میں آباد ہیں ہم البتہ لوطؑ کو اور ان کے خاندان کو نجات دیں گے مگر اس کی بی بی کو نہیں کہ وہ بھی بستی میں رہ جانے والوں کے ساتھ ہے۔''

(سورۂ العنکبوت:32)

حضرت لوط علیہ السلام کے ابلاغ حق، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا قوم پر مطلق کچھ اثر نہ ہوا، اور وہ اپنی بداخلاقیوں پر اسی طرح قائم رہی حضرت لوط علیہ السلام نے یہاں تک غیرت دلائی۔

''تم اس بات کو سوچتے نہیں ہو کہ دن رات جو اسلام اور صراطِ مستقیم کی دعوت و پیغام کے لیے تمہارے ساتھ حیران و سرگرداں ہوں کیا کبھی میں نے تم سے اس سعی و کوشش کا کوئی ثمرہ طلب کیا۔ کیا کوئی اجرت مانگی کسی نذر و نیاز کا طالب ہوا؟ میرے پیش نظر تو تمہاری دینی و دنیوی سعادت و فلاح کے سوائے اور کچھ بھی نہیں ہے مگر تم ہو کہ مطلق توجہ نہیں کرتے۔''

اس بارے میں قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

''جھٹلایا قوم لوطؑ نے پیغمبروں کو جب کہ کہا ان کے بھائی لوط نے کیا تم نہیں ڈرتے بے شک میں تمہارے لیے پیامبر ہوں امانت والا پس اللہ سے ڈرو اور میری پیروی کرو اور میں تم سے اس نصیحت پر اجرت نہیں مانگتا میرا اجر اللہ رب العالمین کے سوائے کسی کے پاس نہیں۔''

مگر ان کے تاریک دلوں پر اس کا بھی کچھ اثر نہ ہوا اور وہ حضرت لوط علیہ السلام کو بستی سے نکال دینے اور انہیں سنگسار کرنے کی دھمکیاں دیتے رہے۔ جب نوبت یہاں تک پہنچی اور ان کی سیاہ بختی نے انہیں کسی اخلاقی زندگی پر آمادہ نہ ہونے دیا تب ان کو وہی پیش آیا، جو خدا کے بنائے ہوئے قانون جزا کا یقینی اور حتمی فیصلہ ہے، یعنی بدکرداریوں پر اصرار کی سزا بربادی و ہلاکت، غرض اللہ کے فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے روانہ ہو کر سدوم پہنچے، اور حضرت لوط علیہ السلام کے یہاں مہمان ہوئے جب فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے رخصت ہوئے تو

سدوم کی سرزمین کی طرف تشریف لے گئے۔ خوبصورت نوخیز جوانوں کی شکل وصورت اپنا کر شہر میں داخل ہونے کے لیے تیار ہوئے شہر کے دروازے پر انہیں ایک دوشیزہ ملی جو گھر والوں کے لیے پانی لینے آئی تھی نوجوانوں نے اس سے کہا:

''کیا آپ مہمان کی حیثیت سے ہمیں اپنے گھر میں ٹھہرائیں گی۔''

بچی ڈر گئی کہ شہر کے لوگ ان کے درپے آزار ہو جائیں گے، وہ جانتی تھی کہ ایک ناتواں سی دوشیزہ ان کی حمایت نہیں کر پائے گی۔ لڑکی نے سوچا کیوں نہ اپنے گھر والوں کو اس کار خیر کے لیے تیار کرے۔

دوشیزہ نے جوانوں سے مہلت مانگی تاکہ گھر والوں سے مشورہ کرے۔ وہ اپنے باپ کے پاس دوڑی دوڑی آئی اور عرض کی۔

''اے ابا جان! چند نوجوان شہر کے دروازے پر آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ ابا جان اتنے رعنا اور خوبصورت لوگ ہماری قوم میں سے نہیں ہیں۔ اگر لوگوں نے انہیں دیکھ لیا تو وہ ان کی بے عزتی کرنے کی کوشش کریں گے۔''

یہ لڑکی اللہ کے نبی حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹی تھی۔ حضرت لوط علیہ السلام یہ خبر سن کر پریشان ہو گئے آپ علیہ السلام یہ سن کر چپکے سے نکلے لوگوں کی نظروں سے چھپتے تیز تیز قدم اٹھاتے شہر کے دروازے کی طرف چل دیے وہ چاہتے تھے کہ اس سے پہلے کہ لوگ انہیں راستے میں ملیں اور ان کا راستہ روکیں انہیں مہمانوں تک پہنچ جانا چاہیے۔ ان بدمعاشوں نے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس لوگوں کا آنا جانا بند کر دیا تھا۔ کوئی ان کے ہاں مہمان نہیں رہ سکتا تھا۔ انہوں نے حضرت لوط علیہ السلام کو منع کر رکھا تھا کہ کسی مسافر کو پناہ نہیں دیں گے۔ حضرت لوط علیہ السلام کو وہ اپنے لیے مصیبت خیال کرتے تھے، انہیں خوف تھا کہ اس کا دین پھیل جائے گا۔ انہیں خطرہ تھا کہ لوط علیہ السلام بغاوت کھڑی کر دیں گے اور ان کی قباحتوں اور مفاسد پر قدغن لگا دیں گے۔

حضرت لوط علیہ السلام چپکے چپکے چلتے رہے یہاں تک کہ شہر کے دروازے تک پہنچے اور فرشتوں سے ملاقات کی اور انہیں خندہ پیشانی سے خوش آمدید کہا پھر انہیں ساتھ آنے کی دعوت دی انہیں لے کر گھر کی طرف چل پڑے، لیکن دل میں کئی وسوسے تھے اور کئی اندیشے پریشان کر رہے تھے فرشتوں کی ضیافت ان کے لیے ایک مسئلہ تھی ڈر رہے تھے کہ سدومیوں کو پتہ چل گیا کہ مہمان لوط کے گھر ٹھہرے ہیں اور بہت خوبصورت ہیں تو وہ دوڑے چلے آئیں

گے، اور وہ نہ خود انہیں روکنے کی سکت رکھتے ہیں اور نہ ان کی برادری ہے جو انہیں اس زیادتی سے باز رکھ سکے۔

حضرت لوط علیہ السلام مہمانوں کو اپنے گھر لے آئے۔ حتی المقدور کوشش کی کہ کسی کو پتہ نہ چلے ورنہ ایک شخص کو بھی بھنک پڑ گئی تو پوری قوم میں یہ بات مشہور ہو جائے گی

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی اپنی قوم کی ہم خیال تھی۔ اس نے مہمانوں کی خبر مشہور کر دی اور اپنی قوم کو اطلاع کر دی:

''چند نوجوان ہمارے گھر آئے ہوئے ہیں۔''

سدومیوں کو جونہی خبر ہوئی کہ چند خوبصورت نوجوان لوط علیہ السلام کے گھر ٹھہرے ہوئے ہیں تو دیر کیے بغیر وہ بھاگ کھڑے ہوئے اور فوراً حضرت لوط علیہ السلام کے گھر پہنچ گئے۔ وہ بہت خوش ہوئے کہ نیا شکار ہاتھ لگا۔ حضرت لوط علیہ السلام انہیں دیکھ کر ڈر گئے کہ یہ بدبخت مہمانوں سے بدمعاشی کرنا چاہتے ہیں اور گناہ کا ارتکاب انہیں کھینچ لایا ہے۔ آپ نے فرمایا:

''خدا سے ڈرو اور اپنے اس فعل سے باز آ جاؤ''

مگر وہ تو قباحتوں پر تلے ہوئے تھے اور اس کام میں ایک دوسرے کی خوب مدد کرتے تھے جب آپ نے دیکھا کہ وہ بات نہیں مان رہے اور نصیحت پر کوئی توجہ نہیں دے رہے تو آپ نے ان سے فرمایا:

''اے قوم یہ میری (قوم کی) بیٹیاں حاضر ہیں اور یہ پاک ہیں میں تمہارا نکاح ان کے ساتھ کر دوں گا پس تم لوگ اللہ سے ڈرتے رہو اور مجھ کو رسوا مت کرو یہ لوگ ہمارے مہمان ہیں کیا اے میری قوم! تم میں سے ایک آدمی بھی ایسا نہیں ہے کہ وہ سیدھے راستے پر گامزن ہو اور وہ نیک بات سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔''

(سورۂ ہود:78)

حضرت لوط علیہ السلام کے گھر فرشتے مہمان بن کر اترے تھے، اور قوم ان نوجوان اور صاحب جمال مہمانوں کو دیکھ کر دوڑی ہوئی حضرت لوطؑ کے گھر آئی حضرت لوط علیہ السلام نے ان مہمانوں کی عزت و آبرو بچانے کے لیے اپنی بیٹیوں کا نکاح اپنی قوم کے ساتھ قبول کر لیا لیکن قوم نے اس پر بھی نہ مانا۔ اس وقت شریعت میں مومنہ عورت کو کافر سے بیاہ دینا منع نہ تھا۔ پس اس پر بھی اس کافر قوم نے حضرت لوط علیہ السلام کی بات تسلیم نہ کی، اور حضرت لوط علیہ السلام کے گھر کے دروازے

توڑ ڈالے اور پھر کہا:

''کہ تو تو جان چکا ہے کہ ہم کو تیری بیٹیوں سے غرض نہیں اور تجھ کو تو اچھی طرح معلوم ہے جو ہم چاہتے ہیں اور تم اپنے مہمانوں کو ہمارے پاس بھیج دو۔''
(سورۂ ھود: 79)

حضرت لوط علیہ السلام نے کہا:

''اے کاش! میں تمہارے مقابلے میں زور آور ہوتا یا کسی مضبوط جائے پناہ میں جا بیٹھتا۔'' (سورۂ ھود: 80)

گمراہی نے سدومیوں کو اندھا کر رکھا تھا۔ انہیں ہدایت کا وہ راستہ نظر ہی نہیں آ رہا تھا جس کی طرف حضرت لوط علیہ السلام دعوت دے رہے تھے وہ اس راستے کو چھوڑنے کا سوچ بھی نہیں سکتے تھے جسے ترک کرنے کی حضرت لوط علیہ السلام نصیحت کر رہے تھے وہ شیطان کے دام تزویر میں پھنس چکے تھے اس لیے وہ گناہوں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانا چاہتے تھے۔

حضرت لوطؑ پر غم کے بادل چھا گئے اور ان کے جسم میں غم و غصے کی لہر دوڑ گئی۔ آپ انہیں روکنے سے مایوس ہو چکے تھے اور انہیں برائی سے باز رکھنے کی کوشش کرتے تھک گئے تھے۔ آپ نے محسوس کر لیا کہ اب وہ راہ راست پر نہیں آ سکتے۔ اس پر مہمانوں نے کہا:

''(اس پر) فرشتے بولے: اے لوطؑ! ہم تمہارے رب کے بھیجے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ تم تک بھی نہیں پہنچ سکتے۔ تم اپنے گھر والوں کو لے کر راتوں رات نکل جاؤ۔ اور تم میں کوئی پیٹھ پھیر کر پیچھے نہ دیکھے ہاں تمہاری عورت پیچھے مڑ کر ضرور دیکھے گی اور جو آفت ان پر آنے والی ہے اس پر بھی آئے گی۔ بے شک ان پر عذاب کا وقت صبح کا ہے اور کیا صبح قریب نہیں'' (سورۂ ھود: 81)

مہمانوں نے لوطؑ پر خود کو اچھی طرح ظاہر کر دیا کہ ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں، اور قوم لوطؑ پر عذاب الٰہی لے کر آئے ہیں، اور ہم یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ آج کی شب اس قوم سے بچ کر کسی محفوظ جگہ پر چلے جائیں جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم ہو کیونکہ آج شب صبح کے وقت اس قوم پر عذاب الٰہی آئے گا۔

حضرت لوط نے فرشتوں سے پوچھا:

''یہ عذاب الٰہی اول شب آئے گا یا آخر شب۔''

اتنے میں مردود سدومی حضرت لوط علیہ السلام کے گھر کو کھودنے لگے اور کہنے لگے:

''اے لوط! ابھی تک صبح نزدیک نہیں ہوئی (اے لوط صبح ہو رہی ہے) مگر تم نے جو ہم سے کہا تھا وہ اب تک کچھ نہ کیا۔''

یہ کہتے ہی وہ فرشتوں پر دست درازی کرنے کے لیے آگے بڑھے یہ دیکھ کر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کچھ معمولی سی حرکت کی اور اللہ کے حکم سے سدومی طمس ہو گئے یعنی آنکھ ناک اور منہ ان کے یکساں ہو گئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اور تحقیق ارادہ کیا حضرت لوط علیہ السلام کے مہمانوں پر دست درازی کا تو کھو دیں ہم نے ان کی آنکھیں اب چکھو عذاب میرے کو اور پہنچو اس مصیبت کو جو تمہارے واسطے تیار کی گئی ہے۔''

پھر اس کے بعد فوراً ہی شدید عذاب الٰہی نازل کیا گیا، اور وہ وقت بالکل صبح کا تھا تاکہ اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا کر سکے اور مجرموں کو سزا دے سکے۔''

''بے شک نازل ہوا ان پر عذاب صبح کے وقت سو وہ بہت بڑا عذاب تھا تاکہ تم کو معلوم ہو جائے میرا عذاب اور مصیبت۔''

چنانچہ پہلا عذاب اس قوم پر یہ ہوا کہ نہ ان کی آنکھیں رہیں اور نہ ناک اور نہ منہ اور لگے واویلا کرنے اور اسی غصہ میں بولے:

''لوطؑ نے اپنے گھر میں جادوگروں کو بلا رکھا ہے۔''

پھر کہنے لگے:

''اے لوطؑ! تو اپنے آئے ہوئے مہمانوں سے کہہ دے کہ وہ ہماری آنکھیں اچھی کر دیں تو ہم ان برے فعلوں سے توبہ کر لیں گے۔''

یہ سن کر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنا پر ان کے چہروں پر مل دیا۔ اس وقت ان کی آنکھیں ناک اور منہ بالکل درست ہو گئے پھر جب وہ ٹھیک ہو گئے تو انہوں نے پھر ان فرشتوں پر دست درازی کا ارادہ کیا تو اس مرتبہ ان کا تمام بدن خشک اور شل ہو گیا۔ انہوں نے پھر توبہ کی پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنا پر ان کی آنکھوں پر اور بدن پر مل دیا۔ وہ سب اچھے

ہوگئے پھر وہ سب کے سب لوگ حضرت لوط علیہ السلام کے گھر سے نکل گئے اور تمام شہر کے دروازے بند کر دیے اور یہ کہہ گئے:

''کل لوط علیہ السلام کے مہمانوں سے ہم اس کا بدلہ لیں گے۔''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت لوط علیہ السلام سے عرض کی:

''آپ اپنے اہل و عیال کو لے کر اس شہر سے نکل جائیں کیونکہ ان مردوں نے پورے شہر کے دروازے بند کر دیے ہیں۔''

پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت لوط علیہ السلام کو اور ان کے اہل و عیال کو اس شہر سے نکال کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر تک پہنچا دیا چونکہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کافرہ تھی۔ اس لیے آپ نے اسے چھوڑ دیا اور اپنی بیٹیوں کو لے کر حضرت ابراہیمؑ کے گھر میں داخل ہوئے۔

آخر عذاب الٰہی کا وقت آ پہنچا۔ ابتداء شب ہوئی تو فرشتوں کے اشارہ پر حضرت لوط علیہ السلام اپنے خاندان سمیت دوسری جانب سے نکل کر سدوم سے رخصت ہوگئے، اور ان کی بیوی نے ان کی رفاقت سے انکار کر دیا اور راستہ ہی سے لوٹ کر سدوم واپس آ گئی۔ آخر شب ہوئی تو پہلے ایک ہیبت ناک چیخ نے اہل سدوم کو تہ و بالا کر دیا پھر آبادی کا تختہ اوپر اٹھا کر الٹ دیا گیا اور اوپر سے پتھروں کی بارش نے ان کا نام و نشان مٹا دیا، اور وہی ہوا جو گزشتہ قوم کی نافرمانی اور سرکشی کا انجام ہو چکا ہے۔

قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

''اور پھر جب ایسا ہوا کہ بھیجے ہوئے (فرشتے) خاندان لوط کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا تم لوگ اجنبی معلوم ہوتے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں یہ بات نہیں ہے بلکہ ہم تمہارے پاس وہ بات لے کر آئے ہیں، جس میں لوگ شک کیا کرتے تھے (یعنی ہلاکت کے ظہور کی خبر جس کا لوگوں کو یقین نہ تھا) ہمارا آنا ایک امرِ حق کے لیے ہے اور ہم اپنے بیان میں سچے ہیں۔ پس چاہیے کہ کچھ رات رہے اپنے گھروں کے لوگوں کو لے کر نکل جاؤ اور ان کے پیچھے قدم اٹھاؤ، اور اس بات کا خیال رکھو کہ کوئی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے، جہاں جانے کا حکم دیا گیا ہے (اسی طرف رخ کیے چلے جاؤ) غرضیکہ ہم نے لوط پر حقیقت حال واضح کر دی کہ ہلاکت کا ظہور ہونے والا ہے اور باشندگان شہر کی بیخ و بنیاد صبح ہوتے

ہی اکھڑ جانے والی ہے اور اس (اثناء میں ایسا ہوا کہ) شہر کے لوگ خوشیاں مناتے ہوئے آ پہنچے لوط نے کہا دیکھو یہ (نئے آدمی) میرے مہمان ہیں تم میری فضیحت نہ کرو، اللہ سے ڈرو تم میری رسوائی کے کیوں درپے ہوگئے ہو؟''

''انہوں نے کہا کیا ہم نے تجھے اس بات سے نہیں روک دیا تھا کہ کسی قوم کا آدمی ہو لیکن اپنے یہاں نہ ٹھہراؤ، لوط علیہ السلام نے کہا اگر ایسا ہی ہے تو دیکھو یہ میری بیٹیاں (کھڑی) ہیں یعنی باشندگان شہر کی بیویاں جن کی طرف وہ ملتفت نہیں ہوتے تھے) ان کی طرف ملتفت ہو (تب فرشتوں نے لوط علیہ السلام سے کہا) تمہاری زندگی کی قسم! یہ لوگ تو اپنی بدمستیوں میں کھوئے ہوئے ہیں (تمہاری باتیں ماننے والے نہیں) غرضیکہ سورج نکلتے نکلتے ایک ہولناک آواز نے آلیا۔ پس ہم نے وہ بستی زیروزبر کر ڈالی اور پکی ہوئی مٹی کے پتھروں کی ان پر بارش کی بلا شبہ اس واقعہ میں ان لوگوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں جو حقیقت کی پہچان رکھنے والے ہیں۔''

(سورۃ الحجر: 61 تا 77)

''پھر بچا دیا ہم نے اس کو اور اس کے گھر والوں سب کو مگر ایک بڑھیا رہ گئی رہنے والوں میں، پھر اٹھا مارا ہم نے ان دوسروں کو، اور برسایا ان پر ایک برساؤ، سو کیا برا برتاؤ تھا ان ڈرائے ہوؤں کا البتہ اس بات میں نشانی ہے اور ان میں بہت لوگ نہیں تھے ماننے والے اور تیرا رب وہی ہے زبردست رحم والا۔''

(سورۃ الشعراء: 170 تا 175)

''اللہ نے بتلائی ایک مثال منکروں کے واسطے عورت نوح (علیہ السلام) کی اور عورت لوط علیہ السلام کی گھر میں تھیں دونوں دو نیک بندوں کے ہمارے نیک بندوں میں سے، پھر انہوں نے ان سے خیانت کی پھر وہ کام نہ آئے ان کے اللہ کے ہاتھ سے کچھ بھی اور حکم ہوا کہ چلی جاؤ دوزخ میں جانے والوں کے ساتھ۔''

(سورۃ التحریم: 10)

حضرت لوط علیہ السلام کے بستی سے نکل آنے کے بعد عذاب خداوندی کا نزول شروع ہوگیا، زمین زلزلوں سے تھرتھرا اٹھی۔ عذاب کا آغاز ایک خوفناک چنگھاڑ سے ہوا اور اس کے ساتھ ہی پتھروں کی بارش شروع ہوگئی، پھر فرشتوں نے اس بستی کو اٹھا کر اس طرح پھینکا کہ اس کا

نچلا حصہ اوپر ہو گیا اور یوں بستی اور قوم لوط کا نام و نشان مٹا دیا۔

آبادی ویرانے میں بدل گئی، جو پتھر اس قوم پر برسائے گئے تھے وہ کنکروں کے ٹکڑے تھے، اور ہر پتھر پر اس شخص کا نام لکھا ہوا تھا، جو اس پتھر سے ہلاک ہوا اور ان کے گھر ان کی سرکشی اور گناہ کے باعث نیست و نابود ہو کر رہ گئے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً ؕ وَمَا کَانَ اَکْثَرُھُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝

”یقیناً اس واقعہ میں بھی (عبرت کی) نشانی ہے اور نہیں تھے ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے۔“ (سورۃ الشعراء :121)

حضرت شعیب علیہ السلام

آگ کا طوفان

”اور مدین کی طرف (ہم نے) ان کے بھائی شعیبؑ کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا۔“

(سورۃ الاعراف :85)

قرآن حکیم میں حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی قوم کا تذکرہ سورۃ الاعراف سورۃ ہود اور سورہ الشعراء میں قدرے تفصیل سے کیا گیا ہے، اور سورۃ الحجر اور سورۃ العنکبوت میں مختصر ہے۔

ان سورتوں میں سورۃ الحجر کے علاوہ حضرت شعیب علیہ السلام کا نام دس جگہ مذکور ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام مدین بن ابراہیم علیہ السلام کی قوم میں سے تھے۔ مدین حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تیسری بیوی قطورا کے فرزند تھے۔ ان کی اولاد مدین ہی کے نام پر مشہور ہوئی اور مدین پورے قبیلے کا نام قرار پایا۔

پھر یہ قبیلہ جہاں آباد ہوا، اس مقام کو بھی مدین یا مدیان کہا جانے لگا۔

”مدین“ بلاد حجاز میں اس علاقہ کا نام ہے جو شام کے قریب اس مقام پر واقع ہے جس کا عرض البلد فقط واقع برافریقی کے عرض البلد کے مقابل تھوڑا سا جنوب کی جانب مائل ہے۔

مدین اپنے اہل و عیال کے ساتھ اپنے سوتیلے بھائی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پہلو ہی میں حجاز میں آباد ہو گیا تھا، یہی خاندان آگے چل کر ایک بڑا قبیلہ بن گیا، اور حضرت شعیب علیہ السلام بھی چونکہ اسی نسل اور اسی قبیلے سے تھے۔ اس لیے ان کی بعثت کے بعد یہ [illegible] کہلایا۔ قرآن حکیم نے اس قبیلہ کی آبادی کے متعلق ہم کو دو باتوں سے متعارف کرایا ہے اور یہ کہ وہ امامِ مبین پر آباد تھا۔

اور لوط کی قوم اور مدین دونوں بڑی شاہراہ پر آباد تھے

عرب کے جغرافیہ میں جو شاہراہ حجاز کے تاجر قافلوں کو شام، فلسطین،، یمن بلکہ مصر تک

لے جاتی اور بحر قلزم کے شرقی کنارے سے ہو کر گزرتی تھی۔ قرآن اسی کو "امام مبین" (کھلی اور صاف شاہراہ) کہتا ہے۔

دوسرے یہ کہ وہ اصحاب ایکہ (جھنڈ والے) تھے عربی میں "ایکہ" ان سرسبز و شاداب جھاڑیوں کو کہتے ہیں، جو ہرے بھرے درختوں کی کثرت کی وجہ سے جنگلوں میں اُگی رہتی ہیں۔

"ایکہ" جھاڑی کو کہتے ہیں ان لوگوں کا شہر سرسبز جنگلوں اور ہر بھرے درختوں کے درمیان تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی ہدایت کے لیے حضرت شعیب علیہ السلام کو بھیجا آپ نے اصحاب ایکہ کے سامنے جو وعظ فرمایا وہ قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

آپ نے فرمایا:

"کیا ڈرتے نہیں بے شک میں تمہارے لیے اللہ کا امانتدار رسول ہوں تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو اور میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے ناپ پورا کرو اور گھٹانے والوں میں نہ ہو اور سیدھی ترازو سے تولو اور لوگوں کو چیزیں کم کر کے نہ دو اور زمین پر فساد پھیلاتے نہ پھرو اور اللہ سے ڈرو جس نے تم کو پیدا کیا اور اگلی مخلوق کو، بولے تم پر جادو ہوا ہے تم تو نہیں مگر ہم جیسے آدمی اور بے شک ہم تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دو اگر تم سچے ہو فرمایا میرا رب خوب جانتا ہے جو تمہارے کوتک ہیں تو انہوں نے اسے جھٹلایا انہیں شامیانے والے دن کے عذاب نے آلیا بے شک وہ بڑے دن کا عذاب تھا۔"

(سورۃ الشعراء: 177 تا 189)

اصحاب ایکہ نے حضرت شعیب علیہ السلام کی مصلحانہ تقریر سن کر بدزبانی کی اور اپنی سرکشی اور تکبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے پیغمبر کو جھٹلا دیا، اور یہاں تک اپنی سرکشی کا مظاہرہ کیا کہ پیغمبر سے یہ کہہ دیا کہ اگر تم سچے ہو تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا کر ہمیں ہلاک کر دو۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

① سورۃ الاعراف

سورۃ الاعراف میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ "اور مدین کی طرف ہم نے ان کی برادری سے شعیب کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا اس نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آئی تو ناپ اور تول پورا کرو کم نہ تولو کم نہ ناپو اور لوگوں کی چیزیں (وزن میں) گھٹا کر نہ دو اور زمین میں اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلاؤ یہ بات تمہارے ہی حق میں بہتر ہے اگر تم ایمان لاؤ۔"

(سورۃ الاعراف: 85)

2۔ اور ہر راستہ پر یوں نہ بیٹھو کہ راہ گیروں کو (ایمان لانے والوں کو) ڈراؤ اور اللہ کی راہ سے انہیں روکو جو اس پر ایمان لائے اور اس میں کجی چاہو اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے اس نے تمہیں بڑھا دیا جماعت کی کثرت تمہیں غلط فہمی میں نہ ڈالے اور دیکھو فسادیوں کا کیسا انجام ہوا۔"

(سورۃ الاعراف: 86)

3۔ "اور اے لوگو! اگر تم میں ایک گروہ اس پر ایمان لا چکا جو مجھے دے کر بھیجا گیا ہے اور ایک گروہ ایمان نہ لایا تو صبر کرو۔ یہاں تک کہ اللہ ہمارے (اور ان کے) درمیان فیصلہ کر دے اور اللہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔"

(سورۃ الاعراف: 87)

4۔ "اس کی قوم کے متکبر سردار بولے: اے شعیبؑ! ہم تمہیں اور تمہارے ساتھ والے (مسلمانوں) ایمان والوں کو اپنی بستی سے ضرور نکال دیں گے یا یہ کہ تم ہمارے دین میں واپس آ جاؤ (شعیبؑ نے) کہا: کیا اگر ہم (تمہارے دین سے) بیزار ہوں؟ (تب بھی) اور اگر ہم (تمہارے بہکانے اور ڈرانے سے) تمہارے دین میں واپس آ جائیں تو بلاشبہ ہم نے اللہ پر بہتان باندھا

بعد اس کے کہ اللہ نے ہمیں اس سے بچالیا اور ہم (مسلمانوں) میں سے کسی سے یہ نہیں ہوسکتا کہ تمہارے دین میں لوٹ آئیں۔ مگر یہ کہ اللہ چاہے جو ہمارا رب ہے۔ ہمارے رب کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔ ہم نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا ہے اے ہمارے رب! ہم میں اور ہماری قوم میں انصاف کے ساتھ فیصلہ فرمادے اور تیرا فیصلہ سب سے بہتر ہے۔"

(سورۃ الاعراف: 88، 89)

5۔ "اور اس کی قوم کے کافر سردار بولے کہ اگر تم لوگوں نے شعیبؑ کی پیروی کی تو ضرور تم نقصان میں رہو گے۔" (سورۃ الاعراف: 90)

6۔ "تو انہیں زلزلہ نے آلیا۔ تو صبح اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے شعیب کو جھٹلانے والے (ایسے مٹ گئے) گویا ان گھروں میں کبھی آباد ہی نہ تھے شعیب کو جھٹلانے والے ہی تباہی میں گرفتار ہوئے۔"

(سورۃ الاعراف: 91، 92)

7۔ "پھر (اس تباہی و بربادی کے درمیان) شعیب نے ان سے منہ پھیرا اور کہا: اے میری قوم! میں تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچا چکا ہوں اور تمہارے بھلے کو نصیحت بھی کی اس کے بعد کیونکر غم کروں کافروں کا۔"

(سورۃ الاعراف: 93)

② سورۂ ہود

اس سورۂ مبارکہ میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ "اور اہل مدین کی طرف ان کے ہم قوم شعیب کو (بھیجا اس نے) کہا: اے میری قوم! اللہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور ناپ تول میں کمی نہ کرو۔ بے شک میں تمہیں آسودہ حال دیکھتا ہوں اور مجھے تم پر گھیر لینے والے دن کے عذاب کے مسلط ہونے کا ڈر ہے۔"

(سورۂ ہود: 84)

2۔ "اور اے میری قوم! ناپ اور تول انصاف کے ساتھ پورا کرو اور لوگوں کو

ان کی چیز میں گھٹا کر نہ دو اور زمین میں فساد مچاتے نہ پھرو (امانت اور دیانت کے اصول پر قائم رہتے ہوئے) اور جو اللہ کا دیا بچ رہے وہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تمہیں میرے کہنے پر یقین ہو اور میں تم پر نگران نہیں ہوں (کہ تمہیں زبردستی تمہارے اعمال سے روکوں)۔"

(سورۂ ہود: 85، 86)

3۔ وہ (گستاخ) بولے: اے شعیبؑ کیا تمہاری نماز تمہیں یہ حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے خداؤں کی پرستش چھوڑ دیں؟ یا (یہ چھوڑ دیں کہ ہم) اپنے مال میں جس طرح چاہیں تصرف کریں؟ ہاں جی تم ہی بڑے عقل مند اور نیک چلن (رہ گئے) ہو۔ (سورۂ ہود:87)

4۔ "(شعیب نے کہا): اے میری قوم! بھلا بتا تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل (دین مبین) پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے اچھی روزی عطاء فرمائی ہے اور میں نہیں چاہتا کہ جس بات سے تمہیں منع کرتا ہوں خود وہی کرنے لگوں، میں تو جہاں تک مجھ سے ہو سکے تمہاری اصلاح چاہتا ہوں۔ اور (یہ میرے اختیار کی بات نہیں اس میں) میرا کامیاب ہونا تو بس اللہ ہی کے فضل و کرم سے ہے میں اس پر بھروسہ رکھتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع رکھتا ہوں۔" (سورۂ ہود:88)

5۔ "اور اے میری قوم! کہیں میری مخالفت (اور مجھ سے دشمنی) تم کو (نافرمانیوں) پر برانگیختہ نہ کردے کہ تم پر بھی ویسی مصیبت نازل ہو جیسی قوم نوح، قوم ہودؑ یا قوم صالح علیہم السلام پر نازل ہوئی اور لوط (علیہ السلام) کی قوم کا زمانہ تو تم سے کچھ زیادہ دور بھی نہیں ان کے کھنڈرات تمہارے درس عبرت کے لیے کافی ہیں پھر اس کی طرف رجوع لاؤ بے شک میرا رب بڑا بخشنے والا اور محبت کرنے والا ہے۔" (سورۂ ہود:89، 90)

6۔ "وہ کہنے لگے اے شعیب! جو باتیں تم کہتے ہو ان میں سے اکثر ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔ اور بے شک ہم تمہیں اپنے لوگوں میں کمزور اور بے بس دیکھتے ہیں اور اگر تمہارا کنبہ نہ ہوتا تو ہم نے تمہیں سنگسار کر دیا

ہوتا اور ہماری نگاہ میں تمہاری کچھ عزت نہیں ہے۔" (سورۂ ھود: 91)

7۔ "(شعیبؑ نے) کہا: اے میری قوم! کیا تم پر میرے کنبہ کا دباؤ اللہ سے زیادہ ہے؟ اور اسے (اللہ تعالیٰ کو) تم نے پس پشت ڈال رکھا ہے۔ بے شک جو کچھ تم کرتے ہو سب میرے رب کے بس میں ہے۔ اور اے میری قوم کے لوگو! تم اپنی جگہ اپنا کام کیے جاؤ لیکن میں اپنا کام کرتا ہوں تم کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ رسوا کن عذاب کس پر آتا ہے اور انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔" (سورۂ ھود: 92، 93)

8۔ "اور جب ہمارا (اللہ تعالیٰ کا) حکم عذاب آ پہنچا ہم نے شعیبؑ اور اس کے ساتھی ایمان والوں کو اپنی رحمت فرما کر بچا لیا۔ اور ظالموں کو چنگھاڑ نے آ لیا تو وہ صبح اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے گویا کبھی وہاں بسے ہی نہ تھے۔ سن لو کہ مدین والوں پر اللہ کی پھٹکار ہے جیسے قوم ثمود پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار تھی۔" (سورۂ ھود: 94، 95)

③ سورۂ العنکبوت

اس سورۂ مبارکہ میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ "اور مدین (والوں کی) طرف ان کے ہم قوم شعیب کو پیغمبر بنا کر بھیجا تو اس نے فرمایا: اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو۔ اور آخرت کے دن کی امید رکھو اور زمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو۔ تو انہوں نے اسے جھٹلایا: (بس پھر کیا تھا) انہیں زلزلے نے آ لیا پس وہ صبح کے وقت اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔" (سورۂ العنکبوت: 36، 37)

④ سورۂ الشعراء

سورۂ الشعراء میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ "بن (اصحاب الایکہ) والوں نے اپنے زمانہ کے پیغمبر شعیبؑ اور دوسرے رسولوں کو جھٹلایا۔" (سورۂ الشعراء: 176)

2۔ "جب ان سے شعیب نے فرمایا: کیا تم ڈرتے نہیں؟ بے شک میں

تمہارے لیے اللہ کا امانتدار رسول ہوں تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو اور میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو اس پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔" (سورۂ الشعراء: 177 تا 180)

3۔ "(دیکھو) ناپ پورا کرو اور گھٹانے والوں میں نہ ہو۔ اور سیدھی ترازو رکھ کر تولا کرو۔ اور لوگوں کو چیزیں (ناپ اور تول میں) کم کر کے نہ دو اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو اور اس سے ڈرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور تم سے قبل ساری مخلوق کو بھی۔" (سورۂ الشعراء: 181 تا 184)

4۔ "وہ بولے: تم پر جادو ہوا ہے (کہ ایسی باتیں کر رہے ہو) آخر تم بھی تو ہمارے جیسے آدمی ہو اور بے شک ہم تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں۔ (اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو) آسمان کا کوئی ٹکرا گرا دو۔"

(سورۂ الشعراء: 185 تا 187)

5۔ "(شعیب نے) فرمایا: میرا رب خوب جانتا ہے جو تمہارے کرتوت ہیں۔" (سورۂ الشعراء: 188)

6۔ "غرض انہوں نے اسے جھٹلایا، آخر انہیں سائبان والے دن کے عذاب نے آ لیا (سائبان کی طرف ابر آیا پھر اس سے ہی آگ برسی) بے شک وہ بڑے سخت دن کا عذاب تھا۔ بے شک اس واقعہ میں لوگوں کے لیے عبرت آموز نشانی ہے اور عذاب اس لیے آیا کہ ان میں بہت سے ایمان لانے والے نہ تھے۔" (سورۂ الشعراء: 189، 190)

⑤ سورۂ الحجر

سورۂ الحجر میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ "اور بے شک جھاڑی والے (اصحاب الایکہ) بڑے ظالم تھے (یہ گھنے جنگلوں میں ڈاکہ زنی کرتے تھے) ہم نے ان سے بدلہ لیا اور بے شک یہ دونوں بستیاں کھلے راستے پر واقع ہیں۔" (سورۂ الحجر: 78، 79)

اہل مدین کا تعلق ایک عرب قوم سے تھا یہ لوگ ارض معان میں سکونت پذیر تھے۔ یہ علاقہ اطراف شام میں واقع ہے۔ یہ لوگ اللہ کی وحدانیت کے منکر تھے اور شرک و بت پرستی

کی لعنت میں گرفتار تھے۔ ''ایکہ'' نامی بت کی پوجا پورے مدین کا مذہب تھی۔ پیشے کے لحاظ سے یہ تاجر تھے اخلاقی لحاظ سے اس قدر گر چکے تھے کہ لوگوں کو ردی چیزیں بیچتے جب لوگوں سے چیزیں خریدتے تو ڈنڈی مارتے اور چیزیں زیادہ ہتھیا لیتے، اور جب لوگوں کو دینے کی باری آتی تو ماپ تول میں کمی کر دیتے۔

اللہ تعالیٰ نے اہل مدین کی ہدایت کے لیے حضرت شعیب علیہ السلام کو رسول بنا کر مبعوث فرمایا حضرت شعیب علیہ السلام کی پشت پناہی کی خاطر انہیں عظیم معجزات عطاء ہوئے، اور نبوت و رسالت کی تصدیق کے لیے انہیں اعجاز آفرینی کی قوت عطا ہوئی آپ علیہ السلام نے لوگوں کو اللہ وحدہ کی عبادت کی دعوت دی، اور انہیں سمجھایا کہ وہ کاروبار میں عدل و انصاف سے کام لیں اور انہیں خبردار کیا۔

''ظلم کا انجام برا ہے۔''

حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو بتایا:

''اللہ تعالیٰ نے تم کو کس قدر نعمتیں عطاء کر رکھی ہیں تم خالی ہاتھ تھے۔ اس نے تمہاری جھولیاں بھر دیں تم فقیر تھے مالک الملک نے تمہیں غنی کر دیا۔''

حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا:

''یاد رکھو اگر تم نے اللہ تعالیٰ کے پیغام کی پیروی نہ کی اور میری بات نہ مانی تو تمہیں اللہ کے عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔''

نافرمان اور سرکش و باغی قوم نے آپ علیہ السلام کی نصیحت پر کوئی توجہ نہ دی، اور الٹا ان کی باتوں کا مذاق اڑانے لگے ٹھٹھا اور استہزاء کرنے لگے ان بدبختوں نے یہاں تک کہہ دیا:

''اے شعیبؑ! کیا تیری نماز تجھے یہ حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے خداؤں کو چھوڑ دیں جن کی ہمارے آباؤ اجداد بندگی کرتے آئے ہیں، اور کسی ان دیکھے خدا کی عبادت شروع کر دیں؟ تیری یہ عبادت کیا تجھے روکتی ہے کہ ہم اپنی مرضی اور پسند کے مطابق اپنے دینی معاملات سرانجام دیں! کیا ہم تیرے کہنے میں آ کر کاروباری ہوشیاری اور چالاکی کو ترک کر دیں؟ اور سوداگری کے ان طریقوں کو چھوڑ دیں جن کی وجہ سے ہماری دولت میں اس قدر فراوانی ہوئی ہے۔ ہم اپنے محبوب دین کو کیسے ترک کر دیں اپنی پسندیدہ کاروباری چالوں کو

کیسے چھوڑ دیں۔ اے شعیب! تو تو بڑا عقل مند اور سیانا ہے تو ہمیں ایسے مشورے دے رہا ہے، ذرا وسعت نظری سے کام لے ہم تجھے اتنا تنگ نظر خیال نہیں کرتے تھے۔''

حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کے رویہ کو دیکھ کر سختی نہیں فرمائی۔ آپ علیہ السلام کے لہجہ میں ترشی اور ترش روی نہ آئی، بلکہ انہیں نرمی سے سمجھانے کی کوشش کی اور پیار و محبت بھرے لہجے میں انہیں بتایا:

''میں کوئی غیر نہیں میرے اور تمہارے درمیان کئی مضبوط رشتے ہیں۔''

آپ علیہ السلام نے قرابت داری کی بات اس لیے کی کیونکہ یہ چیز نصیحت قبول کرنے میں موثر ثابت ہو سکتی تھی، اور ان کی رائے قبول کرنے میں مدد دے سکتی تھی۔ آپ علیہ السلام کو توقع تھی کہ جب میں انہیں رشتہ داری یاد دلاؤں گا تو یہ چیز انہیں سوچنے پر مجبور کرے گی۔

''شعیب (علیہ السلام) ہمارا بہی خواہ ہے اور ہمارے بھلے کی بات کرتا ہے۔''

جب آپ علیہ السلام نے محسوس کیا کہ یہ لوگ مائل ہو رہے ہیں اور میری بات سننا چاہتے ہیں تو آپ علیہ السلام نے انہیں بتایا۔

''اللہ تعالیٰ نے مجھے غیب پر مطلع فرما دیا ہے، اور اس نے مجھ پر خصوصی نعمت فرمائی ہے۔ اس وجہ سے میں تمہارے طور طریقوں سے الگ تھلگ ہو گیا ہوں، اور میں نے گمراہی کا وہ راستہ اختیار نہیں کیا جس پر تم سرپٹ دوڑ رہے ہو۔ اللہ کی عطا کردہ روشنی اور نعمت نے مجھے روک دیا ہے کہ اللہ کے پیغام پہنچانے میں کوئی کمی کروں، اور اس کے احکام کی بجا آوری میں سستی اور کاہلی کو روا رکھوں۔''

پھر آپ علیہ السلام نے اعلان فرمایا:

''اللہ کریم نے مجھے ہدایت کی وحی کی ہے اور مجھے حق دے کر مبعوث کیا ہے مجھے اللہ تعالیٰ نے خصوصی رحمت سے نوازا ہے، اور مجھے وہ راستہ دکھایا ہے جو تمہاری نظروں سے اوجھل ہے، اور میں اس دعوت کو پھیلانے میں جسے لے کر اٹھ کھڑا ہوں ہرگز نہیں تھکوں گا، اور وحی خداوندی کے تقاضوں کو پورا کرنے کی حتی المقدور کوشش کروں گا۔ میں تمہیں اپنی دعوت کے اتباع پر مجبور

نہیں کروں گا، اور نہ کسی ایسے کام کا حکم دوں گا جسے میں خود ناپسند کروں گا۔''

حضرت شعیب علیہ السلام کی حلم و بردباری فطانت اور دور اندیشی مسلّم اور پورے مدین میں معروف و مشہور تھی۔ پھر اس راہ نمائی پر وہ کوئی صلہ بھی تو نہیں مانگ رہے تھے۔ اس وعظ و نصیحت کے بدلے کسی جزا کے بھی قائل نہیں تھے، بلکہ ان کے پیش نظر تو فقط اصلاح تھی اور صراط مستقیم کی نشاندہی۔

جو شخص اس قدر بے لوث ہو اس قدر مخلص ہو اس کی اتباع تو بہت ضروری ہے۔ وہ تو استحقاق رکھتا ہے کہ اس کی مخلصانہ نصیحتوں کو سنا جائے، اور اس پر عمل کیا جائے کیونکہ اس کی کوشش اور محنت کے پیچھے کوئی مصلحت کوئی ذاتی منفعت کارفرما نہیں ہوتی۔

آپ نے محسوس کیا کہ میری اس نصیحت کو لوگ نفرت کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں۔ اور پیروی کرنے کے بجائے مخالفت پر اتر آئے ہیں آپ جانتے تھے کہ میں نے دعوت دینے میں کوئی کوتاہی نہیں کی، اور ان پر حجت تمام کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا، لیکن وہ میری بات نہیں مان رہے آپ یہ بھی جانتے تھے کہ میری دعوت کا انکار کسی دلیل پر مبنی نہیں بلکہ محض تعصب اور ہٹ دھرمی کا نتیجہ ہے حسد نے ان سے بینائی چھین لی ہے اور نخوت و تکبر نے انہیں حق کی پیروی سے روک دیا ہے۔

آپ علیہ السلام نے انہیں روکا:

''خبردار حسد اور کینہ تمہیں روگردانی پر ابھار رہا ہے، اور حق بات کی پیروی سے تکبر اور بڑائی آڑے آ رہی ہے۔''

حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں عذاب خداوندی سے ڈرایا اور انہیں بتایا:

''معصیت اور گناہ کا ارتکاب کہیں تمہیں ایمان باللہ اور توبہ کی توفیق سے محروم نہ کر دے، اور تم کہیں عذاب و عقاب میں مبتلا ہو کر اپنی بدبختی پر مہر تصدیق ثبت نہ کر دو۔''

وہ سب کہنے لگے:

''ہمیں آپ کی باتیں سمجھ نہیں آتیں کیونکہ یہ باتیں ہمارے دلوں تک نہیں پہنچتیں۔ ہمیں یہ پسند نہیں ہیں کیونکہ یہ ہماری عقلیں ایسا سوچ بھی نہیں سکتیں لہٰذا آپ برائے کرم اب عزت دار اور بڑے لوگوں کے انتقام کو نہ ابھاریں۔

یہ تو آپ جانتے ہیں کہ آپ ایک غریب اور معمولی آدمی ہیں، اگر آپ ایک معزز اور محترم قبیلے سے تعلق نہ رکھتے تو ہم آپ کو وہ سزا دیتے کہ آپ کی آنے والی نسلیں بھی توبہ کرتیں۔''

حضرت شعیب علیہ السلام ان کے رعب و دبدبہ کے سامنے نہ جھکے اور ان کی قوت و سطوت کی کوئی پرواہ نہ کی بلکہ مسلسل ان کے باطل نظریات اور فاسد خیالات پر تنقید کرتے رہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی نصرت اور مدد پر کامل بھروسہ تھا، آپ کو یقین تھا کہ مالک حقیقی کی رحمت ضرور سہارا دے گی اس لیے آپ نے ببانگ دہل فرمایا:

''میں اپنے قبیلے کی شان و شوکت اور خاندان کی قوت و سطوت کی بجائے اللہ کی تائید اور نصرت پر یقین رکھتا ہوں۔ خاندان کا رعب و دبدبہ اللہ کی قوت سے بڑھ کر نہیں، میرے خاندان کی ساری قوت بھی تو اس کریم کے فضل و احسان کی دین ہے۔''

آپ نے علیہ السلام انہیں وعظ کرتے ہوئے فرمایا:

''تم مجھے اللہ کریم کے حق کی رعایت کرتے ہوئے نہیں چھوڑ سکتے؟ اور کیا تم اس ذات کی فرمانبرداری کے جذبے سے میری حفاظت نہیں کر سکتے؟ بے شک اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میری قوم کی تعظیم اور میری عزت سے بڑھ کر نہیں۔''

ان کی دھمکی کا حضرت شعیب علیہ السلام پر کوئی اثر نہ ہوا بلکہ امراء اور روسا کی تہدید کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے دعوت و تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا، اور انہیں للکارا اور فرمایا:

''تم اپنی ساری قوت میرے خلاف استعمال کر لو تو میری تبلیغی کوششوں کو نہیں روک سکتے اور اپنے مقصد میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔''

حضرت شعیب علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ تھا۔ آپ علیہ السلام جانتے تھے کہ حق کی راہ میں سعی و کوشش کا انجام اچھا ہوتا ہے۔ آپ کو یقین تھا کہ میرا رب کافروں کے کرتوتوں سے پوری طرح واقف ہے اور وہ جو کچھ کر رہے ہیں اس سے مکمل آگاہ ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے وعظ و ارشاد کا یہ سلسلہ دن رات جاری رکھا۔ بعض خوش نصیبوں نے ان کے ارشادات عالیہ کو گوش ہوش سے سنا اور دل کی گہرائیوں سے ان پر غور و فکر کر کے انہیں قبول کر لیا۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم یہ دیکھ کر گھبرا گئی کہ کہیں یہ سلسلہ سنگین نہ ہو جائے،

اور بڑھتے بڑھتے اس کے مددگار قوت نہ حاصل کرلیں۔

انہوں نے آپ کو دھمکیاں دینا شروع کر دیں، اور آپ کے پیروکاروں کو ڈرانے لگے اور کہنے لگے:

"اگر تم باز نہ آئے تو تمہیں بستی سے نکال دیا جائے گا۔"

حضرت شعیب علیہ السلام نے ان پر یہ حقیقت واضح کر دی کہ ان کی پیروی کرنے والوں کے دلوں میں ایمان پیوست ہوگیا ہے۔ دین حق ان کی نس نس میں سرایت کر چکا ہے۔ اب وہ خاک مذلت کی طرف نہیں لوٹ سکتے، ہاں وہ مجبوری کی صورت میں کلمہ کفر زبان سے تو کہہ سکتے ہیں، لیکن ان کے دلوں میں کفر وعصیان سے نفرت پیدا ہوگئی ہے۔ وہ اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کو نہیں چھوڑ سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں گناہوں کی دلدل سے نجات دے دی ہے۔ اور ضلالت کی وادی سے انہیں دور کر دیا ہے۔ اب وہ کسی صورت کفر وطغیان کی اس وادی میں قدم نہیں رکھ سکتے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کو جب یقین ہو گیا کہ یہ لوگ حق کو قبول نہیں کریں گے کفر سے چمٹے رہیں گے۔ ان کے خلاف اللہ سے مدد کی درخواست کی اور ہاتھ اٹھا کر عرض کیا:

"اے میرے رب؟ انہیں کفر و انکار کی سزا سے دوچار کر دے۔ یہ جس عذاب کے مستحق ہیں فوراً وہ عذاب ان پر مسلط کر دے۔"

نبی کے ہاتھ اٹھتے دیکھ کر بھی ان بدبختوں کو خیال نہ آیا، حق سے روگرداں رہے اور دنیا کمانے میں محو رہے۔ انہیں خبر تک نہ ہوئی کہ تقدیر ان کے لیے کیا خفیہ تدبیر رکھتی ہے۔ یہ لوگ الٹا اہل ایمان سے جھگڑنے لگے ان غریبوں کو دوبارہ کفر کی طرف پلٹ آنے کا کہنے لگے، جو ایمان لائے اور انہیں ڈرانے لگے:

"اگر تم لوگوں نے مدین کے ظالمانہ رسم و رواج کو چھوڑ دیا، اور عدل و انصاف کو اپنا لیا تو تمہارا حشر بہت برا ہوگا۔"

وہ انہیں خوف زدہ کرنے لگے:

"اگر تم لوگوں نے ماپ تول میں کمی نہ کی تو تمہاری ساری دولت دوسروں کے ہاتھ میں چلی جائے گی اور تم کوڑی کوڑی کے محتاج ہو جاؤ گے۔"

ان ظالموں نے اس کے ساتھ ساتھ حضرت شعیب علیہ السلام کی تکذیب شروع کر دی اور

انہیں جادوگر کہنے لگے اور آپ کو چیلنج کیا:

"اگر آپ سچے ہیں اور آپ کی نبوت کے انکار سے عذاب آ جائے گا تو ہم آپ کی نبوت کا انکار کرتے ہیں۔ آپ کو اللہ کا نبی تسلیم نہیں کرتے ہم پر عذاب نازل کر کے دکھاؤ۔"

اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کی دعا سن لی اور ان کی مدد اور نصرت فرمادی۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام فوراً حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس پاس آئے اور کہنے لگے:

"اے شعیب! قریب ہے کہ تمہاری قوم پر خدا تعالیٰ عذاب نازل کرے گا لہٰذا تم ہوشیار رہو، اور جو لوگ تم پر ایمان لائے ہیں ان سب کو لے کر شہر سے باہر نکل جاؤ، اور اب اس قوم سے دور رہو۔"

اس فرمان الٰہی کو سن کر حضرت شعیب علیہ السلام اپنے اہل وعیال اور وہ لوگ جو ان پر ایمان لائے تھے سب ملا کر ایک ہزار سات سو آدمی تھے۔ ان سب کو لے کر شہر سے باہر چلے گئے۔

یہ دیکھ کر تمام کافر ہنسنے لگے اور بولے:

"اے شعیب! تم پر کیا مصیبت آ پڑی ہے تم کہاں جا رہے ہو؟"

یہ سن کر حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا:

"اے شہر والو! میں تم سے جدا ہوتا ہوں، اور یہ حکم مجھے میرے خدا نے دیا ہے اب اس کے بعد تم پر اپنا عذاب نازل فرمادے گا۔"

حضرت شعیب علیہ السلام نے کافروں کو عذاب کی وعید سنائی اور وہاں سے چل دیے۔ تقریباً تین سو کے فاصلے پر نکل گئے۔ اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے، انہوں آ کر خبر دی کل صبح آپ کی قوم پر عذاب خداوندی نازل ہوگا۔

حدیث پاک میں آیا ہے:

"اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر جہنم کا ایک دروازہ کھول دیا، جس سے پوری آبادی میں شدید گرمی اور لو کی حرارت و تپش پھیل گئی اور بستی والوں کا دم گھٹنے لگا تو وہ لوگ اپنے گھروں میں گھسنے لگے اور اپنے اوپر پانی کا چھڑکاؤ کرنے لگے مگر پانی اور سایہ سے انہیں کوئی چین اور سکون نہیں ملتا تھا اور گرمی کی تپش سے ان کے بدن جھلسے جا رہے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے ایک بدلی بھیجی جو

شامیانے کی طرح پوری بستی پر چھا گئی، اور اس کے اندر ٹھنڈک اور فرحت بخش ہوا تھی۔ یہ دیکھ کر سب گھروں سے نکل کر اس بدلی کے شامیانے میں آ گئے۔ جب تمام آدمی بدلی کے نیچے آ گئے تو زلزلہ آیا، اور آسمان سے آگ برسی۔ جس میں سب کے سب ٹڈیوں کی طرح تڑپ تڑپ کر جل گئے۔ ان لوگوں نے اپنی سرکشی سے یہ کہا تھا کہ اے شعیب! ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا کر ہم کو ہلاک کر دو، چنانچہ وہی عذاب اس صورت میں اس سرکش قوم پر آ گیا اور سب کے سب جل کر راکھ کا ڈھیر بن گئے۔'' (صاوی ج 3 ص 150)

قرآن حکیم کہتا ہے:

''نافرمانی اور سرکشی کی پاداش میں قوم شعیب کو دو قسم کے عذاب نے آ گھیرا ایک زلزلہ کا عذاب اور دوسرا آگ کی بارش کا عذاب یعنی جب وہ اپنے گھروں میں آرام کر رہے تھے تو یک بیک ایک خوفناک زلزلہ آیا اور ابھی یہ ہولناکی ختم نہ ہوئی تھی کہ اوپر سے آگ برسنے لگی۔ اور نتیجہ یہ نکلا کہ سرکش اور مغرور گھٹنوں کے بل اوندھے جھلسے ہوئے پڑے تھے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی مدد اور نصرت فرما دی۔ کافروں کو شدت کی گرمی میں مبتلا کر دیا انہیں ایسی پیاس لگی کہ پانی پیتے مگر پیاس اور بڑھتی جاتی گرمی اس بلا کی تھی کہ سائے میں بھی گرمی کی تپش میں کوئی کمی نہ آتی بلند و بالا محلات اور پرسکون گھر بھی اس گرمی کا تدارک کرنے سے قاصر تھے وہ گھبرا کر بھاگ نکلے اور جنگل کی راہ لی لیکن اللہ کی قدرت اور فیصلے سے بھاگے تو قضا و قدر کی طرف رخ پھر گیا۔

اچانک آسمان پر ایک بادل نمودار ہوا، وہ سمجھے کہ بادل کا یہ ٹکڑا انہیں گرمی سے بچا لے گا بدحواسی میں اس ٹکڑے کے نیچے جمع ہو گئے کہ گرمی کی شدت سے بچ جائیں گے، اور سائے میں آرام پائیں گے یہاں تک کہ مدین کے سب بدبخت اس ٹکڑے کے نیچے جمع ہو گئے، اور کوئی ایک بھی ادھر ادھر نہ رہا۔ اچانک بادل سے شعلوں اور شراروں کی بارش برسنے لگی، اور اس میں سے ایک چیخ بلند ہوئی ایسا محسوس ہوتا تھا کہ زمین ان کے قدموں تلے سے نکلی جاتی ہے۔ وہ مارے خوف کے بھاگے لیکن جاتے تو کہاں جاتے اللہ تعالیٰ کا یہ عذاب جاری رہا یہاں تک کہ ان کی روحیں جسموں کا ساتھ چھوڑ گئیں، اور وہ سب نیست و نابود ہو گئے۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے نزول عذاب کا یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا، اور ان کے مردہ جسموں سے منہ پھیر لیا، کیونکہ اس عذاب کو دیکھ کر آپ کے دل میں حزن و ملال کی لہر دوڑ گئی وہ کوئی غیر تو تھے نہیں مگر اپنے رحم دل کو تسلی دینے کے لیے ان کے کفر کا خیال کیا۔ ان کی بداعتقادی اور اہل ایمان کے ساتھ ان کے ٹھٹھہ اور استہزا کا تصور کیا ان کی مخالفتوں کو اور ہٹ دھرمیوں کو یاد کیا تو اس سے ان کے دل کو اس قدر سے تسلی ہوئی کہ یہ اسی عذاب کے مستحق تھے آپ نے چہرہ مبارک پھیر لیا اور فرمایا:

''اے میری قوم! بے شک میں نے پہنچا دیے تھے تمہیں پیغامات اپنے رب کے اور میں نے نصیحت کی تھی تمہیں تو اب کیونکر غم کروں کافر قوم (کے ہولناک انجام) پر۔'' (سورۃ الاعراف: 93)

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

''پھر آ پکڑا ان کو زلزلے نے پس صبح کو رہ گئے اپنے اپنے گھروں کے اندر اوندھے پڑے۔'' (سورۃ الاعراف: 91)

پھر انہوں نے شعیب (علیہ السلام) کو جھٹلایا پس آ پکڑا ان کو بادل والے عذاب نے (جس میں آگ تھی) بے شک وہ بڑے ہولناک دن کا عذاب تھا۔''

(سورۃ الشعرا: 189)

''اور ہم نے قبیلہ مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا اس نے کہا اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور ناپ تول میں کمی نہ کیا کرو میں دیکھ رہا ہوں کہ تم خوش حال ہو (یعنی خدا نے تمہیں بہت کچھ دے رکھا ہے پس کفران نعمت سے بچو) میں ڈرتا ہوں کہ تم پر عذاب کا ایسا دن نہ آ جائے جو سب پر چھا جائے گا۔ اور اے میری قوم کے لوگو! ناپ تول انصاف کے ساتھ پوری پوری کیا کرو لوگوں کو ان کی چیزیں (ان کے حق سے) کم نہ دو ملک میں فساد پھیلاتے نہ پھرو اگر تم میرا کہا مانو تو جو کچھ اللہ کا دیا (کاروبار میں) بچ رہے۔ اسی میں تمہارے لیے بہتری ہے اور دیکھو (میرا کام تو صرف نصیحت کر دینا ہے) میں کچھ تم پر نگہبان نہیں (کہ جبراً اپنی راہ پر چلا دوں) لوگوں نے کہا اے شعیب! کیا تیری یہ نمازیں (جو تو اپنے خدا

کے لیے پڑھتا ہے) تجھے یہ حکم دیتی ہیں کہ ہمیں آ کر کہے ان معبودوں کو چھوڑ دو جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے رہے ہیں یا یہ کہ ہمیں اختیار نہیں کہ اپنے مال میں جس طرح کا تصرف کرنا چاہیں کرلیں بس تم ہی ایک نرم دل اور راست باز آدمی رہ گئے ہو شعیب نے کہا اے میری قوم کے لوگو! کیا تم نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ اگر میں اپنے پروردگار کی طرف سے ایک دلیل روشن رکھتا ہوں اور اس کے فضل و کرم کا یہ حال ہو کہ اچھی (سے اچھی) روزی عطا فرما رہا ہو (تو پھر بھی میں چپ رہوں اور تمہیں راہ حق کی طرف نہ بلاؤں) اور میں یہ نہیں چاہتا کہ جس بات سے تمہیں روکتا ہوں اس سے تمہیں تو روکوں اور خود اس کے خلاف چلوں میں تمہیں جو کچھ کہتا ہوں اس پر عمل بھی کرتا ہوں اس کے سوا کچھ نہیں چاہتا کہ جہاں تک میرے بس میں ہے اصلاح حال کی کوشش کروں۔ میرا کام بنتا ہے تو اللہ ہی کی مدد سے بنتا ہے میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع ہوں۔ اور اے میری قوم کے لوگو میری ضد میں آ کر کہیں ایسی بات نہ کر بیٹھنا کہ تمہیں بھی ویسا ہی معاملہ پیش آ جائے جیسا قوم نوح کو یا قوم ہودؑ کو یا قوم صالحؑ کو پیش آ چکا ہے اور قوم لوطؑ کا معاملہ تم سے کچھ دور نہیں اور دیکھو اللہ سے (اپنے گناہوں کی) معافی مانگو اور اس کی طرف لوٹ جاؤ میرا پروردگار بڑا ہی رحمت والا ہے۔ بڑا ہی محبت والا ہے لوگوں نے کہا ''اے شعیبؑ! تم جو کچھ کہتے ہو اس میں سے اکثر باتیں تو ہماری سمجھ میں نہیں آتیں اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ تم ہم لوگوں میں کمزور آدمی ہو اگر تمہارے ساتھ تمہاری برادری کے آدمی نہ ہوتے تو ہم ضرور تمہیں سنگسار کر دیتے تمہاری ہمارے سامنے کوئی ہستی نہیں۔ شعیبؑ نے کہا اے میری قوم کے لوگو! کیا اللہ سے بڑھ کر تم پر میری برادری کا دباؤ ہوا؟ اور اللہ تمہارے لیے کچھ نہ ہوا کہ اسے پیچھے ڈال دیا؟ اچھا جو تم کرتے ہو میرے پروردگار کے احاطہ (علم) سے باہر نہیں اے میری قوم کے لوگو! تم اپنی جگہ کام کیے جاؤ میں بھی اپنی جگہ سرگرم عمل ہوں بہت جلد معلوم کرلو گے کہ کس پر عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کر دے گا اور کون فی الحقیقت جھوٹا ہے انتظار کرو

میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں اور پھر جب ہماری ٹھہرائی ہوئی بات کا وقت آ پہنچا تو ایسا ہوا کہ ہم نے شعیب کو اور ان کو جو ان کے ساتھ ایمان لائے تھے اپنی رحمت سے بچالیا اور جو لوگ ظالم تھے انہیں ایک سخت آواز نے آ پکڑا پس جب صبح ہوئی تو اپنے اپنے گھروں میں اوندھے پڑے تھے وہ اس طرح اچانک ہلاک ہوگئے گویا ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے، تو سن رکھو کہ قبیلہ مدین کے لیے بھی محرومی ہوئی جس طرح ثمود کے لیے محرومی ہوئی تھی!''

(سورۂ ہود: 84 تا 95)

عذاب الٰہی کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام نے دربار الٰہی میں التجا کی:

''میرے پروردگار میں کہاں جاؤں اور کس جگہ رہوں۔''

غیب سے ندا آئی:

''اے میرے پیغمبر! تم اپنے اپنے گھروں میں جا کر رہو۔''

یہ حکم الٰہی سن کر حضرت شعیب علیہ السلام اپنی پوری قوم جو آپ پر ایمان لا چکی تھی، اور آپ کے ہمراہ تھی۔ ان سب کو لے کر شہر میں آئے اور دیکھا کہ سب باغی و سرکش جل بھن کر خاک ہوگئے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام

فرعون کی تباہی

''اور ہم نے تمہاری ہدایت کے لیے موسیٰ کو کتاب دی اور حق و ناحق میں فرق کرنے والے احکام شریعت عطا کیے تا کہ تم سیدھی راہ پر آ جاؤ اللہ کی عبادت اور اپنے نبی کی فرمانبرداری کرو۔'' (سورۃ البقرہ: 53)

ایک رات فرعون نے خواب دیکھا کہ وہ درخت عالم بالا پر گیا اور پھر سارا عالم اس کے زیر سایہ ہو گیا۔ صبح ہوتے ہی اس نے اپنے تمام حکیموں اور منجموں اور جادوگروں کو بلایا اور ان سے پوچھا:

''تم خوب غور و خوض کر کے مجھے اس خواب کی تعبیر بتاؤ۔''

ایک کاہن نے فرعون کو بتایا:

''بنی اسرائیل کے ہاں ایک بچہ پیدا ہو گا جو آپ کی سلطنت کو ختم کر دے گا۔''

فرعون مصر میں پیشین گوئی سن کر غصے سے آگ بگولا ہو گیا اس خبر پر وہ بھونچکاں ہو گیا اور اس کے ظلم و ستم میں اضافہ ہو گیا فرعون کی سرکشی بڑھتے بڑھتے انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ بنی اسرائیل اس کی رعایا تھے۔ وہ ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑتا تھا۔ یہ لوگ اس ظالم و جابر بادشاہ کے زیر تسلط کسمپرسی اور مصیبت کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ بدحالی ذلت اور نکبت کی اس زندگی میں دن بدن اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ فرعون مصر نے جب اپنے خواب کی یہ تعبیر سنی تو اس نے اعلان کروا دیا:

''بنی اسرائیل کے ہاں اگر کوئی بچہ پیدا ہو تو اسے ذبح کر دیا جائے۔''

مگر خدائے قادر کے سامنے ایک انسان کی تدبیر کیا ٹک سکتی ہے۔ رب العالمین نے تو ازل سے لکھ رکھا تھا کہ اس سرکش اور جابر بادشاہ کی بادشاہت کا خاتمہ اس ضعیف و ناتواں نسل کے ایک بچے کے ہاتھ پر ہو گا، جس کی پرورش کی ذمہ داری بھی وہ خود نبھائے گا۔ مگر ایسے

پھول کی مانند جو کانٹوں کی نوک کے درمیان کھلتا ہے یا ایسی فجر کی طرح جو تاریکیوں کی کوکھ سے جنم لیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو تمکنت عطا کر دی اور فرعون، ہامان اور اس کے لشکروں کو دکھا دیا کہ وہ کس طرح بچنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اب قرآن حکیم کی زبان میں سنیے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کس طرح فرعون کے گھر میں پرورش کرایا گیا اور انہیں ان کے دشمن کے ہاتھ سے محفوظ رکھا گیا سورہ قصص میں فرمایا گیا:

''اور ہم نے موسیٰ کی (پیدائش کے بعد موسیٰ کی) ماں کو حکم بھیجا کہ تو ان کو دودھ پلاتی رہ۔ پھر جب تجھے اس کی جان کا ڈر ہو تو اسے (ایک صندوق میں رکھ کر) دریا میں ڈال دے اور (اسے نقصان پہنچنے کا) خوف نہ کر اور نہ غمگین ہو۔ ہم اس کو تیری ہی طرف لوٹا دیں گے اور اسے (بڑا ہونے کے بعد) پیغمبروں کی جماعت میں شامل کر دیں گے۔ (چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے جب خطرہ محسوس کیا تو ان کو ایک صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دیا) تب فرعون کے لوگوں نے ان کو (دریا میں سے) اٹھا لیا تا کہ تقدیر کا لکھا سامنے آئے اور وہ (آگے چل کر) ان کے دشمن اور ان کے پریشانی کا باعث ہوں۔ بے شک فرعون اور اس کا وزیر ہامان اور اس کے لشکر خطا کار تھے (یہ نہ سمجھے کہ خدا کا فیصلہ بدلا نہیں جا سکتا۔) فرعون کی بیوی (کو جب یہ بچہ دیا گیا تو اس) نے فرعون سے کہا یہ تو تیری اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اسے قتل نہ کرنا (ہم اسے پالیں گے) ہو سکتا ہے ہم کو یہ فائدہ پہنچائے یا اس کو ہم بیٹا ہی بنا لیں، اور ان کو کچھ خبر نہ تھی (کہ وہ ان کی ہلاکت کا باعث ہو گا۔)''

حضرت موسیٰ علیہ السلام بن عمران بن قاہت بن لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم۔

بنی اسرائیل کے اولوالعزم پیغمبر حضرت یعقوب علیہ السلام جن کا عبرانی نام اسرائیل ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے پوتے کے پوتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے درمیان تقریباً چار سو سال کی مدت ہے، اور آپ شریعت اور حکومت دونوں کے جامع تھے۔ آپ نے ایک ظالم و متکبر قوم اور اس کے مغرور بادشاہ کے مقابلے میں ایک نہتی اور مظلوم قوم کو ساتھ لے کر فرعونی طاقت کا مقابلہ کیا، اور وقت کی سب سے بڑی ظالم طاقت کا تختہ الٹ کر حکومت الٰہی کا پرچم لہرایا۔ ان وجوہ سے آپ کی زندگی اللہ کے آخری رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی

زندگی سے بہت مشابہت رکھتی ہے، اور اس میں امت محمدیہ کے لیے بہت سے ہدایت وعبرت کے پہلو پنہاں ہیں۔ اس لیے آپ کی حیات مقدسہ کے مختلف پہلوؤں کو قرآن کریم کی مختلف سورتوں میں واضح کیا گیا ہے۔

آپ کا اسم گرامی قرآن کریم میں 128 بار آیا ہے قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

① سورۃ البقرہ

اس سورۂ مبارکہ میں ارشاد ہوتا ہے

1۔ ''اے بنی اسرائیل (اولاد یعقوبؑ)! میری نعمت یاد کرو جو میں تمہیں بخشی، اور پورا کرو میرا وعدہ میں تمہارا وعدہ پورا کروں گا اور مجھ ہی سے ڈرو۔''
(سورۃ البقرہ: 40)

2۔ ''اور اس پر ایمان لاؤ جو میں نے نازل کیا، اس کی تصدیق کرنے والا جو تمہارے پاس ہے اور اس سے پہلے کافر نہ ہو جاؤ، اور میری آیات کے عوض تھوڑی قیمت نہ لو اور مجھ ہی سے ڈرو۔'' (سورۃ البقرہ:41)

3۔ ''اور حق کو باطل سے نہ ملاؤ اور حق کو نہ چھپاؤ جبکہ تم جانتے ہو۔''
(سورۃ البقرہ :42)

4۔ ''اور قائم کرو نماز اور ادا کرو زکوٰۃ اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔'' (سورۃ البقرہ:43)

5۔ ''کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم پڑھتے ہو کتاب کیا پھر تم سمجھتے نہیں ہو؟'' (سورۃ البقرہ:44)

6۔ ''اور تم مدد حاصل کرو صبر اور نماز سے اور وہ بڑی (دشوار) ہے مگر عاجزی کرنے والوں پر نہیں۔'' (سورۃ البقرہ:44)

7۔ ''وہ جو یقین رکھتے ہیں کہ انہیں اپنے رب کے روبرو پیش ہونا ہے اور یہ کہ وہ اس کی طرف لوٹنے والے ہیں۔'' (سورۃ البقرہ:46)

8۔ ''اے بنی اسرائیل! تم میری نعمت یاد کرو جو میں نے تمہیں بخشی اور یہ کہ میں نے تمہیں فضیلت دی زمانے والوں پر۔'' (سورۃ البقرہ: 47)

9۔ ''اور اس دن سے ڈرو جس دن کوئی شخص کسی کے کچھ کام نہ آسکے گا اور نہ اس کی طرف سے کسی کی سفارش قبول کی جائے گی اور نہ اس سے کوئی معاوضہ قبول کیا جائے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔'' (سورۃ البقرہ:48)

10۔ ''اور جب میں نے تمہیں آل فرعون سے نجات دی وہ تمہیں دکھ دیتے تھے برے عذاب کا اور وہ تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی۔'' (سورۃ البقرہ:49)

11۔ ''اور جب ہم نے تمہارے لیے پھاڑ دیا دریا، پھر ہم نے تمہیں بچا لیا اور آل فرعون کو ڈبو دیا اور تم دیکھ رہے تھے۔'' (سورۃ البقرہ:50)

12۔ ''اور جب ہم نے موسیٰؑ سے چالیس رات وعدہ کیا پھر تم نے بچھڑے کو ان کے بعد معبود بنا لیا اور تم ظالم ہوئے پھر ہم نے تمہیں اس کے بعد بھی معاف کر دیا تاکہ تم احسان مانو۔'' (سورۃ البقرہ:51، 52)

13۔ ''اور ہم نے تمہاری ہدایت کے لیے موسیٰؑ کو کتاب دی اور حق و ناحق میں فرق کرنے والے احکام (شریعت) عطا کیے تاکہ تم سیدھی راہ پر آجاؤ اللہ کی عبادت اور اپنے نبی کی فرمانبرداری کرو۔'' (سورۃ البقرہ: 53)

14۔ ''اور یاد کرو جب موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا اے قوم! بے شک تم نے اپنے اوپر ظلم کیا بچھڑے کو معبود بنا کر۔ سو تم اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع کر، اپنوں کو ہلاک کرو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے تمہارے پیدا کرنے والے کے نزدیک۔ سو اس نے تمہاری توبہ قبول کر لی بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا بڑا مہربان ہے۔'' (سورۃ البقرہ: 54)

15۔ ''اور جب تم نے کہا، اے موسیٰؑ! ہم تجھے ہرگز نہ مانیں گے جب تک اللہ کو ہم کھلم کھلا نہ دیکھ لیں تو تمہیں (اس گستاخی پر) بجلی کی کڑک نے آلیا اور تم دیکھ رہے تھے۔'' (سورۃ البقرہ: 55)

16۔ ''پھر ہم نے تمہیں تمہاری موت کے بعد زندہ کیا تاکہ تم احسان مانو۔''
(سورۃ البقرہ:56)

17۔ ”اور ہم نے تم پر بادل کا سایہ کیا اور ہم نے تم پر من وسلویٰ اتارا، وہ پاک چیزیں کھاؤ جو ہم نے تمہیں دیں، اور ہم نے نقصان نہیں کیا اور لیکن وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔“ (سورۃ البقرہ:57)

18۔ ”اور (وہ واقعہ بھی یاد کرو) جب ہم نے کہا تم داخل ہو جاؤ اس بستی میں۔ پھر اس انداز سے جہاں چاہو بافراغت کھاؤ اور دروازے سے داخل ہو سجدہ کرتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے کہ ہمارے گناہ معاف فرما۔ ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے، اور عنقریب زیادہ دیں گے نیکی کرنے والوں کو۔“ (سورۃ البقرہ:58)

19۔ ”پھر ظالموں نے اس قول کو جو بتایا گیا تھا، دوسری بات سے بدل ڈالا۔ تو ہم نے ظالموں پر آسمان سے عذاب اتارا، کیونکہ وہ نافرمانی کرتے تھے (ان میں طاعون پھیل گیا اور وہ کثیر تعداد میں ہلاک ہو گئے)۔“

(سورۃ البقرہ:59)

20۔ ”اور (یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لیے پانی مانگا۔ پھر ہم نے کہا اپنا عصا پتھر پر مارو، تو پھوٹ پڑے اس سے بارہ چشمے، ہر قوم نے اپنا گھاٹ پہچان لیا پھر ہم نے ان سے کہا تم کھاؤ اور پیو اللہ کے رزق سے، اور زمین میں فساد مچاتے نہ پھرو۔“ (سورۃ البقرہ:60)

21۔ ”اور جب تم نے کہا: اے موسیٰ! ہم ایک کھانے پر ہرگز صبر نہ کریں گے، آپ ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کریں کہ ہمارے لیے پیدا کرے جو زمین اگاتی ہے۔ کچھ ترکاری اور ککڑی، اور گندم اور مسور اور پیاز اس (حضرت موسیٰ) نے کہا کیا تم بدلنا چاہتے ہو اس چیز کو جو ادنیٰ ہے، اس سے جو بہتر ہے؟ تم شہر میں اترو۔ بے شک تم کو وہ مل جائے گا جو تم مانگتے ہو، اور ان پر ذلت اور محتاجی مسلط کر دی گئی اور وہ لوٹے اللہ کے غضب کے ساتھ، یہ اس لیے ہوا کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے۔ اور ناحق پیغمبروں کو قتل کرتے تھے۔ یہ اس لیے ہوا کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے بڑھ جاتے تھے۔“ (سورۃ البقرہ:61)

22۔ ”اور (یاد کرو) جب ہم نے تم سے عہد لیا اور ہم نے تمہارے اوپر کوہ طور کو بلند کیا (اور حکم دیا) جو کتاب ہم نے تمہیں عطا کی ہے اسے مضبوطی سے پکڑو اور جو اس میں لکھا ہے اسے یاد رکھو تاکہ تم پرہیز گار ہو جاؤ (لیکن) اس کے بعد بھی تم پھر گئے (روگردانی کی) پس اگر اللہ کا فضل نہ ہوتا تم پر اور اس کی رحمت تو تم نقصان اٹھانے والوں میں سے تھے۔“

(سورۃ البقرہ:63، 64)

23۔ ”اور (اے یہود) البتہ تم نے ان لوگوں کو جان لیا جنہوں نے تم میں سے ہفتہ (یوم سبت) کے دن زیادتی کی تب ہم نے ان سے کہا تم ذلیل بندر ہو جاؤ تم اپنی قوم کا واقعہ نہیں بھولے مگر تم انکار سے باز نہیں آئے۔“

(سورۃ البقرہ:65)

24۔ ”تو ہم نے اس واقعہ کو ان کے ہم عصروں کے لیے اور بعد میں آنے والوں کے لیے (باعث) عبرت بنا دیا اور موجب نصیحت پرہیز گاروں کے لیے۔“ (سورۃ البقرہ:66)

25۔ ”اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم ایک گائے ذبح کرو۔ وہ کہنے لگے کیا تم ہم سے مذاق کرتے ہو؟ اس نے کہا اللہ کی پناہ کہ میں جاہلوں میں سے ہو جاؤ۔“ (سورۃ البقرہ: 67)

26۔ ”وہ (لاجواب ہو کر) بولے: کہ اپنے رب سے ہمارے لیے دعا کریں کہ ہمیں بتلائے کہ وہ (گائے) کیسی ہے؟ اس نے کہا: بے شک وہ فرماتا ہے کہ وہ گائے نہ بوڑھی ہے اور نہ کم عمر۔ بلکہ اس کے درمیان عمر کی ہو۔ پس تمہیں جو حکم دیا جاتا ہے اس پر عمل کر ڈالو۔“ (سورۃ البقرہ:68)

27۔ ”انہوں نے کہا ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کریں کہ وہ ہمیں بتلا دے اس کا رنگ کیسا ہے؟ اس نے کہا: بے شک وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے زرد رنگ کی، اس کا رنگ خوب گہرا ہے دیکھنے والوں کو اچھی لگتی ہے۔“

(سورۃ البقرہ:69)

28۔ ”(یہود نئے نئے سوال کرتے جا رہے تھے) مزید بولے، ہمارے لیے

اپنے رب سے دعا کریں وہ ہمیں (ذرا تفصیل سے) بتا دے کہ وہ کیسی
ہے؟ کیونکہ ہم گائے کے متعلق شبہ میں پڑ گئے ہیں اور اگر اللہ نے چاہا تو
بے شک ہم ضرور راہ ہدایت پالیں گے۔'' (سورۃ البقرہ:70)

29۔ ''(حضرت موسیٰ نے کہا) بے شک وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے نہ
محنت کرنے والی ہو، نہ زمین جوتتی ہو نہ کھیتی کو پانی دیا ہو وہ ایک بے عیب
گائے ہو اس میں کوئی داغ نہ ہو، وہ بولے اب تم نے ٹھیک بات بتائی
ہے۔ غرض انہوں نے اس گائے کو ذبح کر دیا اور وہ لگتے نہ تھے کہ وہ
اسے (ذبح) کریں گے۔'' (سورۃ البقرہ:71)

30۔ ''اور جب تم نے ایک آدمی کو قتل کیا، پھر ایک دوسرے پر الزام قتل
دھرنے لگے اور اللہ ظاہر کرنے والا تھا جو تم چھپاتے تھے۔''
(سورۃ البقرہ:72)

31۔ ''پھر ہم نے کہا اس مقتول کو گائے کا ایک ٹکڑا مارو، اس طرح اللہ مردوں
کو زندہ کرے گا وہ تمہیں دکھاتا ہے اپنی قدرت کے نمونے تا کہ تم غور کرو
عقل سے کام لو۔'' (سورۃ البقرہ:73)

32۔ ''پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے۔ سو وہ پتھر جیسے ہو گئے یا اس
سے زیادہ سخت اور بے شک بعض پتھروں سے نہریں پھوٹ نکلتی ہیں۔
اور بے شک ان میں سے بعض پھٹ جاتے ہیں تو نکلتا ہے ان سے
پانی۔ اور ان میں سے بعض اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں اور اللہ اس سے
بے خبر نہیں جو تم کرتے ہو۔'' (سورۃ البقرہ:74)

33۔ ''پھر کیا تم توقع رکھتے ہو کہ وہ مان لیں گے تمہاری خاطر، اور ان میں
سے ایک فریق اللہ کا کلام (تورات) سنتا تھا۔ پھر وہ اس کو جان بوجھ کر
بدل ڈالتے تھے۔ اور وہ جانتے تھے (کہ اللہ نے کیا کلام اتارا اور انہوں
نے اسے کیوں بدلا۔)'' (سورۃ البقرہ:75)

34۔ ''اور جب وہ یہود ان لوگوں سے ملتے ہیں جو ایمان لائے، تو کہتے ہیں
ہم ایمان لائے، اور جب ان کے بعض دوسروں کے پاس اکیلے ہوتے

ہیں تو ان (منافق یہودیوں سے) کہتے ہیں کہ اللہ نے تم پر جو ظاہر کیا
(یعنی جو شہادتیں پیغمبر آخر الزماں (ﷺ) کے متعلق تورات میں ہیں وہ تم)
مسلمانوں سے کیوں کہہ دیتے ہو تا کہ وہ روز قیامت تمہارے رب کے
سامنے (تمہارے ہی الفاظ سے) تم کو جھٹلا دیں کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے۔''
(سورۃ البقرہ:76)

35۔ ''اور جب ہم نے لیا بنی اسرائیل سے پختہ عہد، کہ تم اللہ کے سوا کسی کی
عبادت نہ کرنا۔ اور ماں باپ سے حسن سلوک کرنا اور قرابت داروں،
یتیموں اور مسکینوں سے بھی، اور تم کہنا لوگوں سے اچھی بات، اور نماز قائم
کرنا اور زکوٰۃ دینا تم میں سے چند ایک کے سوا سب اس عہد سے پھر گئے
اور تم پھر جانے والے ہو۔'' (سورۃ البقرہ:83)

36۔ ''اور جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا کہ تم اپنوں کا خون نہ بہاؤ گے، اور
نہ تم اپنوں کو اپنی بستیوں سے نکالو گے۔ پھر تم نے اقرار کیا اور تم گواہ ہو
(اس کو مانتے ہو) لیکن پھر تم وہ لوگ ہو جو قتل کرتے ہو اپنوں کو اور اپنے
ایک فریق کو ان کے وطن سے نکالتے ہو۔ تم چڑھائی کرتے ہو ان پر گناہ
اور سرکشی سے، اور اگر وہ تمہارے پاس قیدی آئیں تو بدلہ دے کر انہیں
چھڑاتے ہو حالانکہ ان کا جلاوطن کرنا تم پر حرام کیا گیا تھا۔ تو کیا تم کتاب
کے بعض احکام پر ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو، سو تم میں جو
ایسا کرے اس کی کیا سزا ہے؟ سوائے اس کے کہ دنیا کی زندگی میں
رسوائی، اور قیامت کے دن سخت عذاب کی طرف لوٹائے جاؤ۔ اور تم جو
کرتے ہوئے اللہ اس سے بے خبر نہیں ہے۔'' (سورۃ البقرہ: 84، 85)

37۔ ''یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے خرید لی آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی، سو
ان سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا، اور نہ ان کو کہیں سے کوئی مدد پہنچے گی۔''
(سورۃ البقرہ:86)

38۔ ''اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی۔ اور ہم نے اس کے بعد پے
در پے بھیجے رسول، اور ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو کھلی نشانیاں دیں۔ اور

اس کی مدد کی جبرائیل کے ذریعے کیا پھر جب تمہارے پاس کوئی رسول اس کے ساتھ آیا جو تمہارے جی کو نہ بھایا، تو تم نے تکبر کیا۔ سو ایک گروہ کو تم نے جھٹلایا اور ایک گروہ کو تم قتل کرنے لگے۔'' (سورۃ البقرہ:87)

39۔ ''اور البتہ موسیٰ تمہارے پاس کھلی نشانیوں کے ساتھ آئے۔ پھر تم نے اس کے بعد بچھڑے کو (معبود) بنالیا اور تم ظالم ہو۔'' (سورۃ البقرہ:92)

40۔ ''اور جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا اور تمہارے اوپر کوہ طور بلند کیا (اور کہا) جو احکام ہم نے تمہیں دیے ان کو مضبوطی سے پکڑو اور سنو، تو وہ بولے، ہم نے سنا اور (دل سے) نافرمانی کی، اور ان کے دلوں میں بچھڑا رچا دیا گیا تھا۔ ان کے کفر کے سبب اے نبی (ﷺ) کہہ دیں اگر تم ایمان والے ہو (اگر تمہارا یہی ایمان ہے) تو تمہارا ایمان تم کو کیسی بری باتیں سکھاتا ہے۔'' (سورۃ البقرہ:93)

41۔ ''تو کیا اے مسلمانو! تم چاہتے ہو کہ تم اپنے رسول (ﷺ) سے سوال کرو جیسے سوال کیے گئے اس سے پہلے موسیٰ سے! اور جو ایمان کے بدلے کفر اختیار کرلے سو وہ بھٹک گیا سیدھے راستے سے۔'' (سورۃ البقرہ: 108)

② سورۃ الانعام

اللہ تعالیٰ سورۃ الانعام میں ارشاد فرماتے ہیں:

1۔ ''اور ہم نے ان (ابراہیمؑ) کو بخشا اسحاق اور یعقوبؑ اور ہم نے سب کو ہدایت دی۔ اور نوحؑ کو ہم نے دی اس سے قبل، اور ان کی اولاد میں سے داؤدؑ اور سلیمانؑ اور ایوبؑ اور یوسف اور موسیٰؑ اور ہارونؑ کو اور اسی طرح ہم نیک کام کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں۔'' (سورۃ الانعام:84)

2۔ ''پھر ہم نے موسیٰؑ کو کتاب (توریت) بخشی۔ تاکہ جو لوگ نیک کام کرنے والے ہیں ان پر اپنی نعمت کو پورا کریں اور اس میں ہر چیز کی تفصیل ہے اور ہدایت و رحمت ہے۔ تاکہ وہ اپنے رب سے ملاقات پر ایمان لے آئیں۔'' (سورۃ الانعام: 154)

③ سورۃ الاعراف

ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

1۔ ''پھر ہم نے اس کے بعد موسیٰؑ کو اپنی نشانوں کے ساتھ بھیجا فرعون کی طرف اور اس کے سرداروں کی طرف تو انہوں نے ان نشانیوں کا انکار کیا۔ سو تم دیکھو فساد کرنے والوں کا کیا انجام ہوا؟''

(سورۃ الاعراف:103)

2۔ ''اور کہا موسیٰؑ نے: اے فرعون! بے شک میں تمام جہانوں کے رب کی طرف سے رسول ہوں۔ میرا فرض منصبی یہ ہے کہ میں اللہ پر کوئی بات سوائے سچ کے نہ کہوں۔ تحقیق میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانیاں لایا ہوں، پس میرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے۔''

(سورۃ الاعراف:104-105)

3۔ ''(فرعون) بولا: اگر تو واقعی کوئی معجزہ لایا ہے تو لے آ (دکھا) اگر سچوں میں سے ہے۔'' (سورۃ الاعراف:106)

4۔ ''پس اس (موسیٰ) نے اپنا عصا ڈالا، تو اسی وقت ایک صریح اژدھا بن گیا۔ اور اس (موسیٰؑ) نے اپنا ہاتھ گریبان (میں سے بغل میں دبا کر) سے نکالا تو ناگاہ وہ ناظرین کو سفید منور نظر آنے لگا۔''

(سورۃ الاعراف:107، 108)

5۔ ''فرعون کی قوم کے سردار (یہ معجزے دیکھ کر) بولے بے شک یہ تو ماہر جادوگر ہے (لوگو) اس کا ارادہ یہ ہے کہ تم کو تمہارے ملک سے نکال دے۔ بولا: اب تم کیا کہتے ہو؟'' (سورۃ الاعراف: 109، 110)

6۔ ''وہ بولے اس کو اور اس کے بھائی کو روک لے۔ اور شہروں میں بھیج دے نقیب (اکٹھا کرنے والے تاکہ وہ) ماہر جادوگروں کو تیرے پاس لائیں۔''

(سورۃ الاعراف:111)

7۔ ''اور جادوگر فرعون کے پاس آ گئے۔ وہ بولے یقیناً ہمارے لیے کوئی

انعام ہوگا؟ اگر ہم غالب ہوئے۔'' (سورۃ الاعراف:113)

8۔ ''اس فرعون نے کہا ہاں ! تم بے شک (میرے) مقربین میں سے ہوگے۔'' (سورۃ الاعراف:114)

9۔ ''وہ جادوگر بولے: اے موسیٰ ! یا تو اپنا عصا ڈال ورنہ ہم ڈالنے والے ہیں موسیٰ نے کہا تم ڈالو پس جب انہوں نے ڈالا تو لوگوں کی آنکھوں میں سحر کردیا اور انہیں ڈرایا اور بڑا جادو لائے اس پر ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی اپنا عصا ڈالو ناگاہ وہ نگلنے لگا جو ڈھکوسلا انہوں نے بنایا تھا پس حق ثابت ہوگیا اور وہ جو کرتے تھے باطل ہوگیا۔ پس وہ وہیں مغلوب اور لوٹے ذلیل ہوکر۔'' (سورۃ الاعراف:115 تا 119)

10۔ ''(جادوگروں کو یقین ہوگیا کہ موسیٰ سچے ہیں پس) جادوگر سجدہ میں گر گئے اور بولے کہ ہم تمام جہانوں کے رب پر ایمان لے آئے۔ یعنی موسیٰ اور ہارونؑ کے رب پر۔'' (سورۃ الاعراف: 120 تا 122)

11۔ ''فرعون (جادوگروں سے) بولا: کیا تم اس پر ایمان لے آئے اس سے قبل کہ میں تمہیں اجازت دوں؟ بے شک یہ ایک چال ہے کہ شہر میں تم نے چلی ہے تا کہ اس شہر کے باسیوں کو یہاں سے نکال دو، تم جلد (اس کا نتیجہ) جان لوگے، میں ضرور کاٹ ڈالوں گا تمہارے (ایک طرف کے) ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں پھر میں تم سب کو ضرور سولی دوں گا۔'' (سورۃ الاعراف: 124,123)

12۔ ''وہ بولے بے شک ہم کو تو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے (جیسے وہ چاہے بلالے) اور (اے فرعون!) تجھ کو ہم سے دشمنی نہیں مگر صرف یہ، کہ ہم اپنے رب کی نشانیوں پر ایمان لائے، جب وہ ہمارے پاس آ گئیں (پس ہماری دعا ہے کہ) اے ہمارے رب ہم پر صبر کے دہانے کھول دے اور ہمیں موت دے (اس حال میں کہ ہم) مسلمان ہوں۔'' (سورۃ الاعراف: 125، 126)

13۔ ''اور فرعون کی قوم کے سردار بولے کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو چھوڑ رہا ہے

کہ وہ زمین پر فساد برپا کریں۔ اور وہ (موسیٰ) تجھے اور تیرے معبودوں کو چھوڑ دیں۔ (ذلیل کریں) اس نے کہا ہم عنقریب اس کے بیٹوں کو قتل کر دیں گے۔ اور بیٹیوں کو زندہ چھوڑ دیں گے اور ہم ان پر زور آور ہیں۔'' (سورۃ الاعراف:127)

14۔ ''موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ تم اللہ سے مدد مانگو، اور صبر کرو، بے شک زمین اللہ کی ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے، اور انجام کار پرہیزگاروں کے لیے ہے۔'' (سورۃ الاعراف:128)

15۔ ''وہ بولے ہم اذیت دیے گئے اس سے قبل کہ آپ ہم میں آتے اور اس کے بعد کہ آپ ہم میں آئے، (موسیٰ نے) کہا قریب ہے تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کردے۔ پھر دیکھے گا کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔'' (سورۃ الاعراف: 129)

16۔ ''اور البتہ ہم نے پکڑا فرعون والوں کو قحطوں میں، اور پھلوں کے نقصان میں تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔'' (سورۃ الاعراف: 130)

17۔ ''جب ان کے پاس آئی بھلائی، تو کہنے لگے۔ یہ ہمارے لیے ہے اور کوئی برائی (تکلیف) پہنچی تو موسیٰ اور اس کے ساتھیوں کی نحوست قرار دیتے۔ یاد رکھو! اس کے سوا نہیں کہ ان کی بدنصیبی اللہ کے پاس ہے لیکن اکثر نہیں جانتے۔'' (سورۃ الاعراف:131)

18۔ ''وہ کہنے لگے (اے موسیٰ) تو ہم پر کیسی بھی نشانی لائے اس سے ہم پر جادو کرے تو بھی ہم تجھ پر ایمان لانے والے نہیں۔'' (سورۃ الاعراف:132)

19۔ ''پھر ہم نے ان پر بھیجے طوفان اور ٹڈی اور جوئیں اور مینڈک اور خون جدا جدا نشانیاں، مگر انہوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم قوم کے لوگ تھے۔'' (سورۃ الاعراف: 133)

20۔ ''اور جب ان پر عذاب واقع ہوا تو کہنے لگے اے موسیٰ ہمارے لیے دعا

کر اپنے رب سے اس عہد کے سبب جو اس نے تم سے کر رکھا ہے اگر تو نے ہم سے عذاب اٹھالیا تو ہم ضرور تجھ پر ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو تیرے ساتھ ضرور بھیج دیں گے۔'' (سورۂ الاعراف: 134)

21۔ ''پھر جب ہم نے ان سے عذاب اٹھالیا ایک مدت تک، کہ انہیں پہنچنا تھا اسی وقت وہ عہد توڑ دیتے۔'' (سورۂ الاعراف: 135)

22۔ ''پھر ہم نے ان سے انتقام لیا۔ اور انہیں دریا میں غرق کر دیا کیونکہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلا دیا اور وہ ان سے غافل تھے۔''

(سورۂ الاعراف: 136)

23۔ ''اور ہم نے اس قوم کو بنی اسرائیل کا وارث کر دیا جو اس زمین کے مشرق و مغرب میں کمزور سمجھے جاتے تھے، جس میں ہم نے برکت رکھی ہے (سرزمین شام) اور بنی اسرائیل پر تیرے رب کا وعدہ پورا ہو گیا، اس کے بدلہ میں کہ انہوں نے صبر کیا اور ہم نے برباد کر دیا جو فرعون اور اس کی قوم نے بنایا تھا اور جو (انگور کے باغ) وہ اونچا پھیلاتے تھے (ان کے بلند و بالا محلات اور باغات۔)'' (سورۂ الاعراف: 137)

24۔ ''اور ہم نے بنی اسرائیل کو بحر (قلزم) کے پار اتارا۔ پس وہ ایک ایسی قوم کے پاس آئے جو اپنے بتوں (کی پوجا) پر جمے بیٹھے تھے وہ بولے۔ اے موسیٰ ہمارے لیے ایسے بت بنا دے جیسے ان کے ہیں (موسیٰ نے) کہا بے شک تم لوگ نادانی کرتے ہو۔ بے شک یہ لوگ جس (بت پرستی) میں لگے ہوئے ہیں وہ تباہ ہونے والی ہے اور باطل ہے وہ جو یہ کر رہے ہیں۔ (نیز) فرمایا کہ اللہ کے سوا تمہارے لیے کوئی اور معبود تلاش کروں؟ حالانکہ اس نے تمہیں سارے جہان پر فضیلت دی۔''

(سورۂ الاعراف: 138 تا 140)

25۔ ''اور (یاد کرو) جب اللہ تو [illegible] نے تمہیں فرعون والوں سے نجات دی۔ وہ تمہیں برے عذاب سے تکلیف دیتے تھے، تمہارے بیٹوں کو مار ڈالتے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے۔ اور اس میں تمہارے لیے

تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی۔'' (سورۂ الاعراف: 141)

26۔ ''اور (جب موسیٰ نے شریعت طلب کی تو) ہم نے موسیٰ سے وعدہ کیا تیس رات اور اس کو دس (اور بڑھا کر) پورا کیا تو اس کے رب کی مدت چالیس رات پوری ہوئی اور (طور پر جانے سے قبل) موسیٰ نے اپنے بھائی ہارونؑ سے کہا: میرے نائب رہو میری قوم میں۔ ان کی اصلاح کرنا اور مفسدوں کے راستہ کی پیروی نہ کرنا۔'' (سورۂ الاعراف: 142)

27۔ ''اور جب موسیٰ ہمارے مقررہ وقت (پر کوہ طور) پر پہنچے اور اپنے رب سے کلام کیا موسیٰ نے کہا: اے میرے رب مجھے (اپنا جلوہ) دکھا کہ میں تجھے دیکھوں۔ اللہ نے کہا: تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا البتہ پہاڑ کی طرف دیکھ۔ پس اگر وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا تبھی تو مجھے دیکھ لے گا۔ پس جب اس کے رب نے تجلی کی پہاڑ کی طرف تو اس کو ریزہ ریزہ کر دیا۔ اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ پھر جب ہوش آیا تو کہا: تو پاک ہے میں نے توبہ کی تیری طرف اور میں ایمان لانے والوں میں سے پہلا ہوں۔''

(سورۂ الاعراف: 143)

28۔ ''اللہ نے کہا: اے موسیٰ بے شک میں نے تجھے لوگوں میں امتیاز بخشا اپنی پیغمبری اور اپنے کلام سے۔ پس جو میں نے تجھے دیا ہے (مضبوطی سے) پکڑ لے اور شکر گزاروں میں سے رہو۔'' (سورۂ الاعراف:144)

29۔ ''اور ہم نے اس کے لیے لکھ دی تختیوں میں ہر چیز کی نصیحت، ہر چیز کی تفصیل۔ پس تو اسے مضبوطی سے پکڑ لے اور حکم دے اپنی قوم کو کہ وہ اس کی اچھی باتیں اختیار کریں۔ عنقریب ہی تجھے نافرمانوں کا (دوزخ میں) مقام دکھا دوں گا۔'' (سورۂ الاعراف:145)

30۔ ''میں عنقریب پھیر دوں گا ان لوگوں کو اپنی آیتوں سے جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں اور اگر وہ ہر نشانی دیکھ لیں (پھر بھی) اس پر ایمان نہ لائیں اور اگر ہدایت کا راستہ دیکھ لیں تو بھی اس راستہ کو اختیار نہ کریں اور اگر دیکھ لیں گمراہی کا راستہ تو اسے اختیار کر لیں۔ یہ اس لیے ہے کہ

انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور وہ اس سے غافل بنے اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور آخرت کی ملاقات کو، ان کے اعمال ضائع ہو گئے وہ کیا بدلہ پائیں گے مگر (وہی) جو وہ کرتے تھے۔"

(سورۂ الاعراف: 146، 147)

31۔ "اور موسیٰ کی قوم نے اس کے بعد بنایا اپنے زیورات سے ایک بچھڑا (محض) ایک ڈھانچہ جس میں گائے کی آواز تھی۔ کیا: انہوں نے نہ دیکھا کہ نہ وہ ان سے کلام کرتا ہے اور نہ انہیں دکھاتا ہے راستہ؟ انہوں نے اسے (معبود) بنالیا اور وہ ظالم تھے۔" (سورۂ الاعراف: 148)

32۔ "اور جب وہ (قوم موسیٰ کے لوگ) نادم ہوئے اپنی حماقت پر اور انہوں نے دیکھا کہ وہ گمراہ ہو گئے، تو کہنے لگے، اگر ہمارے رب نے ہم پر رحم نہ کیا اور ہمیں بخش نہ دیا، تو ہم ضرور ہو جائیں گے خسارہ پانے والوں میں سے۔" (سورۂ الاعراف: 149)

33۔ "اور جب موسیٰ لوٹا اپنی قوم کی طرف رنج اور غصہ میں بھرا ہوا، اور (اپنے بھائی سے) کہا کس قدر بری میری جانشینی کی تم نے میرے بعد۔ کیا تم نے اپنے پروردگار کے حکم سے پہلے جلد بازی کی؟ اور اس (موسیٰ) نے تختیاں ڈال دیں۔ اور سر (کے بالوں) سے پکڑا اپنے بھائی کو، اور اسے اپنی طرف کھینچنے لگا وہ (ہارون) بولا: اے میری ماں جائے! لوگوں نے مجھے کمزور سمجھا اور قریب تھے کہ مجھے قتل کر ڈالیں، پس مجھ پر دشمنوں کو خوش نہ کرا اور مجھے ظالموں کے ساتھ شامل نہ کر۔" (سورۂ الاعراف: 150)

34۔ "اس (موسیٰ) نے کہا اے میرے رب مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے اور ہمیں اپنی رحمت میں شامل کر، اور تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔" (سورۂ الاعراف: 151)

35۔ "بے شک جن لوگوں نے بچھڑے کو (معبود) بنالیا عنقریب انہیں رب کا غضب پہنچے گا۔ اور ذلت دنیا کی زندگی اور اسی طرح ہم بہتان باندھنے والوں کو سزا دیتے ہیں۔" (سورۂ الاعراف: 152)

36۔ "اور جن لوگوں نے برے عمل کیے پھر اس کے بعد توبہ کی اور ایمان لے آئے بے شک تمہارا رب اس (توبہ) کے بعد بخشنے والا مہربان ہے۔"

(سورۂ الاعراف: 153)

37۔ "اور موسیٰ نے اپنی قوم کے ستر (70) مرد ہمارے معینہ وقت (پر کوہِ طور پر لانے) کے لیے چن لیے۔ پس جب یہ لوگ (جو قوم کی طرف سے) اظہار ندامت کے لیے منتخب ہوئے تھے، موسیٰ کے ساتھ اعتکاف و ریاضت کے لیے بیٹھے تو انہوں نے موسیٰ کے کہنے پر بار نہ کیا اور خود اللہ کو دیکھنے کی تمنا دل میں کرنے لگے۔ چنانچہ اس گستاخی پر انہیں زلزلہ نے آلیا تو اس (موسیٰ) نے کہا: اے میرے رب تو اگر چاہتا تو اس کے پہلے ہی انہیں ہلاک کر دیتا کیا تو ہمیں اس (عمل) پر ہلاک کرے گا جو ہم میں سے بعض احمقوں نے کیا۔ یہ نہیں مگر صرف تیری آزمائش ہے تو اس سے جس کو چاہے گمراہی میں ڈال دے اور جس کو چاہے ہدایت دے، تو ہی ہمارا کارساز ہے، اور ہم پر رحم فرما، ہم کو بخش دے۔ اور تو بہترین بخشنے والا ہے۔ اور ہمارے لیے اس دنیا میں بھلائی رکھ دے بے شک ہم نے تیری طرف رجوع کیا (اللہ نے) فرمایا: میں اپنا عذاب جس کو چاہوں دوں اور میری رحمت ہر شے پر محیط ہے۔ سو میں (اس رحمت کو) عنقریب لکھ دوں گا ان لوگوں کے لیے جو ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں۔" (سورۂ الاعراف: 155، 156)

39۔ "اور موسیٰ کی قوم میں ایک گروہ ہے جو حق کی ہدایت دیتا ہے اور وہ اس کے مطابق انصاف کرتے ہیں۔" (سورۂ الاعراف: 159)

40۔ اور ہم نے انہیں جدا کر دیا (تقسیم کر دیا) بارہ قبیلے گروہ گروہ (کی صورت میں)۔ اور جب اس کی قوم نے اس سے پانی مانگا، ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ مار اپنی لاٹھی اس پتھر پر، تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔ ہر شخص نے پہچان لیا اپنا گھاٹ۔ اور ہم نے ان پر ابر کا سایہ کیا اور ان پر من (ایک قسم کا گوند) اور سلویٰ (بٹیر جیسا پرندہ) اتارا۔ تم کھاؤ پاکیزہ

چیزوں میں سے جو ہم نے تمہیں دیں۔ (مگر انہوں نے ذخیرہ اندوزی شروع کر دی جس سے طاعون پھیل گیا اور بہت سے لوگ مرنے لگے اور) انہوں نے ہمارا کچھ نہ بگاڑا، لیکن وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔''

(سورۃ الاعراف: 160)

41۔ ''اور جب ان سے کہا گیا تم اس شہر میں رہو اور اس سے کھاؤ پیو جیسے تم چاہو اور (''حطتہ'' سے) بخشش دے کہتے ہوئے دروازہ (میں) سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونا۔ ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے۔ ہم عنقریب نیکی کرنے والوں کو زیادہ دیں گے۔''

(سورۃ الاعراف: 161)

42۔ ''پس بدل ڈالا ان میں سے ظالموں نے اس کے سوا لفظ جو انہیں کہا گیا تھا (حکم میں من مانی تبدیل کر دی) سو ہم نے ان پر عذاب بھیجا آسمان سے، کیونکہ وہ ظلم کرتے تھے۔''

(سورۃ الاعراف: 162)

43۔ ''اور اے (رسول پاک ﷺ) ان سے اس بستی (کے رہنے والوں) کے متعلق پوچھو جو دریا کے کنارے پر تھی جب وہ سبت (ہفتہ) کے (حکم) کے بارے میں حد سے بڑھنے لگے، ان کے سبت (ہفتہ) کے دن مچھلیاں ان کے سامنے آ جاتیں اور جس دن سبت نہ ہوتا نہ آتیں۔ اسی طرح ہم انہیں آزماتے کیونکہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔''

(سورۃ الاعراف: 163)

44۔ ''اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا تم ایسی قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو جسے اللہ ہلاک کرنے والا ہے؟ یا عذاب دینے والا ہے سخت عذاب؟ تو وہ بولے: تمہارے رب کے (الزام اتارنے) کے لیے اور اس امید پر کہ شائد وہ ڈریں۔''

(سورۃ الاعراف: 164)

45۔ ''پھر جب وہ بھول گئے جو بات انہیں سمجھائی گئی تھی جو برائی سے روکتے تھے ہم نے انہیں بچا لیا، اور جن لوگوں نے ظلم کیا ہم نے انہیں پکڑ لیا برے عذاب میں، کیونکہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔ پھر جب وہ اس کام میں جس سے وہ روکے گئے تھے حد سے تجاوز کرنے لگے، تو ہم نے حکم دیا

ان کو کہ ذلیل و خوار (بندر) ہو جاؤ (بقیہ زندگی اسی حالت میں گزارو)''

(سورۃ الاعراف: 165، 166)

46۔ ''اور جب تمہارے رب نے خبر دی کہ البتہ وہ ان (یہود) پر ضرور بھیجتا رہے گا روز قیامت تک (ایسے افراد) جو انہیں برے عذاب میں تکلیف دیں۔ بے شک تمہارا رب جلد عذاب دینے والا ہے۔ اور بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

(سورۃ الاعراف: 167)

47۔ ''پھر ہم نے ان کو مختلف جماعتوں میں روئے زمین پر منتشر کر دیا، گروہ در گروہ ان میں سے (کچھ) نیکوکار ہیں اور ان میں سے (کچھ) اس کے سوا ہیں، اور ہم نے انہیں آزمایا اچھائیوں اور برائیوں میں تاکہ وہ رجوع کریں۔''

(سورۃ الاعراف: 168)

④ سورۃ النازعات

اس سورۃ مبارکہ میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ ''کیا تمہارے پاس (اے نبی ﷺ) موسیٰ کی بات پہنچی؟ جب اس کو اس کے رب نے پکارا طوبیٰ کی مقدس وادی میں کہ فرعون کے پاس جاؤ، بے شک اس نے سرکشی کی ہے۔ پھر اس سے کہو کیا تجھ کو خواہش ہے کہ تو سنور جائے؟ اور تجھے تیرے رب کی طرف راہ دکھاؤں۔ پس تم ڈرو (اللہ تعالیٰ سے) پھر (موسیٰ نے) اس کو بڑی نشانی دکھائی (عصا کا سانپ بن جانا) پھر بھی اس نے موسیٰ کو جھٹلایا اور نافرمانی کی پھر (موسیٰ کے حکم سے) روگردانی کی اور (ان کے خلاف) کوششیں کرنے لگا۔ پھر اپنے اردگرد (تمام جادوگروں کو) جمع کیا، پھر پکارا لوگو! میں ہی تمہارا سب سے بڑا رب ہوں (پھر یہ موسیٰ کو کس نے بھیجا) تو اللہ نے اس کو دنیا اور آخرت دونوں عذابوں میں مبتلا کیا۔ بے شک اس میں عبرت ہے خوف خدا رکھنے والوں کے لیے۔''

(سورہ النازعات: 15 تا 26)

⑤ سورۃ الجاثیہ

اللہ تعالیٰ سورۃ الجاثیہ میں فرماتے ہیں:

1۔ ''اور تحقیق ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب (توریت) اور حکومت اور نبوت دی اور ہم نے انہیں پاکیزہ چیزیں عطا کیں۔ اور ہم نے انہیں جہان والوں پر فضیلت دی۔'' (سورۃ الجاثیہ: 16)

2۔ ''اور ہم نے انہیں دین کے بارے میں واضح نشانیاں دیں تو انہوں نے اختلاف نہ کیا مگر اس کے بعد جبکہ ان کے پاس علم آ گیا، آپس کی ضد کی وجہ سے بے شک تمہارا رب ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا قیامت کے دن جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔'' (سورۃ الجاثیہ: 17)

⑥ سورۃ المومن

اس سورۃ مبارکہ میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ ''اور تحقیق ہم نے موسیٰ کو بھیجا اپنی نشانیوں اور روشن احکام کے ساتھ فرعون، ہامان اور قارون کی طرف، تو انہوں نے کہا (موسیٰ کو) جادوگر، بڑا جھوٹا ہے۔'' (سورۃ المومن: 24،23)

2۔ ''اور پھر جب ان لوگوں کے پاس ہماری طرف سے حق کے ساتھ آئے تو انہوں نے کہا: ان کے بیٹوں کو قتل کر ڈالو اور جو اس کے ساتھ ایمان لائے اور ان کی بیٹیوں کو زندہ رہنے دو، اور کافروں کا داؤ تو گمراہی کے سوا (کچھ) نہیں (وہ رائیگاں ہی جائے گا)۔'' (سورۃ المومن: 25)

3۔ ''اور فرعون نے کہا: مجھے چھوڑ دو، کہ میں موسیٰ کو قتل کر دوں اور اسے اپنے رب کو پکارنے دو، بے شک میں ڈرتا ہوں کہ وہ بدل دے گا تمہارا دین، یا زمین میں فساد پھیلائے گا۔'' (سورۃ المومن: 26)

4۔ ''اور موسیٰ نے کہا: بے شک میں نے پناہ لے لی اپنے اور تمہارے رب کی پھر مغرور ہے جو روز حساب پر ایمان نہیں رکھتا۔'' (سورۃ المومن: 27)

5۔ ''اور کہا فرعون کے لوگوں میں سے ایک مومن مرد نے (جو) اپنا ایمان

چھپائے ہوئے تھا کہا: تم ایک آدمی کو (محض اس بات پر) قتل کرتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور وہ تمہارے پاس رب کی طرف سے کھلی نشانیوں کے ساتھ آیا؟ اور اگر بفرض محال وہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ (کا وبال) اس پر ہوگا اور اگر وہ سچا ہے تو وہ جو تم سے وعدہ کر رہا ہے اس کا کچھ (عذاب تم پر ضرور) پہنچے گا۔ بے شک اللہ اسے ہدایت نہیں دیتا جو حد سے گزرنے والا، جھوٹا ہو۔'' (سورۃ المومن: 28)

6۔ ''اے میری قوم! آج بادشاہت تمہاری ہے۔ تم غالب ہو زمین میں، اگر اللہ کا عذاب ہم پر آ جائے تو اس سے بچانے کے لیے کون ہماری مدد کرے گا؟ فرعون نے کہا: میں تمہیں رائے نہیں دیتا مگر جو میں دیکھتا ہوں اور میں تمہیں راہ نہیں دکھاتا مگر تمہاری بھلائی کی راہ۔''

(سورۃ المومن: 29)

7۔ ''اور اس شخص نے جو ایمان لے آیا تھا کہا: اے میری قوم! میں تم پر سابقہ گروہوں کے برے دن کے مانند عذاب نازل ہونے سے ڈرتا ہوں جیسے حال ہوا قوم نوحؑ اور عاد اور ثمود کا اور جو ان کے بعد (ہوئے) اور اللہ نہیں چاہتا اپنے بندوں کے لیے کوئی ظلم (مگر یہ تباہی ان کے اعمال کا نتیجہ ہوتی ہے) اور اے میری قوم میں تم پر چیخ و پکار کے دن سے ڈرتا ہوں۔ جس دن تم بھاگو گے پیٹھ پھیر کر، تمہارے لیے اللہ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا اور جس کو اللہ گمراہ کر دے گا اس کے لیے کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہوتا۔'' (سورۃ المومن: 130 تا 133)

8۔ ''اور فرعون نے (اپنے وزیر سے) کہا: اے ہامان! (ضرور) میرے لیے ایک بلند عمارت بنا شاید میں (اس پر چڑھ کر) ان راہوں تک پہنچ جاؤں (جو) آسمانوں کی راہوں میں (جا ملتی ہیں) پھر میں موسیٰ کے معبود کو جھانک کر دیکھوں اور بے شک میں اسے جھوٹا گمان کرتا ہوں۔ اور اس طرح فرعون کو اس کے برے عمل اچھے معلوم ہوتے رہے اور وہ روک دیا گیا سیدھے راستے سے، اور فرعون کی تدبیر تو خود (اس کی)

ہلاکت کے لیے تھی۔" (سورۃ المومن: 36، 37)

9۔ "اور جو شخص ایمان لے آیا تھا اس نے کہا: اے میری قوم تم میری پیروی کرو میں تمہیں بھلائی کا راستہ دوں گا۔ اے میری قوم (یہ زندگی اور اس کے عارضی عیش) یہ تو چند روزہ فائدہ اٹھانے کی چیز ہے اور آخرت بے شک ہمیشہ رہنے کا گھر ہے۔ (اور یاد رکھو) جس شخص نے برا عمل کیا اسے اس جیسا بدلہ دیا جائے گا، اور جس نے اچھا عمل کیا خواہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ وہ مومن ہو تو یہی لوگ داخل ہوں گے جنت میں، اس میں انہیں بے حساب رزق دیا جائے گا۔" (سورۃ المومن: 38 تا 40)

10۔ "اور اے میری قوم مجھے کیا ہوا ہے کہ میں تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے جہنم کی طرف بلاتے ہو یا تم مجھے بلاتے ہو کہ میں اللہ کا انکار کر دوں اور اس کے ساتھ اسے شریک ٹھہراؤں جس کا مجھے کوئی علم نہیں اور میں تمہیں (اللہ) غالب بخشنے والے کی طرف بلاتا ہوں (اس میں) کوئی شک نہیں کہ تم مجھے جس کی طرف بلاتے ہو اس کا دنیا میں اور آخرت میں (کچھ بھی) نہیں اور یہ کہ ہمیں پھر جانا ہے اللہ کی طرف اور یہ کہ حد سے بڑھنے والے ہی جہنمی ہیں۔ سو تم جلدی یاد کرو گے جو میں تمہیں کہتا ہوں اور میں اپنا کام اللہ کو سونپتا ہوں، بے شک اللہ بندوں کو دیکھنے والا ہے۔" (سورۃ المومن: 41 تا 44)

11۔ "پس اللہ نے اس مرد مومن کو بچا لیا (ان کی) بری تدبیر سے جو وہ کرتے تھے اور آل فرعون کو سخت عذاب نے گھیر لیا۔" (سورۃ المومن: 45)

12۔ "(جہنم کی) آگ جس پر وہ صبح و شام پیش کیے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہو گی حکم ہو گا داخل کرو فرعون والوں کو شدید ترین عذاب میں۔ اور وہ جہنم میں باہم جھگڑیں گے تو کہیں گے کمزور ان لوگوں کو جو بڑے بنتے تھے، بے شک ہم (دنیا میں) تمہارے تابع تھے تو کیا (اب) تم ہم سے دور کر دو گے آگ کا کچھ حصہ؟ (اس پر) وہ لوگ جو (دنیا میں) بڑے بنتے تھے کہیں گے، بے شک ہم سب اس آگ میں ہیں،

بے شک اللہ بندوں کے درمیان فیصلہ کر چکا ہے۔" (سورۃ المومن: 46 تا 48)

13۔ "اور وہ لوگ جو آگ میں ہوں گے وہ کہیں گے جہنم کے محافظ سے کہ اپنے رب سے دعا کرو ایک دن کا عذاب ہم سے ہلکا کر دے وہ (داروغہ جہنم) کہیں گے: کیا تمہارے پاس تمہارے رسول کھلی نشانیوں کے ساتھ نہیں آتے تھے؟ وہ کہیں گے: ہاں (کیوں نہیں) وہ کہیں گے تو تم پکارو اور نہ ہو گی کافروں کی پکار مگر بے سود۔" (سورۃ المومن: 49، 50)

14۔ "بے شک ہم (اللہ تعالیٰ) ضرور مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں۔ اور (اس دن بھی) جن دن گواہی دینے والے کھڑے ہوں گے جس دن ظالموں کو نفع نہ دے گی ان کی عذر خواہی اور ان کے لیے لعنت ہے اور ان کے لیے برا گھر ہے۔" (سورۃ المومن: 51، 52)

15۔ "اور تحقیق ہم نے موسیٰ کو ہدایت (توریت) دی۔ اور ہم نے بنی اسرائیل کو توریت کا وارث بنایا (جو) عقلمندوں کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے۔" (سورۃ المومن: 53، 54)

⑦ سورۃ المائدہ

سورۃ المائدہ میں ارشاد حق ہوتا ہے:

1۔ "اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کو کہا: اے میری قوم اپنے اوپر اللہ کی نعمت یاد کرو، جب اس نے تم میں نبی پیدا کیے اور تمہیں بادشاہ بنایا اور تمہیں دیا جو جہان میں کسی کو نہیں دیا، (مثلاً فرعون سے آزادی اور من و سلویٰ) تو اے میری قوم! ارض مقدس میں، جس کو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے داخل ہو جاؤ۔ اور مقابلے کے وقت پیٹھ پھیر کر نہ لوٹو ورنہ تم نقصان اٹھاؤ گے۔ (لیکن یہود تو احساس کمتری کا شکار ہو چکے تھے اور ان کو اللہ تعالیٰ کی نصرت پر بھی اعتماد نہ رہا تھا) چنانچہ انہوں نے کہا: اے موسیٰ بے

شک وہاں تو بڑے زبردست لوگ آباد ہیں ہم وہاں ہرگز داخل نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ وہ اس (ارض مقدس) سے نکل جائیں۔ ہاں اگر وہ اس میں سے نکل جائیں تو ہم ضرور اس میں داخل ہوں گے۔''

(سورۃ المائدہ: 21، 22)

2۔ ''لیکن ان میں خوف خدا رکھنے والے آدمیوں نے کہا جن پر اللہ نے نوازش کی تھی۔ کیا تم ان پر دروازہ سے حملہ کر کے داخل ہو جاؤ گے جب تم اس میں داخل ہو گے تو تم بھی غالب رہو گے اور اللہ پر بھروسہ رکھو، اگر تم ایمان والے ہو (لیکن اہل یہود تو کم ہمت ہو چکے تھے) انہوں نے کہا: اے موسیٰ جب تک وہ اس (ارض مقدس) میں ہیں ہم وہاں ہرگز داخل نہ ہوں گے۔ سو تو جا اور تیرا رب، تم دونوں لڑو ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔''

(سورۃ المائدہ: 23، 24)

3۔ ''(اس پر حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ سے التجا کی) اے میرے رب بے شک میں اپنی ذات اور بھائی کے سوا کسی پر اختیار نہیں رکھتا، پس تو ہمارے اور ہماری نافرمان قوم کے درمیان جدائی ڈال دے (چنانچہ) اللہ نے کہا: پس یہ سرزمین حرام کر دی گئی ان پر چالیس سال، وہ زمین میں بھٹکتے پھریں گے۔ تو نافرمان قوم پر افسوس نہ کر۔''

(سورۃ المائدہ: 25، 26)

4۔ ''بے شک ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا۔ اور ہم نے ان کی طرف رسول بھیجے، جب بھی ان کے پاس کوئی رسول آیا۔ اس (حکم) کے ساتھ جو ان کے دلوں کو جانتے تھے تو انہوں نے بعض انبیاء کو جھٹلایا۔ اور بعض کو قتل کر دیا اور (اس پر بھی) انہوں نے گمان کیا کہ کوئی خرابی نہ ہو گی، سو وہ اندھے ہو گئے اور بہرے ہو گئے۔ پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول کی (لیکن وہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو) ان میں سے اکثر پھر اندھے اور بہرے ہو گئے، سو اللہ دیکھ رہا ہے جو وہ کرتے ہیں۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچ سکیں گے۔''

(سورۃ المائدہ: 70، 71)

⑧ سورۃ الانفال

سورۃ الانفال میں ارشاد الٰہی ہوتا ہے:

1۔ ''جیسا کہ دستور تھا فرعون والوں کا، اور ان لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے، انہوں نے اپنے رب کی آیتوں کو جھٹلایا، تو ہم نے انہیں ان کے گناہوں کے سبب ہلاک کر دیا اور فرعون والوں کو غرق کر دیا اور وہ سب ظالم تھے۔''

(سورۃ الانفال: 54)

⑨ سورۃ یونس

اس سورۃ مبارکہ میں آیا ہے:

1۔ ''پھر ہم نے بھیجا ان (رسولوں) کے بعد موسیٰ اور ہارون کو اپنی نشانیوں کے ساتھ، فرعون اور ان کے سرداروں (درباریوں) کی طرف تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ گنہگار لوگ تھے (کیونکہ) جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق پہنچا تو وہ کہنے لگے، بے شک یہ کھلم کھلا جادو ہے۔''

(سورۃ یونس: 76,75)

2۔ موسیٰ نے کہا کیا تم حق کی نسبت (ایسا) کہتے ہو جب وہ تمہارے پاس آ گیا۔ کیا یہ جادو ہے؟ اور جادوگر کامیاب نہیں ہوتے؟''

(سورۃ یونس: 77)

3۔ ''وہ (آل فرعون) بولے: کیا تو ہمارے پاس (اس لیے) آیا ہے کہ ہمیں اس سے پھیر دے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا، اور ہو جائے تم دونوں (موسیٰ و ہارون) کے لیے زمین میں بڑائی۔ (سرداری مل جائے) اور ہم تم دونوں کے ماننے والوں میں سے نہیں۔''

(سورۃ یونس: 78)

4۔ ''اور فرعون نے کہا: میرے پاس ہر علم والا جادوگر لے آؤ۔ پھر جب جادوگر آ گئے تو موسیٰ نے ان سے کہا تم ڈالو، جو ڈالنے والے ہو (تمہیں ڈالنا ہے) پھر انہوں نے ڈالا تو موسیٰ نے کہا تم جو لائے ہو جادو ہے۔

بے شک اللہ ابھی اسے باطل کر دے گا۔ بے شک اللہ فساد کرنے والوں کے کام درست نہیں کرتا۔ اور اللہ حق کو اپنے حکم سے حق (ثابت) کر دے گا خواہ گنہگار اسے ناپسند کریں۔'' (سورۂ یونس: 79 تا 82)

5۔ ''پس موسیٰ پر کوئی ایمان نہ لایا مگر اس کی قوم کے چند لڑکے، (وہ) بھی فرعون اور ان کے سرداروں کے خوف کے باعث کہ وہ انہیں آفت میں نہ ڈال دیں۔ اور بے شک فرعون زمین (ملک) میں سرکش تھا اور بے شک وہ حد سے بڑھنے والوں میں سے تھا۔'' (سورۂ یونس: 83)

6۔ ''اور موسیٰ نے کہا: اے میری قوم اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو تو اسی پر بھروسہ کرو اگر تم فرمانبردار ہو۔ تو انہوں نے کہا ہم نے اللہ پر بھروسہ کیا۔ اے ہمارے رب ہمیں نہ بنا ظالموں کی قوم کا تختہ مشق۔ اور ہمیں اپنی رحمت سے کافروں سے چھڑا دے۔'' (سورۂ یونس: 84 تا 86)

7۔ ''اور ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کی طرف وحی بھیجی کہ اپنی قوم کے لیے مصر میں گھر بناؤ، اور بناؤ اپنے گھر قبلہ رو (نماز کی جگہ) اور نماز قائم کرو اور مومنوں کو خوشخبری دو۔'' (سورۂ یونس: 87)

8۔ ''اور موسیٰ نے کہا: اے ہمارے رب بے شک تو نے فرعون اور اس کے لشکر کو دنیا کی زندگی میں زینت اور بہت سے مال دیے ہیں۔ اے ہمارے رب (کیا اس لیے کہ) وہ تیرے راستہ سے گمراہ کریں (لوگوں کو) اے ہمارے رب!

ان کے مال مٹا دے اور ان کے دلوں پر مہر لگا دے کہ وہ ایمان نہ لائیں یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔'' (سورۂ یونس: 88)

9۔ ''اللہ نے فرمایا: تمہاری دعا قبول ہو چکی ہے پس تم دونوں ثابت قدم رہو اور ان لوگوں کی راہ نہ چلنا جو نادان ہیں۔'' (سورۂ یونس: 89)

10۔ ''اور ہم نے بنی اسرائیل کو پار کر دیا دریا سے۔ پس فرعون اور اس کے لشکر نے سرکشی اور زیادتی سے ان کا پیچھا کیا، یہاں تک کہ جیسا ان کو

غرقابی نے آ پکڑا، وہ کہنے لگا میں ایمان لایا ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے، اور میں ہوں فرمانبرداروں میں سے۔'' (سورۂ یونس: 90)

11۔ ''کیا اب؟ (ایمان کی بات کرتا ہے) اور اس سے قبل تو نافرمانی کرتا رہا اور تو فساد کرنے والوں میں سے رہا۔ پس آج ہم تیرا جسم بچائے دیتے ہیں (غرق نہیں کریں گے) تاکہ تو (تیری لاش) ان کے لیے جو تیرے بعد آئیں (عبرت کی) ایک نشانی رہے۔ اور بے شک اکثر لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہیں۔'' (سورۂ یونس: 91، 92)

12۔ ''اور ہم نے بنی اسرائیل کو اچھا ٹھکانہ دیا اور ہم نے انہیں رزق دیا پاکیزہ چیزوں سے، پس انہوں نے اختلاف نہ کیا یہاں تک کہ ان کے پاس علم (قرآن) آ گیا، بے شک تمہارا رب ان کے درمیان فیصلہ کرے گا روز قیامت جس (بات) میں وہ اختلاف کرتے تھے۔''

(سورۂ یونس: 93)

(10) سورۂ ھود

سورۂ ھود میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

1۔ ''اور بے شک ہم نے بھیجا موسیٰ کو اپنی نشانیوں اور روشن دلیل کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف، تو انہوں نے فرعون کے حکم کی پیروی کی اور فرعون کا حکم درست نہ تھا اور قیامت کے دن وہ (فرعون) اپنی قوم کے آگے آگے ہو گا، تو وہ انہیں دوزخ میں لاتا رہے اور وہ برا گھاٹ ہے جہاں وہ پہنچے اور اس دنیا میں ان کے پیچھے لعنت لگا دی گئی اور قیامت کے دن بھی ان کے پیچھے لگی رہے گی، برا انعام ہے جو ان کو ملا۔''

(سورۂ ھود: 96 تا 99)

2۔ ''اور ہم نے البتہ موسیٰ کو کتاب دی۔ سو اس سے اختلاف کیا گیا اور تیرے رب کی طرف سے ایک بات (کہ حساب کتاب روز قیامت کو ہو

گا) پہلے طے نہ ہو چکی ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا اور ان (عام لوگوں) کو اس بارے میں سخت شبہ ہے (کہ آئندہ بھی فیصلہ ہوتا ہے یا نہیں)۔'' (سورۂ ھود: 110)

(11) سورۂ ابراہیم

اس سورۂ مبارکہ میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ ''اور البتہ ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا کہ اپنی قوم کو اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالو اور انہیں اللہ کے (عظیم واقعات کے) دن یاد دلاؤ۔ بے شک اس میں صبر کرنے والے، شکرگزار کے لیے نشانیاں ہیں۔'' (سورۂ ابراھیم: 5)

2۔ ''اور (یاد کرو) جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم سے تم اپنے اوپر اللہ کی نصیحت یاد کرو، جب اس نے تمہیں فرعون کی قوم سے نجات دی وہ تمہیں برا عذاب پہنچاتے تھے اور تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری بیٹیوں کو چھوڑ دیتے تھے اور اس میں تمہارے لیے تمہارے رب کی طرف سے آزمائش تھی۔'' (سورۂ ابراھیم: 6)

3۔ ''اور موسیٰ نے کہا: اگر ناشکری کرو گے تم اور جو زمین میں ہیں سب کے سب (عذاب دیے جائیں گے)، تو بے شک اللہ بے نیاز، سب خوبیوں والا۔'' (سورۂ ابراھیم: 8)

(12) سورۂ النحل

سورۂ النحل میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ ''ہفتے کا دن تو انہی لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا جنہوں نے اس میں اختلاف کیا تھا۔ اور بے شک تمہارا رب قیامت کے دن کے ان کے درمیان اس بات کا فیصلہ کر دے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے۔'' (سورۂ النحل: 124)

(13) سورۂ بنی اسرائیل

سورۂ بنی اسرائیل میں ارشادِ حق ہوتا ہے:

1۔ ''اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنایا کہ میرے سوا (کسی کو) کارساز نہ ٹھہراؤ۔'' (سورۂ بنی اسرائیل: 2)

2۔ ''اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں صاف صاف کہہ سنایا کہ تم ملک میں فساد کرو گے دو مرتبہ، اور تم ضرور سرکشی کرو گے۔'' (سورۂ بنی اسرائیل: 4)

3۔ ''پس جب دونوں میں سے پہلے وعدہ (کا وقت) آیا تو ہم نے تم پر اپنے سخت لڑائی والے بندے بھیجے۔ وہ (تمہارے) شہروں کے اندر گھس گئے (پھیل گئے) اور یہ ایک وعدہ تھا پورا ہو کر رہنے والا۔'' (سورۂ بنی اسرائیل: 5)

4۔ ''پھر (تم نے توبہ کی تو) ہم نے اس پر تمہاری باری پھیر دی (تمہیں غلبہ دیا) اور مال سے اور بیٹوں سے تمہاری مدد کی۔ اور ہم نے تمہیں بڑا جتھا (لشکر) کر دیا۔'' (سورۂ بنی اسرائیل: 6)

5۔ ''اور ہم نے موسیٰ کو نو (واضح) معجزات عطا کیے۔ پس بنی اسرائیل سے پوچھو، جب وہ (موسیٰ) ان کے پاس آئے تو فرعون نے ان سے کہا بے شک میں گمان کرتا ہوں کہ تم پر جادو کیا گیا ہے۔'' (سورۂ بنی اسرائیل: 101)

6۔ ''اس (موسیٰ) نے کہا: اے فرعون تو خوب جانتا ہے کہ یہ سب (معجزات تیرے) سمجھانے کو (اور لوگوں کو راہ ہدایت پر لگانے کے لیے) آسمانوں اور زمین کے پروردگار نے نازل فرمائے ہیں اور اے فرعون میرا بھی تیرے متعلق یہی خیال ہے کہ تو شامت کا مارا ہے (تیری ہلاکت کا وقت آ پہنچا ہے)۔'' (سورۂ بنی اسرائیل: 102)

7۔ ''پھر اس نے ارادہ کیا کہ انہیں (بنی اسرائیل کو) سرزمین (مصر) سے

نکال دے تو ہم نے اسے اور جو اس کے ساتھ تھے سب کو غرق کر دیا۔''

(سورۂ بنی اسرائیل: 103)

8۔ ''اور ہم نے کہا اس کے بعد بنی اسرائیل سے کہ تم اس ملک میں (آزادی سے) رہو، آباد ہو جاؤ، پھر جب آخرت کا وعدہ آئے گا ہم تم سب کو لے آئیں گے جمع کر کے سمیٹ کر'' (سورۂ بنی اسرائیل: 104)

(14) سورۂ مریم

اس سورۂ میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

1۔ ''اور کتاب میں موسیٰؑ کا حال بھی سنا دیجئے بے شک وہ برگزیدہ بندے اور نبی مرسل تھے۔'' (سورۂ مریم: 51)

2۔ ''اور ہم نے اسے (موسیٰؑ کو) کوہ طور کی داہنی طرف سے ندا دی اور اسے راز بتلانے کو نزدیک بلایا (لطیف کلام سے سرفراز فرمایا)'' (سورۂ مریم: 52)

3۔ ''اور ہم نے اپنی رحمت سے اس کے بھائی ہارون کو نبی بنا کر اسے موسیٰؑ کو عطا کیا تا کہ کار نبوت میں موسیٰؑ کا دست و بازو ہو۔'' (سورۂ مریم: 53)

(5) سورۂ طٰہٰ

اللہ تعالیٰ سورۂ طٰہٰ میں ارشاد فرماتے ہیں:

1۔ ''اور کیا آپ کے پاس موسیٰؑ کے اصول کی چیز آئی۔'' (سورۂ طٰہٰ: 9)

2۔ ''جب اس نے (ایک جگہ) آگ دیکھی تو اپنے گھر والوں سے کہا تم ٹھہرو، بے شک میں نے دیکھی ہے آگ، شاید میں تمہارے لیے اس سے چنگاری لے آؤں یا میں آگ کے قریب پہنچ کر راستہ کا پتہ پالوں۔''

(سورۂ طٰہٰ: 10)

3۔ ''پس جب وہ (آگ کے پاس) آئے تو آواز آئی، اے موسیٰؑ بے شک میں ہی تمہارا رب ہوں سو اپنی جوتیاں اتار لو۔ بے شک تم طوبیٰ کی پاک وادی میں ہو اور میں نے تمہیں پسند کیا پس جو وحی کی جائے اس کی طرف کان لگا کر سنو۔'' (سورۂ طٰہٰ: 12، 13)

4۔ ''بے شک میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں، پس میری عبادت کرو اور میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔'' (سورۂ طٰہٰ: 14)

5۔ ''بے شک قیامت آنے والی ہے میں چاہتا ہوں کہ اسے پوشیدہ رکھوں تا کہ ہر شخص کو بدلہ دیا جائے اس کوشش کا جو وہ کرے۔'' (سورۂ طٰہٰ: 14)

6۔ ''پس (خیال رکھنا) تجھے اس سے وہ (شخص) نہ روک دے جو اس (قیامت) پر ایمان نہیں رکھتا اور اپنی خواہش کا پیرو ہے اور تو ہلاک ہو جائے۔''

(سورۂ طٰہٰ: 16)

7۔ ''اور اے موسیٰؑ یہ تیرے داہنے ہاتھ میں کیا ہے؟'' (سورۂ طٰہٰ: 17)

8۔ ''موسیٰؑ نے عرض کیا یہ میرا عصا ہے۔ میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور اس سے پتے جھاڑتا ہوں اپنی بکریوں کے لیے اور اس میں میرے اور بھی کئی فائدے ہیں۔'' (سورۂ طٰہٰ: 18)

9۔ ''حکم ہوا اے موسیٰؑ اسے (زمین پر) ڈال دے (جب موسیٰؑ نے عصا زمین پر ڈالا) تو ناگاہ وہ دوڑتا ہوا سانپ بن گیا۔'' (سورۂ طٰہٰ: 19، 20)

10۔ ''حکم ہوا اسے پکڑ لو اور نہ ڈرو، ہم جلد ہی اسے اس کی پہلی حالت پر لوٹا دیں گے۔'' (سورۂ طٰہٰ: 21)

11۔ ''اور (پھر حکم ہوا) اپنا ہاتھ بغل میں دبا لو وہ کسی عیب کے بغیر سفید (چمکتا ہوا) نکلے گا (یہ) دوسری نشانی ہے تا کہ ہم تجھے دکھائیں اپنی بڑی نشانیوں میں سے۔'' (سورۂ طٰہٰ: 22 تا 24)

12۔ ''(مزید حکم ہوا) اب تو فرعون کی طرف جا بے شک وہ سرکش ہو گیا ہے۔''

(سورۂ طٰہٰ: 24)

13۔ ''(اس پر حضرت موسیٰؑ نے دعا کی) اے میرے رب میرے لیے کشادہ کر دے میرا سینہ، اور میرے لیے میرا کام آسان کر دے، اور میری زبان کی گرہ کھول دے۔ کہ وہ (لوگ) میری بات سمجھ سکیں اور میرے لیے میرے خاندان میں سے میرا وزیر (معاون) بنا دے میرے بھائی ہارونؑ کو اس سے میری کمر (قوت) مضبوط کر دے اور اسے (ہارونؑ کو)

شریک کر دے میرے کام میں، تاکہ ہم کثرت سے تسبیح کریں اور کثرت سے تجھے یاد کریں، بے شک تو ہمیں خوب دیکھ رہا ہے۔''

(سورۂ طٰہٰ: 25 تا 35)

14۔ ''اللہ نے فرمایا اے موسیٰؑ! جو تو نے مانگا تحقیق تمہیں دے دیا گیا۔''

(سورۂ طٰہٰ: 36)

15۔ ''اور تحقیق ہم نے (اس سے قبل بھی) تجھ پر ایک بار اور بھی احسان کیا تھا جب ہم نے تیری والدہ کو الہام کیا جو الہام کرنا تھا کہ تو اسے صندوق میں رکھ، صندوق دریا میں ڈال دے، پھر دریا اسے ساحل پر ڈال دے گا تو میرا اور اس کا دشمن اس کو لے لے گا (دریا سے نکال لے گا) اور میں نے ڈال دی تجھ پر محبت اپنی طرف سے (کہ مخلوق تجھ سے محبت کرے) تاکہ تو میرے سامنے پرورش پائے۔''

(سورۂ طٰہٰ: 37 تا 39)

16۔ ''اور (یاد کرو) جب تمہاری بہن (فرعون کے گھر) گئی اور کہا (فرعون سے) کیا میں تمہیں اس عورت کا پتہ بتاؤں جو اس کی پرورش کرے؟ پس ہم نے تجھے تیری ماں کی طرف لوٹا دیا تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غم نہ کرے۔ اور تو نے ایک شخص کو قتل کر دیا، تو ہم نے تجھے غم سے نجات دی اور تجھے کئی آزمائشوں سے آزمایا، پھر تو کئی سال مدین والوں میں ٹھہرا رہا پھر اے موسیٰؑ! تو وقت مقرر پر (مطابق تقدیر الٰہی) آیا۔''

(سورۂ طٰہٰ: 40)

17 ''اور میں نے تجھے خاص اپنے لیے بنایا (اپنے کام کے لیے پیدا کیا) تم اور تمہارا بھائی دونوں جاؤ میری نشانیوں کے ساتھ اور میری یاد میں سستی نہ کرنا۔''

(سورۂ طٰہٰ: 41، 42)

18۔ ''تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ، بے شک وہ سرکش ہو گیا ہے، تم اس کو نرم بات کہو شاید وہ نصیحت پکڑے یا ڈر جائے۔''

(سورۂ طٰہٰ: 43، 44)

19۔ ''وہ بولے اے ہمارے رب بے شک ہم ڈرتے ہیں کہ ہم پر زیادتی (نہ) کرے یا حد سے (نہ) بڑھے۔''

(سورۂ طٰہٰ: 45)

20۔ ''اللہ نے فرمایا: تم ڈرو نہیں، بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں، میں (سب) سنتا اور دیکھتا ہوں۔''

(سورۂ طٰہٰ: 46)

21۔ ''پس اس کے پاس جاؤ اور کہو: بے شک ہم دونوں تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں پس بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے اور انہیں سزا نہ دے ہم تیرے پاس تیرے رب کی نشانی کے ساتھ آئے ہیں اور سلام ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ بے شک ہماری طرف وحی کی گئی ہے کہ اللہ کا عذاب ہے اس پر جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔''

(سورۂ طٰہٰ: 47، 48)

22۔ ''اس (فرعون) نے کہا اے موسیٰ پس تمہارا رب کون ہے؟''

(سورۂ طٰہٰ: 49)

23۔ ''موسیٰؑ نے کہا! ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی شکل وصورت عطا کی پھر اس کی رہنمائی کی۔''

(سورۂ طٰہٰ: 50)

24۔ ''اس نے کہا پھر پہلی قوموں کا کیا حال ہے؟''

(سورۂ طٰہٰ: 51)

25۔ ''موسیٰؑ نے کہا: اس کا علم میرے رب کے پاس کتاب میں ہے۔ میرا رب نہ غلطی کرتا ہے، اور نہ بھولتا ہے (میرا رب وہ ہے) جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا، اور تمہارے لیے چلائیں اس میں راہیں، اور آسمان سے پانی اتارا، پھر ہم نے اس سے سبزی کی مختلف اقسام نکالیں۔ تم کھاؤ اور اپنے مویشی چراؤ، بے شک اس میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں (اور میرے رب کا فرمان ہے) اس (زمین) سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اس میں ہم تمہیں لوٹائیں گے اور اس سے ہم تمہیں دوسری بار نکالیں گے۔''

(سورۂ طٰہٰ: 52 تا 55)

26۔ ''اور ہم نے اسے (فرعون کو) اپنی تمام نشانیاں دکھائیں مگر اس نے جھٹلایا اور انکار کیا۔''

(سورۂ طٰہٰ: 56)

27۔ ''اس (فرعون) نے کہا اے موسیٰؑ کیا تو ہمارے پاس آیا ہے کہ تو ہمیں اپنے جادو کے ذریعہ ہماری زمین (ملک) سے نکال دے؟ پس ہم

تیرے مقابل ضرور لائیں گے اس جیسا ایک جادو، پس ہمارے اور اپنے درمیان ایک وقت مقرر کر لے کہ نہ ہم اس کے خلاف کریں اور نہ تو۔ ایک ہموار میدان میں (مقابلہ ہوگا)'' (سورۂ طٰہٰ: 57 تا 58)

28۔ ''موسیٰؑ نے کہا: تمہارا وعدہ میلے کا دن ہے اور یہ کہ وہ لوگ دن چڑھے جمع کیے جائیں۔'' (سورۂ طٰہٰ: 59)

29۔ ''پھر لوٹ گیا فرعون سو اس نے اپنا داؤ (جادو کا سامان) جمع کیا پھر آیا۔'' (سورۂ طٰہٰ: 60)

30۔ ''موسیٰ نے (تمام جادوگروں اور مجمع سے خطاب کرتے ہوئے) کہا: تم پر خرابی ہو، اللہ پر نہ جھوٹ باندھو کہ وہ تمہیں عذاب سے ہلاک کر دے، اور جس نے جھوٹ باندھا وہ نامراد ہوا۔'' (سورۂ طٰہٰ: 61)

31۔ ''تو وہ (جادوگر) باہم اپنے کام میں جھگڑنے لگے اور انہوں نے چھپ کر مشورہ کیا۔'' (سورۂ طٰہٰ: 62)

32۔ ''وہ کہنے لگے تحقیق یہ دونوں (موسیٰؑ و ہارونؑ) جادوگر ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں تمہاری سرزمین سے نکال دیں اپنے جادو کے ذریعے اور تمہاری اچھی روایات نابود کر دیں۔ لہٰذا اپنا داؤ (جملہ تدابیر) اکٹھی کر لو پھر صف باندھ کر آؤ اور (ایک بار حملہ کرو تاکہ حریف کے قدم اکھڑ جائیں) تحقیق آج وہی کامیاب ہوگا جو غالب رہا۔'' (سورۂ طٰہٰ: 63، 64)

33۔ ''وہ بولے: اے موسیٰؑ! یا تو (پہلے اپنا داؤ) ڈال یا ہم پہلے ڈالیں۔'' (سورۂ طٰہٰ: 65)

34۔ ''اس (موسیٰؑ) نے کہا: (نہیں) بلکہ تم ڈالو، تو ناگہاں ان کی رسیاں اور ان کی لاٹھیاں اس (موسیٰ) کے خیال میں آئیں (ایسے نمودار ہوئیں) ان کی جادوگری سے، گویا وہ دوڑ رہی ہیں۔'' (سورۂ طٰہٰ: 69 تا 76)

35۔ ''تو موسیٰؑ نے اپنے دل میں کچھ خوف محسوس کیا (تو) ہم (اللہ تعالیٰ) نے کہا: تم ڈرو نہیں، بے شک تم ہی غالب رہو گے اور جو تمہارے دائیں ہاتھ میں ہے اسے ڈالو وہ نگل جائے گا جو کچھ انہوں نے بنایا ہے۔ بے شک

(جو کچھ) انہوں نے بنایا ہے وہ جادو کا فریب ہے اور جادوگر کہیں آئیں وہ کامیاب نہیں ہوتا۔'' (سورۂ طٰہٰ: 67 تا 69)

36۔ ''پس جادوگر سجدہ میں گر گئے وہ بولے: ہم ہارونؑ اور موسیٰؑ کے رب پر ایمان لائے۔'' (سورۂ طٰہٰ: 70)

37۔ ''(اس پر فرعون آگ بگولا ہوگیا اور) اس نے کہا: تم اس پر ایمان لے آئے ہو اس سے پہلے کہ میں تمہیں اجازت دوں۔ بے شک وہ (موسیٰؑ) تمہارا استاد ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے پس میں ضرور کاٹ ڈالوں گا تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری جانب کے پاؤں، اور میں ضرور تمہیں کھجور کے تنوں پر سولی چڑھاوں گا، اور تم خوب جان لو گے ہم میں سے کس کا عذاب سخت اور تادیر رہنے والا ہے۔'' (سورۂ طٰہٰ: 71)

38۔ ''انہوں (جادوگروں) نے کہا: ہم تجھے ہرگز ترجیح نہ دیں گے ان واضح دلائل پر جو ہمارے پاس آئے ہیں، اور اس پر جس نے ہمیں پیدا کیا، پس تو کرگزر جو تو کرنے والا ہے۔ اس کے سوا نہیں کہ تو (صرف) اس دنیا کی زندگی میں کرے گا۔'' (سورۂ طٰہٰ: 72)

39۔ ''بے شک ہم اپنے رب پر ایمان لائے کہ وہ ہماری خطائیں بخش دے اور یہ جادو جو تو نے ہم سے زبردستی کرایا ہے (وہ معاف فرما دے) اور اللہ بہتر ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔'' (سورۂ طٰہٰ: 73)

40۔ ''بے شک وہ جو اپنے رب کے سامنے آیا مجرم بن کر، تو بے شک اس کے لیے جہنم ہے کہ وہ اس میں رہے گا اور نہ جیئے گا (ہمیشہ عذاب بھگتے گا)'' (سورۂ طٰہٰ: 74)

41۔ ''اور جو اس کے پاس مومن بن کر آیا اور اس نے اچھے عمل کیے، پس یہی لوگ ہیں جن کے درجے بلند ہیں ان کے لیے ہمیشہ رہنے والے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اور یہ جزا ہے اس کی جو پاک ہوا۔'' (سورۂ طٰہٰ: 75، 76)

42۔ ''اور تحقیق ہم نے وحی کی موسیٰؑ کو کہ راتوں رات میرے بندوں کو

(نکال) لے جا، ان کے لیے دریا میں (عصا مار کر) خشک راستہ بنا لینا، نہ پکڑے جانے کا خوف ہو گا اور نہ (غرق ہونے کا) ڈر ہو گا۔''

(سورۂ طٰہٰ: 77)

43۔ ''پھر فرعون نے اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ ان کا پیچھا کیا تو اسے دریا (کی موجوں) نے ڈھانپ لیا جیسا کہ ڈھانپ لیا (بالکل غرق کر دیا)۔''

(سورۂ طٰہٰ: 78)

44۔ ''اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کیا اور ہدایت نہ دی۔'' (سورۂ طٰہٰ: 79)

45۔ ''اے بنی اسرائیل (اولادِ یعقوبؑ) تحقیق ہم نے تمہارے دشمن سے تمہیں نجات دی اور کوہ طور کے دائیں جانب تم سے (توریت عطا کرنے کا) وعدہ کیا اور ہم نے تم پر اتارا ''من'' اور ''سلویٰ'' (کیا ان احسانات کا یہ حق نہیں کہ) جو ہم نے تمہیں دیا اس میں سے پاکیزہ چیزیں کھاؤ، اور اس میں سرکشی نہ کرو ورنہ تم پر نازل ہو گا میرا غضب، اور جس پر میرا غضب نازل ہوا وہ نیست و نابود ہوا۔'' (سورۂ طٰہٰ: 80، 81)

46۔ ''اور بے شک میں بخشنے والا ہوں اس کو جس نے توبہ کی اور وہ ایمان لایا اور اس نے عمل کیا نیک، پھر ہدایت پر رہا۔'' (سورۂ طٰہٰ: 82)

47۔ ''حضرت موسیٰؑ شوق میں آگے بڑھتے چلے گئے اور کچھ ساتھی پیچھے رہ گئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰؑ اور کیا چیز تجھے اپنی قوم سے جلد لائی (کیوں جلدی کی؟) تو موسیٰؑ نے عرض کیا وہ میرے پیچھے (آ رہے ہیں) میں نے تیری طرف (آنے میں) جلدی کی تاکہ تو راضی ہو۔''

(سورۂ طٰہٰ: 83، 84)

48۔ ''اللہ نے کہا پس ہم نے تحقیق تیری قوم کو آزمائش میں ڈالا اور انہیں سامری نے گمراہ کیا۔'' (سورۂ طٰہٰ: 85)

49۔ ''پس موسیٰؑ اپنی قوم کی طرف لوٹے، غصہ میں بھرے ہوئے، افسوس کرتے ہوئے کہا: اے میری قوم کیا تم سے تمہارے رب نے اچھا وعدہ نہیں کیا تھا؟ کیا طویل ہو گئی تم پر (میری جدائی کی) مدت؟ یا تم نے چاہا

کہ تم پر تمہارے رب کا غضب نازل ہو پھر تم نے وعدہ خلافی کی (اور اللہ کی ناشکری پر اتر آئے)۔'' (سورۂ طٰہٰ: 86)

50۔ ''وہ بولے: ہم نے اپنے اختیار سے آپ سے وعدہ خلافی نہیں کی، بلکہ ہم پر بوجھ لادا گیا (فرعون) کی قوم کے زیور کا، تو ہم نے (اسے پھینکنا چاہا) پس ہم نے اسے پھینک دیا، پھر اسی طرح (اس منافق) سامری نے (کوئی چیز) اس میں ڈالی۔ پھر اس نے ان کے لیے ایک بچھڑا نکالا (بنایا گویا) ایک قالب جس کی آواز گائے کی تھی پھر انہوں نے کہا: یہی تمہارا معبود ہے اور یہی موسیٰؑ کا معبود ہے، وہ (موسیٰؑ) تو بھول گیا ہے۔''

(سورۂ طٰہٰ: 87، 88)

51۔ ''بھلا وہ کیا نہیں دیکھتے؟ کہ وہ (بچھڑا) ان کی طرف نہیں پھرتا (ان کو جواب نہیں دیتا) نہ وہ ان کے نقصان کا اختیار رکھتا ہے اور نہ نفع کا)

(سورۂ طٰہٰ: 89)

52۔ ''اور تحقیق ان سے ہارونؑ نے اس سے پہلے کہا تھا کہ: اے میری قوم اس کے سوا نہیں کہ تم اس سے آزمائے گئے ہو اور بے شک تمہارا رب ''رحمان'' ہے پس میری پیروی کرو اور میری بات مانو۔'' (سورۂ طٰہٰ: 90)

53۔ ''انہوں نے کہا: ہم ہرگز اس سے جدا نہ ہوں گے جمے ہوئے (بیٹھے رہیں گے) یہاں تک کہ موسیٰؑ ہماری طرف لوٹے۔'' (سورۂ طٰہٰ: 91)

54۔ ''اس (موسیٰؑ) نے کہا اے ہارون! جب تو نے دیکھا کہ وہ گمراہ ہو گئے ہیں تو تجھے کس چیز نے میری پیروی سے روکا؟ تو کیا تو نے میرے حکم کی نافرمانی کی۔''

(سورۂ طٰہٰ: 92، 93)

55۔ ''اس (ہارونؑ) نے کہا: اے میرے ماں جائے! میری داڑھی اور سر (کے بال) نہ پکڑ، بے شک میں ڈرا کہ تم کہو گے، تو نے فرقہ ڈال دیا بنی اسرائیل کے درمیان، اور میری نصیحت کا خیال نہ کیا۔'' (سورۂ طٰہٰ: 94)

56۔ ''(پھر موسیٰؑ نے سامری سے) کہا: اے سامری تیرا کیا حال ہے؟''

(سورۂ طٰہٰ: 95)

57۔ ''وہ بولا: میں نے دیکھا جس کو تو نے نہیں دیکھا پس میں نے فرشتے کے نقشِ قدم سے ایک مٹھی (خاک) بھر لی تو میں نے وہ (بچھڑے کے قالب میں) ڈال دی اور اسی طرح میرے نفس نے مجھے پھسلایا۔''

(سورۂ طٰہٰ: 96)

58۔ ''موسیٰ نے کہا: پس تو جا! (دور ہو) بے شک تیرے لیے زندگی میں (یہ سزا) ہے تو کہتا پھرے کہ نہ چھونا مجھے۔ اور بے شک تیرے لیے ایک وعدہ ہے جو ہرگز تجھ سے خلاف نہ ہوگا (نہ ٹلے گا) اور پھر اپنے معبود کی طرف دیکھ جس پر تو (بیٹھا) رہتا ہے جما ہوا، ہم اسے البتہ جلا دیں گے پھر اس کی (راکھ) کو اڑا کر دریا میں بکھیر دیں گے۔'' (سورۂ طٰہٰ: 97)

59۔ ''پھر اس کے سوا نہیں کہ تمہارا معبود اللہ ہے وہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا علم ہر شے پر محیط ہے۔'' (سورۂ طٰہٰ: 98)

⑯ سورۂ الانبیاء

اس سورۂ مبارکہ میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ ''اور یقیناً ہم نے موسیٰؑ اور ہارونؑ کو بھی (حق یا باطل میں) فرق کرنے والی (کتاب) اور روشنی عطا کی جو پرہیز گاروں کے لیے نصیحت تھی۔''

(سورۂ الانبیاء: 48)

2۔ ''جو لوگ اپنے رب سے بن دیکھے ڈرتے ہیں اور وہ قیامت سے خوف کھاتے ہیں۔''

(سورۂ الانبیا: 49)

⑰ سورۂ المومنون

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے:

1۔ ''پھر ہم نے بھیجا موسیٰؑ اور ان کے بھائی ہارونؑ کو اپنی نشانیوں اور کھلے دلائل کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف، تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ سرکش لوگ تھے۔''

(سورۂ المومنون: 45، 46)

2۔ ''پس انہوں نے کہا کیا ہم اپنے جیسے ان آدمیوں پر ایمان لے آئیں؟ اور ان کی قوم (کے لوگ تو) ہماری خدمت کرنے والے (چاکر) تھے۔''

(سورۂ المومنون: 47)

3۔ ''پس انہوں نے دونوں کو جھٹلایا تو وہ ہلاک ہونے والوں میں سے ہو گئے۔''

(سورۂ المومنون: 48)

4۔ ''اور تحقیق ہم نے موسیٰؑ کو کتاب دی، تاکہ وہ لوگ راہ ہدایت پالیں۔''

(سورۂ المومنون: 49)

⑱ سورۂ الفرقان

سورۂ الفرقان میں ارشاد حق تعالیٰ ہے:

1۔ ''اور البتہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اس کے ساتھ اس کے بھائی ہارونؑ کو معاون بنایا۔ پس ہم نے (ان سے) کہا تم دونوں اس قوم کی طرف جاؤ جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا، تو ہم نے انہیں بری طرح ہلاک کر کے تباہ کر دیا۔''

(سورۂ الفرقان: 35، 36)

⑲ سورۂ الشعراء

اس سورۂ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

1۔ ''اور (یاد کرو) جب تمہارے رب نے موسیٰؑ کو فرمایا کہ: ظالم لوگوں کے پاس جاؤ (یعنی) قوم فرعون کے پاس کیا وہ مجھ سے نہیں ڈرتے؟''

(سورۂ الشعراء: 10، 11)

2۔ ''اس (موسیٰؑ) نے کہا: اے میرے رب میں ڈرتا ہوں (مجھے اندیشہ ہے) کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے اور میرا دل تنگ ہوتا ہے اور میری زبان (خوب) نہیں چلتی، پس ہارونؑ کی طرف (بھی) پیغام بھیج (اسے میرا ساتھی بنا) اور ان کا مجھ پر ایک الزام بھی ہے پس مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے قتل نہ کریں۔''

(سورۂ الشعراء: 12 تا 14)

3۔ ''فرمایا (اللہ تعالیٰ نے) ہرگز نہیں، تم دونوں ہماری نشانیوں کے ساتھ

جاؤ۔ بے شک ہم تمہارے ساتھ ہیں سننے والے پاس تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ تو اسے کہو کہ بے شک ہم تمام جہانوں کے رب کے رسول ہیں اورتو بھیج دے ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو'' (سورۂ الشعراء: 15 تا 17)

4۔ ''فرعون نے کہا: کیا ہم نے تمہیں بچپن میں اپنے درمیان نہیں پالا؟ اورتو ہمارے درمیان رہا اپنی عمر کے کئی برس، اورتو نے وہ کام کیا جو تو نے کیا (قبطی کا قتل) اورتو ناشکروں میں سے ہے۔'' (سورۂ الشعراء: 18، 19)

5۔ ''فرعون نے کہا: میں نے وہ کام کیا تھا (لیکن میں نے وہ دانستاً نہیں کیا) اور مجھ سے (غصہ میں بلا ارادہ) چوک ہوگئی۔ چنانچہ مجھ کو خوف محسوس ہوا تو میں بھاگ گیا پھر میرے رب نے مجھے حکم عطا کیا (نبوت دی) اور مجھے رسولوں میں سے بنایا۔ اور یہ کوئی نعمت ہے جس کا تو مجھ پر احسان رکھتا ہے، جبکہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنایا۔'' (سورۂ الشعراء: 20 تا 22)

6۔ ''فرعون نے کہا: اور کیا ہے سارے جہان کا رب؟'' (سورۂ الشعراء: 23)

7۔ ''موسیٰ نے کہا: وہ رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو ان کے درمیان ہے۔ اگر تم یقین کرنے والے ہو۔'' (سورۂ الشعراء: 24)

8۔ ''اس (فرعون) نے اپنے حاشیہ برداروں سے کہا: کیا تم سنتے نہیں؟ (موسیٰ کیا کہہ رہا ہے۔)'' (سورۂ الشعراء: 25)

9۔ ''موسیٰ نے کہا: وہ رب ہے تمہارا اور رب ہے تمہارے باپ دادا کا۔'' (سورۂ الشعراء: 26)

10۔ ''فرعون بولا: بے شک تمہارا رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے البتہ دیوانہ ہے۔'' (سورۂ الشعراء: 27)

11۔ ''موسیٰ نے کہا: وہ رب ہے مشرق کا اور مغرب کا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے۔ اگر تم سمجھتے ہو۔'' (سورۂ الشعراء: 28)

12۔ ''وہ (فرعون) بولا: اگر تم نے کوئی معبود بنایا میرے سوا، تو میں تجھے ضرور قید کردوں گا۔'' (سورۂ الشعراء: 29)

13۔ ''موسیٰ نے کہا: (کیا تم نہ مانو گے) خواہ میں تمہارے پاس ایک واضح

معجزہ لاؤں گا۔'' (سورۂ الشعراء: 30)

14۔ ''وہ بولا: تو معجزہ لے آ اگر تو سچوں میں سے ہے۔ پس موسیٰ نے اپنا عصا ڈالا تو وہ اچانک نمایاں اژدھا بن گیا۔'' (سورۂ الشعراء: 31، 32)

15۔ ''اور موسیٰ نے اپنا ہاتھ (گریبان میں ڈال کر) نکالا تو ناگاہ وہ دیکھنے والوں کے لیے چمکتا ہوا ہوگیا۔'' (سورۂ الشعراء: 33)

16۔ ''فرعون نے اپنے اردگرد کے سرداروں سے کہا بے شک یہ ماہر جادوگر ہے وہ چاہتا ہے کہ تمہیں اپنے جادو کر کے زور سے تمہاری سرزمین سے نکال دے تو تم کیا مشورہ دیتے ہو؟'' (سورۂ الشعراء: 34، 35)

17۔ ''وہ بولے: اسے اور اس کے بھائی کو مہلت دے اور شہروں میں نقیب بھیج، (اکٹھا کرنے والے) کہ تیرے پاس تمام بڑے ماہر جادوگر لے آئیں (جمع کر لیں)'' (سورۂ الشعراء: 36، 37)

18۔ ''پس جادوگر جمع ہوگئے، ایک معین دن وقت مقررہ پر، اور لوگوں سے کہا گیا: کہ تم سب بھی جمع ہو جاؤ تا کہ ہم پیروی کریں جادوگروں کی، اگر وہ (موسیٰ اور ہارون پر) غالب آ جائیں۔'' (سورۂ الشعراء: 38 تا 40)

19۔ ''سب جادوگر آئے تو انہوں نے کہا: کیا ہمارے لیے کچھ انعام ہوگا؟ اگر ہم غالب آئے تو فرعون نے فوراً وعدہ کیا ہاں ضرور۔ اور (انعام ہی نہیں) بے شک تم (میرے) مقربین میں سے ہو گے۔'' (سورۂ الشعراء: 41، 42)

20۔ ''موسیٰ نے جادوگروں سے کہا: اپنا (داؤ) ڈالو جو تم ڈالنے والے ہو۔ پس انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں اور وہ بولے فرعون کے اقبال سے، بے شک ہم ہی غالب آنے والے ہیں۔'' (سورۂ الشعراء: 43، 44)

21۔ ''پس موسیٰ نے بھی اپنا عصا ڈالا، تو وہ ناگاہ نگلنے لگا جو انہوں نے ڈھکوسلا بنایا تھا۔'' (سورۂ الشعراء: 45)

22۔ ''پس جادوگر سجدہ میں گر پڑے (اور) بولے: ہم سارے جہانوں کے

رب پر ایمان لائے جو رب ہے موسیٰؑ اور ہارونؑ کا۔''

(سورۃ الشعراء: 48،46)

23۔ ''فرعون نے (طیش میں آ کر) کہا: تم اس پر (اس سے) پہلے ایمان لے آئے کہ میں تمہیں (اس کی) اجازت دوں، بے شک وہ البتہ تمہارا استاد ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے پس تم جلد جان لو گے میں ضرور تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری کے پاؤں کاٹ ڈالوں گا۔ اور ضرور تم سب کو سولی دوں گا۔''

(سورۃ الشعراء: 49)

24۔ ''وہ (سکون قلب کے ساتھ) بولے کچھ حرج نہیں، بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ ہم (تو بس اپنے رب سے) امید رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہماری خطائیں بخش دے اس بات پر کہ ہم پہلے ایمان لانے والوں میں سے ہیں۔''

(سورۃ الشعراء: 51، 52)

25۔ ''اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے کر نکل جاؤ، بے شک تمہارا تعاقب کیا جائے گا۔''

(سورۃ الشعراء: 52)

26۔ ''پس فرعون نے شہر میں نقیب بھیجے تاکہ قبطیوں کو جمع کیا جائے اور وہ موسیٰؑ کا تعاقب کریں اس نے اپنے ہم قوموں کو (غیرت دلائی کہ) بے شک یہ لوگ ایک تھوڑی (چھوٹی) جماعت ہیں۔ اور وہ (قوم موسیٰؑ) بے شک ہمیں غصہ میں لانے والے (غصہ دلا رہے) ہیں اور بے شک ہم ایک جماعت ہیں مسلح اور محتاط۔''

(سورۃ الشعراء: 53، 56)

27۔ ''(ارشاد الٰہی ہے) پس ہم نے انہیں (قوم فرعون) کو باغات سے، چشموں سے اور عمدہ ٹھکانوں سے نکالا اور اسی طرح ہم نے ان کا وارث بنی اسرائیل کو بنا دیا۔''

(سورۃ الشعراء: 57 تا 59)

28۔ ''پس انہوں نے سورج نکلتے (صبح سویرے) قوم موسیٰ کا پیچھا کیا۔ پس جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو موسیٰؑ کے ساتھی کہنے لگے: یقیناً ہم پکڑ لیے گئے (اس پر) موسیٰؑ نے کہا: ہرگز نہیں بے شک

میرا رب میرے ساتھ ہے وہ مجھے جلد راہ دکھائے گا۔''

(سورۃ الشعراء: 60 تا 62)

29۔ ''پس ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ تو اپنا عصا دریا پر مار انہوں نے عصا مارا تو دریا پھٹ گیا (دریا کا) ہر حصہ بڑے بڑے پہاڑ کی طرح ہو گیا۔''

(سورۃ الشعراء: 63)

30۔ ''اور ہم نے اس جگہ دوسروں کو (فرعونیوں کو) قریب کر دیا۔''

(سورۃ الشعراء: 64)

31۔ ''ہم نے موسیٰؑ کو اور جو ان کے ساتھ تھے سب کو بچا لیا۔ پھر ہم نے دوسروں (فرعونیوں) کو غرق کر دیا۔ بے شک اس میں بھی ایک نشانی ہے اور ان میں سے ایمان لانے والے نہ تھے۔'' (سورۃ الشعراء: 65 تا 67)

(20) سورۃ النمل

سورۃ النمل میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ ''(یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنے گھر والوں سے کہا: بے شک میں نے ایک آگ دیکھی ہے میں ابھی تمہارے پاس اس کی کوئی خبر لاتا ہوں یا آگ کا انگارہ تمہارے پاس لاتا ہوں تاکہ تم تاپ سکو۔''

(سورۃ النمل: 7)

2۔ ''پس جب وہ (موسیٰؑ) آگ کے پاس آیا (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) ندا دی گئی کہ بابرکت ہے وہ ذات جو آگ میں (جلوہ افروز) ہے جو اس کے آس پاس ہے، (یعنی زمین کا وہ ٹکڑا) اور پاک ہے اللہ سارے جہانوں کا پروردگار۔''

(سورۃ النمل: 8)

3۔ ''اے موسیٰؑ حقیقت یہ ہے کہ میں ہی اللہ ہوں غالب حکمت والا۔''

(سورۃ النمل: 9)

4۔ ''اور اپنا عصا (نیچے) ڈال دو۔ پس جب اسے لہراتا ہوا دیکھا وہ سانپ ہے تو (موسیٰ) پیٹھ پھیر کر بھاگے اور مڑ کر نہ دیکھا (ارشاد ہوا) اے موسیٰؑ

تو خوف نہ کھا بے شک میرے پاس رسول خوف نہیں کھاتے، جب اللہ تمہارے پاس ہے تو خوف کس بات کا) مگر (ہاں) جس نے ظلم کیا پھر اس نے برائی کے بعد نیکی سے اس کی تلافی کی تو میں بخشنے والا نہایت مہربان ہوں۔" (سورۃ النمل: 10 تا 11)

5۔ "اور اے موسیٰؑ اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال، وہ کسی عیب کے بغیر سفید روشن (ہو کر) نکلے گا نو (9) نشانیوں میں (سے یہ دو معجزے لے کر) فرعون اور اس کی قوم کی طرف جاؤ بے شک وہ نافرمان لوگ ہیں۔"

(سورۃ النمل: 12)

6۔ "پھر جب ان (نافرمان لوگوں) کے پاس آئیں یہ آنکھیں کھولنے والی ہماری نشانیاں، وہ بولے یہ تو کھلا جادو ہے حالانکہ ان کے دلوں کو ان کا یقین تھا مگر انہوں نے ان کا انکار کیا ظلم اور تکبر سے، تو دیکھو فساد کرنے والوں کا کیسا انجام ہوا۔" (سورۃ النمل: 13، 14)

(21) سورۃ القصص

سورۃ القصص میں ارشاد پاک ہوا ہے:

1۔ "ہم تم پر پڑھتے ہیں (تمہیں سناتے ہیں) کچھ احوال موسیٰ اور فرعون کا ٹھیک ٹھیک، ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں۔"

(سورۃ القصص: 3)

2۔ "بے شک فرعون ملک میں سرکشی کر رہا تھا اور اس نے اس کے باشندوں کو الگ الگ گروہ کر دیا تھا، ان میں سے ایک گروہ (بنی اسرائیل) کو کمزور کر رہا تھا، ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا اور زندہ چھوڑ دیتا تھا ان کی عورتوں (بیٹیوں) کو بے شک وہ مفسدوں میں سے تھا۔"

(سورۃ القصص:4)

3۔ "اور ہم چاہتے تھے کہ ان لوگوں پر احسان کریں جو کہ ملک میں کمزور کر دیے گئے تھے اور ہم انہیں پیشوا بنائیں اور ہم انہیں (ملک کا) وارث بنائیں

اور ہم انہیں حکومت دیں ملک میں اور ہم فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر کو (ان کمزوروں کے ہاتھوں) دکھا دیں جس چیز سے وہ ڈرتے تھے۔"

(سورۃ القصص:6,5)

4۔ "اور ہم نے موسیٰؑ کی ماں کو الہام کیا کہ وہ اس کو دودھ پلاتی رہے۔ پھر اس پر (اس کے بارے میں) ڈرے تو اسے دریا میں ڈال دے اور تو نہ ڈر اور نہ غم کھا، بے شک ہم اسے تیری طرف لوٹا دیں گے اور اسے بنا دیں گے رسولوں میں سے ایک (رسول)۔" (سورۃ القصص:7)

5۔ "پھر فرعون کے گھر والوں نے اسے (دریا سے) اٹھا لیا تاکہ (آخرکار) وہ ان کے لیے دشمنی اور غم کا باعث ہو، بے شک فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر خطا کار تھے۔" (سورۃ القصص:8)

6۔ "اور کہا فرعون کی بیوی نے: یہ آنکھوں کی ٹھنڈک ہے میرے لیے۔ اور تیرے لیے اسے قتل نہ کر، شاید ہمیں نفع پہنچائے یا ہم اسے بیٹا بنا لیں اور وہ حقیقت حال نہیں جانتے تھے۔" (سورۃ القصص: 9)

7۔ "اور موسیٰ کی ماں کا دل بے قرار ہو گیا، تحقیق قریب تھا کہ وہ اس کو ظاہر کر دیتی اگر ہم نے اس کے دل پر گرہ نہ لگائی ہوتی کہ (وہ ہمارے وعدہ پر) یقین کرنے والوں میں سے ہے۔" (سورۃ القصص:10)

8۔ "اور موسیٰ کی والدہ نے (صندوق کو دریا میں ڈالتے وقت) اس کی بہن سے کہا: اس کے پیچھے جا پھر، اسے دور سے دیکھتی رہ، اور وہ لوگ حقیقت حال نہ جانتے تھے۔" (سورۃ القصص:11)

9۔ "اور ہم نے پہلے ہی موسیٰؑ پر سب دائیوں (کے دودھ) کو حرام کر رکھا تھا۔ موسیٰؑ کی بہن بولی: کیا میں تمہیں ایک ایسے گھر والے بتاؤں جو تمہارے لیے اس کی پرورش کریں اور وہ اس کے خیر خواہ ہوں۔"

(سورۃ القصص:12)

10۔ "تو ہم نے اس (موسیٰؑ) کو اس کی ماں کی طرف لوٹا دیا تاکہ ٹھنڈی رہیں اس کی آنکھیں اور وہ غمگین نہ ہو، اور تاکہ جان لے کہ اللہ کا وعدہ

سچا ہے اور لیکن لوگ یہ نہیں جانتے۔'' (سورۃ القصص:13)

11۔ ''اور جب موسیٰ اپنی جوانی کو پہنچا اور پوری طرح توانا ہو گیا تو ہم نے اسے حکمت اور علم عطا کیا، اور ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔'' (سورۃ القصص: 14)

12۔ ''اور وہ (ایک مرتبہ) شہر میں داخل ہوا غفلت کے وقت جبکہ اس کے باشندے بے خبر سوئے ہوئے تھے تو اس نے دو آدمیوں کو باہم لڑتے ہوئے پایا، ایک اس کی برادری (بنی اسرائیل) سے تھا اور دوسرا اس کے دشمنوں میں سے تھا، تو جو اس کی برادری سے تھا اس نے اس (کے مقابلے) پر جو اس کے دشمنوں میں سے تھا۔ موسیٰ سے مدد مانگی تو موسیٰ نے اس کو (قبطی کو) ایک مکا مارا پھر اس کا کام تمام کر دیا اس (موسیٰ) نے کہا: یہ کام شیطان (کی حرکت) سے ہوا بے شک وہ دشمن ہے کھلا بہکانے والا۔''
(سورۃ القصص:15)

13۔ ''اس (موسیٰ) نے عرض کی: اے میرے رب! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا پس مجھے بخش دے تو اس نے اسے بخش دیا، بے شک وہی بخشنے والا نہایت مہربان ہے (اس بخشش اور عفو پر حضرت موسیٰ نے مزید عرض کیا: اے میرے رب! جیسا کہ تو نے مجھ پر انعام کیا ہے تو میں ہرگز نہ ہوں گا (کبھی) مجرموں کا مددگار۔'' (سورۃ القصص:16، 17)

14۔ ''پس شہر میں اس کی صبح ہوئی ڈرتے ہوئے، انتظار کرتے ہوئے (کہ دیکھیں اب کیا ہوتا ہے) تو ناگہاں وہی شخص جس نے کل اس سے مدد مانگی تھی (دیکھا کہ) وہ پھر اس سے فریاد کر رہا ہے۔ موسیٰ نے اس کو کہا: بے شک تو گمراہ ہے کھلا (یعنی لوگوں سے جھگڑا مول لیتا ہے۔)''
(سورۃ القصص:18)

15۔ ''پھر جب اس نے چاہا کہ اس پر ہاتھ ڈالے جو ان دونوں (فرعونی اور موسیٰ) کا دشمن تھا تو اس نے کہا: اے موسیٰ کیا چاہتا ہے کہ مجھے بھی قتل کر دے، جیسے تو نے کل ایک آدمی کو قتل کیا تھا، تو صرف یہی چاہتا ہے کہ

تو اس سرزمین میں زبردستی کرتا پھرے اور تو نہیں چاہتا کہ مصلحین (اصلاح کرنے والوں) میں سے ہو (اس طرح اسرائیلی نے قتل کا راز فاش کر دیا)۔'' (سورۃ القصص:19)

16۔ ''اور ایک آدمی شہر کے پرلے سرے سے دوڑتا ہوا آیا، اس نے کہا: اے موسیٰ! بے شک دربار والے تیرے بارے میں مشورہ کر رہے ہیں تاکہ تجھے قتل کر ڈالیں، پس تو (یہاں سے) نکل جا، بے شک میں تیرے خیر خواہوں میں سے ہوں۔'' (سورۃ القصص:20).

17۔ ''پس وہ (موسیٰ) نکلا وہاں سے ڈرتے ہوئے اور انتظار کرتے ہوئے (کہ دیکھیں کیا ہوتا ہے) اس نے دعا کی کہ: اے میرے پروردگار، مجھے ظالموں کی قوم سے بچا لے۔'' (سورۃ القصص: 21)

18۔ ''اور جب اس نے مدین کا رخ کیا تو کہا: امید ہے میرا رب مجھے سیدھا راستہ دکھائے گا۔'' (سورۃ القصص: 22)

19۔ ''اور جب وہ مدین کے پانی (کے کنوئیں) پر آیا تو اس نے لوگوں کے ایک گروہ کو (اپنے جانوروں کو) پانی پلاتے ہوئے پایا، اور اس نے دیکھا دو عورتیں ان سے علیحدہ (اپنی بکریاں) روکے ہوئے (کھڑی) ہیں اس نے کہا: تمہارا کیا حال ہے؟ پس وہ بولیں: ہم پانی نہیں پلاتیں جب تک جب چرواہے (اپنے جانوروں کو پانی پلا کر) واپس نہ لے جائیں اور ہمارے والد بوڑھے ہیں۔'' (سورۃ القصص:23)

20۔ ''غرض موسیٰ نے ان (بکریوں) کو پانی پلایا: پھر (خاموش ہٹ کر) سایہ کی طرف آ گیا پھر عرض کیا: اے میرے رب! بے شک جو نعمت تو میری طرف اتارے میں اس کا محتاج ہوں۔'' (سورۃ القصص:24)

21۔ پھر ان دونوں میں سے ایک اس کے پاس آئی شرم سے لجاتی ہوئی وہ بولی: بے شک میرے والد تمہیں بلا رہے ہیں تاکہ تمہیں اس کا صلہ دیں جو تو نے ہمارے لیے (بکریوں کو) پانی پلایا ہے۔ پس جب موسیٰ اس (شعیبؑ) کے پاس آیا اور اس سے احوال بیان کیا اس نے کہا: ڈرو نہیں

تم ظالموں کی قوم سے بچ کر آئے ہو۔'' (سورۃ القصص:25)

22۔ ''ان میں سے ایک بولی: اے میرے والد! اسے ملازم رکھ لیں۔ بے شک جسے تم ملازم رکھو بہتر (وہ) ہے جو طاقتور امانتدار ہو۔''
(سورۃ القصص:26)

23۔ ''شعیبؑ نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ تم سے اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح اس شرط پر کر دوں کہ تم آٹھ سال میری ملازمت کرو، اگر دس سال پورے کرلو تو (وہ) تمہاری طرف سے (نیکی) ہوگی، میں نہیں چاہتا کہ تم پر مشقت ڈالوں۔ اگر اللہ نے چاہا تو تم مجھے خوش معاملہ لوگوں میں سے پاؤ گے۔''
(سورۃ القصص:27)

24۔ ''موسیٰؑ نے کہا: یہ میرے درمیان اور تمہارے درمیان (عہد) ہے میں دونوں میں سے جو مدت پوری کروں مجھ پر کوئی مطالبہ نہیں، اور اللہ گواہ ہے اس پر جو ہم کہہ رہے ہیں۔'' (سورۃ القصص:28)

25۔ ''پھر جب موسیٰؑ نے اپنی مدت پوری کردی، تو اپنی گھر والی (بیوی) کو ساتھ لے کر چلا، اس نے دیکھی کوہ طور کی طرف سے ایک آگ، اس نے اپنے گھر والوں سے کہا: تم ٹھہرو، بے شک میں نے آگ دیکھی ہے۔ شاید میں اس سے تمہارے لیے (راستہ کی) کوئی خبر یا آگ کی چنگاری لاؤں تاکہ تم آگ تاپو۔'' (سورۃ القصص:29)

26۔ ''پھر جب (موسیٰ) اس روشنی کے پاس پہنچے تو میدان کی دائیں جانب سے ایک مبارک مقام میں ایک درخت سے یہ ندا آئی کہ اے موسیٰؑ! بے شک میں اللہ ہوں تمام جہانوں کا پروردگار۔'' (سورۃ القصص:30)

27۔ ''اور یہ کہ اپنا عصا (زمین پر) ڈال، پھر جب اس نے دیکھا عصا کو لہراتے ہوئے، گویا کہ وہ سانپ ہے۔ وہ پیٹھ پھیر کر لوٹا اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا (اللہ نے فرمایا) اے موسیٰؑ! آگے آؤ اور ڈرو نہیں، بے شک تو امن پانے والوں میں سے ہے تو اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال، وہ

سفید روشن ہو کر نکلے گا۔ کسی عیب کے بغیر، پھر اپنا بازو خوف (دور ہونے کی غرض سے) پہلو کی طرف ملا لینا۔ پس (عصا اور ید بیضا) دونوں دلیلیں ہیں تیرے رب کی طرف سے فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف، بے شک وہ ایک نافرمان گروہ ہیں۔'' (سورۃ القصص:31، 32)

28۔ ''اس (موسیٰ) نے کہا: اے میرے رب! بے شک میں نے ان میں سے ایک شخص کو مار ڈالا ہے۔ سو میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔''
(سورۃ القصص:33)

29۔ ''اور میرا بھائی ہارونؑ زبان (کے اعتبار سے) مجھ سے زیادہ فصیح ہے، سو اسے میرے ساتھ مددگار بنا کر بھیج دے، کہ وہ میری تصدیق کرے، بے شک میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے۔'' (سورۃ القصص:34)

30۔ ''فرمایا: ہم ابھی تیرے بھائی سے تیرے بازو کو مضبوط کر دیں گے۔ اور تم دونوں کے لیے عطا کریں گے غلبہ، پس وہ ہماری نشانیوں کے سبب تم دونوں تک نہ پہنچ سکیں گے۔ تم دونوں اور جو تمہاری پیروی کرے غالب رہیں گے''
(سورۃ القصص:35)

31۔ ''اور جب موسیٰ (علیہ السلام) ان کے پاس ہماری کھلی نشانیاں لے کر آئے تو وہ کہنے لگے یہ تو جادو ہے جو اس نے بنا کھڑا کیا ہے اور یہ (باتیں) ہم نے اپنے اگلے باپ دادا سے تو (کبھی) سنی نہیں۔''
(سورۃ القصص:36)

32۔ ''اور موسیٰ نے کہا: میرا رب اس کو خوب جانتا ہے جو اس کے پاس سے ہدایت لایا ہے اور جس کے لیے آخرت کا اچھا گھر (بہشت) ہے۔ بے شک ظالم کبھی فلاح و کامیابی نہیں پائیں گے۔'' (سورۃ القصص:37)

33۔ ''اور فرعون نے کہا: اے سردارو! میں نہیں جانتا تمہارے لیے اپنے سوا کوئی معبود۔ پس اے ہامان! میرے لیے مٹی (کی اینٹوں) پر آگ جلا، پھر ان (پختہ اینٹوں) سے میرے لیے تیار کر ایک بلند محل تاکہ میں (وہاں

سے) موسیٰ کے معبود کو جھانکوں، اور میں تو اسے جھوٹوں میں سمجھتا ہوں۔''
(سورۃ القصص:38)

34۔ ''اور (حقیقت یہ ہے کہ) فرعون اور اس کا لشکر دنیا میں ناحق مغرور ہو رہے تھے اور وہ سمجھ بیٹھے کہ وہ ہماری طرف نہیں لوٹائے جائیں گے، چنانچہ ہم نے اسے اور اس کے لشکر کو پکڑا اور انہیں دریا میں غرق کر دیا، سو دیکھو کیسا ظالموں کا انجام ہوا؟'' (سورۃ القصص:39، 40)

35۔ ''اور ہم نے انہیں سردار بنایا مگر وہ دنیا میں لوگوں کو جہنم کی طرف بلاتے رہے اور روز قیامت ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔'' (سورۃ القصص:41)

36۔ ''اور ہم نے اس دنیا میں ہی ان کے پیچھے لعنت لگا دی اور روز قیامت وہ بدحال لوگوں میں سے ہوں گے۔'' (سورۃ القصص:42)

37۔ ''اور تحقیق ہم نے پہلی امتوں کو ہلاک کرنے کے بعد موسیٰؑ کو توریت عطا کی۔ جو لوگوں کی آنکھیں کھولنے والی (کتاب) تھی تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔'' (سورۃ القصص:43)

㉒ سورۃ العنکبوت

سورۃ العنکبوت میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ ''اور (ہم نے ہلاک کیا) قارون اور فرعون، اور ہامان کو، اور ان کے پاس موسیٰؑ کھلی نشانیوں کے ساتھ آئے تو انہوں نے تکبر کیا ملک میں، اور وہ بچ کر بھاگ نکلنے والے نہ تھے۔'' (سورۃ العنکبوت:39)

㉓ سورۃ السجدۃ

سورۃ السجدۃ میں ارشادِ حق ہوتا ہے:

1۔ ''اور تحقیق ہم نے (اس سے قبل) موسیٰؑ کو توریت عطا کی پس آپؐ (نبی کریم ﷺ) اس کے متعلق شک میں نہ رہیں، اور ہم نے اسے بنا دیا ہدایت بنی اسرائیل کے لیے اور جب ہم نے ان بنی اسرائیل میں سے جب تک وہ صبر سے کام لیتے رہے پیشوا بنائے جو ہمارے حکم سے رہنمائی

کرتے تھے، وہ ہماری آیتوں پر یقین کرتے تھے۔''
(سورۃ السجدۃ: 23-24)

㉔ سورۃ الاحزاب

اللہ تبارک تعالیٰ اس سورۃ مبارکہ میں فرماتے ہیں:

1۔ ''اور (یاد کرو) جب ہم نے پیغمبروں سے ان کا عہد اور تم سے (بھی لیا) اور نوحؑ سے، اور ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور مریم کے بیٹے عیسیٰؑ سے، اور ہم نے ان سے پختہ عہد لیا (کہ وہ اللہ کے احکام کی تبلیغ میں ثابت قدم رہیں گے۔)'' (سورۃ الاحزاب: 7)

㉕ سورۃ الصّٰفّٰت

سورۃ الصّٰفّٰت میں ارشادِ حق ہوتا ہے:

1۔ ''اور تحقیق ہم نے موسیٰؑ پر اور ہارونؑ پر احسان کیا اور ہم نے ان دونوں کو اور ان کی قوم کو بڑے غم (فرعون کے مظالم) سے نجات دلا دی اور ہم نے ان کی مدد کی، تو وہی غالب رہے اور ہم نے ان دونوں کو واضح کتاب (توریت) دی اور ان دونوں کو سیدھے راستے کی ہم نے ہدایت دی اور ہم نے ان دونوں کا ذکر خیر بعد میں آنے والوں میں باقی رکھا سلام ہو موسیٰؑ اور ہارون پر بے شک ہم نیکو کاروں کو اسی طرح جزا دیا کرتے ہیں بے شک وہ دونوں ہمارے مومن بندوں میں سے ہیں۔''
(سورۃ الصفت: 114 تا 122)

㉖ سورۃ الزخرف

اس سورۃ مبارکہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے:

1۔ ''اور تحقیق ہم نے (آپ ﷺ سے پہلے) موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا۔ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف، تو اس نے کہا: بے شک میں تمام جہانوں کے پروردگار کا رسول ہوں مگر آل فرعون نے ان کا کہا نہ مانا بلکہ جب وہ موسیٰ ہماری نشانیوں کے ساتھ آئے تو (فرعونی)

ان کا مذاق اڑانے لگے حالانکہ ہم ان کو اپنی (قدرت اور موسیٰ علیہ السلام کی صداقت کی) ایک سے بڑھ کر ایک نشانی دکھاتے رہے اور (جب وہ ایمان نہ لائے بلکہ سرکشی کرتے رہے تو) ہم نے انہیں عذاب میں گرفتار کیا، تاکہ وہ (اپنی حرکتوں سے) باز آ جائیں (لیکن انہوں نے حق کو نہ پہچانا تاہم عذاب سے نجات کے طالب ہوئے) اور انہوں نے کہا: اے جادوگر! ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کرو کہ اس عہد کے سبب جو تیرے پاس ہے، بے شک ہم ہدایت پانے والے ہیں پھر جب ہم نے ان سے عذاب ہٹا دیا تو وہ خود ہی عہد شکنی پر اتر آئے۔''

(سورۃ الزخرف: 45 تا 50)

2۔ ''اور فرعون نے اپنی قوم کے لوگوں میں پکار کر کہا: اے میری قوم! کیا مصر کی بادشاہت میری نہیں؟ اور یہ نہریں جو جاری ہیں میرے محلات کے نیچے سے تو کیا تم دیکھتے نہیں؟ (یہ سب میری عظمت کی دلیل ہیں) بلکہ میں اس شخص (موسیٰؑ) سے افضل ہوں جس کو اس دنیا میں کوئی قدر و منزلت حاصل نہیں اور جو صاف گفتگو بھی نہیں کر سکتا اگر اسے دعویٰ نبوت ہے تو اس کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن کیوں نہیں ڈالے گئے یا اس کے ساتھ فرشتے کیوں نہ آئے پرا باندھ کر غرض اس فرعون نے اپنی قوم کی عقل گم کر دی تو انہوں نے اس کی اطاعت کی بے شک وہ نافرمان لوگ تھے پھر جب انہوں نے ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے ان سے انتقام لیا اور ان سب کو غرق کر دیا ہم نے انہیں گئے گزرے (تباہ و برباد) کر دیا اور بعد میں آنے والوں کے لیے نمونہ عبرت بنا دیا۔''

(سورۃ الزخرف: 51 تا 56)

(27) سورۃ الدخان:

اللہ تعالیٰ اس سورۃ مبارکہ میں فرماتے ہیں:

1۔ ''اور ہم نے ان (کفارِ مکہ) سے قبل قوم فرعون کو آزمایا اور ان کے پاس ایک عالی قدر رسول آیا (اس نے فرعون سے کہا) کہ اللہ کے بندوں کو

میرے سپرد کر دو، بے شک میں تمہارے لیے ایک رسول امین ہوں اور یہ کہ تم اللہ کے مقابل سرکشی نہ کرو، بے شک میں تمہارے پاس واضح دلیل کے ساتھ آیا ہوں اور بے شک میں پناہ میں ہوں اپنے رب کی اور تمہارے رب کی (اس سے) کہ تم مجھے سنگسار کر دو اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے، تو تم میری راہ سے ہٹ جاؤ (لیکن آل فرعون باز نہ آئے) تو اس (موسیٰ) نے اپنے رب سے دعا کی کہ یہ مجرم لوگ ہیں۔''

(سورۃ الدخان: 17 تا 22)

2۔ ''پھر موسیٰؑ کو حکم ہوا تم میرے بندوں کو لے کر راتوں رات نکل جاؤ بے شک تمہارا تعاقب کیا جائے گا اور دریا کو چھوڑ جاؤ (پار کر جاؤ) ٹھہرا (تھما) ہوا بے شک وہ ایک لشکر ہیں ڈوبنے والے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ چھوڑ گئے کتنے ہی باغات اور چشمے اور اپنی کھیتیاں اور نفیس مکان اور نعمتیں جن میں وہ مزے اڑاتے تھے اس طرح وہ تباہ و برباد ہو گئے اور ہم نے دوسری قوم کو ان کا وارث بنایا پس ان پر آسمان رویا نہ زمین اور انہیں مہلت دی گئی۔''

(سورۃ الدخان: 23 تا 29)

3۔ اور تحقیق ہم نے بنی اسرائیل کو ذلت والے عذاب سے نجات دی (یعنی) فرعون (کے ظلم و ستم) سے، بے شک وہ حد سے بڑھ جانے والوں میں سرکش تھا اور ہم نے انہیں (بنی اسرائیل کو) تمام جہان والوں پر دانستہ پسند کیا اور ہم نے انہیں (اپنی قدرت و حکمت کی) نشانیاں دیں۔ جن میں کھلی آزمائش تھی۔''

(سورۃ الدخان: 30 تا 33)

(28) سورۃ الذّاریات

اس سورۃ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

1۔ ''اور موسیٰؑ (بھی ایک نشانی) ہے جب ہم نے اسے فرعون کی طرف بھیجا روشن معجزے کے ساتھ تو اس فرعون نے (ارکان سلطنت) کے ساتھ سرتابی کی اور کہا: یہ جادوگر یا دیوانہ ہے پس ہم نے اسے (فرعون

کو) اور اس کے لشکر کو پکڑا پھر ہم نے انہیں پھینک دیا دریا میں اور وہ ملامت زدہ (رہ گیا)۔'' (سورۃ الذاریات: 38 تا 40)

(29) سورۃ القمر

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ ''اور تحقیق آل فرعون کے پاس ڈر سنانے والے (پیغمبر) پہنچے۔ انہوں نے ہماری تمام آیتوں احکام اور نشانیوں کو جھٹلایا تو ہم نے انہیں پکڑا اور ایک غالب اور صاحب قدرت کی پکڑ کی صورت میں جس سے نکلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔'' (سورۃ القمر: 41، 42)

(30) سورۃ الصف

اس سورۃ مبارکہ میں ارشاد حق ہوتا ہے:

1۔ ''اور (یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! تم مجھے کیوں ایذا پہنچاتے ہو؟ اور تم جان چکے ہو کہ میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں پس جب انہوں نے کجروی کی تو اللہ نے ان کے دلوں کو کج کر دیا اور اللہ ہدایت نہیں دیتا نافرمان لوگوں کو۔'' (سورۃ الصف: 5)

(31) سورۃ التحریم

سورۃ التحریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

1۔ ''اور اللہ نے مومنوں کے لیے فرعون کی بی بی (بیوی) کی مثال بیان کی۔ جب اس (بی بی) نے کہا: اے میرے رب! میرے لیے اپنے پاس سے جنت میں ایک گھر بنا دے اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے بچا لے، اور مجھے ظالموں کی قوم سے بچا لے۔'' (سورۃ التحریم: 11)

(32) سورۃ المزمل

اس سورۃ مبارکہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

1۔ ''بے شک (اے اہل مکہ) ہم نے تمہاری طرف بھیجا (محمد ﷺ) تم پر گواہی دینے والا ایک (عظیم انسان) رسول، جیسے ہم نے فرعون کی طرف

(موسیٰؑ کو) رسول بنا کر بھیجا تھا۔ پھر جب فرعون نے (ہمارے) رسول کا کہانہ مانا تو ہم نے اسے (فرعون کو) بڑے وبال کی پکڑ میں پکڑ لیا۔''

(سورۃ المزمل: 15، 16)

قرآن پاک میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ اور آل فرعون کی سرکشی درج بالا آیات میں مذکور ہے۔ آل فرعون نے اللہ کی وحدانیت کو جھٹلایا، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کی تکذیب کی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق بنی اسرائیل سے تھا۔ بنی اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے ان دنوں مصر پر ایک ظالم و جابر اور سرکش حکمران، فرعون مسلط تھا۔ فرعون انتہائی متکبر بادشاہ تھا، وہ خود کو خدا کہلواتا تھا۔ فرعون نے بنی اسرائیل کو کمزور رکھنے اور اپنے گروہ قبطیوں کو مضبوط تر بنانے کے لیے حکم دے رکھا تھا کہ بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والے تمام نومولود لڑکوں کو قتل کر دیا جائے البتہ لڑکیوں سے کوئی تعرض نہ کیا جائے۔

فرعون کی سرکشی بڑھتے بڑھتے انتہا کو پہنچ گئی۔ بنی اسرائیل اس کی رعایا تھے۔ وہ ان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑتا تھا۔ یہ لوگ اس ظالم و جابر بادشاہ کے زیر تسلط کسمپرسی اور مصیبت کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ بدحالی، ذلت اور نکبت کی اس زندگی میں ایک اور افتاد آن پڑی۔ ایک دن کسی کاہن نے فرعون کو بتایا:

''بنی اسرائیل کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوگا، جو آپ کی سلطنت کو ختم کر دے گا۔''

فرعون یہ پیشین گوئی سن کر غصے سے لال پیلا ہوگیا۔ اس خبر پر وہ بھونچکاں رہ گیا، اور اس کے ظلم وستم میں اضافہ ہوگیا۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ بھی منقول ہے:

''کہ اس زمانے کے فرعون نے خواب دیکھا کہ بیت المقدس کی طرف سے ایک آگ بھڑکتی چلی آ رہی ہے جس سے مصر کے قبطیوں کے گھر جل کر خاک ہو رہے ہیں مگر بنی اسرائیل کے گھر محفوظ ہیں خواب سے بیدار ہوا تو اس نے کاہنوں اور جادوگروں اور اپنے سرداروں کو بلایا اور ان سے خواب کی تعبیر پوچھی انہوں نے جواب دیا:

''بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جس سے مصر کے قدیم باشندے، اور ان کا بادشاہ ہلاک ہو جائے گا اور بنی اسرائیل کو نقصان نہ پہنچے گا۔''

چنانچہ فرعون نے اس خطرہ سے محفوظ رہنے کے لیے مذکورہ بالا حکم دے دیا۔

اب قرآن کریم کی زبان میں سنیے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کس طرح فرعون کے گھر میں پرورش کرایا گیا، اور انہیں ان کے دشمن کے ہاتھ سے محفوظ رکھا گیا۔

''اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کی (پیدائش کے بعد موسیٰ علیہ السلام کی) ماں کو حکم بھیجا کہ تو ان کو دودھ پلاتی رہ پھر جب تجھے اس کی جان کا ڈر ہو تو اسے (ایک صندوق میں رکھ کر) دریا میں ڈال دے اور (اسے نقصان پہنچنے کا) خوف نہ کر اور نہ غمگین ہو ہم اس کو تیری ہی طرف لوٹا دیں گے اور اسے بڑا ہونے کے بعد پیغمبروں کی جماعت میں شامل کر دیں گے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے جب خطرہ محسوس کیا تو ان کو ایک صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دیا تب فرعون کے لوگوں نے ان کر دریا میں سے اٹھالیا تاکہ تقدیر کا لکھا سامنے آئے اور وہ آگے چل کر ان کے دشمن اور ان کی پریشانی کا باعث ہوں بے شک فرعون اور اس کا وزیر ہامان اور اس کے لشکر خطا کار تھے۔ (یہ نہ سمجھے کہ خدا کا فیصلہ بدلا نہیں جاسکتا)۔ فرعون کی بیوی کو جب بچہ دیا گیا تو اس نے فرعون سے کہا یہ تو تیری اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اسے قتل نہ کرنا ہم اسے پالیں گے ہوسکتا ہے کہ ہم کو یہ فائدہ پہنچائے یا اس کو ہم بیٹا ہی بنالیں اور ان کو کچھ خبر نہ تھی کہ وہ ان کی ہلاکت کا باعث ہوگا اور صبح کو موسیٰ (علیہ السلام) کی ماں کے دل میں قرار نہ رہا قریب تھا کہ ظاہر کر دے بے قراری کو اگر ہم مضبوط نہ کر دیتے اس کے دل کو تاکہ رہے یقین کرنے والوں میں اور کہہ دیا اس کی بہن کو پیچھے جا پھر دیکھتی رہی اس کو اجنبی ہو کر اور ان کو خبر نہ ہوئی اور روک رکھا تھا ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) سے دائیوں کو پہلے سے پھر بولی میں بتاؤں تم کو ایک گھر والے کہ اس کو پال دیں تمہارے لیے اور وہ اس کا بھلا چاہنے والے ہیں، پھر ہم نے پہنچا دیا اس کو اس کی ماں کی طرف کہ ٹھنڈی رہے اس کی آنکھ اور غمگین نہ ہو اور جانے کہ اللہ کا وعدہ ٹھیک ہے پر بہت لوگ نہیں جانتے۔''

(سورۃ القصص: 7 تا 13)

قرآن پاک میں مزید ارشاد ہوتا ہے:

''اور تجھے معلوم ہے ہم تجھ پر پہلے بھی ایک مرتبہ کیسا احسان کر چکے ہیں؟ ہم تجھے بتاتے ہیں اس وقت کیا ہوا تھا جب ہم نے تیری ماں کے دل میں بات ڈال دی تھی ہم نے اسے سمجھایا تھا کہ بچہ کو ایک صندوق میں ڈال دے اور صندوق کو دریا میں چھوڑ دے، دریا اسے کنارے پر دھکیل دے گا پھر اسے وہ اٹھالے گا جو میرا (یعنی میری مسلم قوم کا) دشمن ہے، نیز اس بچہ کا بھی دشمن، اور اے موسیٰ (علیہ السلام) ہم نے اپنے فضل خاص سے تجھ پر محبت کا سایہ ڈال دیا تھا (کہ اجنبی بھی تجھ سے محبت کرنے لگے) اور یہ اس لیے تھا کہ ہم چاہتے تھے تو ہماری نگرانی میں پرورش پائے، تیری بہن جب وہاں سے گزری تو (یہ ہماری ہی کارفرمائی تھی کہ) اس نے (فرعون کی لڑکی سے) کہا میں تمہیں ایسی عورت بتلا دوں جو اسے پالے پوسے؟ اور اس طرح ہم نے تمھیں پھر تمہاری ماں کی گود میں لوٹا دیا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور بچہ کی جدائی سے غمگین نہ ہو۔''

(سورۃ طٰہٰ: 37 تا 40)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ یوکابد کو الہام ہوا کہ ایک صندوق تیار کریں اور بچے کو صندوق میں رکھ کر دریائے نیل کی موجوں کے حوالے کر دیں۔ آپ نے ایسا ہی کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کو بھیج دیا کہ کنارے کنارے جائے اور دیکھے کو صندوق کے ساتھ کیا واقعہ پیش آتا ہے پھر آ کر بتائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا صندوق دریائے نیل کے بہاؤ پر بہنے لگا، اور ان کی بہن کنارے چلتی انہیں دیکھتی رہی حتیٰ کہ یہ صندوق فرعون کے پاس پہنچا دیا گیا۔ بچی یہ دیکھ کر ڈر گئی لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت بچے کے ساتھ تھی فرعون کی بیوی نے جونہی بچے کو دیکھا تو اس کا جذبہ محبت جاگ اٹھا، اور اللہ نے اس کے دل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی محبت کا نقش ثبت کر دیا۔ اس نے فرعون سے مطالبہ کیا کہ وہ اسے اپنا متبنیٰ بنالیں۔ یوکابد کی ساری پریشانیاں ختم ہوگئیں، اور بچے کی دوری کا جو بوجھ تھا وہ ہلکا ہو گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی امان میں لے لیا تھا اور ویسے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ بہت بہادر اور مضبوط ایمان کی مالک تھیں۔

بچے کی رضاعت کے لیے کئی عورتوں کو بلایا گیا تاکہ وہ کسی کا دودھ پینا شروع کر دے،

اور اس طرح اس کی کمزوری اور بھوک کا سدباب ہو، لیکن کئی عورتیں آئیں اور ناکام لوٹ گئیں۔ بچے نے کسی کا دودھ نہ پیا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن صندوق کو دیکھتی کنارے پر چل رہی تھی تو ہامان نے اسے دیکھ لیا تھا۔ اس نے سوچا یہ بچی ضرور صندوق اور اس کے بچے کے متعلق جانتی ہے ہامان کے کہنے پر لوگوں نے اسے پکڑ لیا بچی سے بازپرس شروع ہوئی تو اس نے کہا:

''میں بادشاہ کی خیر خواہی کرنا چاہتی ہوں۔''

بچی کو فرعون نے اجازت دے دی۔

''ٹھیک ہے اگر تیری نظر میں ایسی کوئی عورت ہے، جس کا دودھ یہ بچہ لے لے گا تو تو اس عورت کا پتہ بتا تاکہ ہم اسے حکم دیں اور وہ بچے کو دودھ پلائے۔''

بچہ رو رہا تھا فرعون نے اسے اٹھا کر سینے سے لگایا اور بہلانے کی کوشش کرنے لگا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ آگئیں، انہوں نے بچہ فرعون سے لے کر سینے سے لگایا تو بچہ خاموش ہوگیا۔ انہوں نے دودھ پلایا تو بچے نے دودھ پینا شروع کیا حالانکہ اس سے پہلے کئی عورتیں آئیں اور ناکام واپس چلی گئیں تھیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک عرصے تک شاہی تربیت میں زندگی بسر کرتے شباب کے دور میں داخل ہوئے تو نہایت قوی الجثہ اور بہادر جوان نکلے، چہرے سے رعب ٹپکتا اور گفتگو سے ایک خاص وقار اور شان عظمت ظاہر ہوتی تھی۔ ان کو یہ بھی معلوم ہوگیا تھا کہ وہ اسرائیلی ہیں اور مصری خاندان سے ان کا کوئی رشتہ قرابت نہیں ہے۔ انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ بنی اسرائیل پر سخت مظالم ہو رہے ہیں، اور وہ مصر میں نہایت ذلت اور غلام کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر ان کا خون کھولنے لگتا وہ وقتاً فوقتاً اپنی قوم کے لوگوں کی مدد کیا کرتے۔

اب اللہ تعالیٰ کے عطا و نوال کا ہاتھ اور آگے بڑھا، اور جسمانی طاقت و قوت کے ساتھ اس نے ان کو زیور علم و حکمت سے بھی نوازا، اور سن رشد کو پہنچ کر ان کی قوت فیصلہ اور دقت علم و نظر بھی عروج تک پہنچ گئے، اور اس طرح ان کو جسمانی و روحانی تربیت کا کمال حاصل ہوگیا۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام شہر میں گشت کرتے ہوئے اکثر ان حالات کا مشاہدہ کرتے رہتے، اور گاہے بگاہے بنی اسرائیل کی مدد کرتے۔ ایک مرتبہ شہری آبادی سے ایک کنارہ پر جا رہے تھے دیکھا کہ ایک قبطی ایک اسرائیلی کو مار رہا ہے اسرائیلی کی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نظر پڑی تو اس نے ان کو

مدد کے لیے پکارا، حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کی مدد کے لیے آگے بڑھے اور جوانی کے جوش میں قبطی کے ایک گھونسہ رسید کیا اور وہ قبطی وہیں ڈھیر ہوگیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس اتفاقی قتل پر افسوس ہوا اور اللہ تعالیٰ سے اپنی غلطی کی معافی چاہی جو عطا کر دی گئی۔

دوسرے دن پھر محل سے نکلے تو دیکھا کہ کل والا مظلوم اسرائیلی پھر کسی دوسرے قبطی کے ظلم کا نشانہ بن رہا ہے۔ اسرائیلی نے پھر ان کو مدد کے لیے پکارا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک طرف اسرائیلی کو ڈانٹا کہ تو روز کسی نہ کسی سے جھگڑا کرتا ہے تو بھی لڑاکا معلوم ہوتا ہے۔ دوسری طرف قبطی پر حملہ کرنے کے لیے آگے بڑھے، اسرائیلی سمجھا کہ انہوں نے مجھے برا بھلا کہا ہے مجھ ہی پر حملہ کریں گے چیخنے لگا:

''اے موسیٰ! تم کل تو ایک شخص کو قتل کر ہی چکے ہو کیا آج مجھے بھی قتل کرنا چاہتے ہو۔''

حکام شہر کل کے قتل کا سراغ نہ لگا سکے تھے۔ اسرائیلی کے شور مچانے سے راز فاش ہوگیا۔ فرعون کے سرداروں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف دشمنی نکالنے کا موقع مل گیا۔ انہوں نے تمام واقعہ رنگ آمیزی کر کے فرعون کے گوش گزار کیا۔ اب فرعون کے محل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کے مشورے ہونے لگے۔

ان سرداروں میں سے ایک حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خیر خواہ بھی تھا۔ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حالات کی نزاکت کی خبر دی اور انہیں فوراً ملک سے باہر نکل جانے کا مشورہ دیا۔

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام خوف زدہ ہو کر شہر سے چپکے سے نکلے تاکہ ظالموں کی سازش سے بچ جائیں۔ آپ آٹھ راتیں بلادِ مدین کے راستے چلتے رہے، عنایت ربانی کے سوا کوئی مددگار نہیں تھا، اور نور الٰہی کے علاوہ کوئی رفیق راہ نہیں تھا۔ اگر اس سفر میں زادِ راہ تھا تو صرف تقویٰ و پرہیزگاری تھا۔ آپ برہنہ پا چلتے رہے حتیٰ کہ پاؤں میں چھالے پڑ گئے، بھوک سے نڈھال درختوں کے پتے کھا کر گزارہ کرتے رہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام شہر کے باہر کنوئیں پر پہنچے تو دیکھا کہ کنوئیں پر لوگوں کی بھیڑ لگی ہوئی ہے، جو اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں اور یہ بھی دیکھا کہ ان سے الگ دو عورتیں اپنی بکریوں کو روکے کھڑی ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے پوچھا:

''تمہارا کیا معاملہ ہے کہ ایک طرف کھڑی ہو اور اپنے جانوروں کو پانی نہیں پلاتیں۔''

انہوں نے جواب دیا:

''ہم اپنے جانوروں کو پانی نہیں پلا سکتیں، جب تک دوسرے چرواہے اپنے جانوروں کو پانی پلا کر ہٹا نہ لے جائیں، اور ہماری مجبوری یہ ہے کہ ہمارے والد بہت ضعیف ہیں وہ جانوروں کو پانی پلانے کنوئیں پر نہیں آسکتے، اور ہم کمزور ہیں۔''

یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فوراً ان ناتواں لڑکیوں کی مدد کی، اور ان کی بکریوں کو پلانی پلا دیا۔ جب پورا ریوڑ پانی پی کر گھاٹ سے الگ ہوگیا تو آپ ایک درخت کے نیچے ٹھہر گئے۔ اللہ کریم سے دعا کی، رحمت کی درخواست کی اور عرض کیا:

''اے اللہ! میں فقیر اور محتاج ہوں مجھے اپنی رحمت سے نواز دے۔''

لڑکیاں فوراً اپنے باپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں حالانکہ وہ اتنی جلدی پہلے واپس نہیں لوٹتی تھیں، والد نے جلدی آنے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے سارا قصہ کہہ سنایا۔

اللہ کریم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی التجا سن لی تھی، اور آپ پر خصوصی رحمت فرما دی تھی۔ اس بوڑھے بزرگ کو الہام ہوا کہ اپنی ایک بچی کو مسافر کی تلاش میں روانہ کریں لڑکی واپس پلٹی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر شرم وحیا کی پیکر بنی حاضر خدمت ہوئی اور عرض کیا:

''میرے والد تمہیں بلاتے ہیں تاکہ تم نے جو ہماری بکریوں کو پانی پلایا ہے اس کا تمہیں معاوضہ دیں۔'' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس دعوت کو قبول کرلیا اور لڑکی کے پیچھے اس کے گھر کو چل دیے آپ نے اس گھر کو آشتی کا گہوارہ پایا اور سارا ماجرا کہہ سنایا اور کچھ بھی نہ چھپایا بوڑھے بزرگ نے آپ کو تسلی دی اور فرمایا: ڈرو نہیں، تم ظالموں کے پنجے سے بچ کر نکل آئے ہو۔''

(سورہ القصص:25)

بوڑھے بزرگ کے گھر میں آپ کو زندگی کی ہر آسائش میسر تھی۔ آپ ان بزرگ کی محبت سے بہت سکون اور راحت محسوس کرتے تھے، کیونکہ دونوں کے دلوں میں نور ایمان ضوفشاں تھا اور اخلاص کا چشمہ پھوٹ رہا تھا۔ وہ بوڑھے بزرگ اپنے وقت کے پیغمبر حضرت شعیب علیہ السلام تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی ایک بیٹی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حسن خلق کی قوت سے بہت متاثر ہوئی اس نے اپنے والد نے کہا:

''میرے محترم باپ اسے نوکر رکھ لیجیے۔ بیشک بہتر آدمی جس کو آپ نوکر رکھیں وہ ہے جو طاقتور بھی ہو اور دیانتدار بھی۔'' (سورہ القصص: 26)

حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی بیٹی کی بات کو غور سے سنا وہ کئی دنوں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بلندیٔ کردار کو دیکھ اور سن رہے تھے۔ انہوں نے ایک مجلس منعقد کی پھر کھڑے ہو کر لوگوں کے سامنے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مخاطب ہوئے:

''اے موسیٰ! میں اپنی دو بچیوں میں سے ایک بچی کو آپ کے نکاح میں دینا چاہتا ہوں، بشرطیکہ آپ آٹھ سال تک میرے مددگار، معاون اور خدمت گزار رہیں ان آٹھ سالوں میں آپ میری بکریاں چرائیں گے اور دوسرے کاموں میں میری مدد کریں گے، اگر آٹھ کی بجائے آپ دو سال مزید میری معاونت کریں گے، لیکن ان دو سالوں کی خدمت کے لیے میں مجبور نہیں کروں گا، اور میں بڑے خلوص سے تمہارے ساتھ کیا گیا وعدہ پورا کروں گا، انشاءاللہ۔'' (سورہ القصص: 27)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام کی خدمت بجا لاکر اور ان کے گھر کی دیکھ بھال کر کے مقررہ مدت یعنی دس سال کا عرصہ پورا کر دیا۔ آپ نے اس عرصے میں نہایت امانتداری، حکمت و تدبر اور تقویٰ و پرہیزگاری کا مظاہرہ کیا۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے بھی اپنا وعدہ وفا کیا اور اپنی ایک بیٹی کی شادی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کردی۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں بہت ساری بھیڑیں اور بکریاں دیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں وطن کی محبت نے جوش مارا اور آپ کا دل بے قرار ہوگیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا سارا سامان سمیٹا ایک قافلہ ترتیب دیا، اور اپنی بیوی کو لے کر مصر جانے کی تیاری کرلی۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دعاؤں سے رخصت کیا۔ یہاں تک کہ یہ قافلہ وادی طور پہنچا رات ٹھنڈی تھی۔ اس لیے سردی آگ کی جستجو کے لیے مجبور کررہی تھی، سامنے کوہ سینا کا سلسلہ نظر آرہا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چقماق استعمال کیا مگر سخت خنکی تھی۔ اس نے کام نہ دیا، سامنے وادی میں نگاہ دوڑائی تو ایک شعلہ چمکتا ہوا نظر آیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بیوی سے کہا:

''تم یہیں ٹھہرو وہ سامنے آگ جل رہی ہے، میں وہاں جاتا ہوں شاید وہاں

سے کوئی خبر لے آؤں یا آگ کی کوئی چنگاری تاکہ تم اسے تاپ سکو۔''

(سورۂ طٰہٰ: 10)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ عجیب آگ ہے، درخت پر روشنی نظر آتی ہے مگر نہ درخت کو جلاتی ہے اور نہ ہی گل ہو جاتی ہے۔ یہ سوچتے ہوئے آگے بڑھے لیکن جوں جوں آگے بڑھتے جاتے تھے آگ اور دور ہوتی جاتی تھی۔ یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خوف سا پیدا ہوا اور انہوں نے ارادہ کیا کہ واپس ہو جائیں، جونہی وہ پلٹے آگ قریب آ گئی اور قریب ہوئے تو سنا یہ آواز آ رہی ہے:

''اے موسیٰ! میں ہوں اللہ پروردگار جہانوں کا، پس جب موسیٰ اس (آگ) کے قریب آئے تو پکارے گئے۔ اے موسیٰ! میں ہوں تیرا پروردگار پس اپنی جوتی اتار دے تو طویٰ کی مقدس وادی میں کھڑا ہے اور دیکھ! میں نے تجھ کو اپنی رسالت کے لیے چن لیا ہے پس جو کچھ وحی کی جاتی ہے اس کو کان لگا کر سن۔''

(سورۂ طٰہٰ: 12، 13)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب خدا کی اس آواز کو سنا اور ان کو یہ معلوم ہوا کہ آج ان کے نصیب میں وہ دولت آ گئی ہے، جو انسان شرافت کا طرۂ امتیاز اور خدا کی محبت کا آخری نشان ہے تو پھولے نہ سمائے، اور والہانہ فریفتگی میں حیران کھڑے رہ گئے، آخر پھر اسی جانب سے ابتداء ہوئی اور پوچھا گیا:

''یہ آپ کے ہاتھ میں کیا ہے اے موسیٰ!'' (سورۂ طٰہٰ: 17)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا:

''یہ میرا عصا ہے میں ٹیک لگاتا ہوں اس پر اور پتے جھاڑتا ہوں اس سے اپنی بکریوں کے لیے اور میرے لیے اس میں کئی اور فائدے بھی ہیں۔''

(سورۂ طٰہٰ: 18)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اپنی اس لاٹھی کو زمین پر ڈال دو۔'' (سورۂ طٰہٰ: 19)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حکم کی تعمیل کی:

''حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا زمین پر ڈالا تو ناگاہ وہ دوڑتا ہوا سانپ بن گیا۔''

(سورہ طٰہٰ: 20)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب یہ حیرت انگیز واقعہ دیکھا تو گھبرا گئے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''موسیٰ اس کو پکڑ لو اور خوف نہ کھاؤ، ہم اس کو اس کی اصل حالت پر لوٹا دیں گے۔''

(سورۂ طٰہٰ: 21)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا دوشاخہ تھا، اب وہی دوشاخہ اژدھے کا منہ نظر آ رہا تھا سخت پریشان تھے۔

اب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دوبارہ پکارا گیا اور حکم ہوا کہ اپنے ہاتھ کو گریبان کے اندر لے جا کر بغل سے مس کیجیے اور پھر دیکھیے وہ مرض سے پاک اور بے داغ چمکتا ہوا نکلے گا۔

''اور ملا دے اپنے ہاتھ کو اپنی بغل کے ساتھ، نکل آئے گا وہ روشن (یعنی برص سے پاک) یہ دوسری نشانی ہے۔'' (سورۂ طٰہٰ: 22، 23)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ملا:

''اب تو فرعون کی طرف جا، بے شک وہ سرکش ہو گیا ہے۔'' (سورۂ طٰہٰ: 24)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عاجزی و انکساری سے بارگاہ الٰہی میں دعا کی:

''میرے رب! میں نے تو قتل کیا تھا ان میں سے ایک شخص کو پس میں ڈرتا ہوں کہیں وہ مجھے قتل نہ کر ڈالیں۔'' (سورۂ القصص: 33)

جب حکم ہوا کہ آپ فرعون کے پاس جائیں تو اس حکم کے ہیبت و جلال سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کانپ اٹھے اور سوچا، میں اس حکم کو کماحقہ بجا لا سکوں گا یا نہیں کلام ہدایت کی توضیح اور دلائل حق کی تشریح کوئی آسان کام نہیں تھا۔

حضرت موسیٰ نے دعا کی:

''اے میرے رب! میرے لیے کشادہ کر دے میرا سینہ، اور میرے لیے میرا کام آسان کر دے، اور میری زبان کی گرہ کھول دے۔ کہ وہ (لوگ) میری بات سمجھ سکیں اور میرے لیے میرے خاندان میں سے میرا وزیر (معاون) بنا دے میرے بھائی ہارون (کو) اس سے میری کمر (قوت) مضبوط کر دے اور

اسے (ہارون کو) شریک کر دے میرے کام میں، تا کہ ہم کثرت سے تیری تسبیح کریں اور کثرت سے تجھے یاد کریں۔ بے شک تو ہمیں خوب دیکھ رہا ہے۔''

(سورۂ طٰہٰ: 24 تا 35)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور سے اپنی بیوی کو ساتھ لے کر خدا کے حکم کے مطابق مصر پہنچے پہلے اپنے گھر گئے، جہاں ان کی والدہ اور ان کے بڑے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام رہتے تھے رات کا وقت تھا، ان کے گھر کھانا کھایا جا رہا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو بتایا:

''اللہ تعالیٰ نے مجھے فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس اپنا پیغام پہنچانے کا حکم سپرد کیا ہے۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے رعمسیس کے زمانہ حکومت میں نکلے تھے، اور اب جب وہ مدین سے پندرہ بیس سال بعد لوٹے تو رعمسیس ثانی مر چکا تھا، اور اب مفتاح تختِ حکومت پر فائز تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام سے مل کر مفتاح سے ملنے اور پیغامِ حق پہنچانے کی کوشش کی، مگر وہ اس میں کامیاب نہ ہوئے۔ فرعون کے سرداروں نے یہ موقع آنے نہ دیا، آخر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام فرعون کے محافظوں سے نظر بچا کر، فرعون کی خواب گاہ کے دروازے پر پہنچ گئے، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے دروازہ پر اپنا عصا دے مارا۔ فرعون گھبرا کر اٹھ بیٹھا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو سامنے کھڑا دیکھ کر پوچھا:

''تم کون ہو، اور یہاں کیوں آئے ہو؟''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

''اے فرعون! میں رسول ہوں، سب جہانوں کے پروردگار کا (میری شان کے یہی لائق ہے) اور میں پوری مضبوطی کے ساتھ اس پر قائم ہوں کہ اللہ کی طرف نسبت کر کے سچ کے سوا کوئی بات نہ کہوں، میں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے اپنی صداقت کی کھلی نشانی لے کر آیا ہوں تو (تو مجھ پر ایمان لا اور) خدا کے حکم کی تعمیل کر اور میرے ساتھ بنی اسرائیل کو (مصر سے

جہاں وہ غلام بنائے گئے ہیں۔ اور طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا ہیں) نکل جانے کی اجازت دے (تا کہ وہ آزادی کے ساتھ ملک شام چلے جائیں اور خدائے واحد کی عبادت کریں)۔''

(سورۂ الاعراف: 104، 105)

''اس پر فرعون نے کہا: کیا ہم نے تجھے اپنے ہاں بچہ سا نہیں پالا تھا اور تو نے اپنی عمر کے کئی سال ہمارے یہاں گزارے تھے اور تو نے وہ کرتوت کیے تھے کہ اپنے محسن کی قوم کے ایک آدمی کو قتل کر دیا تھا اور تو بڑا ناشکرا آدمی ہے یعنی ہمارے گھر میں پرورش پانے کا حق یہ تھا کہ کوئی ایسا کام نہ کرو جو ہماری مرضی کے خلاف ہو تم نے یہی نہیں بلکہ ہمارے خاندان کے آدمی کو بھی قتل کر دیا۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

''اس وقت وہ کام میں نے غلطی سے کیا میرا ارادہ یہ نہ تھا کہ اسے قتل کروں پھر جب تم سے مجھے ڈر لگا تو میں تمہارے پاس سے بھاگ گیا، اور ملک چھوڑ دیا مگر اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا اس نے مجھے حکمت اور سمجھ عطا کی اور مجھے پیغمبروں کی جماعت میں شامل کر لیا اور یہ تیرا احسان ہے جو مجھ پر جتاتا ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کی پوری قوم کو اپنا غلام بنا رکھا ہے کیا ایک بچہ کی پرورش پوری قوم کو غلام بنانے کا جواز پیدا کرتی ہے۔''

فرعون نے کہا:

''اور یہ رب العالمین کون ہے جس کا تم اپنے آپ کو رسول بتاتے ہو۔''

موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

''آسمانوں اور زمینوں کا پروردگار اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے ان کا اگر تم یقین کرو مگر تم سے اس کی توقع نہیں اس لیے کہ تمہاری عقل ماری گئی ہے فرعون نے ان لوگوں سے کہا (کیا تم موسیٰ علیہ السلام کی باتیں نہیں سن رہے جو اس کے ارد گرد بیٹھے تھے کیسی نہ سمجھ میں آنے والی باتیں ہیں۔'')

موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

''تمہارا پروردگار اور تمہارے باپ دادوں کا پروردگار۔''

فرعون نے اپنے مصاحبوں سے کہا:

''یہ تمہارا رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے ضرور دیوانہ ہے جو ایسی بہکی بہکی باتیں کر رہا ہے۔''

موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

''مشرق اور مغرب اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان کا پروردگار اگر تم کچھ عقل رکھتے ہو۔''

فرعون نے کہا:

''اگر تو نے میرے سوا کسی اور کو خدا مانا تو میں تجھے ضرور قید میں ڈال دوں گا۔''

موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

''کیا اگر میں تجھے ایک کھلا معجزہ دکھاؤں تو پھر بھی تو مجھے سچا نہ سمجھے گا، اور خدا کا رسول نہ مانے گا۔''

فرعون نے کہا:

''تو وہ معجزہ دکھا اگر تو سچا ہے۔''

اس پر موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی زمین پر ڈال دی تو وہ ایک کھلا اژدھا تھا، اور اپنا ہاتھ (پہلو میں سے) نکالا تو وہ دیکھنے والوں کی نگاہوں میں سپید چمکیلا تھا۔

تب فرعون نے اپنے اردگرد بیٹھے ہوئے سرداروں سے کہا:

''بے شک یہ ایک ماہر جادوگر ہے۔ چاہتا ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تم کو تمہارے ملک سے نکال باہر کرے تو اب اس کے اس مقصد کو ناکام بنانے کے لیے کیا صلاح دیتے ہو۔''

انہوں نے عرض کیا:

''حضور موسیٰ علیہ السلام اور اس کے بھائی کے معاملہ کو کچھ روز ملتوی رکھیں اور مصر میں جادوگروں کی کمی نہیں، مختلف شہروں میں جادوگروں کو جمع کرنے کے لیے ہر کارے روانہ کریں کہ وہ تمام ماہر جادوگروں کو آپ کے دربار میں حاضر کریں۔''

(سورہ الشعراء: 36-37)

تمام جادوگروں کو اکٹھا کر لیا گیا، لیکن اس کے باوجود فرعون کے دل میں ایک خدشہ تھا

ایک نامعلوم سا خوف اس کے دل میں اترا ہوا تھا، اسے اپنی بادشاہت اور شوکت کے چھن جانے کا خوف تھا۔ یہ خوف یہ اندیشہ اسے ایک پل نہیں سکون لینے دے رہا تھا۔ اس خوف اور دہشت کی کیفیت میں اس کی زبان سے نکلا:

''کیا تم اس لیے آئے ہو ہمارے پاس کہ نکال دو ہمیں اپنے ملک سے اپنے جادو کی طاقت سے۔''

(سورۂ طٰہٰ: 57)

فرعون نے یہ منادی کرادی تھی کہ سب لوگ عید کے دن چاشت کے وقت فلاں میدان میں جمع ہو جائیں کیونکہ دو زور آور جادوگروں کا مصری جادوگروں سے مقابلہ ہے، اور دیکھنا ہے کہ ان میں کون فتح یاب ہوتا ہے اور شکست کس کا مقدر ٹھہرتی ہے۔

لوگ عید کے روز گروہ در گروہ میدان میں جمع تھے۔ لوگوں کو مصری جادوگروں کی فتح کا یقین تھا کیونکہ مصری معاشرہ گم کردہ راہ اور جاہل تھا۔ ان جادوگروں نے ان سے سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت سلب کر لی تھی۔

وہ جادوگر فرعون سے کہنے لگے:

''اے خداوندِ مصر! اگر ہم غالب آ گئے تو ہمارا انعام کیا ہوگا۔''

فرعون نے وعدہ کیا:

''اگر تم غالب آ گئے تو تمہیں انعام اکرام سے نواز دوں گا اور تم بادشاہ کے مقرب کہلاؤ گے میں تم پر اپنے خزانوں کے منہ کھول دوں گا تم جتنی چاہنا دولت لوٹ لینا تمہیں کوئی پوچھنے والا نہیں ہوگا کیونکہ موسیٰ (علیہ السلام) کو شکست دے کر تم میری کمر مضبوط کر دو گے اور میری مدد و نصرت کی خدمت بجا لاؤ گے اس لیے دولت تمہارے قدموں میں ڈھیر کر دوں گا اور تخت شاہی کے قریب سب سے بڑی کرسیاں تمہاری منتظر ہوں گی۔''

جادوگر یہ خوشخبری سن کر نہال ہو گئے۔ وہ بڑے فخر سے چند قدم آگے بڑھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مخاطب ہو کر کہنے لگے:

''اے موسیٰ (علیہ السلام)! کیا تم پہلے پھینکو گے یا ہم پہلے عصا اور رسیاں پھینکیں؟''

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کے سحر کی کچھ پرواہ نہ تھی، اس لیے آپ نے ان کی طرف کوئی خاص دھیان نہ دیا، اور انہیں اجازت دے دی کہ وہ پہلے جادوگری کا مظاہرہ کر دیکھیں اپنی

آخری کوششیں کام میں لے آئیں۔

جادوگروں نے میدان میں اپنی لاٹھیاں اور رسیاں پھینک دیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا تو انہیں یوں محسوس ہوا کہ گویا یہ رسیاں اور لاٹھیاں نہیں بلکہ سانپ ہیں، جو ادھر ادھر دوڑ رہے ہیں لیکن یہ محض خیال اور وہم تھا۔ اگرچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جانتے تھے کہ یہ محض نظر بندی اور فریب کاری ہے لیکن اس خدشہ سے کہ کہیں لوگ اس شعبدہ بازی اور نظر فریبی کو حقیقت خیال کر نہ بیٹھیں پریشان ہوگئے کیونکہ اندیشہ پیدا ہوسکتا ہے کہ لوگ معجزہ اور جادو میں فرق نہیں کر پائیں گے، اور میری دعوت سے انحراف کرلیں گے، لیکن اللہ کریم نے آپ کوتسلی دی اور فرمایا:

''ڈریئے مت بے شک آپ ہی غالب آئیں گے۔ یہ مت خیال کیجئے کہ انہوں نے تو بڑے بڑے کئی سانپ بنا ڈالے ہیں۔ میرے محبوب بندے آپ کے ہاتھ میں جو چھوٹی سی لکڑی ہے اس کی شان ہی نرالی ہے۔ اس چھوٹی سے چھڑی کا اثر بہت زیادہ ہے آپ ذرا سامنے پھینکیں تو سہی یہ اللہ کی قدرت سے ان تمام بناوٹی سانپوں کو نگل جائے گی، اور اس حقیقت کو عیاں کردے گی کہ وہ سب فریب کاری تھی۔ وہ سب جھوٹ کا پلندہ تھا، ضلالت اور گمراہی تھی اور یہ معجزہ اور حقیقت کا عظیم نشان ہے۔ اے میرے بندے یاد رکھ یہ سب جادو ہے اور جادوگر کبھی بھی میدان میں کامیاب نہیں ہوتا۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سارا خوف جاتا رہا، آپ نے بڑے اطمینان سے اپنی لاٹھی پھینک دی لاٹھی سانپ بن کر ان کے فریب کے سانپوں کو نگلنے لگی، جب جادوگروں نے واضح حقیقت کو کھلی آنکھوں سے دیکھ لیا، اور ان پر یہ راز کھل گیا کہ ہدایت کیا ہے اور گمراہی کیا ہے۔ وہ سجدے میں گر گئے اپنی فریب کاری اور شعبدہ بازی سے توبہ کرنے لگے۔

فرعون نے جب یہ منظر دیکھا تو فرط ندامت سے پانی پانی ہوگیا۔

جادوگر سمجھ گئے کہ موسیٰ (علیہ السلام) کو خدا کی مدد حاصل ہے اور وہ واقعی خدا کے پیغمبر ہیں۔

جادوگر نہیں اور جادوگر ایسا متاثر ہوئے کہ سجدہ میں گر پڑے اور کہنے لگے کہ

''ہم تمام جہانوں کے پروردگار پر ایمان لائے جو موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو پروردگار ہے۔''

فرعون نے یہ خلاف توقع منظر دیکھا تو غصہ میں بھر کر کہا کہ:

''اے جادوگرو! تم تو میرے بلائے ہوئے آئے تھے تم موسیٰ پر اس سے پہلے کہ میں اجازت دوں ایمان لے آئے۔'' (سورۃ الشعرا: 49)

پھر عوام کو گمراہ کرنے اور اپنے جادوگروں کی شکست پر پردہ ڈالنے کے لیے کہنے لگا:

''یہ تمہاری اور موسیٰ علیہ السلام کی ملی بھگت ہے یہ بے شک تمہارا بڑا گرو ہے جس نے تم کو جادو سکھایا ہے سو جلد ہی تم سب کو اس کا نتیجہ معلوم ہو جائے گا اور یہ وہ ہے کہ میں تمہارے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں ضرور کاٹوں گا اور تم سب کو سولی دوں گا۔'' (سورۃ الشعرا: 49)

یہ سن کر فرعون کے جادوگروں نے جواب خدا کے ولی بن گئے تھے جرأت کے ساتھ جواب دیا:

''کچھ ڈر نہیں ہم کو اپنے پروردگار کی طرف ہی لوٹنا ہے۔''

''اس طرح تیرے ہاتھوں سولی پا کر مریں گے تو شہادت پائیں گے۔ اب تو ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار ہماری خطاؤں کو معاف کردے اس واسطے کہ قوم فرعون میں ہم پہلے ایمان لانے والے ہوئے۔'' (سورۃ الشعراء: 50، 51)

فرعون، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے کو دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ اسے خوف تھا کہ کہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کی سلطنت پر قابض نہ ہو جائیں اسے کیا خبر کہ اللہ کے نبی کے نزدیک مال و دولت اور دنیوی سلطنت اور بادشاہت کی حیثیت پرکاہ سے زیادہ نہیں ہے۔ وہ تو سمجھ رہا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام بھی حکومت کا بھوکا ہے، اس لیے فرعون حق سے آنکھیں بند کیے آپ سے مسلسل دشمنی کر رہا تھا اور کے حاشیہ بردار بھی اس کی مدد نصرت کر رہے تھے۔ اس لیے انہوں نے پوچھا:

''کیا تو (یونہی) چھوڑ رکھے گا موسیٰ اور اس کی قوم کو تا کہ فساد برپا کرتے رہیں اس ملک میں اور چھوڑے رہیں موسیٰ تجھے اور تیرے خداؤں کو۔''

ہم ان کے بچوں کو قتل کریں گے اور ان کی بچیوں کو زندہ رکھیں گے۔

(سورۃ الاعراف: 127)

اس کے بعد ظلم و جور کا ایک نیا سلسلہ شروع ہوا۔ بنی اسرائیل کو طرح طرح اذیتوں میں مبتلا کیا گیا۔ بنی اسرائیل اس مشق ستم سے مجبور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پناہ ڈھونڈنے لگے کیونکہ

مصر میں صرف ایک ہی شخص تھا، جو ان کی امیدوں کا مرکز اور انہیں فرعون کے ظلم وستم سے بچا سکتا تھا۔ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے التجا کی:

''اے موسیٰ علیہ السلام! ہم آپ کی آمد سے پہلے بھی جور و جفا سہتے رہے اور آپ کی تشریف آوری کے بعد بھی ظلم وستم کا یہ سلسلہ ختم نہیں ہوا بلکہ اس میں اضافہ ہوا ہے آپ کے علاوہ ہمیں اس ظالم شخص سے کوئی بھی نہیں بچا سکتا۔''

اللہ کے نبی نے انہیں بھلائی اور نجات کی خوشخبری سنائی اور فرمایا:

''مدد طلب کرو اللہ سے اور صبر و استقامت سے کام لو بلاشبہ زمین اللہ ہی کی ہے وارث بناتا ہے اس کا جس کو چاہتا ہے، اپنے بندوں سے اور اچھا انجام پرہیزگاروں کے لیے (مخصوص) ہے۔'' (سورۃ الاعراف: 128)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بے خوف وخطر حق کی تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا، اور اپنی قوم کو نجات کا راستہ دکھاتے رہے، اور صبر و استقامت اور پوری یکسوئی سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے۔

فرعون نے اہلیان مملکت کو اور نہایت ہی راز داری سے مشورہ کیا:

''چپکے سے موسیٰ کو قتل کر دیا جائے اس سے بچنے اور ملکی بقا و استحکام کو قائم رکھنے کا صرف یہی ایک راستہ ہے۔''

اس مجلس مشاورت میں ایک ایسا شخص بھی تھا جس کے دل کو اللہ نے بصیرت عطا کر رکھی تھی، اور اس کا دل ایمان و ایقان کی دولت سے معمور تھا۔ اس نے بڑی بہادری اور مروت کا اظہار کیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حمایت کی اس نے اس فیصلہ کو نامنظور قرار دیتے ہوئے کہا:

''میں اس فیصلے سے متفق نہیں ہوں، تمہارا دشمنی کا یہ رویہ ٹھیک نہیں ہے۔''

اس مردِ حق نے انہیں سمجھایا:

''تمہاری اس سازش کا انجام بہت برا ہوگا۔''

پھر اس نے ان کی تمام دلیلوں کو رد کیا، اور ان کے گمراہ کن فیصلوں کا بطلان کیا انہیں مثالیں دے کر سمجھایا اور دلائل و براہین سے انہیں مکر وفریب کی تباہ کاریوں سے بچنے کی تلقین کی پھر دربار میں انہیں مخاطب کیا اور فرمایا:

''کیا تم قتل کرنا چاہتے ہو ایک شخص کو اس وجہ سے کہ وہ کہتا ہے میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے حالانکہ وہ لے آیا ہے تمہارے پاس دلیلیں تمہارے رب کی

طرف سے (اسے اپنے حال پر رہنے دو) اگر وہ حقیقتاً جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کی شامت اس پر ہوگی اور اگر وہ سچا ہوا (اور تم نے اسے گزند پہنچائی) تو ضرور پہنچے گا تمہیں عذاب جس کا اس نے تم سے وعدہ کیا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا اسے جو حد سے بڑھنے والا بہت جھوٹ بولنے والا ہو۔''

(سورۃ المومن: 28)

آلِ فرعون کا یہ ایماندار شخص انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی پکڑ سے ڈراتا رہا اور کہتا رہا:

''اے میری قوم! میں ڈرتا ہوں تم پر بھی کہیں پہلی قوموں کی تباہی کے دن جیسا دن نہ آجائے۔ جیسا حال ہوا تھا قوم نوح، عاد اور ثمود کا اور ان لوگوں کا جو ان کے بعد آئے۔ اور اللہ نہیں چاہتا کہ بندوں پر ظلم کرے اور اے میری قوم! میں ڈرتا ہوں تمہارے بارے پکار کے دن سے جس روز تم بھاگو گے پیٹھ پھیرتے ہوئے۔ نہیں ہوگا تمہارے لیے اللہ کے عذاب سے کوئی بچانے والا، اور جسے گمراہ کر دے اللہ تعالیٰ اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں، اے میری قوم! بے شک آئے تمہارے پاس یوسف اس (موسیٰ) سے پہلے روشن دلائل لے کر۔ پس تم شک میں گرفتار رہے اور اس میں جو وہ لے کر آئے تھے۔ یہاں تک کہ جب وہ وفات پا گئے تو تم نے کہنا شروع کر دیا کہ نہیں بھیجے گا اللہ تعالیٰ ان کے بعد کوئی رسول۔ یونہی گمراہ کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے جو حد سے بڑھنے والا شک کرنے والا ہوتا ہے۔'' (سورۃ المومن: 30 تا 34)

فرعون اور اس کے ساتھیوں نے اس نصیحت کو قبول نہ کیا، اتنے قوی دلائل سن کر بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت پر ڈٹے رہے وہ چاہتے تھے کہ آپ بھی گمراہی اختیار کر کے ان کے ہم خیال بن جائیں، اور اسی صف میں آ کھڑے ہوں جس صف میں وہ کھڑے ہیں۔ اس لیے آپ نے انہیں تنبیہ فرمائی۔

''اور اے میری قوم! میرا بھی عجیب حال ہے کہ میں تمہیں دعوت دیتا ہوں نجات کی طرف اور تم بلاتے ہو مجھے آگ کی طرف۔ تم مجھے دعوت دیتے ہو کہ میں اللہ کا انکار کروں اور میں شریک ٹھہراؤں اس کے ساتھ اس کو جس کا

مجھے علم تک نہیں۔ اور میرا حال یہ ہے کہ میں پھر بھی تمہیں اس خدا کی طرف بلاتا ہوں جو عزت والا، بہت بخشنے والا ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ جس کی بندگی کی طرف تم مجھے بلاتے ہو اسے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ اسے پکارا جائے اس دنیا میں اور نہ آخرت میں اور یقیناً ہم سب کو لوٹنا ہے اللہ کی طرف اور یقیناً حد سے گزرنے والے ہی جہنمی ہیں پس (اے میرے ہم وطنو!) عنقریب یاد کرو گے جو میں آج تمہیں کہہ رہا ہوں اور میں اپنا سارا کام اللہ کے سپرد کرتا ہوں بے شک اللہ تعالیٰ دیکھنے والا ہے اپنے بندوں کو۔"

(سورۃ المومن: 41 تا 44)

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کی سازشوں سے بے خوف وخطر دعوت حق دیتے رہے آپ نے فرعون کو سمجھایا۔

"اللہ پر ایمان لے آ جو ارض وسماء کا خالق ہے۔ اس کی بارگاہ میں لوٹ آ، اور بنی اسرائیل کو رہا کر دے۔"

اس سرکش اور اللہ کے باغی نے ایک نہ سنی، بلکہ اس کی جہالت اور سرکشی مزید بڑھ گئی اس نے اپنی قوم کے چند بدمعاش اکٹھے کر لیے، جو ذلت اور کمینگی کو پسند کرتے تھے، اور گمراہی کی زندگی پر خوش تھے، اور ان پر اپنی شان وشوکت کی دھاک بٹھانا چاہی تاکہ یہ گمراہی پر ثابت قدم رہ سکیں۔ اس نے انہیں خطاب کرتے ہوئے کہا:

"اے میری قوم! کیا میں مصر کا فرمانبردار نہیں؟ اور یہ نہریں جو میرے نیچے بہہ رہی ہیں کیا تم انہیں دیکھ نہیں رہے؟ کیا میں بہتر نہیں ہوں اس شخص سے جو ذلیل ہے اور بات بھی صاف نہیں کر سکتا (اگر یہ سچا نبی ہے) تو کیوں نہ اتارے گئے اس پر سونے کے کنگن یا کیوں نہ آئے اس کے ساتھ فرشتے قطار در قطار۔"

(سورۃ الزخرف: 51 تا 53)

وہ لوگ جو شر وفساد کی جڑ اور ظلم وتعدی کے ستون تھے۔ ان سے کسی بھلائی کی توقع عبث تھی۔ انہوں نے بادشاہ کی ہاں میں ہاں ملانا تھی، سو انہوں نے بادشاہ کی خوشنودی کے لیے سر جھکا دیا۔

فرعون کی سرکشی کی انتہا ہو گئی۔

اہل بصیرت کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت روشن دل کی حیثیت رکھتی تھی۔ بنی اسرائیل نے گمراہی کی تاریکی میں چمکتی اس روشن حقیقت کو پہچان لیا۔ اور اللہ کے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف پلٹ آئے۔ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر رحم اور ہدایت کی درخواست کی۔ یہ لوگ عرصہ دراز سے مصر میں ذلت ورسوائی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ انہیں طرح طرح کی اذیتیں دی جا رہی تھیں، وہ مصیبت اور تکلیف کی زندگی گزار رہے تھے، اور ظلم وستم پر برابر صبر کرتے آ رہے تھے۔ ان کی آنکھیں کیسے نہ کھلتیں، ان کے اندر ایمان کے چشمے کیسے نہ پھوٹتے انہوں نے تو حق کا نشان ظاہر اور باہر دیکھ لیا تھا۔

وہ نہ صرف اسے دیکھ چکے تھے، بلکہ اسے جوں کرنے کی سعادت بھی حاصل کر چکے تھے اسی لیے ان کی آنکھیں ٹھنڈی اور دل مطمئن ہو گئے تھے انہیں فرعون کی ناراضگی کی کوئی پر نہیں تھی، وہ اس کی دھمکیوں کو خاطر میں نہ لا رہے تھے۔ وہ قبطیوں کی سرزمین کو خیر باد کہنا چاہتے تھے، کیونکہ انہیں اپنی سلامتی کی فکر لاحق تھی۔ وہ اس ظالم قوم سے بہت دور رہنا چاہتے تھے۔

آخر مدت امہال پوری ہوئی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ وہ بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر راتوں رات مصر کی سرحد پار کر جائیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام بہ تعمیل حکم خداوندی کئی لاکھ بنی اسرائیل کے آدمیوں کو لے کر بحر قلزم کے راستہ پر ہو لیے۔ اللہ تعالیٰ نے راستہ آسان فرما دیا۔ وہ تیزی سے چلنے لگے فرعون کا خوف بنی اسرائیل کے قدموں کو بوجھل کر رہا تھا، لیکن اللہ پر ایمان ان کی حفاظت فرما رہا تھا۔ یہاں تک کہ یہ قافلہ مصر کے خشک علاقہ کو عبور کر کے دریائے نیل کے کنارے پہنچ گیا۔

دوسری طرف فرعون کو پتہ چلا تو لشکر جرار لے کر ان کے تعاقب میں روانہ ہو گیا۔ بنی اسرائیل جب دریائے نیل کے کنارے پہنچے تو سخت پریشان ہوئے آگے دریا کی موجیں اور پیچھے فرعون کی فوجیں تھیں دریا کی طغیانی زوروں پر تھی۔ یہ دریا بہت بڑی رکاوٹ تھا وہ اسے عبور کیے بغیر ارض مقدس تک نہیں پہنچ سکتے تھے وہ پریشان تھے کہ اب کیا کیا جائے، وہ ڈر رہے تھے کہ فرعون اور اس کا لشکر نہیں چھوڑے گا انہیں فرعون کی نظر میں تو بنی اسرائیل بھگوڑے غلام تھے، جو اس کی اطاعت کا قلادہ گلے سے اتر کر بھاگ نکلے تھے۔

لشکر فرعون بنی اسرائیل کے سر پر پہنچ چکا تھا، اور صرف اتنا فاصلہ باقی رہ گیا تھا جتنا دو کمانوں کے درمیان فاصلہ ہوتا ہے بلکہ اس سے بھی کم۔

بنی اسرائیل اس صورتحال کو دیکھ کر پریشان ہو گئے۔ غم واندوہ اور یاس وحسرت سے ان کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے تھے، یاس وقنوط کی اس گھڑی سے جنگل میں ایک دل ہلا دینے والی آواز گونجی ایک زوردار چیخ بلند ہوئی اس آواز میں تھکاوٹ تھی۔ اس میں ملامت تھی اور خوف و ہراس تھا۔ یہ آواز حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے ایک شخص یوشع بن نون کی تھی۔

یوشع بن نون کہہ رہے تھے:

''اے کلیم اللہ! تیری تدبیر کیا ہوئی، لو ہم تو مصیبت میں پھنس گئے۔ اب سمندر آگے ہے اور دشمن پیچھے۔ اب موت سے خلاصی کی کوئی صورت؟ نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا:

''خوف نہ کرو خدا کا وعدہ سچا ہے، وہ تم کو نجات دے گا اور تم ہی کامیاب ہو گے۔ مجھے سمندر پار کرنے کا حکم مل چکا ہے دیکھتے ہیں اب کیا حکم صادر ہوتا ہے۔''

بنی اسرائیل یہ جواب سن کر چند لمحوں کے لیے مطمئن ہوئے ایک امید کی اور کرن نظر آنے لگی لیکن پھر ایک یاس وقنوط کی لہر نے ان کے رنگ فق کر دیے ابھی ادھر امید کی روشنی نظر آئی اور ادھر دشمن کی کثرت اور فرعون کے ظلم کی سوچ نے آنکھوں کے سامنے اندھیرا پھیلا دیا، لیکن کرتے تو کیا کرتے، آخر سوچا کیوں نہ گردنیں الٰہی فیصلے کے سامنے جھکا دیں، اللہ کریم ضرور رحم فرمائے گا اور ظالموں کے ظلم سے محفوظ رکھے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام بارگاہ الٰہی میں دست بدعا ہوئے وحی خداوندی آئی:

''اے موسیٰ (علیہ السلام) اپنی لاٹھی دریا پر ماریں۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بحکم خداوندی اپنا عصا دریا کے پانی پر مارا تو فوراً تاریکیوں کے بادل چھٹ گئے، اور یاس وقنوط کی طغیانیاں کافور ہو گئیں۔ اس ضرب سے دریا میں بارہ قبیلوں کے لیے بارہ راستے بن گئے، ہر قبیلے کے لیے الگ ایک راستہ، اللہ تعالیٰ نے سورج اور ہوا کو پابند کر دیا اور دریا کے اندر بارہ راستوں کی زمین خشک ہو گئی اور راستے بالکل ہموار ہو گئے اور بنی اسرائیل اللہ کریم کی حفاظت میں امن سے ان راستوں پر چل پڑے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تسلی دی تھی اور فرمایا تھا:

''راہ میں سمندر حائل ہو تو عصا کی ضرب سے ان کے لیے سمندر میں خشک

راستہ بنا لیجئے نہ تمہیں پیچھے سے پکڑے جانے کا ڈر ہو گا اور نہ کوئی اندیشہ۔''

تمام قبائل امن وسلامتی سے خشکی پر دوڑتے گزر گئے۔ پانی راستوں کے دونوں جانب بڑے بڑے تودوں کی مانند رکا ہوا تھا یہ پانی اس وقت تک حرکت میں نہ آیا، جب تک کہ تمام لوگ بخیر و عافیت دریا سے گزر گئے۔ بنی اسرائیل کنارے پر پہنچے تو دیکھا فرعون اور اس کا لشکر دوسرے کنارے پر کھڑا ہے اور انہی خشک راستوں پر چلنے کے لیے تیار ہے یہ دیکھ کر بنی اسرائیل ایک بار پھر گھبرا گئے۔ امن وسلامتی کے گہرے بادل ناپید ہونے لگے، اور قلق و اضطراب کی کڑی دھوپ جسم و روح کو گھائل کرنے لگی وہ یہ سوچ کر لرز اٹھے کہ ہمارا دشمن فرعون ابھی دریا پار کر کے ہمیں پکڑ لے گا اور سزا دے گا۔

اسی اثناء میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریا کو حکم دینا چاہا کہ اصل حالت پر لوٹ آئے، اور فرعون اور اس کے لشکر بنی اسرائیل تک نہ پہنچ سکیں۔ ان کے راستہ میں دریا کی طوفانی لہریں حائل ہو جائیں اور وہ خود اپنی قوم کے ہمراہ بیت المقدس کو بہ امن وسلامتی نکل جائیں۔

ابھی یہ خیال حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں ہی تھا اور حکم بن کر زبان پر نہ آیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی:

''اے موسیٰؑ! دریا کو اسی حالت پر رہنے دیجئے اور ضرب لگا کر اس کی موجوں کو رواں نہ کیجئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی یہ منشاء نہیں کہ صرف سمندر تیرے اور فرعون کے درمیان حائل ہو، اور وہ بس امن وسلامتی سے گھر کو لوٹ جائیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ وہ اس دریا میں غرق ہو جائیں گے۔''

فرعون اور اس کا لشکر ان راستوں کو دیکھ رہے تھے جن پر چل کر بنی اسرائیل نے دریا عبور کیا تھا۔ انہوں نے سوچا ابھی چند لمحوں بعد وہ ان راستوں پر چل کر بنی اسرائیل تک پہنچ جائیں گے۔ وہ بہت خوش تھے غرور وتکبر نے بصیرت ان سے چھین لی تھی، اور وہ نحوست و بڑائی سے آہا آہا کر رہے تھے۔

فرعون نے اپنے لشکر کو بے وقوف بناتے ہوئے کہا:

''دیکھو میرے حکم سے دریا کس طرح پھٹ گیا ہے کس طرح پانی نے میرا راستہ چھوڑ دیا ہے کہ میں ان بھگوڑوں کو پکڑ لوں یہ سب میری کرشمہ سازی ہے کہ بنی اسرائیل کو تم جا پکڑو۔''

فرعون کا لشکر اسے فرعون کی قدرت کا کرشمہ سمجھ رہے تھے۔ ان کی عقلوں پر پردے پڑ چکے تھے۔ وہ فرعون کی مدد اور نصرت پر پہلے سے کہیں زیادہ آمادہ نظر آ رہے تھے، انہیں اطمینان سا محسوس ہونے لگا تھا۔ سوچنے لگے:

"جس کی قوت و طاقت کا یہ حال ہے وہ موسیٰ (علیہ السلام) کے مقابلہ میں کیسے ناکام ہوسکتا ہے۔"

وہ فرعون کے پیچھے ان راستوں پر دوڑ پڑے۔ جب تمام لشکر ان راستوں پر اتر چکا تو پانی کی ساکن موجوں میں حرکت آ گئی، پلک جھپکنے کی دیر میں سب غرق ہوگئے، اور آنے والے لوگوں کے لیے عبرت کا نشان ٹھہرے۔ آج فرعون سب جاہ و جلالت بھول چکا تھا۔ حق کی بالادستی اس پر عیاں ہو چکی تھی۔ اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا کہ وہ ایک بے بس بندہ ہے اس کی سب شان وشوکت ایک حجاب ہے دل پر چھایا غبار چھٹ چکا تھا اور دل کی آنکھوں سے حق مبین کی روشنی پھیلتے دیکھ رہا تھا۔

"جب فرعون غرق ہونے لگا اور اسے ملائکہ عذاب سامنے نظر آنے لگے تو پکار کر کہنے لگا، میں ایمان لایا کہ کوئی سچا خدا نہیں۔ بجز اس کے جس پر ایمان لائے تھے بنی اسرائیل (اور میں اعلان کرتا ہوں کہ) میں مسلمانوں میں سے ہوں۔"

(سورۂ یونس: 90)

اللہ تعالیٰ نے اس باغی اور سرکش شخص کی معذرت کو قبول نہ فرمایا اور اسے اس کی بدعملی کی سخت سزا دی اور اسے جہنم کا ایندھن بنا دیا۔

جب دریا کی ٹھہری ہوئی موجیں حرکت میں آئی تھیں، اور آپس میں مل گئی تھیں تو ان کے ملنے کی وجہ سے ایک شور برپا ہوا تھا بنی اسرائیل نہیں جانتے تھے کہ فرعون اور اس کا لشکر تباہ ہو چکے ہیں اس لیے انہوں نے پوچھا:

"اے اللہ کے رسول! یہ شور کیسا؟"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بتایا:

"فرعون اور اس کا لشکر تباہ و برباد ہوگیا ہے، اللہ تعالیٰ نے انہیں اس دریا میں غرق کر دیا ہے اور یہ شور موجوں کے ملنے کا ہے۔"

بنی اسرائیل عرصہ دراز سے غلامی کی زندگی بسر کر رہے تھے اس ذلت و رسوائی کی زندگی

نے ان کی طبیعت میں بزدلی بھر دی تھی، باطل کا خوف جو ان کے دلوں میں چھایا ہوا تھا آج وہ جوش مار رہا تھا وہ کہنے لگے:

"یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ فرعون مر جائے، آپ دیکھتے نہیں کہ اتنی طویل العمری کے باوجود اس کے جسم میں کوئی کمزوری نہیں آئی۔ اس کے پاس مال و دولت کی بہتات ہے، اور ہر وہ چیز جو انسان کی ضرورت ہے، وہ اسے میسر ہے ایسا شخص کیسے غرق ہوسکتا ہے۔"

اللہ کی قدرت اور طاقت دیکھیں کہ دریا کو حکم ملا، اور اس نے فرعون کی لاش کنارے پر پھینک دی تا کہ اس کی غرقابی کسی اور وہم اور نظریے کا موجب نہ بن جائے کیونکہ کوئی کہہ سکتا تھا:

"فرعون دوسری دنیا میں زندہ ہے۔"

یا پھر اسی قسم کا کوئی اور نظریہ قائم کرلیں اور ایک جھوٹی بات لوگوں میں عام ہو جائے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو خاموش کرنے اور ان کی غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے پانی کو یہ حکم دیا:

"اس سرکش کی لاش اور جابر بادشاہ کے مردہ جسم کو ساحل پر پھینک دے، تا کہ وہ عبرت کا نشان ٹھہرے۔"

جب فرعون غرق ہونے لگا تو اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرنے لگا وہ پکار کر کہنے لگا:

"میں اسی وحدہ لاشریک ہستی پر ایمان لاتا ہوں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔"

مگر یہ ایمان چونکہ حقیقی ایمان نہ تھا بلکہ ایک فریب کاری تھی۔ اس لیے اللہ کریم کی طرف سے یہ جواب ملا:

"اب یہ کہہ رہا ہے حالانکہ اس سے پہلے جو اقرار کا وقت تھا اس میں انکار اور خلاف ہی کرتا رہا اور درحقیقت تو مفسدوں میں سے تھا۔"

(سورۂ یونس: 91)

فرعون کی یہ پکار ایسی پکار تھی جو ایمان لانے اور یقین حاصل کرنے کے لیے نہیں بلکہ عذاب الٰہی کا مشاہدہ کرنے کے بعد اضطراری اور بے اختیاری کی حالت میں نکلتی ہے اور مشاہدہ عذاب کے وقت اس کی یہ صدائے ایمان و یقین حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس دعا کا نتیجہ

تھی۔ جوانہوں نے کی تھی۔

قرآن حکیم میں ہے:

''پس یہ اس وقت تک ایمان نہ لائیں جب تک پانی ہلاکت اور عذاب کو آنکھوں سے نہ دیکھ لیں اللہ تعالیٰ نے کہا بلا شبہ تم دونوں کو دعا قبول کرلی گئی''

(سورۂ یونس :89)

اس موقع پر فرعون کی پکار پروردگار الٰہی کی جانب سے یہ بھی جواب دیا گیا:

''آج کے دن ہم تیرے جسم کو ان لوگوں کے لیے جو تیرے پیچھے آنے والے ہیں نجات دیں گے کہ وہ (عبرت کا) نشان بنے۔''

(سورۂ یونس: 92)

قرآن عزیز نے بنی اسرائیل کی روانگی اور فرعون کے غرق اور بنی اسرائیل کی نجات کے واقعہ کو بہت مختصر بیان کیا ہے، اور اس کے صرف ضروری اجزاء ہی کا تذکرہ کیا ہے، البتہ اس سے متعلق عبرت وبصیرت اور موعظت کے معاملہ کو قدرے تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اور پھر دیکھو ہم نے موسیٰ پر وحی بھیجی تھی کہ اب میرے بندوں کو راتوں رات مصر سے نکال لے جا پھر سمندر میں ان کے گزرنے کے لیے خشکی کی راہ نکال لے تجھے نہ تو تعاقب کرنے والوں سے اندیشہ ہوگا نہ اور کسی طرح کا خطرہ پھر جب موسیٰ اپنی قوم کو لے کر نکل گیا تو فرعون نے اپنے لشکر کے ساتھ اس کا پیچھا کیا پس پانی کا ریلا جیسا کچھ ان پر چھانے والا تھا (چھا گیا یعنی جو کچھ ان پر گزرنی تھی گزر گئی) اور فرعون نے اپنی قوم پر راہ نجات گم کردی انہیں سیدھی راہ نہیں دکھائی۔''

(سورۂ طٰہٰ: 77 تا 79)

''اور حکم بھیجا ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو رات کو لے کر نکل میرے بندوں کو، البتہ تمہارا پیچھا کریں گے، پھر بھیجے فرعون نے شہروں میں نقیب، یہ لوگ جو ہیں تو ایک جماعت ہے تھوڑی سی اور وہ مقرر ہم سے دل جلے ہوئے ہیں، اور ہم سارے ان سے خطرہ رکھتے ہیں۔ پھر نکال باہر کیا۔ ہم نے ان کو باغوں اور چشموں سے اور خزانوں اور مکانوں سے اسی طرح اور ہاتھ لگا دیں ہم نے یہ

چیزیں بنی اسرائیل کے پھر پیچھے پڑے ان کے سورج نکلنے کے وقت پھر جب مقابل ہوئیں دونوں فوجیں کہنے لگے موسیٰ کے لوگ ہم تو پکڑے گئے، کہا ہرگز نہیں میرے ساتھ ہے میرا رب، وہ مجھ کو راہ بتائے گا، پھر حکم بھیجا ہم نے موسیٰ کو مار اپنے عصاء سے دریا کو پھر دریا پھٹ گیا تو ہوگئی ہر ایک پھانک، جیسے بڑا پہاڑ اور پاس پہنچا دیا ہم نے اس جگہ دوسروں کو اور بچا دیا ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو اور جو لوگ تھے اس کے ساتھ سب کو، پھر ڈبو دیا ہم نے ان دوسروں کو اس چیز میں ایک نشانی ہے، اور نہیں تھے بہت لوگ ان میں ماننے والے، اور تیرا رب وہی ہے زبردست رحم والا۔'' (سورۃ الشعراء: 52 تا 68)

''بالآخر ہم نے (ان کی بدعملیوں پر) انہیں سزا دی یعنی اس جرم کی پاداش میں کہ ہماری نشانیاں جھٹلائیں اور ان کی طرف سے غافل رہے، انہیں سمندر میں غرق کر دیا، اور جس قوم کو کمزور وحقیر خیال کرتے تھے اسی کو ملک کے تمام پورب کا اور اس کے مغربی حصوں کا کہ ہماری بخشی ہوئی برکت سے مالا مال کر دیا ہے وارث کر دیا، اور اس طرح (اے پیغمبر) تیرے پروردگار کا فرمان پسندیدہ بنی اسرائیل کے حق میں پورا ہوا کہ (ہمت وثبات کے ساتھ جمے رہے تھے) اور فرعون اور اس کا گروہ (اپنی طاقت وشوکت کے لیے) جو کچھ بناتا رہا تھا اور جو کچھ عمارتوں کی بلندیاں اٹھائی تھیں، وہ سب درہم برہم کر دیں۔''

(سورۂ الاعراف: 136، 137)

''اور پھر ایسا ہوا کہ ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر کے پار اتار دیا، یہ دیکھ کر فرعون اور اس کے لشکر نے پیچھا کیا، مقصود یہ تھا کہ ظلم وشرارت کریں لیکن جب حالت یہاں تک پہنچ گئی کہ فرعون سمندر میں غرق ہونے لگا، تو اس وقت پکار اٹھا۔ ''میں یقین کرتا ہوں کہ اس ہستی کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان رکھتے ہیں اور میں بھی اس کے فرمانبرداروں میں ہوں۔'' ہم نے کہا: ''ہاں، اب تو ایمان لایا حالانکہ پہلے برابر نافرمانی کرتا رہا، اور تو دنیا کے مفسد انسانوں میں سے ایک (بڑا ہی) مفسد تھا۔'' بس آج ہم ایسا کریں گے کہ تیرے جسم کو (سمندر کی موجوں سے) بچا لیں گے، تاکہ ان لوگوں کے

لیے جو تیرے بعد آنے والے ہیں، (قدرت حق کی ایک نشانی ہو) اور اکثر انسان ایسے ہیں جو ہماری نشانیوں کی طرف سے یک قلم غافل رہتے ہیں۔

(سورۂ یونس: 90 تا 92)

''اور بڑائی کرنے لگے وہ اس کے لشکر ملک میں ناحق اور سمجھے کہ وہ ہماری طرف پھر کر نہ آئیں گے ہم نے اس کو اور اس کے لشکروں کو، پھر پھینک دیا ہم نے ان کو دریا میں سو دیکھ لیا کیسا ہوا انجام گنہگاروں کا۔''

(سورہ القصص: 39، 40)

''اور جانچ چکے ہم ان سے پہلے فرعون کی قوم کو اور آیا ان کے پاس رسول عزت والا کہ حوالے کرو میرے بندے خدا کے تمہارے پاس آیا ہوں بھیجا ہوا معتبر، اور یہ کہ سرکشی نہ کرو اللہ کے مقابل، میں لایا ہوں تمہارے پاس سند کھلی ہوئی، اور میں پناہ لے چکا ہوں اپنے اور تمھارے رب کی اس بات سے کہ تم مجھ کو سنگسار کرو، اور اگر تم نہیں یقین کرتے مجھ پر تو مجھ سے پرے ہو جاؤ، پھر دعا کی اپنے رب سے کہ یہ لوگ گنہگار ہیں، پھر لے نکل رات میں میرے بندوں کو، البتہ تمہارا پیچھا کریں گے اور چھوڑ جا دریا کو تھما ہوا، البتہ وہ لشکر ڈوبنے والے ہیں۔ بہت سے چھوڑ گئے باغ اور چشمے اور کھیتیاں اور گھر عمدہ اور آرام کا سامان جس میں باتیں بنایا کرتے تھے۔ یونہی ہوا اور وہ سب ہاتھ لگا دیا ہم نے ایک دوسری قوم کے پھر نہ رویا ان پر آسمان اور زمین اور نہ ملی ان کو ڈھیل اور ہم نے بچا نکالا بنی اسرائیل کو ذلت کی مصیبت سے جو فرعون کی طرف سے تھی۔ بے شک وہ تھا چڑھ رہا حد سے بڑھ جانے والا۔

(سورۂ الدخان: 17 تا 31)

''پھر چاہا بنی اسرائیل کو چین نہ دے اس زمین میں پھر ڈبو دیا ہم نے اس کو اور اس کے ساتھ والوں سب کو اور کہا ہم نے ان کے پیچھے آباد رہو تم زمین میں پھر جب آئے گا وعدہ آخرت کا لے آئیں گے ہم تم کو سمیٹ کر۔''

(سورہ بنی اسرائیل: 103، 104)

''اور نشانی ہے موسیٰ (علیہ السلام) کے حال میں جب بھیجا ہم نے اس کو فرعون کے

پاس دے کر کھلی سند، پھر اس نے منہ موڑ لیا اپنے زور پر اور بولا یہ جادوگر ہے یا دیوانہ، پھر پکڑا ہم نے اس کو اور اس کے لشکروں کو پھر پھینک دیا ان کو دریا میں اور اس پر لگا الزام۔''

(سورۂ الذاریات: 38 تا 40)

''پس (دریا) پھٹ گیا پھر ہر ایک جانب ایک بڑے پہاڑ کی مانند ہو گئی۔''

(سورۂ الشعراء: 63)

''اور جب ہم نے ٹکڑے کر دیا تمہارے لیے سمندر پس نجات دی ہم نے تم کو اور غرق کر دیا فرعون کے لوگوں کو اور تم دیکھ رہے تھے۔''

(سورۂ البقرہ: 50)

جب فرعون کی لاش دریا کے پانی نے باہر پھینک دی تو بنی اسرائیل کانپ اٹھے، انہیں یقین نہیں آ رہا تھا کہ ان کا سب سے بڑا دشمن موت کی نیند سو چکا ہے۔

بنی اسرائیل نے اس سرکش اور اللہ کے باغی جابر بادشاہ کی لاش کو یوں پڑا دیکھا تو دہشت سے کانپ اٹھے۔ انہیں اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ فرعون جیسا شخص غرق ہو جائے، لیکن یہ ایک کھلی حقیقت تھی اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے لشکر کو تباہ کر دیا تھا، اور فرعون کا مردہ جسم دریا سے باہر پڑا دیکھنے والوں کے لیے عبرت کا نشان بن چکا تھا۔ فرعون اور اس کے لشکر کی غرقابی اور غلامی کی زندگی سے نجات بنی اسرائیل پر رب العالمین کا بہت بڑا انعام تھا۔

۞

حضرت موسیٰ علیہ السلام

قارون کا انجام

قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چچا ''یصہر'' کا بیٹا تھا۔ بہت ہی شکیل اور خوبصورت آدمی تھا۔ اس لیے لوگ اس کے حسن و جمال سے متاثر ہو کر اس کو ''منور'' کہا کرتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس میں یہ کمال بھی تھا کہ وہ بنی اسرائیل میں توریت کا بہت بڑا عالم اور بہت ہی ملنسار اور با اخلاق انسان تھا، اور لوگ اس کا بہت ادب و احترام کرتے تھے، لیکن بے شمار دولت اس کے ہاتھ آتے ہی اس کے حالات میں ایک دم تغیر پیدا ہو گیا، اور سامری کی طرح منافق ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بہت بڑا دشمن ہو گیا اور اعلیٰ درجہ کا متکبر اور مغرور ہو گیا۔ جب زکوٰۃ کا حکم نازل ہوا تو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے روبرو عہد کیا:

''میں اپنے تمام مالوں میں سے ہزارواں حصہ زکوٰۃ دوں گا''

جب اس مردود نے اپنے مال کا حساب لگایا تو ایک بہت بڑی رقم نکلی۔ یہ دیکھ کر اس پر ایک دم حرص و بخل کا بھوت سوار ہو گیا، اور نہ صرف زکوٰۃ کا منکر ہوا بلکہ عام طور پر بنی اسرائیل کو بہکانے لگا۔

''موسیٰ اس بہانے تمہارے مالوں کو لینا چاہتے ہیں۔''

یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لوگوں کو برگشتہ کرنے کے لیے اس خبیث اور سرکش نے ایک گندی اور گھناؤنی چال چلی کہ ایک عورت کو بہت سا مال و دولت دے کر آمادہ کر لیا کہ وہ آپ پر بدکاری کا الزام لگائے۔

سورۃ القصص

اس سورۂ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

1۔ ''بے شک قارون موسیٰ کی قوم ہی سے تھا پس اس نے ان پر سرکشی کی ہم نے اس کو اس قدر خزانے دیے تھے، کہ اس کی کنجیوں کے بوجھ سے

طاقتور آدمی تھک جاتے تھے جب اس کی قوم نے کہا تو شیخی نہ مار اللہ شیخی کرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے اور جو کچھ تجھ کو خدا نے دیا ہے اس میں آخرت کو تلاش کر، اس کو نہ بھول کہ دنیا میں اس نے تجھ کو کیا کچھ دے رکھا ہے، اور جس طرح خدا نے تیرے ساتھ بھلائی کی ہے تو بھی اسی طرح بھلائی کر، اور فساد کے درپے نہ ہو، بے شک اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا۔ قارون کہنے لگا یہ مال تو مجھ کو میرے ہنر سے ملا ہے جو مجھ کو آتا ہے، کیا وہ اس سے بے خبر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے اس سے کہیں زیادہ مال دار اور طاقتور قوموں کو ہلاک کر دیا، اور نہ سوال کیا جائے مجرموں سے ان کے گناہوں کے بارے میں (یعنی ان کی عقلیں ماری گئی ہیں تب ہی تو گناہ میں مبتلا ہیں پھر سوال سے کیا فائدہ) پھر نکلا ایک دن قوم کے سامنے بن سنور کر خدم وحشم کے ساتھ تو جو لوگ دنیا کے طالب تھے انہوں نے اس کو دیکھ کر کہا: اے کاش ہمیں بھی یہ سب کچھ ملتا جو قارون کو دیا گیا ہے بلا شبہ یہ بڑے نصیب والا ہے، اور جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے علم و بصیرت عطا کیا تھا انہوں نے کہا تمہیں ہلاکی ہو جو اللہ پر ایمان لایا اور نیک عمل کیے اس کے لیے اللہ کا ثواب اس دولت سے بہتر ہے اور اس کو نہیں پاتے مگر صبر کرنے والے، پھر ہم نے قارون اور اس کے محل کو زمین میں دھنسا دیا، پس اس کے لیے کوئی جماعت مددگار ثابت نہیں ہوئی جو خدا کے عذاب سے اسے بچائے اور وہ بے یارو مددگار ہی رہ گیا اور جنہوں نے کل اس کی شان و شوکت دیکھ کر اس جیسا ہو جانے کی تمنا کی تھی وہ یہ دیکھ کر آج یہ کہنے لگے ارے خرابی یہ تو اللہ تعالیٰ کھول دیتا ہے روزی جس کو چاہے اپنے بندوں میں اور تنگ کر دیتا ہے، اگر احسان نہ کرتا اللہ ہم پر تو ہم کو بھی دھنسا دیتا ارے خرابی یہ تو چھٹکارہ نہیں پاتے منکر یہ آخرت کا گھر ہم نے ان لوگوں کے لیے بنایا ہے جو خدا کی زمین میں شیخی نہیں مارتے اور نہ فساد کے خواہش مند

ہوتے ہیں اور انجام کی بھلائی متقیوں کے لیے ہے۔''

(سورۃ القصص: 76 تا 83)

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب کوہ طور سے توریت لے کر آئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا:

''ان تختیوں میں سے کتاب توریت کو نقل کر کے پڑھو اور پھر اس پر عمل کرو۔''

چنانچہ بنی اسرائیل نے اس کی نقلیں تیار کیں اب اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا:

''اے موسیٰ! ان لوگوں سے کہو کہ اس کتاب کو بہت زیب و زینت سے رکھیں۔''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آ کر کہا:

''اے موسیٰ! جو گھاس میں نے تم کو بتا دی تھی کہ بچھڑے کو رکھ کر اس میں جلا ڈالو سو وہ گھاس اور ایک اور قسم اس میں ملا لو جس پر یہ رکھو گے اگر ہماری قدرت سے اگر تانبا پر رکھو گے تو سونا ہوگا اور اگر پیتل پر رکھو گے تو چاندی ہوگی۔''

اللہ کا پیغام سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک دفعہ یوشع کو لکھا، ایک دفعہ قارون کو لکھا اور ایک دفعہ کالوت کو لکھا۔

''فلاں گھاس مجھے لا دو''

تینوں نے گھاس منگوائی، قارون نے یوشع سے کہا:

''دکھاؤ تو بھلا تمہارے رقعہ میں موسیٰ (علیہ السلام) نے کیا لکھا ہے؟''

قارون چونکہ چالاک تھا۔ اس نے رقعہ پڑھ کر اسی بہانے کالوت کا رقعہ بھی پڑھ لیا۔ اب اس نے تینوں گھاسوں سے کیمیا گری سیکھ لی، اور وہ تینوں گھاسیں اس نے جا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دے دیں۔ قارون چونکہ حافظ توریت تھا، وہ سب کچھ دریافت کر کے چپکے سے جا کر گھر میں کیمیا بناتا رہا۔ یوں اس نے بہت سی دولت جمع کر لی۔ سوائے اللہ کے اس کے حال سے کوئی بھی باخبر نہ تھا۔ جب قارون کے پاس بہت سی دولت جمع ہوگئی تو مال کی محبت اور بخل کی وجہ سے وہ زکوٰۃ اور صدقہ نہ دیتا تھا، اور پھر وہ اللہ کا حکم بھی نہ مانتا تھا وہ سرکشی اور بغاوت پر اتر آیا تھا۔

جب دولت دنیا اس نے جمع کر لی تو وہ اپنے تکبر و غرور میں پرورش پاتا رہا، اور حضرت

موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی شروع کر دی اور یوں وہ اللہ کے نزدیک کافر ہوا۔

ارشاد ربانی ہوتا ہے:

''قارون جو تھا حضرت موسیٰ کی قوم سے پھر وہ شرارت کرنے لگا اور پھر ہم نے اس کو دولت کے خزانے دیے اور اتنے دیے کہ کنجیوں سے کئی مزدور تھک گئے۔''

روایت ہے کہ ساٹھ مزدور زور آور مقرر تھے، اس کے خزانہ کی کنجیاں اٹھانے اور رکھنے پر ایک دوسری روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ اس کے خزانے کی کنجیوں کا بوجھ ستر اونٹ اٹھاتے تھے۔

یہ دیکھ کر پھر اس کی قوم نے کہا:

''جب قارون کو اس کی قوم نے کہا مت خوش ہو تحقیق اللہ تعالیٰ نہیں دوست رکھتا ہے خوش ہونے والوں کو۔ اور جو کچھ اللہ نے تم کو دیا ہے اس سے تو اپنا پچھلا گھر بنا اور ایسا بھی نہ کر کہ اپنا حصہ جو تو دنیا میں لینا چاہتا ہے اس کو چھوڑ دے یعنی اپنے حصے کے مطابق دنیا میں کھا اور پہن اور اپنے زیادہ مال سے آخرت کما اور وہ کام کر جس سے خلق خدا کو فائدہ پہنچے اور ان پر تیرا احسان ہو جیسا کہ احسان کیا اللہ تعالیٰ نے تجھ پر اور اللہ تعالیٰ کی زمین میں فساد مت پھیلا اور تحقیق اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا فساد کرنے والوں کو اور صدقات اور زکوٰۃ اور خیرات دیا کر و محتاجوں کو تا کہ اس سے آخرت میں تمہارا بھلا ہو۔''

(سورۃ القصص: 77)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''بھلائی کر جیسی اللہ تعالیٰ نے بھلائی کی تجھ سے۔''

قارون بولا:

''اے موسیٰ! یہ مجھ کو ملی ہے دولت ایک ہنر سے جو میرے پاس ہے اور تیرا خدا میرے مال پر کیا حق رکھتا ہے۔''

(سورۃ القصص: 78)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اور کہا نہ جا اس طرف کیا اس نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ اس سے پہلے سنگین

اور قوت والی جماعت کو ہلاک کر چکا ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ گناہ گاروں سے
ان کے گناہ پوچھے نہ جائیں گے اور بے پوچھے وہ تمام سب کے سب جہنم میں
ڈال دیے جائیں گے۔'' (سورۃ القصص: 78)

قارون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کہا نہ مانا اور وہ باغی و سرکش ہو گیا پھر اس نے ایک عالیشان مکان بنوایا اس مکان کی اونچائی اسی گز تھی۔ اس پر بڑے کنگرے بنائے گئے تھے اور طلا کاری سے مزین کیا گیا تھا، اور مرصع تخت بنوایا اس کے بعد قارون نے بنی اسرائیل کی دعوت کی اور بنی اسرائیل دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک گروہ تو حضرت موسیٰؑ کی اطاعت و فرمانبرداری میں رہا، اور دوسرا گروہ قارون کے ساتھ فسق و فجور میں مبتلا رہا۔

ایک دن قارون اپنی بیوی کو خوشی سے لباس فاخرہ پہنا کر اور ایک ہزار لونڈیوں اور غلاموں کو مرصع جواہرات سے آراستہ کر کے اپنے ہمراہ لے کر پھرنے لگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

''پس نکلا قارون اپنی قوم کے سامنے ساتھ آرائش کے اور بہت بڑی تیاری
کے اپنا تاج بھی مرصع جواہرات سے کر کے اپنے سر پر رکھ کر نکلا تا کہ اس کو
آفتاب کی گرمی نہ پہنچے اور اس کے غلام سب کے سب دائیں بائیں چلتے تھے
اور کچھ غلام اس کے آگے اور پیچھے چلتے تھے۔'' (سورۃ القصص: 79)

یہ دیکھ کر جو لوگ مال اور زندگانیٔ دنیا کے طالب تھے وہ اس کو دیکھنے لگے اور ان کے دل میں حرص پیدا ہو گئی:

''کہنے لگے جو طالب تھے، دنیا کی زندگانی کے اے افسوس کسی طرح ہم کو
ملے جیسی کہ ملی ہے دولت قارون کو بے شک اس کی بڑی قسمت ہے۔''
(سورۃ القصص: 79)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی گئی:

''قارون کو کہہ دو کہ وہ اپنے مال میں سے زکوٰۃ ادا کرے اور اس حساب سے
ادا کرے کہ ایک ہزار دینار میں سے ایک دینار فقراء اور مساکین کو دے اور
اگر نہ دے گا تو وہ مغضوب ہوگا۔'' (سورۃ القصص: 77)

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قارون سے کہا تو اس نے اپنے مال کا حساب لگا کر دیکھا تو

بہت روپیہ اس کے مال میں زکوٰۃ نکلی تھی یہ دیکھ کر وہ بہت پریشان ہو گیا۔

قارون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا:

''اے موسیٰؑ! میں زکوٰۃ دوں یا نہ دوں تم کو اس سے کیا واسطہ۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

''کیمیا گری سے سونے چاندی کے ظروف بنانے میں جتنے ریزے گرتے
ہیں اتنا فقیر محتاجوں کو دے دو تب بھی تیری زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔''

یہ سن کر قارون بولا:

''اگر میں زکوٰۃ مال کی دوں تو تیرا خدا مجھ کو کیا دے گا۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

''اس نیکی کے سبب تم کو جنت ملے گی۔''

یہ سن کر وہ باغی و سرکش بولا:

''بہشت سے کیا کام ہے۔''

آخر ایک دن اس سرکش و باغی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایک افتراء کی تہمت لگائی تا کہ ان کو لوگوں میں شرمندہ کر سکے اور پھر موسیٰ علیہ السلام اس سے زکوٰۃ کا تقاضا نہ کریں۔

ایک دن ایک فاجرہ عورت جو بہت ہی خوبصورت تھی۔ قارون کے پاس گئی قارون نے اس عورت سے کہا:

''میں تمہیں ایک ہزار اشرفیاں دوں گا اور مختلف قسم کے زیورات اور اچھی بیش
قیمت پوشاک دوں گا اگر تم میرا ایک کام کر دو تو۔''

عورت اتنا بڑا لالچ سن کر بولی:

''میں تمہارا ہر کام کرنے کے لیے تیار ہوں۔''

قارون نے کہا:

''تمہیں صرف اتنا کرنا ہے جب بنی اسرائیل کی جماعت جمع ہو تو سارے مجمع
کے سامنے پکار پکار کر کہنا کہ موسیٰ ہمارا یار ہے اور وہ مجھ سے زنا کرتا ہے۔''

وہ فاجرہ عورت روپے کے لالچ میں آ گئی اور بولی:

''تم جیسا کہتے ہو میں ویسا ہی کروں گی۔''

قارون نے اسے روپے اور دوسری چیزیں دے کر رخصت کر دیا۔

ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام وعظ فرما رہے تھے قارون نے آپ کو ٹوکا۔

''فلاں عورت سے آپ نے بدکاری کی ہے۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

''اس عورت کو میرے سامنے لاؤ۔''

وہ عورت بلائی گئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

''اے عورت! اس اللہ کی قسم! جس نے بنی اسرائیل کے لیے دریا کو پھاڑ دیا اور عافیت و سلامتی کے ساتھ دریا کے پار کرا کر فرعون سے نجات دی سچ سچ بتا اصل واقعہ کیا ہے؟''

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جلال سے عورت سہم کر کانپنے لگی اور اس نے مجمع عام میں صاف صاف کہہ دیا:

''اے اللہ کے نبی! مجھ کو قارون نے کثیر دولت دے کر آپ پر بہتان لگانے کے لیے آمادہ کیا ہے۔''

اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام آبدیدہ ہو کر سجدہ شکر میں گر پڑے اور بحالت سجدہ آپ نے یہ دعا مانگی:

''یا اللہ قارون پر اپنا قہر و غضب نازل فرما دے۔''

پھر آپ نے مجمع سے فرمایا:

''جو قارون کا ساتھی ہو وہ قارون کے ساتھ ٹھہرا رہے اور جو میرا ساتھی ہو وہ قارون سے جدا ہو جائے۔''

چنانچہ دو خبیثوں کے سوا تمام بنی اسرائیل قارون سے الگ ہو گئے۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے اپنا عصا زمین پر مارا اور زمین سے کہا:

''اے زمین تو اس کو پکڑ لے۔''

یہ حکم سنتے ہی زمین نے اس کے تخت سمیت اور اس کے جو فرمانبردار تھے، سب کو ٹخنوں تک دبا لیا اس کے بعد وہ سب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کرنے لگے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین کو غصے سے کہا:

''اے زمین ان کو رانوں تک دبا لیے۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین سے پھر کہا تو وہ کمر تک زمین میں دھنس گیا یہ دیکھ کر قارون رونے اور بلبلانے لگا اور قرابت و رشتہ داری کا واسطہ دینے لگا لیکن آپ نے کوئی التفات نہ فرمایا:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام نے قارون کو عذاب الٰہی میں مبتلا دیکھا تو اپنے بھائی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے:

''اے میرے بھائی موسیٰ! قارون تو ہماری برادری میں سے ہے اور اس کا جو قصور ہوا اس سے درگزر کیجیے۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے غصے سے کہا:

''یا ارض خذیہ''

پھر زمین نے اسے گلے تک دبا لیا قارون نے کہا:

''اے موسیٰ تو ہماری دولت پر طمع رکھتا ہے فقرائے بنی اسرائیل کو دینے کے لیے۔''

جب اس نے یہ کہا تو جتنا مال و متاع اور گنج و خزانہ کا تھا اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس کے سامنے لا رکھا اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

''اے قارون لے اپنے مال کو۔''

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

''اے زمین یہ سب مال و متاع اپنے اندر دبا لیے۔''

زمین نے قارون کو اس کے مال و متاع اور درہم و مکانات سب کو اپنے اندر دبا لیا۔

قارون کے خزانے کا احوال قرآن کی زبان سے سنیئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نے قارون کو اتنے خزانے دیے تھے کہ ان خزانوں کی کنجیاں ایک مضبوط اور طاقتور جماعت بہ مشکل اٹھا سکتی تھی۔ قرآن مجید میں ہے:

''بے شک قارون موسیٰ کی قوم میں سے تھا پھر اس نے ان پر زیادتی کی اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دیے جن کی کنجیاں ایک زور آور جماعت پر بھاری تھیں۔''

(سورۃ القصص: 76)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قارون کو جو نصیحت فرمائی وہ یہ ہے، جس کو قرآن مجید نے بیان

فرمایا ہے اس خیر خواہی والی نصیحت کو سن کر قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دشمن ہو گیا غور کیجئے کتنی مخلصانہ اور کس قدر پیاری نصیحت ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ساتھ ساری قوم قارون کو سناتی رہی۔

''اس قوم نے کہا اترا نہیں بے شک اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو دوست نہیں رکھتا اور جو مال تجھے اللہ نے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر طلب کر اور دنیا میں اپنا حصہ نہ بھول اور احسان کر جیسا اللہ نے تجھ پر احسان کیا اور زمین میں فساد نہ چاہ۔'' (سورۃ القصص: 77)

قارون نے اپنے مال کے گھمنڈ میں اس مخلصانہ نصیحت کو ٹھکرا دیا اور خوب بن سنور کر تکبر اور غرور سے اتراتا ہوا قوم کے سامنے آیا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بدگوئی اور ایذا رسانی کرنے لگا اس کا نتیجہ کیا ہوا؟ اس کو قرآن کی زبان سے سنیے اور خدا کی اس قاہرانہ گرفت پر خوف الٰہی سے تھراتے رہیے تو ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا تو اس کے پاس کوئی جماعت نہ تھی کہ اللہ سے بچانے میں اس کی مدد کرتی۔ اور نہ وہ بدلہ لے سکا

یہ عبرت ناک واقعہ ہمیں یہ درس دیتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مال و دولت عطا فرمائے تو اس کو فرض لازم جانے کہ اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا کرتا رہے اور ہرگز ہرگز اپنے مال پر غرور اور گھمنڈ کر کے اترائے نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی دولت دیتا ہے اور جب وہ چاہتا ہے پل بھر میں دولت چھین بھی لیتا ہے، ہر وقت اس کا دھیان رکھتے ہوئے تواضع اور انکساری کی عادت رکھے اور ہرگز ہرگز کبھی انبیاء اولیاء اور صالحین کی ایذاء رسانی و بدگوئی نہ کرے کہ ان مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کی دعا اور بددعا سے وہ ہو جایا کرتا ہے جس کا لوگ تصور اور خیال بھی نہیں کر سکتے۔

سامری جادوگر کا انجام

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر میں تشریف لائے تو فرعون نے بنی اسرائیل کی قوم کو اپنا غلام بنا رکھا تھا۔ وہ ان پر بے پناہ ستم ڈھاتا۔ مصر میں سامری کے جادو کا بہت چرچا تھا مگر اصل میں وہ چالاک، مکار اور دھوکے باز شخص تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں سامری بوڑھا ہو چکا تھا۔

سامری کا حلیہ بھی جادوگروں جیسا تھا۔ اس کے سر کے بال غائب تھے۔ وہ ہر وقت ایک نوکدار ٹوپی پہنے رکھتا تھا ٹوپی پر انسانی کھوپڑی کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ اس کے لمبے جبے پر گائے، بیل، بچھڑے، ناگ اور سانپوں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ سامری کی آنکھیں کانچ کے بٹنوں کی طرح چمکتی تھیں، ناک قدرے ابھری ہوئی گال اندر کو پچکے ہوئے تھے۔ اس کے چہرے کی خوفناک جھریاں اس کی عمر کا راز بتاتی تھیں۔

سامری نے اپنی قوم سمیری کی وجہ سے شہرت پائی۔ سامری کا قبیلہ مصریوں کی طرح گائے، بیل اور بچھڑے کی پوجا کرتا تھا۔ سامری نے اس دنیا میں ناگ دیوتا کا اضافہ کیا۔ دوسروں کو بے وقوف بنانا سامری کو خوب آتا تھا۔ مصر میں اس کا ایک بڑا عالیشان محل تھا۔ لوگ اسے جادو محل کہتے تھے۔ اس محل کی چھت پر ناگ دیوتا کا مجسمہ نصب تھا۔ سامری سانپ بھی پالتا تھا، وہ سانپوں کا زہر نکال کر انہیں اپنی گردن میں لپیٹ لیتا تھا، وہ جادوگروں کا بادشاہ تھا۔

سامری فرعون کو بھی گمراہ کرتا اور لوگوں کو بھی، لوگ جب دیکھتے کہ جادوگروں کا بادشاہ جب فرعون کو خدا سمجھتا ہے تو وہ بھلا کب انکار کی جرأت کر سکتے تھے؟ سامری جادو کا ہر کھیل شروع ہونے سے پہلے فرعون کو سجدہ کرتا، اور اس کے ساتھ ہی سب لوگ فرعون کو

سجدہ کرنے لگتے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کو سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کی اور کہا:

جادوگری کفر ہے، اسے چھوڑ دو۔

مصریوں میں تو جادو ٹونے کا رواج عام تھا۔ لوگ اس کا استعمال بت خانوں میں پوجا پاٹ کے دوران میں کرتے تھے اور خوب کرتے تھے۔

سامری جادوگر کے چرچے ہر جگہ تھے جادوگری کے لیے اس کے پاس کئی چیزیں تھیں۔ یہ سب چیزیں وہ ایک پٹارے میں رکھتا۔ یہ پٹارہ اس نے اپنے جبے میں چھپایا ہوتا فرعون کے دربار کی رونقیں اس کے پٹارے کی وجہ سے تھیں۔ فرعون کے اشارے پر سامری اسے کھولتا اور جادو کے کھیل شروع کر دیتا۔

سامری کو معلوم تھا کہ فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دشمن ہے۔ اس نے مصر کے جادوگروں کو جادوگری کے نئے نئے ڈھنگ سکھانے شروع کر دیے لیکن اس کی ساری محنت ضائع ہو گئی، سارے جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہار گئے انہوں نے دل سے تسلیم کر لیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جادوگر نہیں اللہ کے نبی ہیں۔

سامری ان جادوگروں کا بادشاہ تھا۔ اس نے جب حالات بدلتے دیکھے تو سوچنے لگا:

''اب تو سارے جادوگر ایمان لے آئے ہیں اب میری جادوگری کس کام کی؟''

اس نے ایک چال چلی اوپر سے ایمان لے آیا مگر اندر سے کافر ہی رہا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ اڑن طشتری کا جادوئی کھیل دیکھا۔ سامری نے ایک طشتری نکالی، اور اس پر چند منتر پڑھے پھر زندہ سانپوں کی مالا گلے میں ڈالی اور آنکھیں بند کر کے منہ میں کچھ بڑبڑاتا رہا لوگوں نے محسوس کیا کہ سامری کا قد چھوٹا ہو رہا ہے، یہاں تک وہ ایک بونے کے برابر رہ گیا پھر وہ اچھل کر اس طشتری پر سوار ہوا پھر یہ جا وہ جا۔

اڑن طشتری ہوا میں اڑنے لگی تماشائی سامری زندہ باد کے نعرے لگانے لگے۔ سامری کے چیلوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف استہزاء کی نظروں سے دیکھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اللہ کے نبی تھے۔ انہوں نے غصے میں آ کر اپنی جوتی ہوا میں اچھال دی جوتی اڑن طشتری سے بھی تیز اڑتی ہوئی سامری کے سر سے اوپر چلی گئی، اور سامری کی درگت بناتے ہوئے اسے

واپس زمین پر لے آئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جوتے سے سامری کی جو پٹائی ہوئی تو اسے ہزاروں لوگوں نے دیکھا۔ اس کا سارا جادو دھرے کا دھرا رہ گیا۔ اسے جو شرمندگی اٹھانا پڑی وہ الگ تھی، تب اس نے دانت پیسے اور وعدہ کیا:

''موسیٰ سے اپنی بے عزتی کا بدلہ ضرور لوں گا۔''

رسیوں کو سانپ بنانے کا جادو بھی سامری نے جادوگروں کو سکھایا پھر ایک مقابلے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی نے سب سانپوں کو زندہ نگل لیا، سارے جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے، انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ جادوگری اور بت پرستی چھوڑ دیں گے سامری اس موقع پر تو ایمان لے آیا لیکن دل سے نہیں۔

فرعون نے ایمان لانے والے جادوگروں کو سولی دے دی، سامری نے اس موقع پر یہ کہہ کر جان بچائی:

''میں موسیٰ (علیہ السلام) کے بجائے آپ کا وفادار رہوں گا۔''

مگر وہ بنی اسرائیل کے ساتھ اس وقت شامل ہو گیا وہ اب بھی اللہ کا باغی تھا، بغاوت و سرکشی اس کے انگ انگ میں رچی بسی ہوئی تھی۔ بنی اسرائیل مصریوں کی غلامی سے نکل کر فلسطین کی طرف جا رہے تھے، اور اللہ کا باغی سامری بھی ان کے ساتھ تھا۔ بنی اسرائیل نے صحرائے سینا میں خیمے لگائے ایک روز ان میں سے ایک شخص مردہ پایا گیا لوگوں نے ایک دوسرے پر الزام لگانا اور لڑنا شروع کر دیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے یہ واقعہ پیش ہوا تو انہوں نے اللہ سے عرض کی:

''اے باری تعالیٰ! اس واقعہ سے قوم میں فتنہ وفساد کی آگ بھڑکنے والی ہے تو میری مدد فرما۔''

اس واقعہ کے پیچھے سامری کا ہاتھ تھا۔ اس نے قتل کا الزام ان لوگوں پر لگایا جو بہت نیک اور پرہیزگار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا:

''بنی اسرائیل سے کہو ایک گائے ذبح کریں اور اس کا تھوڑا سا گوشت مقتول کے جسم سے مس کریں معاملہ خود بخود صاف ہو جائے گا۔'' (سورۃ البقرہ: 67)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو حکم سنایا تو انہوں نے اپنی عادت کے مطابق فضول بحث شروع کر دی وہ مصریوں کی غلامی میں رہتے رہتے گائے بیل اور بچھڑے کو مقدس ماننے لگے تھے، اس لیے سامری نے انہیں بھڑکایا:

''گائے کا اس واقعہ سے کیا تعلق؟ اگر یہ واقعی اللہ کا حکم ہے تو گائے کا رنگ کیسا ہو؟ گائے کیسی ہو؟'' (سورۃ البقرہ: 68)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی ہدایت کے مطابق ان تمام سوالات کے جواب دیے تب بنی اسرائیل نے گائے ذبح کی اور اس کے جسم کے ایک حصے کا گوشت مقتول سے چھوا وہ اللہ کے حکم سے زندہ ہو گیا، اور اس نے قاتل کی نشاندہی کر دی۔ قاتل سامری کا دوست نکلا، اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم کو سمجھایا:

''یہ جو تم گائے بیل اور بچھڑے کی پوجا کرتے ہو وہ شرک ہے، عبادت کے لائق صرف اللہ ہے دنیا کی ہر شے اس کے قبضے میں ہے خواہ وہ زندگی ہو یا موت۔''

(سورۃ البقرہ: 54)

یہ بہت ہی اہم اور نہایت ہی شاندار قرآنی واقعہ ہے، اور اسی قرآنی واقعہ کی وجہ سے قرآن مجید کی اس سورہ مبارکہ کا نام سورہ البقرہ (گائے والی سورہ) رکھا گیا ہے۔

بنی اسرائیل میں ایک بہت ہی نیک اور صالح بزرگ تھے اور ان کا ایک ہی بیٹا تھا، جو نابالغ تھا اور ان کے پاس صرف ایک گائے کی بچھیا تھی۔ ان بزرگ نے اپنی وفات کے قریب اس بچھیا کو جنگل میں لے جا کر ایک جھاڑی کے پاس یہ کہہ کر چھوڑ دیا۔

''یا اللہ میں اس بچھیا کو اس وقت تک تیری امانت میں دیتا ہوں کہ میرا بیٹا بالغ ہو جائے۔''

اس کے بعد ان بزرگ کی وفات ہو گئی اور بچھیا چند دنوں میں بڑی ہو کر درمیانی عمر کی ہو گئی، اور بچہ جوان ہو کر بہت ہی فرمانبردار اور انتہائی نیکوکار ہوا۔ اس نے اپنی رات کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا ایک حصہ میں سوتا تھا اور ایک میں عبادت کرتا تھا اور ایک حصہ میں اپنی ماں کی خدمت کرتا تھا، اور روزانہ صبح کو جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتا اور ان کو فروخت

کر کے ایک تہائی رقم صدقہ کر دیتا اور ایک تہائی اپنی ذات پر خرچ کرتا اور ایک تہائی اپنی والدہ کو دے دیتا۔

ایک دن لڑکے کی ماں نے کہا:

''میرے پیارے بیٹے تمہارے باپ نے میراث میں ایک بچھیا چھوڑی تھی جس کو انہوں نے فلاں جھاڑی کے پاس جنگل میں اللہ کی امانت میں سونپ دیا تھا۔ اب تم اس جھاڑی کے پاس جا کر یوں دعا مانگو۔ اے ابراہیم، حضرت اسماعیل اور حضرت اسحٰق علیہم السلام کے خدا تو میرے باپ کی سونپی ہوئی امانت مجھے واپس دے دے۔''

''اور اس بچھیا کی نشانی یہ ہے کہ وہ پیلے رنگ کی ہے اور اس کی کھال اس طرح چمک رہی ہوگی کہ گویا سورج کی کرنیں اس میں سے نکل رہی ہیں۔''

یہ سن کر لڑکا جنگل میں اس جھاڑی کے پاس گیا اور دعا مانگی تو فوراً ہی وہ گائے دوڑتی ہوئی آ کر اس کے پاس کھڑی ہو گئی اور یہ لڑکا اسے پکڑ کر گھر لایا تو اس کی ماں نے کہا۔

''بیٹا تم اس گائے کو لے جا کر بازار میں تین دینار میں فروخت کر ڈالو لیکن کسی گاہک کو بغیر میرے مشورے کے مت دینا۔''

''ان دنوں بازار میں گائے کی قیمت تین دینار ہی تھی۔ بازار میں ایک گاہک آیا جو درحقیقت فرشتہ تھا۔ اس نے کہا میں گائے کی قیمت تین دینار سے زیادہ دوں گا مگر تم ماں سے مشورہ کیے بغیر میرے ہاتھ فروخت کر ڈالو''

لڑکے نے کہا:

''تم خواہ کتنی ہی زیادہ قیمت دو، میں اپنی ماں سے مشورہ کیے بغیر ہرگز ہرگز اس گائے کو نہیں بیچوں گا۔''

لڑکے نے ماں سے سارا ماجرا بیان کیا تو ماں نے کہا:

''یہ گاہک شاید کوئی فرشتہ ہو تو اے بیٹا تم اس سے مشورہ کرو کہ ہم گائے کو ابھی فروخت کریں یا نہ کریں۔''

چنانچہ اس لڑکے نے بازار میں جب اس گاہک سے مشورہ کیا تو اس نے کہا:

''ابھی تم گائے کو فروخت نہ کرو آئندہ اس گائے کو حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے لوگ خریدیں گے تو تم اس گائے کے چمڑے میں بھر کر سونا اس کی قیمت طلب کرنا وہ لوگ اتنی ہی قیمت دے کر خریدیں گے۔''

چنانچہ چند ہی دنوں کے بعد بنی اسرائیل کے ایک بہت مالدار آدمی کو جس کا نام عامیل تھا، اس کو اس کے چچا کے دو بیٹوں نے قتل کر دیا، اور اس کی لاش کو ایک ویرانے میں ڈال دیا صبح کو قاتل کی تلاش ہوئی مگر جب کوئی سراغ نہ ملا تو کچھ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قاتل کا پتہ پوچھا تو آپ نے فرمایا:

''تم لوگ ایک گائے ذبح کرو اور اس کی زبان یا دم کی ہڈی سے لاش کو چھوؤ تو وہ زندہ ہو کر خود ہی اپنے قاتل کا نام بتا دے گا۔'' (سورۂ البقرہ: 67)

یہ سن کر سامری نے اپنی قوم کے لوگوں کو گمراہ کرنا شروع کیا اور انہیں اکسایا کہ وہ پوچھیں۔

''گائے کا رنگ کیسا ہو اس کی عمر کتنی ہو؟'' (سورۂ البقرہ: 68)

اور یوں گائے کے بارے میں بحث شروع ہو گئی، بالآخر وہ جب اچھی طرح سمجھ گئے کہ فلاح قسم کی گائے چاہیے تو ایسی گائے کی تلاش شروع کر دی یہاں تک کہ جب یہ لوگ اس لڑکے کی گائے کے پاس پہنچے تو ہو بہو یہ ایسی ہی گائے تھی، جس کی ان لوگوں کو ضرورت تھی چنانچہ ان لوگوں نے گائے کو اس کے چمڑے میں بھر کر سونا اس کی قیمت دے کر خریدا اور ذبح کر کے اس کی زبان یا دم کی ہڈی سے ہاتھ کو چھوا تو وہ زندہ ہو کر بولا اٹھا:

''میرے قاتل میرے چچا کے دونوں لڑکے ہیں جنہوں نے میرے مال کے لالچ میں مجھ کو قتل کر دیا ہے۔''

یہ بتا کر وہ پھر مر گیا چنانچہ ان دونوں قاتلوں کو قتل کر دیا گیا، ان میں ایک سامری جادوگر کا دوست تھا اور اسی کے ایما پر اس نے قتل کیا تھا۔

اس پورے واقعہ کو قرآن مجید کی مقدس آیات میں اس طرح بیان فرمایا گیا ہے:

''اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا خدا تمہیں حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو بولے کہ آپ ہمیں مسخرہ بناتے ہیں فرمایا خدا کی پناہ کہ میں جاہلوں میں سے ہوں بولے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں بتا دے گائے کیسی ہے کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے نہ بوڑھی اور نہ اوسر بلکہ ان دونوں کے بیچ میں تو کرو جس کا تمہیں حکم ہوتا ہے بولے اپنے رب سے دعا کیجئے ہمیں بتا دے اس کا رنگ کیا ہے کہا وہ فرماتا ہے مجھے وہ ایک پیلی گائے ہے جس کی رنگت ڈبڈہاتی دیکھنے والوں کو خوشی دیتی، بولے اپنے رب سے دعا کیجیے کہ ہمارے لیے صاف بیان کر دے وہ گائے کیسی ہے بے شک گایوں میں ہم کو شبہ پڑ گیا اور اللہ چاہے تو ہم راہ پا جائیں گے کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے جس سے خدمت نہیں لی جاتی کہ زمین جوتے اور نہ کھیتی کو پانی دے بے عیب ہے جس میں کوئی داغ نہیں بولے اب آپ ٹھیک بات لائے تو اسے ذبح کیا اور وہ ذبح کرتے وقت معلوم نہ ہوتے تھے اور جب تم نے ایک خون کیا تو ایک دوسرے پر اس کی تہمت ڈالنے لگے اور اللہ کو ظاہر کرنا تھا جو تم چھپاتے تھے تو ہم نے فرمایا اس مقتول کو اس گائے کا ایک ٹکڑا مارو اللہ یونہی مردے جلائے گا اور تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے کہ کہیں تمہیں عقل ہو۔''

(سورۂ البقرہ: 67 تا 73)

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اللہ سے باتیں کرنے کوہ طور پر تشریف لے گئے، سامری نے عدم موجودگی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے بچھڑے کی مورتی بنائی، یہ سنہرا جادو کا بچھڑا ''بھائیں بھائیں'' کرتا تھا اور دوڑتا بھی تھا۔ سامری نے بنی اسرائیل کو اس بچھڑے کی پوجا کرنے کی ترغیب دی۔

فرعون کی ہلاکت کے بعد بنی اسرائیل اس کے پنجے سے آزاد ہو کر سب ایمان لائے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہوا کہ وہ چالیس راتوں کا کوہ طور پر اعتکاف کریں اور اس کے بعد انہیں کتاب توریت دی جائے گی، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر چلے گئے اور بنی اسرائیل کو اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کے سپرد کر دیا، آپ چالیس دن تک دن بھر روزہ دار رہ کر ساری رات عبادت میں مشغول رہے۔

مری جو طبعی طور پر نہایت گمراہ کن آدمی تھا۔ اس کی ماں نے برادری میں [illegible] اس کو پیدا ہوتے ہی پہاڑ کے ایک [illegible] چھوڑ دیا تھا، اور حضرت جبرائیل

علیہ السلام نے اس کو اپنی انگلی سے دودھ پلا کر پالا تھا، اس لیے یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو پہچانتا تھا، اس کا پورا نام موسیٰ سامری ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش فرعون کے گھر ہوئی تھی مگر خدا کی شان کہ فرعون کے گھر پرورش پانے والے موسیٰ علیہ السلام تو خدا کے رسول ہوئے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کا پالا ہوا موسیٰ سامری کافر ہوا، اور بنی اسرائیل کو گمراہ کر کے اس نے بچھڑے کی پوجا کرائی۔

جن دنوں حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر معتکف تھے، سامری نے آپ کی غیر موجودگی کو غنیمت جانا اور یہ فتنہ برپا کر دیا کہ اس نے بنی اسرائیل کے سونے چاندی کے زیورات کو مانگ کر پگھلایا اور اس سے ایک بچھڑا بنایا، اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کے قدموں کی خاک جو اس کے پاس محفوظ تھی، اس نے وہ خاک بچھڑے کے منہ میں ڈال دی تو وہ بچھڑا بولنے لگا پھر سامری نے بنی اسرائیل سے یہ کہا:

''اے میری قوم! (حضرت) موسیٰ کوہ طور پر اللہ کے دیدار کے لیے تشریف لے گئے ہیں حالانکہ تمہارا خدا تو یہی بچھڑا ہے لہٰذا تم لوگ اسی کی عبادت کرو۔''

سامری کی اس تقریر سے بنی اسرائیل گمراہ ہو گئے، اور بارہ ہزار آدمیوں کے سوا ساری قوم نے چاندی سونے کے بچھڑے کو بولتا دیکھ کر اس کو خدا مان لیا، اور اس کے آگے سربسجود ہو کر اس بچھڑے کو پوجنے لگے چنانچہ خداوند قدوس کا ارشاد ہے:

''اور موسیٰ کے بعد اس کی قوم اپنے زیوروں سے ایک بچھڑا بنا بیٹھی بے جان کا دھڑ گائے کی طرح آواز کرتا ہے۔'' (سورۃ الاعراف: 148)

جب چالیس دنوں کے بعد حضرت موسیٰ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہو کر اور توریت ساتھ لے کر بستی میں تشریف لائے اور قوم کو بچھڑا پوجتے ہوئے دیکھا تو آپ پر بے حد غضب و جلال طاری ہو گیا۔ آپ نے جوش غضب میں توریت کو زمین پر ڈال دیا اور اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی داڑھی اور سر کے بال پکڑ کر گھسیٹا اور مارنا شروع کر دیا اور فرمانے لگے:

''کیوں تم نے ان لوگوں کو اس کام سے نہیں روکا۔'' (سورۃ الاعراف: 150)

حضرت ہارون علیہ السلام معذرت کرنے لگے قرآن مجید میں ہے:

''کہا اے میرے ماں جائے قوم نے مجھے کمزور سمجھا اور قریب تھا کہ مجھے مار ڈالیں تو مجھ پر دشمنوں کو نہ ہنسا اور مجھے ظالموں میں نہ ملا۔''

(سورۃ الاعراف: 150)

حضرت ہارون علیہ السلام کی معذرت سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا غصہ ٹھنڈا پڑ گیا اس کے بعد آپ نے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کے لیے رحمت اور مغفرت کی دعا فرمائی پھر آپ نے اس بچھڑے کو توڑ پھوڑ کر اور جلا کر اس کو ریزہ ریزہ کر کے دریا میں بہا دیا۔

سامری کی اس حرکت پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے بددعا دی وہ پاگل ہو گیا۔ اس باغی و سرکش کی موت اس پاگل پن کی وجہ سے ہوئی۔ وہ بیابان میں سویا ہوا تھا کہ سورج نکلنے پر راہ گیروں نے دیکھا کہ سامری مرا پڑا ہے۔ جادو کا پٹارہ اس کے سینے پر تھا۔ اس نے دونوں آستینوں میں بت چھپا رکھے تھے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام

قوم سباء کا سیلاب

حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے فرزند ہیں۔ یہ اپنے مقدس باپ کے جانشین ہوئے، اور اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی نبوت اور سلطنت دونوں سعادتوں سے سرفراز فرما کر تمام روئے زمین کا بادشاہ بنا دیا اور چالیس برس تک آپ تخت سلطنت پر جلوہ گر رہے۔

جن وانس اور شیطان، چرندوں، پرندوں، درندوں سب پر آپ کی حکومت تھی۔ سب کی زبانوں کا آپ کو علم عطا کیا گیا، اور طرح طرح کی عجیب وغریب صفتیں آپ کے زمانہ میں بروئے کار آئیں۔ یوں تو سبھی پرندے حضرت سلیمان علیہ السلام کے مسخر اور تابع فرمان تھے، لیکن آپ کا ہدہد آپ کی فرمانبرداری اور خدمت گزاری میں بہت مشہور ہے۔ اس ہُد ہُد نے آپ کو ملک سباء کی ملکہ بلقیس کے بارے میں خبر دی تھی کہ وہ ایک بڑے تخت پر بیٹھ کر سلطنت کرتی تھی اور بادشاہوں کے شایان شان جو بھی سروسامان ہوتا ہے، وہ سب کچھ اس کے پاس ہے مگر وہ اور اس کی قوم ستاروں کے پجاری ہیں۔

اس خبر کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ بلقیس کے نام جو خط ارسال فرمایا اس کو یہی ہدہد لے کر گیا تھا قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا:

① سورۃ النمل

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

1۔ ''تم میرا یہ خط لے کر جاؤ اور اس کے پاس یہ خط ڈال کر پھر ان سے الگ ہو کر تم دیکھو کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔'' (سورۃ النمل: 28)

ہدہد خط لے کر گیا اور بلقیس کی گود میں یہ خط اوپر سے گرا دیا۔ اس وقت اس نے اپنے گرد امراء و ارکان سلطنت کا مجمع اکٹھا کیا پھر خط پڑھ کر لرزہ براندام ہوگئی، اور اپنے اراکین دولت سے یہ کہا:

2۔ ''اے سردار! میری طرف ایک عزت والا خط ڈالا گیا ہے جو (حضرت) سلیمان (علیہ السلام) کی طرف سے ہے اور بے شک وہ اللہ کے نام سے ہے جو بڑا مہربان نہایت ہی رحم والا ہے خط کا مضمون یہ ہے کہ تم مجھ پر بلندی نہ چاہو اور تم مسلمان ہو کر میرے حضور حاضر ہو جاؤ۔''

(سورۃ النمل: 29 تا 31)

خط سنا کر ملکہ بلقیس نے اپنی سلطنت کے امیروں اور وزیروں سے مشورہ کیا تو ان لوگوں نے اپنی طاقت اور جنگی مہارت کا اعلان و اظہار کر کے حضرت سلیمان علیہ السلام سے جنگ کا ارادہ ظاہر کیا اس وقت عقل مند بلقیس نے اپنے امیروں اور وزیروں کو سمجھایا:

''جنگ مناسب نہیں ہے کیونکہ اس سے شہر ویران اور شہر کے عزت دار باشندے ذلیل وخوار ہو جائیں گے اس لیے میں یہ مناسب خیال کرتی ہوں کہ کچھ ہدایا وتحائف ان کے پاس بھیج دوں اس سے امتحان ہو جائے گا کہ (حضرت) سلیمان (علیہ السلام) صرف بادشاہ ہیں یا اللہ کے نبی بھی ہیں اگر وہ نبی ہوں گے تو ہرگز میرا ہدیہ قبول نہ کریں گے بلکہ ہم لوگوں کو اپنے دین کا حکم دیں گے اور اگر وہ صرف بادشاہ ہوں گے تو میرا ہدیہ قبول کر کے نرم پڑ جائیں گے۔'' (سورۃ النمل: 34، 35)

چنانچہ بلقیس نے پانچ سو غلام پانچ سو لونڈیاں بہترین لباس اور زیورات سے آراستہ کر کے بھیجے، اور ان لوگوں کے ساتھ پانچ سونے کی اینٹیں اور بہت سے جواہرات اور مشک و عنبر اور ایک جڑاؤ تاج مع ایک خط کے اپنے قاصدوں کے ساتھ بھیجا۔

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

3۔ ''اور سلیمانؑ داؤد کا جانشین ہوا اور کہا اے لوگو ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی اور ہر چیز میں سے ہم کو عطا ہوا بے شک یہ ظاہر فضل ہے۔''

(سورۃ النمل: 16)

4۔ ''اور سلیمانؑ کے سامنے جنوں اور انسانوں کے لشکر جمع کیے جاتے پھر ان کی جماعتیں بنائی جاتیں (یعنی مختلف دستوں میں تقسیم کر کے مختلف

کاموں پر لگایا جاتا ایک بار اسی طرح فوجیں روانہ ہوئیں)۔''

(سورۃ النمل: 17)

5۔ ''یہاں تک کہ وہ چیونٹیوں کی بستیوں میں آ گئیں تو ایک چیونٹی نے کہا: اے چیونٹیو! اپنے اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ (کہیں) سلیمان اور اس کا لشکر تمہیں روند نہ ڈالیں اور انہیں خبر بھی نہ ہو۔'' (سورۃ النمل: 18)

6۔ ''چنانچہ سلیمانؑ اس (چیونٹی) کی بات پر مسکرا کر ہنس پڑے اور دعا کی: اے میرے رب! مجھے تو عطا فرما کہ میں تیری نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر عنایت فرمائی ہے اور یہ کہ میں ہمیشہ وہ کام کروں جو تجھے پسند ہو، اور اپنی رحمت سے مجھے اپنے نیک بندوں میں داخل فرما۔'' (سورۃ النمل: 19)

7۔ ''اور (جب) اس (سلیمانؑ) نے پرندوں کا جائزہ لیا تو کہا کیا (بات) ہے میں ہد ہد کو نہیں دیکھتا کیا وہ غائب ہو جانے والوں میں سے ہے؟''

(سورۃ النمل: 20)

8۔ ''البتہ میں اسے ضرور سزا دوں گا یا اسے ذبح کر ڈالوں گا یا اسے ضرور کوئی عذر معقول میرے پاس بیان کرنا ہوگا۔'' (سورۃ النمل: 21)

9۔ ''سو اس (ہد ہد) نے تھوڑی سی دیر کی، وہ آ گیا اور کہا: میں نے معلوم کیا ہے وہ جو آپ کو معلوم نہیں اور میں آپ کے پاس (ملک) سبا سے متعلق ایک قیمتی خبر لایا ہوں۔'' (سورۃ النمل: 22)

10۔ ''بے شک میں نے ایک عورت کو دیکھا ہے وہ ان پر بادشاہت کرتی ہے اور اسے ہر چیز (مال و دولت فوج وغیرہ) میسر ہے، اور اس کا ایک عظیم الشان تخت ہے، میں نے اسے اور اس کی قوم کو اللہ کے سوا سورج کو سجدہ کرتے پایا ہے، اور شیطان نے انہیں ان کے اعمال خوشنما بنا کر دکھائے ہیں، پس انہیں (سیدھے) راستے سے روک دیا ہے، سو وہ راہ ہدایت نہیں پاتے۔'' (سورۃ النمل: 23، 24)

11۔ ''اور یہ لوگ اللہ کو سجدہ کیوں نہیں کرتے؟ وہ جو آسمانوں اور زمین میں

چھپی ہوئی چیزوں کو نکالتا ہے اور جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو۔'' (سورۃ النمل: 25)

12۔ ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔''

(سورۃ النمل: 26)

13۔ ''سلیمانؑ نے کہا: اچھا ہم ابھی دیکھ لیں گے کہ تو نے سچ کہا ہے یا کہ جھوٹوں میں سے ہے۔'' (سورۃ النمل: 27)

14۔ ''میرا یہ خط لے جا ان کی طرف ڈال دے پھر لوٹ جا، اور دیکھ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔'' (سورۃ النمل: 28)

15۔ ''وہ عورت (ملکہ سبا) کہنے لگی: اے سردارو! بے شک میری طرف ایک باوقعت خط ڈالا گیا ہے۔ بے شک وہ سلیمانؑ (کی طرف) سے ہے۔ اور بے شک وہ (یوں ہے کہ) اللہ کے نام سے جو رحم کرنے والا نہایت مہربان ہے اور یہ کہ مجھ پر میرے مقابلے میں سرکشی نہ کرو (اور) میرے پاس فرمانبردار ہو کر آؤ۔'' (سورۃ النمل: 29 تا 31)

16۔ ''وہ بولی: اے سردارو! میرے معاملے میں مجھے رائے دو، میں کسی معاملہ میں فیصلہ کرنے والی نہیں ہوں (فیصلہ نہیں کرتی) جب تک تم موجود نہ ہو۔'' (سورۃ النمل: 32)

17۔ ''وہ بولے: ہم قوت والے بڑے لڑنے والے ہیں اور فیصلہ تیرے اختیار میں ہے تو دیکھ لے تجھے کیا حکم کرنا ہے۔'' (سورۃ النمل: 33)

18۔ ''وہ بولی: بے شک جب بادشاہ کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے تباہ کر دیتے ہیں اور وہاں کے معززین کو ذلیل کر دیا کرتے ہیں اور یہ لوگ بھی اسی طرح کریں گے اور بے شک میں ان کی طرف ایک تحفہ بھیجتی ہوں پھر دیکھتی ہوں کہ قاصد کیا جواب لے کر لوٹتے ہیں۔''

(سورۃ النمل: 34، 35)

19۔ ''پس جب سلیمان کے پاس قاصد آیا تو اس نے کہا: تم مال سے میری مدد کرنا چاہتے ہو؟ (مجھے یہ مال و دولت درکار نہیں) پس اللہ نے جو مجھے

دیا ہے وہ بہتر ہے اس سے جو اس نے تمہیں دیا ہے۔ بلکہ اپنے تحفے سے تم ہی خوش رہو (یعنی یہ اپنے پاس رکھو) تم (قاصد) واپس لوٹ جاؤ۔ سو ہم ان پر حملہ ضرور کریں گے، ایسے لشکروں سے جن کے (مقابلے) کی ان میں طاقت نہ ہوگی، اور ہم ضرور انہیں وہاں سے ذلیل کر کے نکال دیں گے اور وہ خوار ہوں گے۔'' (سورۂ النمل: 36، 37)

20۔ ''سلیمانؑ نے کہا: اے سردارو! تم میں سے کون اس (ملکہ) کا تخت میرے پاس لائے گا؟ اس سے قبل کہ وہ میرے پاس فرمانبردار ہو کر آئیں۔'' (سورۂ النمل: 38)

21۔ ''کہا جنات میں سے ایک قوی ہیکل نے: بے شک میں تخت آپ کے پاس اس سے قبل لے آؤں گا کہ آپ اپنی جگہ سے کھڑے ہوں اور بے شک میں قوت والا اور امانتدار ہوں۔'' (سورۂ النمل: 39)

22۔ ''پھر اس شخص نے جس کے پاس کتاب (الٰہی) کا علم تھا، کہا: میں اس تخت کو آپ کے پاس اس سے قبل لے آؤں گا کہ آپ پلک جھپکیں۔ پس جب سلیمانؑ نے اسے اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو اس نے کہا ضرور یہ سب میرے رب کے فضل سے ہے۔ تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ آیا میں شکر ادا کرتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں؟ اور جس نے شکر کیا پس وہ اپنی ذات کے لیے شکر کرتا ہے اور جس نے ناشکری کی تو بے شک میرا رب بے نیاز کرم کرنے والا ہے۔'' (سورۂ النمل: 40)

23۔ ''اس (سلیمانؑ) نے کہا کہ: اس (ملکہ کے امتحان کے لیے) اس کے تخت کی وضع بدل دو ہم دیکھیں کہ آیا وہ سمجھ جاتی ہے یا ان لوگوں میں سے ہوتی ہے جو نہیں سمجھتے۔'' (سورۂ النمل: 41)

24۔ ''پس جب (وہ ملکہ) آئی تو (اس سے) کہا گیا کہ تیرا تخت ایسا ہی ہے؟ وہ بولی گویا کہ یہ وہی ہے اور ہمیں اس سے قبل بتا دیا گیا (علم ہو گیا تھا) اور ہم اور سلیمان فرمانبردار ہیں۔'' (سورۂ النمل:42)

25۔ ''اور سلیمانؑ نے اس کو اس سے روکا جس کی وہ اللہ کے سوا پرستش کرتی

تھی بے شک وہ کافروں کی قوم میں سے تھی۔'' (سورۂ النمل: 43)

26۔ ''اس سے کہا گیا کہ محل میں چلیے، (جس کا فرش شیشے کا تھا اور نیچے پانی رواں تھا) جب اس نے اس محل کے فرش کو دیکھا تو اسے گہرا پانی دیکھا اور (پائنچے اٹھا) اپنی پنڈلیاں کھول دیں۔ اس (سلیمانؑ) نے کہا: بے شک یہ شیشوں سے جڑا ہوا محل ہے۔ وہ فوراً بولی: اے میرے رب! بے شک میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور (اب) میں سلیمان کے ساتھ (ان کے اتباع میں) تمام جہا[illegible] کے رب پر ایمان لائی۔'' (سورۂ النمل: 44)

② سورۃ السباء

اس سورۂ مبارکہ میں ارشاد ربانی ہوتا ہے:

1۔ ''اور سلیمانؑ کے لیے ہوا کو (مسخر) کیا کہ اس کی صبح کی منزل ایک ماہ (کی راہ ہوتی) اور شام کی منزل ایک ماہ (کی راہ) ہوتی۔ ہم نے ان کے لیے تانبے کا چشمہ بہا دیا اور جنات میں سے (بعض) ان کے سامنے محنت شاقہ کرتے تھے ان (سلیمانؑ) کے رب کے حکم سے اور ان میں سے جو ہمارے حکم سے پھرے گا ہم اسے دوزخ کے عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔'' (سورۂ السباء: 12)

2۔ ''وہ (جنات) سلیمانؑ کے لیے جو وہ چاہتے بناتے وہ اس کے لیے قلعے بناتے اور تصویریں (مورتیاں) اور حوض جیسے لگن، اور ہر جگہ جمی ہوئی دیگیں (اور) اے خاندان داؤدؑ! تم میرا شکر بجا لاؤ اور میرے بندوں میں شکر گزار تھوڑے ہیں۔'' (سورۂ السباء: 13)

3۔ ''پھر جب ہم نے اس (سلیمانؑ) کی موت کا حکم جاری کیا تو کسی چیز نے انہیں (جنوں کو) اس کی موت کا پتہ نہ دیا، بجز گھن کے کیڑے کے، جو سلیمانؑ کے عصا کو کھاتا رہا۔ پھر جب وہ گر پڑا تو جنوں پر حقیقت کھلی اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو وہ اس ذلت کے عذاب میں نہ پھنسے رہتے۔'' (سورۂ السباء: 14)

4۔ ''البتہ قوم سبا کے لیے ان کی آبادی میں نشانی تھی دو باغ دائیں اور بائیں (ہم نے کہہ دیا کہ) اپنے پروردگار کے عطا کردہ رزق میں سے کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو (کیا ہی) پاکیزہ ہے تمہارا شہر اور (کیسا) پروردگار ہے بخشنے والا۔'' (سورۃ السباء: 15)

5۔ ''تو انہوں نے منہ پھیرا تو ہم نے ان پر زور کا سیلاب بھیجا اور ان کے باغوں کے عوض دو باغ انہیں بدل دیے جن میں بدمزہ میوے اور جھاؤ اور کچھ تھوڑی سی بیریاں ہم نے انہیں یہ بدلہ دیا ان کی ناشکری کی سزا اور ہم سزا دیتے ہیں اسی کو جو ناشکرا ہے۔'' (سورہ السباء: 16، 17)

سبا عرب کا ایک قبیلہ ہے، جو اپنے مورث اعلیٰ سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان کے نام سے مشہور ہے۔ اس قوم کی بستی یمن میں شہر ''صنعاء'' سے چھ میل کی دوری پر واقع تھی اس آبادی کی آب و ہوا اور زمین اتنی صاف اور اس قدر لطیف و پاکیزہ تھی کہ اس میں مچھر نہ مکھی نہ پسو نہ کھٹمل نہ سانپ نہ بچھو۔ موسم نہایت معتدل نہ گرمی نہ سردی یہاں تک کہ باغات میں کثیر پھل آتے تھے۔ یہ قوم بڑی فارغ البالی اور خوشحالی میں امن و سکون اور آرام و چین سے زندگی بسر کرتی تھی۔ مگر نعمتوں کی کثرت اور خوشحالی نے اس قوم کو سرکش بنا دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کی ہدایت کے لیے یکے بعد دیگرے تیرہ انبیاء کرام کو بھیجا جو اس قوم کو خدا کی نعمتیں یاد دلا دلا کر عذاب الٰہی سے ڈراتے رہے، مگر ان سرکشوں نے خدا کے مقدس انبیاء کو جھٹلا دیا۔

اس قوم کا سردار جس کا نام ''حمار'' تھا۔ وہ اتنا متکبر اور سرکش انسان تھا کہ جب اس کا بیٹا مر گیا تو اس نے آسمان کی طرف تھوکا اور اپنے کفر کا اعلان کر دیا، اور اعلانیہ لوگوں کو کفر کی دعوت دینے لگا اور جو کفر کرنے سے انکار کرتا اسے قتل کر دیتا، اور خدا کے نبیوں سے نہایت ہی بے ادبی اور گستاخی کے ساتھ کہتا۔

''آپ لوگ اللہ سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نعمتوں کو ہم سے چھین لے۔''

جب حمار اور اس کی قوم کا طغیان و عصیان بہت زیادہ بڑھ گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر سیلاب کا عذاب بھیجا، جس سے ان لوگوں کے باغات اور اموال و مکانات سب غرق ہو کر فنا ہو گئے، اور پوری بستی ریت کے تودوں میں دفن ہو گئی۔ اس طرح یہ سرکش و باغی قوم تباہ و برباد

ہوگئی، اور ان کی بربادی ملک عرب میں ضرب المثل بن گئی۔

عمدہ اور لذیذ پھلوں کے باغات کی جگہ جھاؤ اور جنگلی بیروں کے خاردار اور خوفناک جنگل اگ آئے، اور یہ قوم عمدہ اور لذیذ پھلوں کے لیے ترس گئی۔

قوم سباء کی بستی کے کنارے پہاڑوں کے دامن میں بند باندھ کر ملکہ بلقیس نے تین بڑے بڑے تالاب نیچے اور اوپر بنا دیے تھے۔ ایک چوہے نے خدا کے حکم سے بند کی دیوار میں سوراخ کر دیا اور بڑھتے بڑھتے بہت بڑا شگاف بن گیا، یہاں تک کہ بند کی دیوار ٹوٹ گئی، اور ناگہاں زوردار سیلاب آ گیا بستی والے اس سوراغ اور شگاف سے غافل تھے اور اپنے گھروں میں چین کی بانسری بجا رہے تھے کہ اچانک سیلاب کے دھاروں نے ان کی بستی کو غارت کر ڈالا، اور ہر طرف بربادی اور ویران کا دور دورہ ہو گیا۔

قوم سبا کی یہ ہلاکت و بربادی ان کی سرکشی اور خدا کی نعمتوں کی ناشکری کے سبب ہوئی ان کی بداعمالیوں اور خدا کے انبیاء کے ساتھ بے ادبیاں گستاخیاں بہت بڑھ گئیں تو خداوند قہار و جبار کا قہر و غضب عذاب نے کر سیلاب کی صورت میں آ گیا اور ان کو تباہ برباد کر دیا۔

اب ذرا تفصیل سے اس واقعہ پر روشنی ڈالتے ہیں۔

یمن کا ملک بہت وسیع و عریض تھا۔ اس کی زمین نہایت زرخیز تھی، وادیاں بہت وسیع تھیں لیکن آب رسانی کا کوئی خاص انتظام نہ تھا، بس بارش کا پانی پہاڑی نالوں کے ذریعے اکٹھا ہو کر صحراؤں کو سیراب کرتا ہوا زمین کی تہوں میں غائب ہو جاتا۔ بارش ہوتی اور تھوڑی دیر میں یوں محسوس ہوتا کہ ایک خواب تھا جو ختم ہوا ایک چلتا بادل تھا، جو بن برسے گزر گیا انہیں ضرورت محسوس ہوئی کہ ان کے پانیوں کے راستے میں کوئی ڈیم تعمیر کیا جائے، جو بارش کے پانی کو ضائع ہونے سے بچا سکے اور جمع شدہ پانی آبپاشی کے لیے استعمال ہو سکے۔ ماہرین کی ایک جماعت اکٹھی ہوئی۔ باہم مشورے سے یہ طے پایا کہ وادیوں کے راستے دیواریں کھڑی کی جائیں اور چھوٹے چھوٹے بیراج بنائے جائیں ان بیراجوں اور کھڑی دیواروں میں طاق رکھے جائیں تا کہ ان جمع شدہ پانیوں کو حسب ضرورت استعمال میں لایا جا سکے۔

اس منصوبے پر فوراً عملدرآمد شروع ہوا۔ چھوٹے بڑے بیراج تعمیر ہونے لگے دیواریں کھڑی کی گئیں، کچھ ہی دنوں میں یہ منصوبہ تکمیل کو پہنچا۔ سینکڑوں چھوٹے چھوٹے

بیراج تعمیر ہوگئے کیونکہ یہ علاقہ ساری وادیوں میں منقسم تھا، پھر ایک بڑا ڈیم تعمیر ہوا یہ ڈیم تمام وادیوں کے دہانے مارب کے مقام پر تھا۔ یہ بڑا ڈیم بہت مضبوط اور ناقابل شکست تھا، اور پانی کا ایک بڑا ذخیرہ اس میں جمع ہوسکتا تھا، جسے بآسانی مفید کاموں کے لیے استعمال کیا جاسکتا تھا۔

مارب ایک وسیع وادی کے آخری کنارے پر واقع تھا، جو جنوب میں دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے شمالی حصہ کو تنگ کر کے اس پر یہ بڑا اور مفید ڈیم تعمیر کیا گیا تھا۔ مارب کا شہر اس ڈیم کے بالکل دامن میں تھا، چھوٹے بیراجوں کا تعلق اس بڑے ڈیم سے تھا۔ ان کا جمع شدہ پانی اس ڈیم میں آ کر جمع ہوتا تھا، اور موسم برسات میں ڈیم بھر جاتا تھا۔ سباء کے بڑے بڑے بادشاہوں نے اس ڈیم کی مضبوطی اور استحکام پر خصوصی توجہ دی، اور اسے ملکی مفادات کے لیے زیادہ سے زیادہ مفید بنانے کی کوشش کی۔ اس ڈیم کے دونوں جانب انجینئرنگ کے تحت راستے بنائے گئے تاکہ انہیں ضرورت کے مطابق کھولا جاسکے۔ جب پانی زیادہ ہوتا تو سب سے اوپر والا گیراج کھول دیا جاتا۔ اگر پانی کی سطح کم ہوتی تو درمیان والا اور بہت کم پانی کی صورت میں سب سے نچلا گیراج اٹھایا جاتا اور پانی استعمال میں لایا جاتا اور پھر یہ گیراج اور دروازے بند کر دیے جاتے۔

زمین زرخیز تھی، آبپاشی کے بہترین نظام کی وجہ سے ہر طرف شاداب فصلیں لہلہانے لگیں بارونق باغات دعوت نظارہ دینے لگے۔ میدان مرغزاروں میں تبدیل ہوگئے، وادیاں پھولوں اور پھلوں سے لدی نظر آنے لگیں، ہر طرف سبزہ ہی سبزہ تھا گویا سب ایک جنت تھی جسے زمین پر لا کر رکھ دیا گیا تھا۔ صحرا کی وہ زمین جہاں کاشت نہیں ہوتی تھی اور پانی نہ پہنچنے کی وجہ سے جہاں ریت اڑتی رہتی تھی۔ اب مصنوعی طریقوں سے اسے کاشت کے قابل بنا دیا گیا تھا۔ پھلوں اور پھولوں کی اس وادی میں خوش گلو پرندوں نے ماحول میں کچھ اور ہی حسن بکھیر دیا تھا۔

سونا اگلتی زمین نے ان کی تجوریوں کو سونے اور چاندی سے بھر دیا تھا، یہاں کوئی شخص بھی بھوکا اور ضرورت مند نظر نہیں آتا تھا۔ ہر طرف رزق اور نعمتوں کی فراوانی تھی۔

کچھ لوگوں نے تجارتی پیشہ اختیار کرلیا، وہ اپنا غلہ اور پھل شام اور حجاز کی بابرکت سر زمین میں لے جاتے۔ راستے پرامن تھے قافلے بے خوف چلتے، سفر کے لیے راستے بہت

موزوں تھے راستوں کے اردگرد سایہ دار درخت تھے، جہاں قافلہ ٹھہرتا سایہ اور میٹھا اور ٹھنڈا پانی حاضر پاتا۔

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

(اہل) سباء کے لیے ان کے مقام بود و باش میں ایک نشانی تھی (یعنی) دو باغ (ایک) داہنی طرف اور (ایک) بائیں طرف، اپنے پروردگار کا رزق کھاؤ اور اس کا شکر کرو (یہاں تمہارے رہنے کو یہ) اتنا پاکیزہ شہر، اور (وہاں بخشنے کو) رب غفور۔“ (سورۃ السباء: 15)

ان تمام نعمتوں کی فراوانی کے بعد اہل سبا کو اللہ غفور رحیم کا شکر بجالانا چاہتے تھا۔ وہ اس کی حمد و ثناء میں رطب اللسان رہتے۔ جس نے انہیں بھوک میں کھلایا اور خوف سے امن بخشا تھا، لیکن یہ بدبخت پہلی اقوام کی طرح ناشکری اور سرکشی کی راہ پر چل دیے، اور انہوں نے ان جیسی روش اختیار کرلی، جیسا پہلی اقوام نے روگردانی اور سرکشی کا طریقہ اپنایا تھا، اور اپنا علیحدہ مذہب اختیار کرلیا تھا۔

اہل سبا نے بھی روگردانی کر کے سرکشی و بغاوت کا راستہ اختیار کر کے وہی راستہ اور مذہب اختیار کرلیا۔

اللہ تعالیٰ کی ان بے انتہا نعمتوں کی ناقدری کی اور فخر وغرور اور زر پرستی کی انتہاء کردی۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی رہنمائی کے لیے انبیاء بھیجے، مگر انہوں نے انبیاء کی نصیحتوں سے اعراض کیا۔ ان انبیاء کرام نے ان کی اصلاح کی بہت کوششیں کیں، اور انہیں زر پرستی اور سرکشی سے باز رکھنے کی ساری ترکیبیں آزما ڈالیں، لیکن بے سود اب اللہ تعالیٰ نے انہیں اس سرکشی کی سزا دینے کا ارادہ فرمالیا۔ اس کی مشیت نے یہ تقاضا کیا کہ اس کفر کی انہیں سزا دی جائے، انہیں بتایا جائے کہ یہ نعمتیں ان کی محنت شاقہ ہی کا ثمر نہیں بلکہ ایک قادر مطلق کی دین ہے تاکہ ان کی تاریخ دوسروں کے لیے عبرت ٹھہرے، اور بعد میں آنے والے سرکشی کی سزا سے اچھا سبق سیکھ سکیں، اور ہر وہ شخص جو ان کے نقش قدم پر چلے اسے یہ پتہ ہو کہ اس کا نتیجہ بہت برا ہے، اور جو بھی اس راہ پر گامزن ہوتا ہے اسے بڑے نقصان سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

ڈیم ٹوٹ گیا دیواریں منہدم ہوگئیں۔ اس سیلِ بلاخیز کو روکنے کی کسی بھی طاقت نہ تھی

وادی کے دروں میں ایک عرصے سے رکا ہوا پانی اور بیراجوں کے ذریعے جمع شدہ طوفانی بارشوں کا پانی چھوٹا کہ اپنے ساتھ ہر چیز کو بہا لے گیا۔

فصلیں جڑوں سے اکھڑ گئیں، مکان گر گئے، پوری وادی ایک چٹیل غیر آباد ویرانہ نظر آنے لگی، پھل دار درختوں کے نام ونشان مٹ گئے، سبزہ اور نباتات خواب وخیال ہو گئے، اس چٹیل میدان میں اگر کہیں کچھ نظر آتا تو خودرو پودے خاردار جھاڑیاں، جھاؤ کے بوٹے اور بیری کے درخت تھے۔

اہل سبا میں جو لوگ غرق ہونے سے بچ گئے۔ جب انہیں محسوس ہوا کہ سبا میں رزق کے سب وسائل منقطع ہو گئے ہیں، اور ڈیم جس کی وجہ سے یہاں بہاریں تھیں ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو گیا ہے، اور کل جہاں باغات لہلہاتے تھے ویرانے نظر آتے ہیں تو ان سے صبر نہ ہو سکا، اور وہ اپنے وطن کو چھوڑ کر چل دیے۔ ان کی آنکھیں اشکبار تھیں، اور دل میں غم کے طوفان اٹھ رہے تھے لیکن وہ یہاں نہیں ٹھہر سکتے تھے کچھ لوگ جن کا تعلق قبیلہ غسان سے تھا شام کو چلے گئے، اور انمار قبیلے کے لوگ یثرب میں آ کر آباد ہو گئے، جبکہ جذام نے تہامہ اور آزد نے عمان کے علاقے کو پسند کیا۔ اہل سبا بُری طرح بکھر گئے حتیٰ کہ ان کی تباہی ایک کہانی بن گئی جو لوگوں میں گردش کرنے لگی۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں بے بہا نعمتوں سے نوازا، لیکن انہوں نے ان کی حفاظت نہ کی۔ انہیں خلعت فاخرہ عطا ہوئی، لیکن انہوں نے اس کی قدر نہ کی تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے انہیں اس سزا میں مبتلا کر دیا۔

قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

> ''یہ ہم نے ان کی ناشکری کی ان کو سزا دی۔ اور ہم سزا ناشکرے ہی کو دیا کرتے ہیں۔''
> (سورۃ سبا: 17)

اللہ تعالیٰ نے ان پر دو طرح کا عذاب مسلط کر دیا تھا۔ جن کی بدولت ان کے جنت مثال باغات برباد ہو گئے، اور ان کی جگہ جنگلی بیریاں، خاردار درخت اور پیلو کے درخت اگ کر یہ شہادت دینے اور عبرت کی کہانی سنانے لگے کہ خدا کی پیہم نافرمانی اور سرکشی کرنے والی اقوام کا یہی حشر ہوتا ہے۔

پہلی سزا

اہل سبا کو پہلی سزا یہ دی گئی کہ وہ بند جن کی تعمیر پر ان کو بے حد ناز تھا، اور جس کی بدولت ان کا دارالحکومت دونوں جانب تین سو مربع میل تک خوبصورت اور حسین باغات اور سرسبز وشاداب کھیتوں اور فصلوں سے عین گلزار بنا ہوا تھا، وہ خدا کے حکم سے ٹوٹ گیا اور اچانک اس کا پانی زبردست سیلاب بنا ہوا وادی میں پھیل گیا، اور مارب اور اس تمام حصہ زمین پر جن میں یہ فرحت بخش باغات تھے چھا گیا، اور ان سب کو غرق آب کر کے برباد کر ڈالا، اور جب پانی آہستہ آہستہ خشک ہو گیا تو اس پورے علاقہ میں باغوں کی جنت کی جگہ پہاڑوں کے دونوں کناروں سے وادی کے دونوں جانب جھاڑ کے درختوں کے جھنڈ، جنگلی بیروں کے جھاؤ اور ان پیلو کے درختوں نے لے لی، جن کا پھل بدذائقہ ہوتا ہے۔ خدا کے اس عذاب کو اہل مارب اور اہل سباء کی کوئی قوت وسطوت نہ روک سکی اور بند باندھنے میں انجینئرنگ اور علم ہندسہ کی مہارت فن کا جو ثبوت انہوں نے دیا تھا، وہ اس کی شکستگی کے وقت سب ناکارہ ہو کر رہ گیا، اور اہل سبا کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ کار باقی نہ رہا کہ اپنے وطن مالوف اور بلدہ طیبہ مارب اور نواح مارب کو چھوڑ کر منتشر ہو جائیں۔ قرآن عزیز نے اس عبرتناک واقعہ کو بیان کر کے عبرت نگاہ اور بیدار قلب انسان کو نصیحت کا یہ سبق سنایا ہے:

> ''پھر انہوں نے (قوم سبا نے) ان پیغمبروں کی نصیحتوں سے منہ پھیر لیا۔ پس ہم نے ان پر بند توڑنے کا سیلاب بھیج دیا اور ان کے دو (عمدہ) باغوں کے بدلے دو ایسے باغ اگا دیے جو بدمزہ پھلوں، جھاڑ اور کچھ بیری درختوں کے جھنڈ تھے، یہ ہم نے ان کی ناشکرگزاری کی سزا دی اور ہم ناشکری قوم کو ہی سزا دیا کرتے ہیں۔''
> (سورۃ السبا: 16)

غور کیجیے یہ سیلاب بہ اسباب ظاہر کس طرح آیا۔ کیا اس لیے کہ ''مارب کا بند'' کہنہ اور شکستہ ہو گیا تھا؟ نہیں۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو جس قسم کے انجینئر ماہرین نے اسے بنایا تھا۔ سبا میں ان کی اس وقت بھی کمی نہ تھی، اور وہ اس کے علاوہ ملک کے مختلف حصوں میں سینکڑوں بند تعمیر کراتے رہے تھے، پھر کیا وہ اس کی کہنگی اور شکستگی کا اتنا انتظام بھی نہیں کر سکتے تھے کہ

اگر اس کو اپنی طبعی عمر پر ٹوٹنا ہی ہے تو پانی کے زور کو اس طرح کم کر دیا جائے یا اس کے لیے تعمیر میں ایسے اضافے کر دیے جائیں کہ جس سے یہ اچانک شکستہ ہو کر اس مصیبت عظمیٰ کا باعث نہ بن سکتا، پھر یہ سیلاب کیوں آیا، اس لیے کہ اس حقیقت کے جان لینے کے باوجود کہ یہ بند عنقریب شکستہ ہو کر اس داہیۂ کبریٰ کا باعث بننے والا ہے۔ انہوں نے کاہلی اور سستی سے اس کی پرواہ نہیں کی تو تاریخ کی روشنی میں یہ بھی غلط ہے۔ اس لیے کہ حکومت سبا کے متعلق جو معاصرانہ تاریخی شہادتیں مہیا ہیں، وہ یہ ظاہر کرتی ہیں کہ وہ اس بند کی مضبوطی، استحکام اور ہر قسم کے حفاظتی امور کے بارے میں بہت مطمئن تھے، اور مسلسل اس سے آبپاشی کا کام لے رہے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ قدیم و جدید تواریخ اس ہولناک تاریخی واقعہ کے اسباب و علل کے بارے میں قطعاً خاموش ہیں کہ سبا پر یہ عذاب بلا شبہ غیر متوقع اور اچانک آیا، جس سے وہ خود بھی حیران و ششدر اور سراسیمہ ہو کر رہ گئے، اور وہ اس کے سوا اور کچھ نہ سمجھ سکے کہ یہ جو کچھ ہوا چانک غیبی ہاتھ سے ہوا کیونکہ بند کے استحکامات اور انتظامات میں بظاہر کوئی خرابی نہیں تھی، پھر یک لخت بند کا ٹوٹ جانا اور پانی کا سیلاب عظیم کی شکل میں پھیل کر تمام جنت نشان علاقے کو تباہ و برباد کر دینا بجز عذاب الٰہی کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ انہوں نے جب جائز اور پاک خوش عیشی کو عیاشی اور بداطواری میں بدل دیا، خدا کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے بجائے غرور و تکبر کے ساتھ کفران نعمت کیا، انبیاء اور پیغمبروں کے بار بار رشد و ہدایت پہنچانے کے باوجود شرک و کفر پر اصرار کیا تو اچانک عذاب الٰہی آ کر ان کو تباہ و برباد نہ کرتا تو اور کیا ہوتا

دوسری سزا

مارب کے ''بندِ آب'' ٹوٹ جانے پر جب شہر مارب اور اس کے دونوں جوانب کے علاقے سرسبز کھیتوں خوشبودار درختوں اور عمدہ میووں اور پھلوں کے شاداب باغوں سے محروم ہو گئے تو ان بستیوں کے اکثر باشندے منتشر ہو کر کچھ شام، عراق اور حجاز کی طرف چلے گئے، اور کچھ یمن کے دوسرے علاقوں میں جا بسے، مگر عذاب الٰہی کی تکمیل ہونا باقی تھی اس لیے کہ سبا نے صرف غرور و سرکشی اور کفر و شرک ہی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو نہیں ٹھکرایا تھا، بلکہ

ان کو یمن سے شام تک راحت رساں آبادیوں اور کارواں سراؤں کی وجہ سے وہ کفر بھی ناپسند تھا، جس میں ان کو یہ محسوس نہیں ہوتا تھا کہ سفر کی صعوبتیں کیا ہوتی ہیں اور پانی کی تکلیف اور خورد و نوش کی ایذا کس شے کا نام ہے، اور قدم قدم پر میلوں تک دو رویہ خوشبوؤں اور پھلوں کے باغات کی وجہ سے گرمی تپش کی زحمت سے بھی ناآشنا تھے۔

انہوں نے ان نعمتوں پر خدا کا شکر ادا کرنے کی بجائے بنی اسرائیل کی طرح ناک بھوں چڑھا کر یہ کہنا شروع کر دیا:

''یہ بھی کوئی زندگی ہے کہ انسان سفر کے ارادہ سے گھر سے نکلے تو یہ بھی نہ معلوم ہو کہ حالت سفر میں ہے یا اپنے گھر میں، وہ بھی کیا خوش نصیب انسان ہیں جو ہمت مردانہ کے ساتھ سفر کی ہر قسم کی تکالیف اٹھاتے، پانی اور خورد و نوش کے لیے آزار سہتے اور اسباب راحت و آرام کے مہیا نہ ہونے کی وجہ سے لذت سفر کا ذائقہ چکھتے ہیں، اے کاش ہمارا سفر بھی ایسا ہو جائے کہ ہم یہ محسوس کرنے لگیں کہ وطن سے کسی دور دراز جگہ کا سفر کرنے نکلے ہیں، اور ہم دوری منزل کی تکالیف سہتے ہوئے حضر اور سفر میں امتیاز کر سکیں۔''

(سورۃ السباء: 18، 19)

بدبخت اور ناسپاس گزار انسانوں کی یہ ناشکری تھی، جس کی تمناؤں اور آرزوؤں میں یہ لوگ مضطرب ہو کر خدا کے عذاب کو دعوت دے رہے تھے اور اس کے انجام بد سے غافل ہو چکے تھے۔ اہل سبا نے جب اس طرح کفران نعمت تکمیل کر دی تو اب اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو دوسری سزا یہ دی کہ یمن سے شام تک ان آبادوں کو ویران کر دیا، جو قریب قریب مسلسل چھوٹے چھوٹے قصبات، گاؤں کارواں سراؤں اور تجارتی منڈیوں کی صورت میں آباد اور ان کے راحت و آرام کی خود کفیل تھیں اور سفر کی ہر قسم کی صعوبتوں سے ان کو محفوظ رکھتی تھیں، اور اس طرح اس پورے علاقہ میں خاک اڑنے لگی، اور یمن سے شام تک نو آبادیوں کا یہ سلسلہ ویرانہ میں تبدیل ہو کر رہ گیا۔

قرآن عزیز کی یہ آیات اس حقیقت کا اعلان کرتی ہیں:

''ہم نے ان کے (ملک) اور برکت والی آبادیوں (شام) کے درمیان بہت

سی کھلی آبادیاں قائم کر دی تھیں اور ان میں سفر کی منزلیں (کاروانِ سرائیں) مقرر کی تھیں، اور کہہ دیا تھا، چلو ان آبادیوں کے درمیان رات دن بے خوف وخطر، مگر انہوں نے کہا اے ہمارے پروردگار ہمارے سفروں (منزلوں) کے درمیان دوری کر دے اور (یہ کہہ) کر انہوں نے خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کیا بس ہم نے ان کو کہانی بنا دیا اور ان کو پارہ پارہ کر دیا، بلاشبہ اس (واقعہ) میں عبرت کی نشانیاں ہیں صابر اور شکرگزار بندوں کے لیے۔''

(سورۃ السباء: 18، 19)

کسی خطہ میں باغوں کا ہونا گو خوش عیشی کی دلیل ہے، لیکن گزشتہ تفاصیل سے یمن کے طبعی خواص اور پھر بند آب کے عجیب وغریب طرز تعمیر نے سینکڑوں میل تک مارب کے دائیں بائیں مسلسل پھلوں پھولوں اور میووں کے بے شمار باغات نے جو صورتحال پیدا کر دی تھی۔ اس کے متعلق غیر مسلم مؤرخین کی شہادتیں بھی بتا رہی ہیں کہ مارب اور یمن کا یہ علاقہ دنیا میں فردوس نظیر بن گیا تھا، اور ان کے ملک کی صورتحال اللہ تعالیٰ کے خصوصی رہین منت تھی اس طرح قرآن عزیز نے اس کو خدا کی نشانی کہا ہے:

لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ۬ ط
كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ط بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ o

(سورۃ السباء: 15)

ان آیات میں ہے:

بلدہ طیبۃ و رب غفور

''شہر ہے پاک اور پروردگار ہے بخشنے والا۔''

اور اس کے بعد ہے:

فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ
جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ o

''پس انہوں نے خدا سے روگردانی کی۔'' (سورۃ السباء: 16)

ان دونوں جملوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اہل سبا پہلے مسلمان تھے، اور احکام الٰہی کے

مطیع وفرمانبردار مگر آہستہ آہستہ انہوں نے نافرمانی اور کفر اختیار کر لیا، جیسا کہ ان آیات سے بھی ظاہر ہوتا ہے:

ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ط وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ o

''اور ہم نے ان کی ناشکری کی ان کو سزا دی۔'' (سورۃ السباء:17)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلام اور کفر کے یہ دو زمانے ان پر کب طاری ہوئے، تا کہ ان آیات کی تفسیر واقعاتِ تاریخی کی روشنی میں کی جاسکے۔

اب سوال کا حل یہ ہے کہ سورہ السباء سے قبل سورہ النمل میں قرآن عزیز نے ملکہ سباء اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعات میں یہ بیان فرمایا ہے کہ ملکہ سبا اور اس کی قوم پہلے آفتاب پرست اور مشرک تھی، مگر حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعوت وارشاد پر اس نے اسلام قبول کر لیا اور تاریخ سے یہ ثابت ہے کہ وہ اس کے بعد بھی اپنی زندگی میں سریر آرائے سلطنت رہی، اور تمام قوم اس کی فرمانبردار تھی، پس جو اصحاب بصیرت اس زمانہ کی اقوام کی تاریخ سے آگاہ ہیں وہ جانتے ہیں کہ اسلام لانے کے بعد ملکہ کا سلطنت پر قائم رہنا، اس کی واضح اور روشن دلیل ہے کہ ملک کے ساتھ اس کی قوم بھی ایمان لے آئی تھی۔

نبی کریم ﷺ کے ان نامہ ہائے مبارک کے ان جملوں کو پڑھیے، جو آپ ﷺ نے شاہان عالم کے نام دعوت اسلام کے سلسلہ میں بھیجے ہیں:

''اے شاہانِ روم و ایران و مصر اگر تم نے خدا کی دعوت حق کا انکار کر دیا تو تمہاری رعایا کی گمراہی کا وبال بھی تمہاری گردن پر رہے گا۔''

یہ آپ ﷺ نے کیوں ارشاد فرمایا، صرف اس لیے کہ قدیم شخصی حکومتوں کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ ان کی قومی حکومتوں میں جو مذہب بادشاہ کا ہوتا تھا وہی پوری قوم کا مذہب بن جاتا تھا، اور بعض اقوام میں تو بادشاہ خدا کا مظہر سمجھا جاتا تھا، لہٰذا کسی بات کو اس کا قبول کر لینا گویا رعایا کے لیے خدا کے حکم کے برابر تھا۔

بہر حال 950 قبل مسیح میں سباء نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا، اور صدیوں تک انہوں نے اس امانت الٰہی کو سینہ سے لگائے رکھا، لیکن گزشتہ اقوام کی طرح جب انہوں نے اس سے روگردانی شروع کی اور دوبارہ شرک اختیار کیا تب خدا کے پیغمبروں نے

اپنے اپنے زمانہ میں آ کر ان کو رشد و ہدایت کی جانب متوجہ کیا۔ غالباً یہ انبیاء بنی اسرائیل ہیں جو بذات خود یا اپنے نائبوں کے ذریعے ان کو ہدایت کی جانب بلاتے رہے ہیں، مگر انہوں نے عیش و عشرت، دولت و ثروت اور حکومت و شوکت کے نشہ میں کوئی پرواہ نہیں کی بلکہ بنی اسرائیل کی طرح خدا کی نعمتوں کو ٹھکرانے لگے۔ تب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے خدا کی جانب سے سیل عزم اور آبادیوں کی تباہی کا عذاب آیا، اور اس نے سبا کے خاندان کو پارہ پارہ کر دیا۔

ایک یونانی مورخ تھیو فرسٹینس جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً تین سو بارہ برس پہلے اور سبا کا معاصر تھا، لکھتا ہے:

"یہ ملک سبا سے متعلق ہے، جو بخورات کی بڑی حفاظت کرتے ہیں، ان بخورات کا ڈھیر آفتاب کے ہیکل میں لایا جاتا ہے، جو اس ملک میں نہایت مقدس سمجھا جاتا ہے۔"

(ارض القرآن: ج2 ص 163)

علمائے اسلام میں سے ماہرین علم آثار نے دوسری یا تیسری صدی ہجری میں یمن کے کتبہ میں پڑھا تھا۔

"یہ شمر یرعش بادشاہ نے سورج دیبی کے لیے بنایا ہے۔"

(تاریخ حمزہ اصفہانی: ص 110)

سورہ سبا کی ان ہی آیات میں ہے:

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا آمِنِينَ ○

"اور ہم ان کی اور (شام میں) ان کی بستیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت دی تھی۔"

(سورۂ السباء: 18)

مفسرین نے ان برکت والی بستیوں کی تفسیر میں مختلف اقوال نقل کیے ہیں ان میں سے صحیح قول یہ ہے:

"اس سے شام کی بستیاں مراد ہیں۔ اس لیے قرآن عزیز نے اس سلسلہ میں جو کچھ کہا ہے وہ ان ہی بستیوں پر صادق آتا ہے۔ جن کا تعلق یمن سے شام تک تجارتی شاہراہ سے تھا۔"

اللہ تعالیٰ نے قرآن عزیز میں موعظت و نصیحت کے چار طریقے بیان فرمائے ہیں۔

(ا) تذکیر بالآء اللہ

خدائے تعالیٰ نے اپنے بندوں پر جن نعمتوں کی ارزانی فرمائی ہے، ان کو یاد کر کے خدا کے احکام کی پیروی کی جانب متوجہ کرنا۔

سورۃ الاعراف میں ارشاد ہے:

"پس اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو تا کہ تم فلاح پاؤ پس اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد کرتے مت پھرو۔"

(سورۃ الاعراف)

(ب) تذکیر بایام اللہ

ان گزشتہ اقوام کے حالات بیان کر کے نصیحت و عبرت دلانا جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و انقیاد کی وجہ سے کامرانی اور فلاح دارین حاصل کی، اور یا سرکشی و طغیان کی انتہا پر پہنچ کر ہلاکت و تباہی مول لی، اور عذاب الٰہی کی مستوجب قرار پائیں یا بالفاظ دیگر اقوام کے عروج و زوال کو پیش کر کے سامان عبرت مہیا کرنا۔

سورۂ ابراہیم میں ہے:

"اور اے پیغمبر ان کو نصیحت کیجیے قوموں کے عروج و زوال کی تاریخ یاد دلا کر۔"

(سورۂ ابراهیم)

(ج) تذکیر بآیات اللہ

مظاہر قدرت کی جانب توجہ دلا کر خالق کائنات کی ہستی اور اس کی وحدت کا اعتراف کرانا اور تصدیق حق کے لیے اپنی نشانیوں معجزات آیات قرآنی کے ذریعہ چشم بصیرت وا کرنا۔

سورۂ یوسف میں ارشاد ہے:

"اور زمین اور آسمان میں خدا کے بہت سے نشانات ہیں کہ جن پر وہ بے توجہی کے ساتھ گزر جاتے ہیں اور پرواہ بھی نہیں کرتے۔"

(سورۂ یوسف: 105)

(د) تذکیر بما بعد الموت

برزخ اور قیامت کے حالات سنا کر عبرت دلانا۔

سورۂ قٓ میں ہے:

''پس قرآن کے ذریعے نصیحت کرو اس شخص کو جو خدا کی وعید یعنی بعد الموت کے عذاب سے ڈرتا ہے۔''
(سورۂ ق: ع3)

قوم سباء کا یہ واقعہ تذکیر بایام اللہ سے تعلق رکھتا ہے، اور ہمیں یہ عبرت دلاتا ہے کہ جب کوئی قوم عیش و راحت اور ثروت و طاقت کے گھمنڈ میں آ کر نافرمانی اور سرکشی پر آمادہ ہو جاتی ہے تو اول خدائے تعالیٰ اس کو مہلت دیتا ہے، اور اس کو راہ راست پر لانے کے لیے اپنی حجت کو آخری حد تک پورا کرتا ہے اگر وہ اس پر بھی قبول حق کی دشمن رہتی اور بغاوت و سرکشی کے اس اعلیٰ معیار پر پہنچ جاتی ہے کہ اس کو خدا کی نعمتیں اور عطا کردہ راحتیں بھی ناگوار گزرنے لگتی ہیں تو پھر قانون گرفت اپنا فولادی پنجہ آگے بڑھاتا اور ایسی بد بخت قوم کو پارہ پارہ کر دیتا ہے اور ہلاکت و بربادی کے آسمان پر اتار دیتا ہے، اور ان کا سارا کروفر دنیا کے سامنے صرف ایک کہانی بن کر رہ جاتا ہے۔

۞

50 یوم قبل ولادتِ محمد (ﷺ)

اصحاب الفیل اور لشکر ابابیل

یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت سے 50 یوم قبل کا ہے، اگرچہ بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ:

''عین ولادت کے دن ہی اصحاب الفیل کا واقعہ پیش آیا۔''

اس دوران ایران اور روم کی حکومت اپنے شباب پر جلوہ نما تھیں، ان کی کشمکش نے دیگر پڑوسی ممالک کو بھی متاثر کیا، چنانچہ یمن ایران کا اور حبش روم کا حلیف تھا۔

اصحاب الاخدود کا واقعہ پیش آنے کے بعد یمن میں جو مسلمان کسی طرح چھپ چھپا کر باہر آ گئے تھے۔ انہوں نے شاہ روم قیصر سے اپنی فریاد کی، اور ہم مذہبی کے ناطے انتقام کی درخواست کی۔ قیصر نے شاہ حبش نجاشی کو یمن پر فوج کشی کا حکم دے دیا۔ نجاشی نے یمن پر حملہ کر کے اسے فتح کر لیا، اور یمن کا بادشاہ یوسف ذونواس دریا میں کود کر غرق آب ہو گیا۔

مؤرخین کا خیال ہے کہ جس نے یمن کو فتح کیا اس کا نام ارباط تھا، اور یہی یمن کے سب سے پہلے گورنر بنائے گئے، لیکن چند سال بعد ابرہتہ الاشرم جو نجاشی فوج ہی کا کمانڈر تھا اس نے ارباط کے خلاف بغاوت کر دی، اور وہ ارباط کو قتل کر کے خود تخت نشین ہو گیا۔ جب نجاشی کو اس بغاوت کا علم ہوا تو اس نے سخت غضب ناک ہو کر قسم کھائی:

''میں ابرہہ کو قتل کر کے اس کی حکومت کو اپنے پیروں تلے روند دوں گا۔''

جب ابرہہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ گھبرا گیا اور اطاعت و فرمانبرداری کے اظہار کے لیے اس نے اپنے جسم سے خون نکال کر ایک بوتل میں بند کر کے ایک تھیلی میں یمن کی خاک بھری، اور دونوں چیزیں قاصد کے ہاتھ حبش بھیج دیں اور ایک تحریر

بھی بھیجی جس میں لکھا تھا:

''جس طرح ارباط آپ کا تابع فرمانبردار تھا اسی طرح یہ غلام بھی ہمیشہ آپ کا تابع ومطیع رہے گا، جب سے میں نے سنا ہے کہ آپ مجھ سے خفا ہیں اس وقت سے سخت پریشان ہوں، اور آپ کی قسم کو پورا کرنے کے لیے اپنا خون اور یمن کی خاک بھیج رہا ہوں۔''

نجاشی نے ابرہہ کو معاف کر دیا، اور اس طرح ابرہہ یمن پر بے خطر حکمرانی کرنے لگا، ابرہہ نے اپنی تمام قلمرو میں عیسائی مبلغین کو بھیج بھیج کر عیسائیت کی تبلیغ کی۔ اس نے جگہ جگہ کنیسے تعمیر کرائے جس میں سب سے بڑا اور مشہور کلیسا صنعا میں تعمیر کروایا جسے اہل عرب ''القلیس'' سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس کلیسا کی تعمیر پر ابرہہ نے بے دریغ مال خرچ کیا، بیش قیمت پتھروں کی ایک نہایت خوبصورت وسیع وعریض عمارت تعمیر کروائی، آب زر سے منقش کیا گیا، ہاتھی کے دانت اور آبنوس کے نہایت حسین وجمیل منبروں سے آراستہ کیا گیا، سونے چاندی کی ٹائلوں سے اس کو آراستہ کیا گیا، اور شاہ نجاشی کے پاس لکھ کر بھیجا:

''میں نے صنعاء کے اندر آپ کے لیے ایک ایسا بے نظیر گرجا تعمیر کرایا ہے کہ اس سے پہلے تاریخ نے ایسا گرجا نہیں دیکھا ہوگا۔ اب میری تمنا ہے کہ جو لوگ اقطاع وامصار سے دور دراز کا سفر کر کے مکہ میں کعبہ کے حج کے لیے روانہ ہوتے ہیں، ان کا رخ اس کلیسا کی طرف پھیر دوں۔''

باوجودیکہ مکہ کفر وشرک کی آلائشوں میں ڈوبا ہوا تھا، اور بیت اللہ کی بجائے بیت الاوثان بن رہا تھا، لیکن کعبہ کے احترام میں بجائے کمی کے اس درجہ شدت آ گئی تھی کہ جن کپڑوں میں وہ گناہ کرتے تھے۔ ان کو پہن کر طواف کرنا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ جس کی بنا پر برہنہ طواف کرنے کی ایک مکروہ رسم ایجاد ہوئی، جس کو اسلام نے ختم کر دیا، عربوں نے جب اس کلیسا کا تذکرہ سنا اور انہیں حاکم یمن کے گندے خیالات وآرزوؤں کا علم ہوا تو شاہ یمن ابرہہ کے لیے نفرت کے جذبات بھڑک اٹھے، ابرہہ کے متعلق مورخین کا بیان یہ ہے:

''یہ شاہی خاندان سے تھا اور چونکہ نکلا تھا اس لیے اہل عرب اس کو ابرہتہ

الاشرم کہتے ہیں عربی میں الشرم نکٹے کو کہتے ہیں۔ اس کی حکومت کا آغاز بعض کے نزدیک 525ء اور بعض کے نزدیک 543ء سے ہوتا ہے۔''

تاریخ عرب اس کی شاہد ہے کہ تمام اہل عرب خواہ وہ کسی بھی فرقہ اور کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں، کعبہ کی بہت زیادہ عظمت کرنے اور اپنے اپنے عقائد کے مطابق اس کا حج کرنا مقدس فرض سمجھتے تھے، اور یہی وجہ تھی کہ کعبہ کے اندر عرب کے مختلف فرقوں کے بت تین سو ساٹھ کی تعداد میں نصب تھے۔

حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کی تصاویر بھی موجود تھیں، اور جب فتح مکہ میں رسول اللہ ﷺ فاتحانہ داخل ہوئے تو آپ ﷺ کے ارشاد پر جس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کعبہ سے ان بتوں کو خارج کیا تو اس وقت بھی یہ تصاویر کعبہ کے اندر موجود تھیں۔

ایک روایت میں ہے:

''رسول اللہ ﷺ کے سامنے جب یہ ذکر آیا کہ عرب نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تصویر اس طرح بنائی ہے کہ ان کے ہاتھ میں پانسے ہیں۔''

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''مشرکین جھوٹے ہیں اور اسماعیل علیہ السلام کا دامن ایسے بے ہودہ عمل سے پاک ہے۔'' (بخاری باب فتح مکہ)

ابرہہ چاہتا تھا کہ لوگ خانہ کعبہ میں حج کے لیے نہ جائیں بلکہ وہ حج کے لیے یمن آئیں۔ اس لیے اس نے صنعاء میں کلیسا تعمیر کیا تھا، پہلے ذکر ہو چکا ہے اس عمارت کو اس قدر خوبصورت دلکشی دی گئی کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں چندھیا جائیں، اور دلوں پر محویت طاری ہو جائے۔ اسے خوب سجایا گیا دور دور سے قیمتی قالین اور بیش بہا سامان منگوایا تاکہ اس زیب وزینت اور خوبصورتی کو دیکھ کر اہل عرب اس کی طرف کھنچے چلے آئیں لیکن عربوں نے اس کی بلند اور خوبصورت عمارت کی طرف کوئی توجہ نہ دی، بلکہ ان کی توجہ کا مرکز کعبہ کا وہی کچا گھر رہا۔ عرب تو عرب یمن کے لوگوں نے بھی اس طرف کوئی توجہ نہ دی، اور دیوانہ وار کعبہ اللہ کی طرف دوڑے چلے آئے۔

ادھر عربوں کو جب یہ اطلاع ملی کہ حبشہ کا بادشاہ کعبتہ اللہ کی تحقیر چاہتا ہے تو ان کے

غصے کی کوئی انتہا نہ رہی، اور ان کے دلوں میں بادشاہ کے خلاف نفرت کے شعلے بلند ہونے لگے، عربوں نے کلیسا کی بے حرمتی کی ٹھان لی، زیب و زینت کی حامل اس عمارت کے تقدس کی کلی کھولنے کا ارادہ کرلیا، کنانہ کے ایک شخص نے رات کے وقت اس میں گھس کر پاخانہ کر کے اسے گندہ کر دیا۔

ابرہہ کو اس بات کی اطلاع ملی تو وہ غصے سے کانپنے لگا۔ اس کے دل میں انتقام کی آگ بھڑک اٹھی۔ اس نے قسم کھائی کہ وہ کعبۃ اللہ کو بہر صورت منہدم کرے گا۔ ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کی تعمیر کردہ اس عمارت کی بنیادوں کو کھود پھینکے گا۔ عربوں سے کلیسا کی تحقیر کا بدلہ لے گا، وہ اس وقت تک انہیں اذیتیں دیتا رہے گا۔ جب تک وہ اس گھر سے اعراض نہیں کر لیتے، اور اس کے تعمیر کردہ کلیسا کو مرکز اور محور نہیں بنا لیتے۔

ابرہہ جنگ کے لیے تیار ہو گیا ایک لشکر جرار کی خود قیادت کی جس کے مقدمہ میں دیوہیکل ہاتھی تھے، وہ کعبۃ اللہ کو گرانے کے لیے عازم مکہ ہوا، اس گھر کو نیست و نابود کرنے کے لیے روانہ ہوا جو عربوں کی امیدوں کا محور، ان کی عظیم عبادت گاہ اور قدیم ترین مرکز ہے۔

جب عربوں نے حملے کی خبر سنی تو ان کے اوسان خطا ہو گئے، ایک نصرانی کو یہ جرأت کہ وہ عربوں کی غیرت کو للکار رہا ہے، ان کی عبادت گاہ بیت اللہ کو گرانا چاہتا ہے۔ ایک یمنی سردار تمام مصلحتوں کو بالائے طاق رکھ کر ابرہہ کے راستے میں حائل ہو گیا۔ پوری قوم نے اس کی قیادت میں لڑتے مرنے کو زندگی کی بہاروں پر ترجیح دی۔ یمنی سردار نے دوسرے عربوں کو بھی غیرت دلائی، یمن سے باہر کے عربوں کو بھی ابرہہ کے خلاف جنگ پر ابھارا، انہیں جوش دلایا کہ وہ اس ظالم ہاتھ کو کعبۃ اللہ تک پہنچنے سے توڑ دیں، کچھ لوگوں نے اس کی بات مان لی۔ ایک مختصر سا لشکر ابرہہ کے لشکر سے نبرد آزما ہوا، لیکن ابرہہ جیسی طاقت سے ٹکرانا آسان نہیں تھا، یمنی سردار مقابلہ نہ کر سکا، اس لشکر جرار کے مقابلے کی اس میں طاقت نہیں تھی، ابرہہ نے بڑی آسانی سے انہیں شکست دی اور یمنی سردار قیدی بنا لیا گیا۔

عربوں میں کوئی دوسرا شخص ایسا نہ تھا۔ جو ابرہہ کا مقابلہ کرتا اور عربوں کو اس ظلم کے بعد جنگ کرنے کے لیے للکارتا، اگرچہ نے بہت سے عربوں نے غیرت میں آ کر اس کے مقابلے اور راہ روکنے کا ارادہ کیا، لیکن ابرہہ کا لشکر بہت مضبوط تھا، اور اس کا راستہ روکنا موت کو گلے

لگانے کے مترادف تھا۔

کہتے ہیں کہ ابرہہ نے فوج کو حکم دیا کہ وہ مکہ کی جانب بڑھے۔

ابرہہ دوسرے دن صبح کے وقت اپنے لشکر کو لے کر کعبہ کی طرف چل پڑا۔ وہ کعبہ کو ڈھانے کا حکم دے رہا تھا، ہاتھیوں کو چلنے کے لیے اٹھایا، گیا لیکن یہ سب سے بڑا ہاتھی محمود کعبہ کی طرف نہ چلا جب اس کا رخ کعبہ کی طرف کیا جاتا تو وہ بیٹھ جاتا، اور جب کسی اور طرف اس کا رخ کیا جاتا تو وہ تیزی سے چلنے لگتا۔

اتنے میں اللہ تعالیٰ نے سمندر کی جانب سے پرندوں کا ایک لشکر بھیج دیا۔ ہر پرندے کے پاس تین کنکریاں تھیں، دو پنجوں میں اور ایک چونچ میں۔ ابابیلوں کے اس لشکر نے ابرہہ کے لشکر پر اس قدر پتھر برسائے کہ ابرہہ کی فوج بے حواس ہو کر بھاگنے لگی۔ وہ کنکریاں چھوٹی چھوٹی تھیں لیکن وہ قہر الٰہی کے پتھر تھے، پرندے جب ان کنکریوں کو گراتے تو وہ ہاتھیوں پر سواروں کے خود کو توڑ کر سر سے نکل کر جسم کو چیر کر ان کے بدن کو چھیدتے ہوئے زمین پر گرتے تھے، ہر کنکری پر اس شخص کا نام لکھا ہوا تھا جو اس کنکری سے ہلاک کیا گیا۔ اس طرح ابرہہ کا پورا لشکر تباہ ہو گیا اور مکہ معظمہ محفوظ رہ گیا۔

قرآن عزیز نے اس واقعہ کا سورہ الفیل میں اپنے معجزانہ اسلوب کے ساتھ اس طرح ذکر کیا ہے۔ گویا ذات اقدس محمد ﷺ پر خدائے تعالیٰ کا بہت بڑا احسان اور ان کے اعزاز و اکرام کا عظیم الشان نشان ہے، قرآن مجید نے اس منظر کی اس طرح عکاسی کی ہے:

① سورۃ الفیل

1۔ ''(اے محمد ﷺ) کیا تم نے دیکھا تمہارے رب نے ہاتھی والوں کا کیا حال کیا؟ کیا ان کے فریب کو ناکارہ نہیں بنا دیا اور بھیج دیے ان پر پرندوں کے غول، جو ان پر سنگریزے پھینک رہے تھے تو اللہ نے انہیں کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کر دیا۔''

(سورۃ الفیل: 1 تا 5)

اسی واقعہ کی بنا پر اس سال کو عام الفیل ہاتھیوں کا سال کہتے ہیں۔

اصحاب الفیل کا یہ عجیب و غریب واقعہ ماہ محرم میں ولادت باسعادت حضرت محمد ﷺ سے چالیس یا پچاس روز قبل پیش آیا۔

جب نبی اکرم ﷺ مکہ کی حیات مبارک میں سورہ الفیل کا نزول ہوا تو مشرکین، یہود اور نصاریٰ کی اس عداوت کے باوجود جو آپ ﷺ کی ذات مبارک سے ان کو تھی کسی سمت سے بھی اس سورۂ مبارکہ میں بیان کردہ واقعہ کے خلاف کوئی صدا بلند نہیں ہوئی کہ یہ واقعہ غلط ہے یا اس کی اصل حقیقت یہ نہیں ہے بلکہ دوسری ہے۔

یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ چونکہ یہ واقعہ صرف نبی اکرم ﷺ ہی سے نہیں بلکہ تمام عرب خصوصاً قریش کی عظمت وعزت بڑھاتا تھا، اس لیے کسی نے اس کے خلاف آواز بلند نہیں کی، یہ بات اس لیے غلط ہے کہ جس وقت یہ سورہ مبارکہ نازل ہوئی ہے۔ اس وقت عرب میں مذہبی فرقہ بندی کے اعتبار سے عرب کے مختلف حصوں میں عموماً نجران کے مشہور شہر میں خصوصاً عیسائیت، مشرکین مکہ اور محمد ﷺ دونوں کے حریف ورقیب تھے، اس لیے وہ عربی نژاد ہونے کو قطع نظر کر سکتے ہیں، مگر عیسائیت کی اس توہین کو جو ان کے زعم میں یا قریش مکہ کی عزت کو بڑھاتی تھی اور محمد ﷺ کی عظمت کو ایک لمحہ کے لیے بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے، بلکہ وہ اور یہود دونوں ایسے واقعہ کو سننا بھی گوارا نہ کرتے، جو ان کے قبلہ ''صخرہ بیت المقدس'' کے علاوہ ایسے مقام ''کعبہ'' کی صدہا عظمت کا اظہار کرتا ہے جس کے قبلہ بننے کو وہ نفرت کی نگاہ سے دیکھتے اور علی الاعلان اسے جھٹلاتے تھے۔

بہر حال تاریخ کی صاف اور بے لوث شہادت یہ ثابت کر رہی ہے کہ ایک عیسائی معاصر نے بھی اس واقعہ کے خلاف لب کشائی کی جرأت نہیں کی، اور ہجرت کے بعد جب آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں نجران کا وفد آیا ہے تو وہ اپنے خیال میں اسلام کے خلاف جس قسم کی نکتہ چینیاں کر سکتا تھا، اور رسول اللہ ﷺ اور قرآن کی تکذیب میں جو دلائل دے سکتا تھا۔ وہ سب اس نے پیش کیے لیکن اس واقعہ کے خلاف ایک حرف بھی زبان سے نہیں نکالا، اور اگر ایسا ہوا ہوتا تو جس تاریخ نے چودہ سو برس سے ان تمام اعتراضات کو اپنی آغوش میں محفوظ رکھا ہے۔ جو معاندین کی جانب سے نبی اکرم ﷺ قرآن اور اسلام پر کیے گئے ہیں۔ وہ کیسے اس اعتراض کو فراموش کر سکتی تھی۔

اب اصل واقعہ کی طرف سفر کرتے ہیں۔

ابرہہ نے جب اپنے بنائے ہوئے کلیسا کا یہ انجام دیکھا کہ کسی نے اس کے گرجا گھر میں داخل ہو کر پیشاب و پاخانہ کر دیا ہے، اور اس کے در و دیوار کو نجاست سے آلودہ کر ڈالا

ہے، اس حرکت پر ابرہہ کو بہت طیش میں آ گیا، اور اس نے کعبہ معظمہ کو ڈھا دینے کی قسم کھالی اور اس ارادہ سے اپنا لشکر لے کر روانہ ہو گیا۔

ابرہہ سر پر تاج سجائے سینے پر کامیابی اور کامرانی کے میڈل لگائے مکہ کی طرف بڑھنے لگا، کئی کمزور قبائل نے اس کے سامنے گردنیں جھکا دیں، کئی چل کر اس کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور اسے اطاعت کا یقین دلایا اور سر تسلیم خم کر دیا، کچھ لوگوں نے تو اس کا کھلے بازوؤں استقبال کیا اس کو پرامن راستے دکھانے کے لیے لشکر کے آگے آگے چلے۔

ابرہہ کے ساتھ بنو ثقیف کا ایک شخص ابو رغال بھی تھا، ابو رغال راستے کی نشاندہی کر رہا تھا، لشکر نے مغمس کے مقام پر پڑاؤ کیا۔ جب پورا لشکر اتر چکا تو ابرہہ نے کئی سپاہی بھیجے جو تہامہ کے قریشیوں اور دیگر قبائل کے مویشی ہانک کر لے آئے، ان مویشیوں میں دو سو اونٹ عبدالمطلب بن ہاشم کے بھی تھے۔

حجاج کرام کی سقائی کا منصب ان دنوں عبدالمطلب کے پاس تھا۔ انہیں مکہ میں بڑی عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ قبیلہ قریش اور دیگر کئی قبائل نے ابرہہ کے خلاف لڑنے کا ارادہ کیا، لیکن عبدالمطلب جانتے تھے کہ عرب قبائل میں اس لشکر کے ساتھ مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں، اس لیے وہ خاموش رہے اور کسی قسم کی مزاحمت کا ارادہ نہ کیا، مشکل اور مصیبت کی اس گھڑی میں ابرہہ کا قاصد مکہ آیا۔ اس نے سردار مکہ کے گھر کا پتہ پوچھا وہ جاننا چاہتا تھا کہ یہاں کس کا حکم چلتا ہے تاکہ اس سے بات کی جائے۔ قاصد کو ایک شخص عبدالمطلب بن ہاشم کے ہاں لے گیا۔ اس نے سردار مکہ عبدالمطلب کو دیکھتے ہی بتایا:

''بادشاہ عیسائیت کا پیغام ہے کہ وہ لڑنے نہیں آیا بلکہ کعبۃ اللہ کو گرانے آیا ہے، اگر تم نے مزاحمت نہ کی تو تمہارا خون بہانے کی کوئی ضرورت نہیں، اگر تم امن چاہتے ہو تو میرے ساتھ آؤ اور بادشاہ کی خدمت میں حاضری دو۔''

عبدالمطلب نے فرمایا:

''خدا کی قسم ہم جنگ نہیں چاہتے، اور نہ ہی ہم میں مزاحمت کی طاقت ہے۔''

یہ سن کر قاصد نے کہا:

''اگر تم جنگ نہیں کرنا چاہتے تو پھر میرے ساتھ چلو کیونکہ بادشاہ کا یہی حکم

ہے کہ میں تمہیں اپنے ساتھ لے چلوں۔''

عبدالمطلب نے اپنے بیٹوں اور دوسرے سرداروں کو اپنے ساتھ لیا اور ابرہہ کے لشکر میں پہنچ گئے۔ جب عبدالمطلب ابرہہ کے خیمے میں داخل ہوئے تو ابرہہ کو بتایا گیا:

''قریش کا سردار عبدالمطلب حاضر ہے جو بھوکوں کو کھانا دیتا ہے اور اس کی سخاوت کا یہ عالم ہے کہ پہاڑ کے درندے بھی ان کے خوان کرم پر پلتے ہیں۔''

عبدالمطلب حسن صورت میں کمال رکھتے تھے، پُر ہیبت اور پُر جلال شخصیت کے حامل چہرے سے وقار اور متانت ٹپکتی تھی جب ابرہہ نے یہ حسین سراپا دیکھا تو بہت متاثر ہوا تخت سے اٹھا اور ان کے ساتھ کمال عزت وتکریم سے پیش آیا، اپنے تخت کو چھوڑا اور ان کے ساتھ نیچے زمین پر بیٹھ گیا حالانکہ وہ کسی شخص کو خاطر میں نہ لاتا تھا، اور کسی شخص کو ساتھ بٹھانے کا تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا،لیکن آج نہ جانے کیوں اس کی انا کا بت عبدالمطلب کے سامنے زمین بوس ہوگیا تھا۔

ابرہہ نے خوش آمدید کہنے کے بعد آنے کا مقصد پوچھا،عبدالمطلب نے کوئی بات نہ کی صرف اتنا کہا:

''تمہارے سپاہیوں نے میرے اونٹ غصب کر لیے ہیں، اور میں اپنے اونٹ لینے آیا ہوں۔''

ابرہہ نے کہا:

''عبدالمطلب! میں تمہاری شخصیت کے ظاہری حسن و جمال سے بہت متاثر ہوا،لیکن تمہارا مطالبہ سن کر وہ سارا طلسم ٹوٹ گیا ہے،تم مجھ سے غصب شدہ دو سو اونٹ مانگ رہے ہو اور تمہیں اس گھر کی پرواہ ہی نہیں جس کی تعظیم آپ کا اور آپ کے آباؤ اجداد کا دین ہے، میں بیت اللہ کو گرانے آیا ہوں تم اس گھر کو بچانے کے لیے ایک لفظ بھی زبان پر نہیں لائے۔''

عبدالمطلب نے جواب دیا۔

''تو جانے اور بیت اللہ کا مالک جانے مجھے اس کے متعلق فکر کرنے کی ضرورت نہیں، میں اونٹوں کا مالک ہوں اس لیے تجھ سے اونٹوں کے متعلق گفتگو کر رہا ہوں۔ اس گھر کا مالک خود اس کی حفاظت فرمائے گا۔''

ابرہہ نے سردار عبدالمطلب کی درخواست منظور کر لی، اور اپنے لشکریوں کو حکم دیا کہ وہ سردار عبدالمطلب اور ان کے ساتھیوں کے اونٹ چھوڑ دیں۔ حکم کی تکمیل کی گئی اور تمام جانور چھوڑ دیے گئے، عبدالمطلب وہاں سے لوٹ آئے مکہ آ کر انہوں نے کعبہ کا دروازہ پکڑ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

''اے قادر مطلق! بندہ اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے، تو بھی اپنے گھر کی حفاظت کر، کافر تیرے گھر پر حملہ کرنے کے لیے آئے ہیں، تو اپنے گھر کو ان سے بچا لے تو بڑی طاقت والا ہے۔''

یہ دعا مانگ کر سردار عبدالمطلب نے کعبہ کا دروازہ چھوڑ دیا، پھر وہ لوگوں کے سامنے آئے اور انہیں بتایا:

''ابرہہ کعبہ پر حملہ کرنے والا ہے، ہوسکتا ہے اس کا لشکر پُر امن شہریوں کو بھی نقصان پہنچائے۔ اس لیے تم سب پہاڑوں اور گھاٹیوں کی غاروں میں جا کر چھپ جاؤ۔''

پھر سردار عبدالمطلب نے جاتے وقت چند قریش کو ساتھ لیا، اور کعبہ کے دروازے کا حلقہ پکڑ کر ابرہہ کے حق میں بددعا فرمائی اور قریش کو لے کر پ[illegible]وں میں جا کر چھپ گئے۔

ابرہہ نے صبح کے وقت مکہ پر چڑھائی کی تیاریاں شر[illegible]ع کر دیں۔ ابرہہ اپنے ساتھ بڑے طاقتور ہاتھی لایا تھا۔ ابرہہ کے ہاتھیوں میں اس کی سواری کا خاص ہاتھی محمود بھی شامل تھا وہ دوسرے ہاتھیوں سے زیادہ قد آور تھا۔ اس کی سونڈ بھی بہت لمبی تھی، جس کے دونوں دانتوں پر سونے کے پترے چڑھے ہوتے تھے۔

محمود جب جنگ میں دشمن کے لشکر میں گھستا ہوا آگے بڑھتا تو جو چیز اس کے سامنے آتی اسے چھیدتا ہوا گزر جاتا، ابرہہ غرور سے اپنے [illegible] ہاتھی محمود پر سوار تھا۔ وہ ارادہ کر کے آیا تھا کہ کعبہ کو ڈھا کر ہی دم لے گا۔ ہاتھی آگے بڑھتے [illegible] جا رہے تھے، اور دھول اور غبار کا [illegible] اڑا آ رہا تھا۔ حدودِ مکہ کے قریب پہنچ کر ہاتھی رک گئے۔ فیل بانوں نے ہاتھیوں کو [illegible] لیے لوہے کے مضبوط آنکس ان کے سروں پر مارے، مگر ہاتھی ٹس سے مس نہ ہوئے۔ یوں لگتا تھا جیسے زمین نے ان کے پاؤں جکڑ رکھے ہوں کوئی نادیدہ طاقت انہیں آگے بڑھنے سے

روک رہی تھی۔

''ہاتھیوں کو آگے بڑھاؤ۔''

ابرہہ نے گرجدار آواز میں کہا۔

مگر ہاتھی تھے کہ آگے بڑھنے کا نام نہ لے رہے تھے۔ وہ جہاں رکے ہوئے تھے وہیں کھڑے رہے۔

فیل بان ہار گئے، وہ ہاتھیوں کو ایک قدم بھی نہ چلا سکے تھے۔ ابرہہ پریشان ہو گیا وہ سوچنے لگا کیا کرنا چاہیے، ہاتھیوں کو آخر کیا ہو گیا ہے وہ آگے کیوں نہیں بڑھ رہے۔

ابرہہ جتنا سوچتا اس کی پریشانی بڑھتی جا رہی تھی۔ خوف اس کے دل میں پھیل رہا تھا۔ اس نے ایک بار پھر فیل بانوں کو حکم دیا کہ وہ ہاتھیوں کو آگے بڑھائیں۔

فیل بان ابرہہ کا حکم سن کر ہاتھیوں کو آگے بڑھانے کی کوشش کرنے لگے، مگر انہیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ انہوں نے آنکس مار مار کر ہاتھیوں کو لہولہان کر دیا تھا۔

اب ابرہہ کے کانوں میں سردار عبدالمطلب کی آواز گونجنے لگی:

''کعبہ خدا کا گھر ہے، وہ اپنے گھر کی خود حفاظت کرے گا۔''

وہ بار بار فیل بانوں کو ہاتھیوں کو آگے بڑھانے کا حکم دیتا، فیل بان ہر بار اپنی سی کوششیں کر دیکھتے، مگر وہ ہاتھیوں کو آگے نہ بڑھا سکے۔ وقت گزرتا جا رہا تھا۔ بار بار سردار عبدالمطلب کی آواز گونجنے لگی:

''کعبہ خدا کا گھر ہے وہ اپنے گھر کی خود حفاظت کرے گا۔''

''میں دیکھتا ہوں خدا اپنے گھر کی کیسے حفاظت کرتا ہے میں اس کو ڈھا کر ہی دم لوں گا۔''

ابرہہ زیر لب بڑبڑایا۔

مکہ کی بستی انسانوں سے خالی ہو چکی تھی۔ اب ابرہہ کی باری تھی کہ وہ کعبۃ اللہ کو منہدم کرے۔ مکہ کی طرف قدم اٹھانے کی دیر تھی کہ گھر کے مالک نے اپنا حقیر سا لشکر بھیجا۔ یہ لشکر پرندوں کے غول پر مشتمل تھا۔ ان کی چونچوں میں پتھر کے ٹکڑے تھے، انہوں نے سنگ باری شروع کر دی، ابابیل تیزی سے ابرہہ کے سروں پر منڈلانے لگے۔

ابابیلوں کی چونچوں اور پنجوں میں ننھے منے پتھر نہیں تھے۔ یہ اللہ کا قہر تھا، اللہ کا عذاب تھا، ابرہہ اور اس کے لشکریوں کی موت تھی۔ ان سرکشوں کا عبرت ناک انجام تھا، خدا سے ٹکر لینے والوں کے لیے ایک سبق تھا۔ یہ وہ خطرناک ایٹم بم تھے جن کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ابرہہ حیران تھا کہ اس قدر تعداد میں ابابیل کہاں سے آ گئے مشرق کی طرف تو جدہ تھا، جہاں وسیع و عریض سمندر تھا، موجیں مارتا ہوا بحیرۂ ہند۔ اس سمندر کو پار کر کے ان ننھے منھے پرندوں کا ادھر آنا ابرہہ کی سوچ سے بالاتر تھا، ابابیل ان کے لیے موت کا پیغام ثابت ہونے لگے۔ ان کی ہلاکت کا سامان بن گئے، ابابیلوں نے تھوڑی بلندی پر پہنچ کر ننھے ننھے سنگریزوں کو زمین پر چھوڑنا شروع کر دیا، ننھے منے پتھر بارش کے قطروں کی طرح آڑھے ترچھے زمین کی طرف موسلا دھار بارش کی طرح آنے لگے۔ ان میں سے جو سنگریزہ جہاں گرتا سپاہیوں کے جسموں کے پرخچے اڑ جاتے، وہ کھائی ہوئی بھس کی مانند ہو جاتے، سپاہیوں کے ساتھ ہاتھیوں کے بھی پرخچے اڑنے لگے تھے جہاں سنگریزہ گرتا تباہی ہی تباہی پھیل جاتی، ابرہہ کے لشکر میں ہل چل مچ گئی، لشکری ادھر ادھر بھاگنے لگے، ابرہہ اپنے لشکریوں کا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا بدمست ہاتھی اپنے ہی آدمیوں کو روندتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ انا اور نخوت وتکبر کے بت خاک آلود ہونا شروع ہو گئے، کئی مر گئے باقی جو بچے مہلک مرض میں مبتلا ہوئے، اور آخر اپنے برے انجام کو پہنچے۔

ابرہہ کو بھی اسی عذاب الیم کا سامنا کرنا پڑا۔ جس کا سامنا اس کے لشکر نے کیا، اس پر دہشت اور خوف طاری ہو گیا، اس نے پسپائی کا حکم دے دیا، لیکن لشکر تو خدائی عذاب کی نذر ہو چکا تھا، اس کی جمعیت بکھر چکی تھی، سارا رعب و دبدبہ خاک میں مل چکا تھا۔ اب کون اس کا ساتھ دیتا کچھ جو عبرت کے لیے بچ گئے تھے، اس کے ساتھ چلے وہ جو بڑے کروفر سے آیا تھا ماتھے پر ناکامی و نامرادی کا نشان بنا تھا، اب اس میں دم خم نہیں تھا۔

ابابیل ابرہہ کے تعاقب میں تھے، اللہ نے اسے چند لمحوں کی مہلت دے رکھی تھی تا کہ وہ موت کے خوف سے تڑپ تڑپ کر ادھر ادھر بھاگ سکے، موت کو اپنے سامنے دیکھ سکے، اور اس کا غرور وتکبر خاک میں مل جائے اسے اپنے حقیر ہونے کا احساس ہو سکے۔

ابرہہ تنہا رہ گیا تھا۔ وہ ابابیلوں سے بچنے کے لیے ادھر سے ادھر بھاگ رہا تھا۔ اللہ نے

فیصلہ کر رکھا تھا کہ اسے اس کے لشکریوں کی طرح آن واحد میں نہیں مارے گا، بلکہ اسے تڑپا تڑپا کر مارے گا۔ ایک ابابیل کے قریب پہنچ چکا تھا۔

ابرہہ پھر بھاگا مگر جاتا تو کہاں جاتا، موت تو اس کے سر پر منڈلا رہی تھی، ابرہہ کا لشکر تباہ ہو چکا تھا۔ ابرہہ کو شکست ہو چکی تھی۔ اب کعبہ کے محافظوں نے اسے ناکوں چنے چبوا دیے تھے، ابرہہ بھاگا، ابابیل اس کے سر پر پہنچ چکا تھا پھر ابابیل نے تین سنگریزے ابرہہ پر چھوڑ دیے سنگریزے ابرہہ کے جسم سے ٹکرائے، اس کے حلق سے چیخیں بلند ہونے لگیں۔ وہ بری طرح تڑپنے لگا، انتہائی جان کنی کی حالت میں۔

اللہ کا فیصلہ ہو چکا تھا اسے تڑپا تڑپا کر مارنا تھا، سنگریزوں سے وہ فوراً ہلاک نہ ہوا، وہ زمین پر پڑا تڑپ تڑپ کر ایڑیاں رگڑ رہا تھا، جان تھی کہ نکلنے کا نام نہ لے رہی تھی، ابرہہ تڑپتا رہا، ایڑیاں رگڑتا موت کے لیے فریاد کرنے لگا، مگر موت تو اس کے سامنے کھڑی مسکرا رہی تھی۔ ابرہہ کے جسم میں ایک ایسی بیماری نمودار ہوئی جس سے اس کی پوریاں تک جھڑ گئیں، اسے اسی حالت میں اٹھا کر صنعاء تک لے جایا گیا، آخر اس کا سینہ پھٹ گیا اور وہ ہلاک ہو گیا۔

اللہ کا باغی اور اللہ کا سرکش اپنے انجام کو پہنچ چکا۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفیل میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قریش کی دعا سن لی اور اپنے گھر کی حفاظت فرمائی، اور ان کی توقعات پوری ہوئیں، اس حادثہ نے مکہ مکرمہ کی منزلت کو چار چاند لگا دیے، لوگ اس کی عزت و تکریم کے گن گانے لگے اور کہنے لگے:

''مکہ کی تنقیص شان کی طرف جو بھی ہاتھ بڑھے گا یا جو بھی اس کی حرمتوں کو پامال کرنے کا سوچے گا ذلیل و خوار ہوگا۔''

بلاشبہ یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا پہلا رڈہ (اینٹ) تھا۔ اسی رڈہ (اینٹ) پر اس عظیم عمارت نے تعمیر ہونا تھا، جو ساری کائنات کا ماویٰ و ملجا قرار پانا تھی۔ اس مقدس عمارت کے سائے میں اس بچے نے پروان چڑھنا تھا، جس کی رحمت کا سایہ پوری کائنات کے لیے تھا۔ یہ حادثہ عجیب حادثوں میں شمار ہونے لگا۔ آج اللہ نے ہاتھی والوں کو خائب و خاسر واپس لوٹا دیا تھا، عربوں نے اسی دن کو اپنی تاریخ کے لیے بنیاد بنایا، نسل در نسل یہ واقعہ منتقل ہونے لگا۔

② سورۃ الحج

سورۃ الحج میں ارشاد ہوتا

''جو شخص یہ گمان کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دنیا اور آخرت میں کوئی مددگار نہیں دے گا (یعنی خدا سے ناامید ہے) تو اس کو چاہیے کہ آسمان کی بلندی تک رسی کھینچ لے جائے اور جب اس کو پکڑے ہوئے معلق ہو تو چاہیے کہ اس کو کاٹ ڈالے پھر دیکھے کہ اس کی تدبیر اور اس کا یہ طریق کار کیا اس چیز کو کھو دے گا جو اس کو غصہ میں لاتی ہے (یعنی خدا سے ناامید ہونا) ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی شخص بلندی پر رسی باندھ کر چڑھے اور پھر بیچ میں پہنچ کر اس کو کاٹ ڈالے۔''

(سورۃ الحج: 15)

③ سورۃ الانبیاء

سورۃ الانبیاء میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں ہے:

''کافروں نے کہا تم اس ابراہیم کو آگ میں جلا ڈالو اور اپنے معبودوں (بتوں) کی مدد کرو اگر تم کرنا چاہتے ہو ہم نے کہا (اللہ تعالیٰ نے کہا) اے آگ تو ابراہیم پر ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی کی چیز بن جا اور انہوں نے ابراہیم کے ساتھ بری تدبیر کا ارادہ کیا پس ہم نے ان کو ہی خسارہ اٹھانے والوں میں کر دیا۔''

(سورۃ الانبیاء: 68 تا 70)

④ سورۃ الصافات

سورۃ الصافات میں ہے:

''انہوں نے (مشرکوں نے) کہا بناؤ اس کے (ابراہیم کے) لیے ایک عمارت (یعنی آگ کی بھٹی) پھر ڈال دو اس کو آگ کی بھٹی میں پس انہوں نے اس کے ساتھ بری تدبیر کا ارادہ کر دیا ہم نے ان کو ذلیل و خوار کر دیا۔''

(سورۃ الصفت: 97، 98)

اللہ تعالیٰ جب اپنے بندوں کی مدد فرمانا چاہتا ہے تو اعلیٰ طرح ان کی مدد فرماتا ہے:

اصحاب الفیل کے واقعہ کا نفسیاتی اثر یہ ہوا کہ عربوں میں قریش کی قدر و منزلت بڑھ گئی،

اور عرب یہ سمجھنے لگے کہ یہی لوگ اولیاء اللہ ہیں جن کے لیے خدائی نصرت نازل ہوتی ہے۔

اس واقعہ میں عیسائیت کی کھلی شکست ہے، اس بنا پر بعد کے عیسائی مورخین نے اس واقعہ کو غلط قرار دے کر توڑ موڑ کر پیش کیا ہے لکھتے ہیں۔

''ابرہہ رومیوں کی مدد کے لیے فوج لے کر نکلا تھا راستے میں اس کی فوج چیچک کی وبا سے سے برباد ہوگئی۔''

قرآن کریم صاف صاف یہ واقعہ بیان کر رہا ہے کہ ابرہہ کا لشکر پرندوں کے مارے ہوئے سنگریزوں سے تباہ و برباد ہوا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی طرح کعبہ معظمہ کی حفاظت کا ذمہ بھی خدائے قدوس نے اپنے ذمہ کرم پر لے رکھا ہے کہ کوئی طاغوتی طاقت نہ قرآن مجید کو فنا کرسکتی ہے نہ کعبہ کو صفحۂ ہستی سے مٹا سکتی ہے، کیونکہ خداوند کریم ان دونوں کا محافظ و نگہبان ہے۔

۞

حضرت محمد ﷺ

سردارانِ کفارِ مکہ کا انجام

جہاں آج مکہ مکرمہ آباد ہے، آج سے چار ہزار سال پہلے وہاں کوئی آبادی نہ تھی، چاروں طرف خشک پہاڑ تھے، اور درمیان میں پتھریلی زمین جس پر ریت کی دبیز چادر بچھی ہوئی تھی۔

ایک روز حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی زوجہ ہاجرہ علیہا السلام اور اپنے اکلوتے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو اس بنجر اور خشک زمین میں لائے، اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہاں چھوڑ گئے آخر یہاں ایک چھوٹی سی بستی بن گئی، کچھ عرصہ بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام پھر تشریف لائے اور اپنے سعادت مند بیٹے کے ساتھ مل کر بیت اللہ یعنی اللہ کے گھر کی بنیاد رکھی۔ جب بیت اللہ کی تعمیر ہوگئی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلا دیے اور دعا مانگی:

''اے اللہ! تو اس ویران اور بنجر زمین پر بسنے والی قوم کو رزق عطا فرما اور ان کی ہدایت کے لیے اپنا رسول بھیج۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کے اڑھائی ہزار سال بعد اللہ تعالیٰ نے انہی ذروں سے دنیا کے لیے ہدایت کا آفتاب طلوع فرمایا اور پیر کے روز 12 ربیع الاول بمطابق 22 اپریل 571ء کو صبح صادق کے وقت اللہ کے آخری رسول ﷺ کا دنیا میں ظہور ہوا۔

اللہ کے آخری رسول ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے تو آپ ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب کو اطلاع دی گئی، وہ خوشی خوشی گھر آئے اور جوش محبت سے اپنے پوتے کو سینے سے لگا لیا، پھر کعبہ میں جا کر ان کے لیے خیر و برکت کی دعائیں مانگیں، پھر گھر آ کر اپنے پیارے پوتے کا نام محمد (ﷺ) رکھا۔

آپ ﷺ کی مبارک پیدائش کے وقت ساری دنیا جہالت کے اندھیروں میں ڈوبی ہوئی تھی، ہر طرف شراب، جوا، سود، راہزنی اور بے حیائی و فحاشی کا دور دورہ تھا۔

کعبۃ اللہ جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کی عبادت کے لیے تعمیر کیا تھا۔ اب وہاں 360 بت رکھ دیے گئے تھے، جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کی مورتیاں بھی شامل تھیں۔ عرب کے لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کے بجائے ان بتوں کی پوجا کرنے لگے تھے، مختلف علاقوں سے عورتیں اور مرد خواتین ہزاروں کی تعداد میں یہاں جمع ہوتے، اور برہنہ ہو کر ان بتوں کے گرد چکر لگاتے اور انہیں سجدہ کرتے، اور بتوں کے ساتھ ساتھ وہ پتھر، درخت، چاند، سورج، پہاڑ اور دریا کو بھی اپنا معبود سمجھتے تھے، خانہ کعبہ کا طواف کرتے وقت عربوں کے مختلف قبائل آپس میں لڑتے رہتے تھے۔ ان میں ہمیشہ تلوار چلتی رہتی تھی، ان کے نزدیک انسانی زندگی کی کوئی قدر و قیمت نہ تھی، وہ نیند یا غفلت کی حالت میں دشمن پر جا پڑتے، بچوں کو تیروں کا نشانہ بناتے، ہاتھ پاؤں اور دوسرے اعضا کاٹ کر دشمن کو زمین پر ڈال دیتے تا کہ وہ تڑپ تڑپ کر مر جائے۔

خواتین دشمن مردوں کے اعضا کاٹ کر ہار بناتیں۔ ان کا خون پیتیں اور کلیجہ نکال کر چبا جاتیں، جنگی قیدی حتیٰ کہ چھوٹے چھوٹے بچے قتل کر دیے جاتے یا انہیں زندہ آگ میں جلا دیا جاتا، ان باہمی جنگوں کا یہ حال تھا کہ ان کا سلسلہ کئی پشتوں تک جاری رہتا، اور آنے والی نسلیں اپنے باپ دادا کے خون کا انتقام لیتی رہتیں، معصوم بچیوں کو زندہ زمین میں دفن کر دیا جاتا۔ ایک آدمی جتنی عورتوں سے چاہتا شادی کر لیتا، انسان منڈیوں میں فروخت ہوتے جن کا جی چاہتا انہیں خرید کر اپنا غلام بنا لیتا، اور پھر اس کو اپنے غلاموں کی زندگی اور موت پر پورا اختیار حاصل ہو جاتا۔

یہ وہ حالات تھے، جب اللہ کے آخری رسول ﷺ دنیا میں تشریف لائے تا کہ انسانوں کو ان تمام برائیوں سے نکال کر نیکی اور ہدایت کا راستہ دکھائیں۔

① سورۃ البقرہ

سورۃ البقرہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

1۔ ”تو خرابی (تف) ہو ان (لوگوں) کے لیے، ان کے ہاتھوں کے لکھے کے لیے اور خرابی ہے ان کے لیے اس کمائی سے (جو ان کو اس لکھے کی بدولت ملے یا وصول ہو۔)“ (سورۃ البقرہ: 79)

2۔ ”اے ہمارے رب! اور بھیج ان میں ایک رسول جو ان میں سے ہی ہو، وہ ان کے سامنے تیری آیات تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب (قرآن پاک) اور پختہ علم سکھائے اور انہیں پاک کر دے۔ بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔“ (سورۃ البقرہ: 129)

3۔ ”اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل، کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ، اور (اے محبوب ﷺ) تم پہلے جس قبلہ پر تھے ہم نے وہ اسی لیے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں کون رسول (ﷺ) کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے اور بے شک (یہ قبلہ کی تبدیلی) دشوار تھی سوائے ان کے، جنہیں اللہ نے ہدایت کی اور اللہ کی شان نہیں کہ تمہارا ایمان اکارت کرے، بے شک اللہ (ایسے) لوگوں پر بہت مہربان مہر والا ہے۔“ (سورۃ البقرہ: 143)

4۔ ”جیسا کہ ہم نے بھیجا تم میں ایک رسول (ﷺ) تم میں سے، کہ تم پر ہماری آیات تلاوت فرماتے ہیں اور تمہیں وہ تعلیم دیتے ہیں جس کا تمہیں علم نہ تھا۔“ (سورۃ البقرہ: 151)

5۔ ”اور کوئی آدمی ایسا بھی لوگوں میں ہوتا ہے جو اللہ کی خوشنودی (حاصل کرنے) کے لیے اپنی جان کو بھی بیچ ڈالتا ہے (اللہ تعالیٰ کی مرضی کے لیے اپنی جان کی بازی لگا دیتا ہے) اور اللہ اپنے بندوں پر شفقت کرنے والا نہایت مہربان ہے۔“ (سورۃ البقرہ: 207)

6۔ ”وہ (اے رسول ﷺ) آپ (ﷺ) سے سوال کرتے ہیں حرمت والے مہینے میں جنگ (کے بارے میں) آپ (ﷺ) کہہ دیں: اس میں جنگ کرنا (بڑا گناہ) ہے اور اللہ کے راستہ سے روکنا اور اس کو (اللہ تعالیٰ کو) نہ ماننا اور مسجد حرام (سے روکنا) اور لوگوں کو وہاں سے نکالنا، اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے اور فتنہ قتل سے (بھی) بڑا گناہ ہے۔ اور وہ ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے، یہاں تک کہ اگر وہ کر سکیں تو تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں، اور تم میں سے جو پھر جائے اپنے دین سے

اور مر جائے (اس حال میں کہ) وہ کافر ہو، تو یہی لوگ ہیں جن کے عمل ضائع ہو گئے دنیا میں اور آخرت میں، اور یہی لوگ دوزخ والے ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

(سورۂ البقرہ: 217)

② سورۂ آلِ عمران

سورۂ آلِ عمران میں ارشادِ حق ہوتا ہے:

1۔ ''البتہ تمہارے لیے ان دو گروہوں میں نشانی ہے جو (میدان بدر میں) باہم مقابل ہوئے۔ ایک گروہ لڑتا تھا اللہ کی راہ میں، اور دوسرا کافر تھا، وہ (مسلمان) انہیں کھلی آنکھوں سے اپنے سے دو چند دکھائی دیتے تھے، اور اللہ اپنی نصرت سے جس کو چاہتا ہے تائید فرماتا ہے، بے شک اس میں دیکھنے والوں (عقل مندوں) کے لیے بڑی عبرت ہے۔''

(سورۂ آل عمران: 13)

2۔ ''نہ تھے ابراہیمؑ یہودی اور نصرانی، بلکہ وہ (تو) ہر گمراہی سے الگ تھلگ رہنے والے مسلمان تھے اور نہ ہی وہ شرک کرنے والے تھے۔''

(سورۂ آل عمران: 67)

3۔ ''تم فرما دو کہ حکم مانو اللہ اور رسول (ﷺ) کا پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ کو خوش نہیں آتے کام۔''

(سورۂ آل عمران: 32)

4۔ ''بے شک عیسیٰؑ کی مثال اللہ کے نزدیک آدمؑ کی مانند ہے کہ بنایا اسے مٹی سے اور پھر کہا ہو جا تو وہ ہو گیا، (اے سننے والے) یہ حقیقت (کہ عیسیٰؑ انسان ہیں) تیرے رب کی طرف سے بیان کی گئی ہے پس تو نہ ہو جا شک کرنے والوں میں۔''

(سورۂ آل عمران: 59، 60)

5۔ ''پھر جو شخص جھگڑا کرے آپ (ﷺ) سے اس بارے میں اس کے بعد کہ آ گیا آپ (ﷺ) کے پاس (یقینی) علم تو اے نبی (ﷺ) آپ (ﷺ) کہہ دیجئے کہ آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو بھی، اور تمہارے بیٹوں کو بھی اپنی عورتوں کو بھی۔ اور تمہاری عورتوں کو بھی پھر آپ کو بھی اور تم کو بھی پھر بڑی عاجزی کے ساتھ (اللہ تعالیٰ کے حضور) التجا کریں، پھر بھیجیں

لعنت جھوٹوں پر، بے شک یہی ہے واقعہ سچا اور نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے۔ بے شک وہ غالب ہے (اور) حکمت والا ہے۔''

(سورۂ آل عمران: 61، 62)

6۔ ''اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول (ﷺ) کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے، تو تم ضرور ان پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا فرمایا: کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا؟ سب نے عرض کی! ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا: تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں اب تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔''

(سورۂ آلِ عمران: 81)

7۔ ''اللہ کیونکر ایسی قوم کی ہدایت چاہے جو ایمان لا کر کافر ہو گئے اور گواہی دے چکے تھے کہ رسول (ﷺ) سچا ہے اور انہیں کھلی نشانیاں آ چکی تھیں اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا۔''

(سورۂ آل عمران: 86)

8۔ ''اور جب آپ (ﷺ) صبح سویرے نکلے اپنے گھر سے مومنوں کو جنگ کے لیے مورچوں پر بٹھانے لگے، اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔''

(سورۂ آل عمران: 121)

9۔ ''جب تم میں سے دو گروہوں (بنو مسلم اور بنو حارثہ) نے (مسلمانوں کی قلیل تعداد دیکھ کر) ارادہ کیا کہ ہمت ہار دیں اور اللہ ان کا مددگار تھا (اللہ تعالیٰ نے ان کو اس لغزش سے بچا لیا) اور چاہیے کہ مومن صرف اللہ پر بھروسہ کریں۔''

(سورۂ آل عمران: 122)

10۔ ''اور بے شک اللہ نے (جنگ) بدر میں بھی تمہاری مدد کی تھی (نصرت فرمائی تھی) حالانکہ تم (اس وقت) بہت کمزور تھے۔ پس تم اللہ سے ڈرتے رہو۔''

(سورۂ آل عمران: 123)

11۔ ''(اور اب جنگ احد کے موقع پر مسلمانوں کو یاد دلایئے) جب آپ (بدر میں) مسلمانوں سے یہ کہہ رہے تھے کہ کیا یہ تمہارے لیے کافی نہیں کہ تمہارا رب تمہارے لیے آسمان سے تین ہزار فرشتے اتارے اور

تمہاری مدد فرمائے۔" (سورۂ آل عمران: 124)

12۔ "کیوں نہیں (اب بھی غزوہ احد کے موقع پر) اگر تم صبر اور تقویٰ پر قائم رہو (دل کو مضبوط رکھو اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑنے کے لیے مستعد رہو) اور وہ (دشمن) دفعتاً (اچانک) حملہ کر دیں تو (اے مسلمانو!) تمہارا رب پانچ ہزار نشان والے فرشتوں سے تمہاری مدد کرے گا۔ اور یہ (سب انتظام) اللہ نے تمہاری خوشخبری کے لیے کیا ہے تا کہ تمہارے دلوں کو اطمینان نصیب ہو ورنہ (اصل) مدد تو اللہ کی طرف سے ہے جو زبردست حکمت والا ہے۔" (سورۂ آل عمران: 125، 126)

13۔ "(اور یہ مدد اس لیے ہے) تا کہ وہ (اللہ تعالیٰ) کافروں کی ایک جماعت کو ہلاک یا ذلیل (مغلوب) کر دے کہ وہ (میدان) جنگ یا اس دنیا سے ناکام (اور محروم) لوٹ جائیں۔" (سورۂ آل عمران: 127)

14۔ "(اے حبیب ﷺ) آپ کا اس میں دخل نہیں کچھ بھی، یہ (اللہ کے ہاتھ میں ہے کہ) خواہ اللہ تعالیٰ ان کی (جنہوں نے حضور ﷺ کو زخمی کیا) توبہ قبول کرلے یا انہیں عذاب دے۔ کیونکہ بے شک وہ ظالم ہیں۔"

(سورۂ آل عمران: 128)

15۔ "اور اللہ ہی کے لیے ہے جو آسمانوں میں اور زمین میں ہے۔ اور وہ جس کو چاہے بخش دے اور عذاب دے جس کو چاہے اور وہ بخشنے والا بڑا ہی مہربان ہے۔" (سورۂ آل عمران: 129)

16۔ "اور اللہ اور رسول (ﷺ) کے فرمانبردار رہو اور اس امید پر کہ تم پر رحم کیا جائے۔" (سورۂ آل عمران: 132)

17۔ "اور (مسلمانو!) تم سست نہ پڑو (ہمت نہ ہارو) اور غم نہ کھاؤ۔ اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم ایمان والے ہو۔" (سورۂ آل عمران: 139)

18۔ اگر نبی (ﷺ) کو (جنگ احد میں) زخم پہنچا ہے تو اس قوم کو (بھی) اس جیسا ہی زخم (بدر میں) اور یہ دن ہیں جن کو ہم لوگوں کے درمیان باری

باری بدلتے رہتے ہیں۔ اور تا کہ اللہ جان لے ان لوگوں کو جو ایمان لائے۔ اور تم میں سے (بعض کو) شہید بنائے (درجہ شہادت دے) اور اللہ ظالموں کو درست نہیں رکھتا۔" (سورۂ آل عمران: 140)

19۔ "اور (یہ) اس واسطے (ہے) تا کہ اللہ پاک صاف کر دے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور مٹا دے کافروں کو؟" (سورۂ آل عمران: 141)

20۔ "کیا تم یہ سمجھتے ہو؟ کہ تم (بلا آزمائش) جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ اور ابھی تک اللہ نے معلوم نہیں کیا (ممتاز نہیں کیا) ان لوگوں کو کہ جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا اور (نہ) ان لوگوں کو جو صبر کرنے والے ہیں۔"

(سورۂ آل عمران: 142)

21۔ "اور تم تو اس (جنگ احد) کا سامنا کرنے سے پہلے (راہ خدا میں) شہادت کے آرزومند تھے، اب تو تم نے اس (شہادت) کو آنکھوں کے سامنے دیکھ لیا (پھر شہادت سے جی کیوں چراتے ہو؟)"

(سورۂ آل عمران: 143)

22۔ "اور محمد (ﷺ) تو (صرف) اللہ کے رسول ہیں۔ البتہ گزر چکے ہیں ان سے پہلے بہت سے رسول۔ پھر اگر وہ (محمد ﷺ) وفات پا جائیں یا قتل کیے جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں پر (الٹے پاؤں) لوٹ جاؤ گے؟ اور جو اپنی ایڑیوں پر پھر جائے تو وہ ہرگز اللہ کا کچھ نہ بگاڑے گا۔ اور اللہ جزا دے گا شکر کرنے والوں کو۔" (سورۂ آل عمران: 144)

23۔ "اور کسی شخص کے لیے (ممکن) نہیں کہ وہ اللہ کے حکم کے بغیر مر جائے، لکھا ہوا ہے ایک مقررہ وقت، اور جو دنیا کا بدلہ چاہے گا اسے اس میں سے دیں گے، اور جو چاہے گا آخرت کا بدلہ اسے اس میں سے دیں گے۔ اور ہم شکر کرنے والوں کو جلد جزا دیں گے۔"

(سورۂ آل عمران: 145)

24۔ "اور بہت سے نبی (ہوئے ہیں) ان کے ساتھ (مل کر) بہت سے اللہ

والے لڑے ہیں، پس وہ سست نہ پڑے (ان مصیبتوں کے) سبب جو انہیں اللہ کی راہ میں پیش آئیں اور نہ (دشمنوں کے سامنے) انہوں نے کمزوری (ظاہر) کی۔ اور نہ دب گئے۔ اور اللہ صبر کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔''

(سورۂ آل عمران: 146)

25۔ ''اور ان کا کہنا تھا اس کے سوا کہ انہوں نے دعا کی: اے ہمارے رب بخش دے ہمارے گناہ۔ اور ہمارے کام میں ہم سے جو زیادتیاں ہوئی ہیں اور ہمیں ثابت قدم رکھ (راہ حق پر) اور کافروں کی قوم پر ہماری مدد فرما۔''

(سورۂ آل عمران: 147)

27۔ ''اے ایمان والو! اگر تم کافروں کا کہا مانو گے تو وہ تمہیں الٹے پاؤں کفر کی طرف پھیر دیں گے پھر تم گھاٹے میں پڑ جاؤ گے بلکہ اللہ تو تمہارا مدد گار ہے اور وہ سب سے بہتر مدد گار ہے۔'' (سورۂ آل عمران: 151)

28۔ ''ہم عنقریب کافروں کے دلوں میں (تمہاری مصیبت) ڈال دیں گے۔ اس لیے کہ انہوں نے اس کو اللہ کا شریک ٹھہرایا جس کی اس نے کوئی سند نہیں اتاری اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ اور برا ٹھکانہ ہی ظالموں کے لیے۔''

(سورۂ آل عمران: 151)

29۔ ''اور البتہ اللہ نے (احد کے موقع پر) تم سے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا جب تم کفار کو اس کے حکم سے قتل کرنے لگے، یہاں تک کہ جب تم نے بزدلی دکھائی، اور (رسول ﷺ کے) حکم کے بارے میں جھگڑا کرنے لگے اور اس کے بعد نافرمانی کی (تیرانداز خاص راہ کو چھوڑ کر مال غنیمت کی طرف دوڑ پڑے) جبکہ تمہیں دکھایا جو تم چاہتے تھے۔ تم میں سے کوئی دنیا چاہتا تھا اور کوئی آخرت چاہتا تھا، پھر اس نے تمہیں ان سے پھیر دیا تاکہ تمہیں آزمائے۔ اور تحقیق اس نے تمہیں معاف کر دیا اور اللہ مومنوں پر فضل کرنے والا ہے۔''

(سورۂ آل عمران: 152)

30۔ ''جب تم (سراسیمگی کے عالم میں) بھاگے چلے جا رہے تھے اور کسی کو

پیچھے مڑ کر نہ دیکھتے تھے اور رسول اللہ (ﷺ) تمہارے پیچھے تمہیں پکارتے تھے۔ پھر تمہیں غم کے عوض غم پہنچا تاکہ تم غم نہ کرو اس پر جو نکل گیا۔ اور (اس پر) جو تمہیں پیش آئے، اور اللہ اس سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔''

(سورۂ آل عمران: 153)

31۔ ''پھر اس نے تم پر غم کے بعد امن و امان (اونگھ کی صورت میں) اتارا جس نے ایک جماعت کو ڈھانپ لیا تم میں سے۔ اور ایک جماعت کو جان کی فکر پڑی تھی۔ وہ اللہ کے بارے میں بے حقیقت گمان کر رہے تھے۔ جاہلیت کے گمان کی طرح۔ وہ کہتے تھے کیا کوئی کام کچھ ہمارے بس میں ہے (ہمارے اختیار میں ہے) یا آپ اپنے دلوں میں چھپاتے ہیں جو آپ کے لیے ظاہر نہیں کرتے وہ کہتے ہیں۔ اگر کچھ کام ہمارے پاس میں ہوتا تو ہم یہاں نہ مارے جاتے، آپ کہہ دیں اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے تو جن کا مارا جانا لکھا تھا وہ ضرور نکل کھڑے ہوتے اپنی قتل گاہوں کی طرف (احد میں جو کچھ ہوا، اس لیے تھا کہ) تاکہ اللہ آزمائے جو تمہارے سینوں میں ہے اور تاکہ صاف کر دے جو (وسوسے اور کدورتیں) تمہارے دلوں میں ہیں۔ اور اللہ دلوں کے بھید خوب جاننے والا ہے۔''

(سورۂ آل عمران: 154)

32۔ ''بے شک احد میں جو لوگ تم میں سے پیٹھ پھیر گئے۔ جس دن دو جماعتیں آمنے سامنے ہوئیں درحقیقت انہیں شیطان نے پھسلایا ان کے بعض اعمال کی وجہ سے۔ اور البتہ اللہ نے انہیں معاف کر دیا۔ بے شک اللہ بخشنے والا علم والا ہے۔''

(سورۂ آل عمران: 155)

33۔ ''وہ اللہ اور رسول (ﷺ) کے بلانے پر حاضر ہوئے، بعد اس کے کہ انہیں زخم پہنچ چکا تھا۔ ان نیکوکاروں اور پرہیزگاروں کے لیے بڑا ثواب ہے۔''

(سورۂ آل عمران: 172)

34۔ ''یہ تو شیطان ہے جو (تم کو) اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے۔ پس تم اس

سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر تم ایمان والے ہو۔"

(سورۂ آل عمران: 175)

35۔ "اور آپ کو غمگین نہ کریں وہ لوگ جو کفر میں جلدی کرتے ہیں۔ یقیناً وہ ہرگز اللہ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ اللہ چاہتا ہے کہ ان کو آخرت میں کوئی حصہ نہ دے۔ اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔" (سورۂ آل عمران: 176)

36۔ "بے شک جن لوگوں نے ایمان کے بدلے کفر مول لیا وہ ہرگز نہیں بگاڑ سکتے اللہ کا کچھ اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔"

(سورۂ آل عمران: 177)

37۔ "اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ ہرگز گمان نہ کریں کہ ہم جو انہیں ڈھیل دے رہے ہیں یہ ان کے لیے بہتر ہے، درحقیقت ہم انہیں اس لیے ڈھیل دیتے ہیں کہ وہ گناہ میں بڑھ جائیں اور ان کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔" (سورۂ آل عمران: 178)

38۔ "(لوگو!) اللہ ایسا نہیں ہے کہ ایمان والوں کو اس حالت میں جس میں تم ہو چھوڑ دے، یہاں تک کہ ناپاک کو پاک سے جدا نہ کر دے۔ اور اللہ (ایسا) نہیں ہے کہ تمہیں غیب کی خبر دے۔ لیکن اللہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہے چن لیتا ہے، تو تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور اگر تم ایمان لاؤ اور پرہیزگاری اختیار کرو تو تمہارے لیے بڑا اجر ہے۔"

(سورۂ آل عمران: 179)

39۔ "وہ جو کہتے ہیں اللہ نے ہم سے اقرار کر لیا ہم کسی رسول پر ایمان نہ لائیں جب تک ایسی قربانی کا حکم نہ لائے جسے آگ کھائے، تم فرما دو: مجھ سے پہلے بہت سے رسول تمہارے پاس کھلی نشانیاں اور یہ حکم لے کر آئے جو تم کہتے ہو، پھر تم نے انہیں کیوں شہید کیا اگر سچے ہو۔"

(سورۂ آل عمران: 183)

40۔ "پھر اگر وہ آپ (ﷺ) کو جھٹلائیں تو البتہ جھٹلائے گئے آپ (ﷺ)

سے پہلے بہت رسول۔ جو آئے کھلی نشانیوں کے ساتھ، اور صحیفے اور روشن کتاب لے کر۔"

(سورۂ آل عمران: 184)

③ سورۂ الاحزاب

اس سورۂ مبارکہ میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ "اے نبی (ﷺ) اللہ کا یونہی خوف رکھنا اور کافروں اور منافقوں کو نہ سننا، بے شک اللہ رحمت والا ہے۔" (سورۂ الاحزاب: 1)

2۔ "نبی (ﷺ) ایمان والوں کو اپنی جانوں سے زیادہ عزیز ہیں نبی (ﷺ) مومنوں کی جان کے ان سے زیادہ حقدار ہیں) اور یہ (نبی ﷺ) اور ان (نبی ﷺ) کی بیویاں ان (مومنوں) کی مائیں ہیں اور کتاب اللہ کے بموجب رشتہ دار (جس سے خون کا رشتہ ہو) مسلمانوں اور مہاجروں کی نسبت ایک دوسرے (کے ترکہ) کے زیادہ حقدار ہیں۔ ہاں اگر تم اپنے دوستوں پر احسان کرنا چاہو (انہیں کچھ دے دو تو مضائقہ نہیں) یہ بات لوح محفوظ میں لکھی جا چکی ہے (کہ شریعت کے مطابق) ترکہ کی تقسیم نسبی رشتوں کی بنا پر ہوگی۔" (سورۂ الاحزاب: 6)

3۔ "اے ایمان والو! اپنے اوپر اللہ کے اس احسان کو یاد کرو جب تم پر بہت سے لشکر چڑھ آئے تو ہم نے ان پر آندھی بھیجی اور (ایسے) جنہیں تم نے دیکھا اور اللہ اسے دیکھنے والا ہے جو تم کرتے ہو۔" (سورۂ الاحزاب: 9)

4۔ "جب تم پر (مدینہ کے) اوپر کی طرف سے اور نیچے کی طرف (دشمن کے لشکر) آ پڑے اور جب آنکھیں چندھیا گئیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے اور تم اللہ کے بارے میں (طرح طرح کے) گمان کر رہے تھے (کہ دیکھیں اللہ تعالیٰ کی نصرت کب آتی ہے۔)" (سورۂ الاحزاب: 10)

5۔ "یہاں (اس موقع پر) مومن آزمائے گئے اور وہ سختی سے جھنجھوڑے گئے، جیسے زلزلہ عمارتوں کو ہلا دیتا ہے۔" (سورۂ الاحزاب: 11)

6۔ "اور (یہ وہ وقت تھا) جب کہنے لگے منافق اور وہ جن کے دلوں میں

روگ ہے کہ ہم سے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) نے جو وعدہ کیا وہ صرف دھوکہ تھا۔'' (سورۃ الاحزاب: 12)

7۔ ''اور جب ایک گروہ نے کہا ان میں سے اے مدینہ والو تمہارے لیے کوئی جگہ نہیں، لہٰذا تم لوٹ چلو، اور ان میں سے ایک گروہ اجازت مانگتا تھا نبی (ﷺ) سے۔ وہ کہتے تھے کہ ہمارے گھر بے شک غیر محفوظ ہیں۔ حالانکہ وہ غیر محفوظ نہ تھے وہ تو صرف فرار چاہتے تھے۔''

(سورۃ الاحزاب: 13)

8۔ ''اور (ان کا حال تو یہ ہے کہ) اگر ان پر مدینہ کے اطراف سے (دشمن کی فوجیں) داخل ہو جائیں پھر ان سے فساد پھیلانے کو کہا جائے تو ایسا ضرور کر گزریں گے اور ذرا توقف نہ کریں گے۔ حالانکہ وہ اس سے پہلے اللہ سے عہد کر چکے تھے کہ وہ پیٹھ پھیریں گے، اور اللہ سے (کیا ہوا) وعدہ پوچھا جانے والا ہے۔'' (سورۃ الاحزاب: 14، 15)

9۔ ''آپ فرما دیں: کون ہے جو تمہیں اللہ سے بچائے؟ اگر وہ تم سے برائی (کرنا) چاہے یا تم پر مہربانی کرنا چاہے اور وہ اپنے لیے اللہ کے سوا کوئی دوست نہ پائیں گے اور نہ مددگار۔'' (سورۃ الاحزاب: 17)

10۔ ''اللہ خوب جانتا ہے تم سے (دوسروں کو جہاد سے) روکنے والوں کو، اور اپنے بھائیوں سے یہ کہنے والوں کو کہ ہماری طرف آ جاؤ، اور وہ لڑائی میں نہیں آتے مگر بہت کم۔'' (سورۃ الاحزاب: 18)

11۔ ''(یہ لوگ) تمہارے متعلق بخیلی کرتے ہیں (وہ نہیں چاہتے کہ مسلمانوں کو کوئی فائدہ پہنچے) پھر جب خوف آئے تو تم انہیں دیکھو گے وہ تمہاری طرف (یوں) دیکھنے لگتے ہیں (جیسے) ان کی آنکھیں گھوم رہی ہیں اس شخص کی طرح جس پر موت کی غشی (طاری) ہو، پھر جب خوف ختم ہو جائے تو تمہیں طعنے دینے لگیں تیز زبانوں سے، وہ مال غنیمت پر گرے پڑتے ہیں، یہ لوگ (منافق) ایمان نہیں لائے تو اللہ نے اکارت کر دیے ان کے عمل، اور اللہ کے لیے یہ آسان ہے۔'' (سورۃ الاحزاب: 19)

12۔ ''وہ گمان کرتے ہیں کہ (کافروں کے) لشکر (ابھی) نہیں گئے ہیں اور اگر لشکر (دوبارہ) آئیں تو وہ تمنا کریں گے کہ کاش وہ دیہات سے باہر نکلے ہوتے، تمہاری خبریں پوچھتے رہتے اور اگر تمہارے درمیان ہوں تو جنگ نہ کریں مگر بہت کم۔''

(سورۃ الاحزاب: 20)

13۔ ''البتہ (مومنو!) تمہارے لیے اللہ کے رسول (ﷺ) میں ایک اچھا نمونہ (اسوہ حسنہ پر) ہی اس شخص کے لیے جو اللہ اور روز آخرت کے آنے کی امید رکھتا ہے۔ اور اللہ کو بکثرت یاد رکھتا ہے۔'' (سورۃ الاحزاب: 21)

14۔ ''اور جب مومنوں نے لشکروں کو دیکھا، تو وہ کہنے لگے: یہ ہے (وہ آزمائش) جس کا ہمیں اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) نے وعدہ دیا تھا۔ (بے شک) اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) نے سچ کہا تھا (اور اس صورتحال نے) ان میں نہ زیادہ کیا مگر ایمان اور (جذبہ) فرمانبرداری۔''

(سورۃ الاحزاب: 22)

15۔ ''مومنوں میں کچھ ایسے آدمی ہیں کہ انہوں نے اللہ سے جو عہد کیا تھا وہ سچ کر دکھایا ان میں سے (کچھ ہیں) جو اپنی نذر پوری کر چکے، اور ان میں (کچھ ہیں) جو انتظار میں ہیں، اور انہوں (اپنے عہد میں) کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی (یہ آزمائش اس لیے ہے) کہ اللہ جزا دے سچے لوگوں کو ان کی سچائی کی، اور اگر چاہے تو منافقوں کو عذاب دے یا وہ ان کی توبہ قبول کرے، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

(سورۃ الاحزاب: 23، 24)

16۔ ''اور اللہ نے کافروں کو (ذلت و ناکامی سے پیچ و تاب کھاتے ہوئے) لوٹا دیا۔ انہوں نے کوئی بھلائی نہ پائی اور جنگ (کے معاملہ میں) مومنوں کے لیے اللہ کافی ہے اور اللہ ہے توانا اور غالب۔''

(سورۃ الاحزاب: 25)

17۔ ''اور اہل کتاب میں سے جنہوں نے ان (کفار) کی مدد کی تھی۔ انہیں ان کے قلعوں سے اتار دیا، اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ ایک

گروہ کو تم قتل کرتے ہو، اور دوسرے گروہ کو قیدی بنا رہے ہو۔''

(سورۂ الاحزاب: 26)

18۔ ''اور (اللہ تعالیٰ نے) تمھیں وارث بنا دیا ان کی زمین کا، اور ان کے گھروں کا، اور ان کے مالوں کا، اور اس زمین کا، جہاں تم نے قدم نہیں رکھا تھا اور اللہ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔'' (سورۂ الاحزاب: 39)

19۔ ''(آپ ﷺ سے قبل بھی اللہ تعالیٰ کے پیغمبر گزرے ہیں) جو اللہ کا پیغام پہنچاتے تھے اور اس سے ڈرتے تھے اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور اللہ لوگوں کے اعمال کا حساب لینے کے لیے کافی ہے۔''

(سورۂ الاحزاب: 39)

20۔ ''محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ وہ اللہ کے رسول (ﷺ) اور خاتم النبیین ہیں۔ اور اللہ ہر شے کا جاننے والا ہے۔''

(سورۂ الاحزب: 40)

21۔ ''اے نبی (ﷺ) بے شک ہم نے تمھیں بھیجا حاضر ناظر اور خوشخبری اور ڈر سنانے والا۔'' (سورۂ الاحزاب: 45)

22۔ ''اور آپ (ﷺ) کو اللہ کے اذن سے اللہ کی طرف بلانے والا (داعی الی اللہ) اور ایک روشن چراغ بنا کر بھیجا گیا ہے۔'' (سورۂ الاحزاب: 46)

23۔ ''اور آپ کہا نہ مانیں کافروں کا اور منافقوں کا، اور ان کے ایذا دینے کا خیال نہ کریں اور اللہ پر بھروسہ کریں۔'' (سورۂ الاحزاب: 48)

24۔ ''بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی (ﷺ) پر اے ایمان والو تم بھی ان پر بکثرت درود و سلام بھیجو۔'' (سورۂ الاحزاب: 56)

25۔ ''اے ایمان والو! تم نبی (ﷺ) کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو۔ بجز اس (صورت) کے کہ تم کو کھانے کے لیے (آنے کی) اجازت دی جائے (اور) نہ اس کی (کھانے کی) تیاری کے انتظار میں رہو، لیکن جب تم بلائے جاؤ تب جایا کرو۔ پھر جب (کھانا) کھا چکو تو اٹھ کر چلے جایا کرو اور باتوں میں دل لگائے نہ بیٹھے رہا کرو۔ اس بات سے رسول (ﷺ)

کو تکلیف پہنچتی ہے، پھر وہ (تو) تمہارا لحاظ کرتے ہیں (اور خاموش رہتے ہیں) اور اللہ کو سچی بات کہنے میں کوئی حجاب نہیں۔ اور (یہ خیال بھی رکھو کہ) جب تم ان (ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن) سے کوئی چیز مانگو تو ان سے پردہ سے باہر ہی مانگو، یہ تمہارے اور ان کے، دونوں کے لیے، زیادہ پاکیزہ بات ہے۔ اور (خوب یاد رکھو کہ) یہ تمہارے لیے زیبا نہیں کہ تم اللہ کے رسول (ﷺ) کو تکلیف دو (تم کوئی ایسی بات کرو جو حضور ﷺ کو ناگوار گزرے یہ منافقوں اور کافروں کا شیوہ ہے) اور نہ یہ کہ ان کی بیویوں سے کبھی ان (رسول کریم ﷺ) کے بعد نکاح کرو (کہ وہ مومنوں کی مائیں ہیں اور ماں سے نکاح جائز نہیں) بے شک اللہ کے نزدیک یہ بڑا (گناہ) ہے۔'' (سورۂ الاحزاب: 53)

④ سورۂ محمد

اس سورۂ مبارکہ میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ ''اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور ان پر ایمان لائے جو محمد (ﷺ) پر اتارا گیا اور وہی ان کے رب کی طرف سے حق ہے اللہ نے ان کی برائیاں دور کر دیں اور (اپنے فضل سے) ان کا حال سنوار دیا۔''

(سورۂ محمد: 2)

2۔ ''بے شک وہ جنھوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا اور رسول (ﷺ) کی مخالفت کی بعد اس کے کہ ہدایت ان پر ظاہر ہو چکی تھی، وہ ہرگز اللہ کو کچھ نقصان نہیں پہنچائیں گے اور بہت جلد اللہ ان کا کیا دھرا اکارت کر دے۔ اے ایمان والو! اللہ کا حکم مانو، اور اللہ کے رسول (ﷺ) کا حکم مانو، اور اپنے عمل باطل نہ کرو۔'' (سورۂ محمد: 32، 33)

⑤ سورۂ الفتح

اس سورۂ مبارکہ میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ ''یقیناً ہم نے (صلح حدیبیہ میں) آپ (ﷺ) کو فتح مبین (شاندار فتح)

عطا فرمائی (جو بے شمار کامیابیوں کا پیش خیمہ ہے اور فروغ دین کی ضمانت ہے، آپ (ﷺ) کی تمام کوششیں کامیابی کے لیے ہوں گی، آپ (ﷺ) سے کسی لغزش کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا) کیونکہ اللہ آپ کی اگلی اور پچھلی لغزشوں کو معاف فرما چکا ہے۔ اور (اللہ تو چاہتا ہے کہ) آپ (ﷺ) پر اپنی تمام (ظاہری، باطنی اور روحانی) انعامات کی تکمیل فرمائے اور آپ کو سیدھی راہ پر لے چلے۔ اور آپ (ﷺ) کی ایسی مدد فرمائے کہ اس میں غلبہ اور عزت ہو۔" (سورۃ الفتح: 1 تا 3)

2۔ "وہی تو ہے جس نے اہل ایمان کے دلوں میں اطمینان اتارا، تاکہ وہ بڑھ جائیں (قوت) ایمان میں اپنے (پہلے) ایمان کے ساتھ اور اللہ کے زیر فرمان سارے لشکر آسمانوں اور زمین کے اور اللہ سب کچھ جاننے والا بہت دانا ہے۔" (سورۃ الفتح: 8)

3۔ "بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشی اور ڈر سنانے والا۔" (سورۃ الفتح: 8)

4۔ "تاکہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان لاؤ اور رسول (ﷺ) کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔" (سورۃ الفتح: 9)

5۔ "اے نبی (ﷺ) بے شک جو لوگ آپ (ﷺ) کی بیعت کرتے ہیں درحقیقت وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں، اللہ کا ہاتھ تو ان کے ہاتھوں پر ہے، پس جس نے توڑ دیا اس بیعت کو تو اس کے توڑنے کا وبال اس کی ذات پر ہوگا اور جس نے ایفا کیا اس عہد کو جو اس نے اللہ سے کیا تو وہ اس کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔" (سورۃ الفتح: 10)

6۔ "عنقریب آپ سے عرض کریں گے وہ دیہاتی جو پیچھے چھوڑے گئے تھے وہ کہیں گے ہمیں بہت مشغول رکھا تھا ہمارے مال اور اہل و عیال نے پس ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کریں۔ (اے حبیب ﷺ) یہ اپنی زبانوں سے ایسی باتیں کرتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں آپ

انہیں فرما دیجئے کون ہے جو اختیار رکھتا ہو تمہارے لیے اللہ کے مقابلہ میں کسی چیز کا۔ اگر وہ ارادہ فرمالے تمہارے کسی ضرر کا یا ارادہ فرمائے تمہارے لیے کسی نفع کا بلکہ تم جو کچھ بھی کر رہے ہو اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔" (سورۃ الفتح: 11)

7۔ "حقیقت تو یہ ہے کہ تم پیچھے رہ جانے والوں نے خیال کر لیا تھا کہ اب اللہ کا پیغمبر اور ایمان والے اہل اسلام ہرگز لوٹ کر نہ آسکیں گے اپنے اہل خانہ کیطرف مدینہ منورہ میں، اور بڑا خوشنما لگتا تھا تمہارے دلوں کو۔ اور تم طرح طرح کے برے خیالوں میں مگن رہے اس کے باعث ہی تم برباد ہونے والی قوم بن گئے۔" (سورۃ الفتح: 12)

8۔ "اور جو ایمان نہ لائے اللہ پر اور اس کے رسول پر تو بے شک ہم نے ان تمام (منکروں) کافروں کے لیے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔ اور اللہ ہی کے لیے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی، بخشش دیتا ہے وہ جس کو چاہتا ہے۔ اور سزا دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اللہ بخشنے والا اور ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔" (سورۃ الفتح: 13، 14)

9۔ "کہیں گے سفر حدیبیہ سے پیچھے رہ جانے والے جب تم روانہ ہو گئے خیبر کے اموال غنیمت کی طرف تاکہ تم ان پر قبضہ کر لو کہ ہمیں بھی اجازت دو تاکہ ہم بھی تمہارے پیچھے آئیں وہ چاہتے ہیں کہ وہ اللہ کے حکم کو بدل دیں (ان سے) فرما دیجئے تم قطعاً ہی پیچھے نہیں آسکتے۔ یونہی فرما دیا ہے اللہ نے پہلے سے۔ پھر وہ کہیں گے (کہ نہیں) بلکہ تم حسد کرتے ہو۔ (ان کا یہ خیال غلط ہے) درحقیقت وہ (احکام الٰہی) کی حق بات کو بہت کم سمجھتے ہیں۔" (سورۃ الفتح: 15)

10۔ "تو (اے رسول ﷺ) فرما دیجئے! ان پیچھے چھوڑے جانے والے دیہاتی عربوں کو کہ عنقریب تمہیں دعوت دی جائے گی ایک ایسی قوم سے جہاد کی جو بڑی سخت جنگجو ہے۔ تم ان سے لڑائی کرو گے یا وہ اطاعت قبول کر لیں گے۔ پس اگر تم نے اس وقت اطاعت کی تو اللہ تمہیں بہت

اچھا اجر دے گا۔ اور اگر تم (اس وقت بھی) روگردانی کرو گے جیسے کہ تم اس سے قبل (سفر حدیبیہ کے وقت) روگردانی کر چکے ہو تو (اللہ تعالیٰ) تم کو دردناک عذاب دے گا۔'' (سورۃ الفتح: 16)

11۔ ''اندھے پر تنگی نہیں اور نہ ہی لنگڑے پر مضائقہ، اور نہ ہی بیمار پر مواخذہ، اور جو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کا حکم مانے، اللہ اسے جنت میں لے جائے گا، جس کے نیچے نہریں رواں ہوں گی اور جو پھر جائے گا اسے دردناک عذاب فرمائے گا۔'' (سورۃ الفتح: 17)

12۔ ''تحقیق اللہ مومنوں سے راضی ہوا جب وہ آپ (ﷺ) سے بیعت کر رہے تھے درخت کے نیچے۔ سو اس نے معلوم کر لیا جو ان کے دلوں میں (خلوص) تھا تو اس نے ان پر تسلی اتاری، اور بدلہ میں انہیں قریب ہی ایک فتح (فتح خیبر جو صلح حدیبیہ کے بعد ہوئی) عطا کی۔'' (سورۃ الفتح: 18)

13۔ ''اور بہت سی غنیمتیں (خیبر سے) انہوں (مومنوں) نے حاصل کیں۔ اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔'' (سورۃ الفتح: 19)

14۔ ''اور اللہ نے تم سے وعدہ کیا نعمتوں کا کثرت سے، جنہیں تم لو گے۔ تو اس نے یہ (فتح خیبر) تمہیں جلد عطا کی۔ اور لوگوں (کفار) کے ہاتھ تم سے روک دیے تاکہ (یہ) ہو مومنوں کے لیے ایک نشانی، اور تمہیں ایک سیدھے راستے کی ہدایت دے۔'' (سورۃ الفتح: 20)

15۔ ''اور کئی مزید فتوحات بھی (تم کو ملیں گی) جن پر تم قدرت نہیں رکھتے تھے۔ لیکن وہ اللہ کے احاطہ قدرت میں ہیں اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' (سورۃ الفتح: 21)

16۔ ''اور اگر جنگ کرتے تم سے کفار (مکہ) تو انہیں ایسی رسوا کن شکست ہوتی کہ پیٹھ دکھا کر بھاگ جاتے، پھر نہ پاتے کسی کو (دنیا بھر میں) اپنا دوست اور مددگار۔ یہی اللہ کا دستور ہے۔ (کافروں کے ساتھ) اور اللہ کے دستور میں تو کوئی تبدیلی نہ پائے گا۔'' (سورۃ الفتح: 22، 23)

17۔ ''اور اللہ وہی ہے جس نے روک دیا تھا ان کے ہاتھوں کو تم سے اور

تمہارے ہاتھوں کو ان سے، مکہ کی سرحد پر (حدیبیہ میں) حالانکہ اللہ نے تم کو ان پر قابو بھی دے دیا تھا۔ اور تم جو کچھ کرتے ہو، اللہ سب دیکھتا ہے۔'' (سورۃ الفتح: 24)

18۔ ''یہی وہ (بدنصیب) لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تمہیں مسجد حرام (میں داخل ہونے) سے روکا اور (ان کی اسی مزاحمت کے باعث) قربانی کے جانور بھی اپنی جگہ (حرم میں پہنچنے اور ذبح ہونے سے) رکے رہے۔ (لیکن سرکار دو عالم ﷺ نے سب کچھ جانتے ہوئے بھی انہیں معاف فرما دیا اس لیے کہ مکہ میں سب کافر ہی تو نہ تھے، کچھ مسلمان بھی تھے جن سے صحابہؓ واقف نہ تھے اور جنگ کی صورت میں وہ بھی ہلاک ہو جاتے) اور اگر مومن مرد اور مومن عورتیں مکہ میں نہ ہوتیں جن کو تم نہیں جانتے تھے (تو تم کو اس وقت بھی فتح مکہ نصیب ہو سکتی تھی لیکن) یہ احتمال تھا کہ تم ان کو بھی پیس ڈالو گے، پھر تم کو ان (مسلمانوں) کے باعث ایسے کام کی بنا پر نقصان پہنچے گا جو تم نے بے خبری میں کیا (تاخیر اس لیے ہوئی کہ جو مکہ میں ہیں وہ نکل آئیں اور جو کافر اسلام کی صداقت سے متاثر ہونے والے ہیں اسلام قبول کر لیں) کہ اللہ جس کو چاہے اپنی رحمت میں داخل فرمائے، (اس وقت بھی مکہ میں) وہ (چند کلمہ گو) نہ ہوتے، تو ہم ان میں سے کافروں کو عذاب دیتے اور عذاب بھی دردناک۔'' (سورۃ الفتح: 25)

19۔ ''(صلح حدیبیہ کے وقت) جب کفار نے اپنے دلوں میں ضد، اور ضد بھی جہالت کی، کو جگہ دی (کفار اپنی شرائط پر اڑے ہوئے تھے اور نبی پاک ﷺ ان کی شرائط تسلیم کر رہے تھے۔ لیکن جان نثار صحابہؓ ان شرائط پر خوش نہ تھے مگر صبر و تحمل اور فرمانبرداری کا نمونہ بنے ہوئے تھے) تو اللہ نے (صحابہؓ کے ادب بیت اللہ اور اطاعت رسول ﷺ کے انداز کو پسند فرماتے ہوئے) اپنے رسول اور مومنوں (کے قلوب) پر تسکین نازل فرمائی اور ان کو (ایک محتاط اور) پرہیزگاری کی بات پر قائم رکھا اور وہی

(اس انداز اتباع رسول ﷺ کے زیادہ مستحق تھے، اور اس (تحمل و بردباری) کے زیادہ اہل تھے، اور اللہ ہر چیز سے خوب واقف ہے۔"

(سورۃ الفتح: 26)

20۔ "بے شک اللہ نے رسول (ﷺ) کو حقیقت کے مطابق سچا صحیح خواب دکھایا کہ انشاء اللہ تم مسجد حرام کعبۃ اللہ میں امن و امان سے داخل ہو گئے اور تم میں سے کچھ سر منڈواتے ہوں گے اور کچھ بال ترشوا رہے ہوں گے (اور پھر احرام کھولیں گے) تم کو کسی بات کا خوف نہ ہوگا پھر وہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تم نہیں جانتے پھر اس نے فتح مکہ سے قبل ہی ایک فوری فتح (خیبر) عنایت فرمائی۔"

(سورۃ الفتح: 27)

21۔ "وہی اللہ تو ہے جس نے اپنے رسول (محمد مصطفیٰ ﷺ) کو کتاب ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اس دین کو تمام دوسرے ادیان پر مکمل طور پر غالب کر دے اور یوں تو دین حق کی صداقت اور رسول (ﷺ) کی رسالت پر اللہ ہی کی کافی گواہ ہے۔"

(سورۃ الفتح: 28)

⑥ سورۃ الصف

سورۂ صف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

1۔ "وہی ہے جس نے اپنے رسول (ﷺ) کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے، پڑے برا مانیں مشرک۔"

(سورۃ الصف: 9)

2۔ "اور جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا کہ اے بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں جو تمہاری طرف مبعوث فرمایا گیا ہوں میں تصدیق کرنے والا ہوں توراۃ کا جو کتاب اللہ مجھ سے پہلے نازل کی گئی اور خوشخبری سنانے والا ہوں ایک رسول (ﷺ) کی جو میرے بعد آئیں گے ان کا نام احمد (تعریف کیا ہوا) ہوگا لیکن جب وہ (خاتم النبیین ﷺ) کھلی نشانیاں روشن دلائل و معجزات لے کر آئے تو یہ لوگ کہنے لگے کہ یہ تو صریح جادو ہے۔"

(سورۃ الصف: 6)

⑦ سورۃ النساء

قرآن عزیز میں سورۃ النساء میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ "یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو حکم مانے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کا، اللہ اسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہوں گی وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہی ہے بڑی کامیابی۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) اور اس کی (حدوں) سے بڑھ جائے، اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا جس میں (وہ) ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔"

(سورۃ النساء: 13، 14)

2۔ "تو کیسی ہو گی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور (اے محبوب ﷺ) تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں گے۔"

(سورۃ النساء: 41)

3۔ "اس دن تمنا کریں گے وہ، جنہوں نے کفر کیا اور رسول (ﷺ) کی نافرمانی کی، کہ کاش انہیں مٹی میں دبا کر زمین برابر کر دی جائے اور (وہ) کوئی بات اللہ سے نہ چھپا سکیں گے۔"

(سورۃ النساء: 42)

4۔ "کیا تم ان لوگوں (اہل یہود) کا حال نہیں دیکھتے جنہیں کتاب اللہ (کے علم) سے کچھ حصہ دیا گیا تھا۔ (مگر) وہ کس طرح بتوں اور شیطانی قوتوں کے معتقد ہو گئے اور کافروں کی نسبت (وہ) کہتے ہیں کہ: مسلمانوں سے تو کہیں زیادہ یہی لوگ (کافر) سیدھے راستے پر ہیں، یقین کرو یہی وہ لوگ ہیں جن پر خدا کی پھٹکار پڑی ہے جس کسی پر اس اللہ تعالیٰ کی پھٹکار پڑی، تو ممکن نہیں کہ تم کسی کو اس کا مددگار پاؤ۔"

(سورۃ النساء: 51، 52)

5۔ "اے ایمان والو! اللہ کا حکم مانو اور حکم مانو رسول (ﷺ) کا، اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں، پھر اگر تم میں سے کسی بات کا جھگڑا ہو تو اللہ اور رسول (ﷺ) کے حضور رجوع کرو۔ اگر اللہ اور قیامت پر ایمان

رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا۔'' (سورۂ النساء: 59)

6۔ ''اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کی اتاری ہوئی کتاب اور رسول (ﷺ) کی طرف آؤ تو تم دیکھو گے کہ منافق تم سے منہ موڑ کر پھر جاتے ہیں۔''
(سورۂ النساء: 61)

7۔ ''اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو (اے حبیب ﷺ) تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول بھی ان کی شفاعت فرمائے تو (یہ لوگ) ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔'' (سورۂ النساء: 64)

8۔ ''اور جو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔'' (سورۂ النساء: 69)

9۔ ''اے سننے والے! تجھے جو بھلائی پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو برائی پہنچے تو وہ تیری اپنی طرف سے ہے اور (اے محبوب ﷺ) ہم نے تمہیں سب لوگوں کے لیے رسول (ﷺ) بنا کر بھیجا اور اللہ کافی ہے گواہ۔''
(سورۂ النساء:79)

10۔ ''جس نے رسول (ﷺ) کا حکم مانا، بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا اور جس نے منہ پھیرا، تو ہم نے تمہیں ان کے بچانے کو نہ بھیجا۔''
(سورۂ النساء: 80)

11۔ ''اور جو اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑ کر نکلے گا وہ زمین میں بہت جگہ اور گنجائش پائے گا۔ اور جو اپنے گھر سے نکلا اللہ و رسول (ﷺ) کی خاطر ہجرت کر کے پھر اسے موت نے آلیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہوگا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔'' (سورۂ النساء: 100)

12۔ ''اور جو اللہ اور رسول کے خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا ہو، اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے۔ ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ

دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔''
(سورۂ النساء: 115)

⑧ سورۂ المائدہ

سورۂ المائدہ میں ارشادِ حق ہوتا ہے:

1۔ ''اے ایمان والو! (عام احسانات کے ساتھ) اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم پر کی جب کچھ لوگوں نے تم پر دست درازی (حملہ) کرنے کا قصد کیا، اس غرض سے کہ تم کو مٹا کر اسلام کو مٹا دیں۔ اس (اللہ تعالیٰ) نے ان کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا۔ (اس کی ہمتیں آج بھی جاری ہیں) اور ایمان والوں کو تو اللہ پر بھروسہ کرنا ہی چاہیے (یہ ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے جس میں اللہ کے رسول پر جنگ احد سے قبل قاتلانہ حملہ کرنے کی کوشش کی گئی تھی مگر اللہ نے آپ ﷺ کو بچا لیا اور دشمن مطیع (مسلمان) ہوگیا)'' (سورۂ المائدہ: 11)

2۔ اے کتاب والو! بے شک تمہارے پاس ہمارے یہ رسول (پیغمبر آخرالزماں ﷺ) تشریف لائے کہ تم پر ظاہر فرماتے ہیں بہت سے وہ چیزیں جو تم نے کتاب میں (تحریف کے ذریعے) چھپا ڈالی تھیں۔ اور وہ تمہاری بہت سی باتوں سے درگزر فرماتے ہیں۔ بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔'' (سورۂ المائدہ: 15)

3۔ ''اس سبب سے ہم نے بنی اسرائیل پر حکم نازل کیا کہ جس نے کوئی جان قتل کی بغیر جان کے بدلے، یا زمین میں فساد پھیلایا، تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا۔ اور جس نے ایک جان کو زندہ بچا لیا، اس نے گویا سب لوگوں کو بچا لیا، اور بے شک ان کے پاس ہمارے رسول (ﷺ) روشن دلیلوں کے ساتھ آئے، پھر اس کے بعد بھی ان میں سے اکثر زمین میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں۔'' (سورۂ المائدہ: 32)

4۔ ''اے پیغمبر جو لوگ کفر میں جلدی کرتے ہیں (کچھ تو) ان میں سے ہیں جو منہ سے کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں لیکن ان کے دل مومن نہیں ہیں اور

(کچھ) ان میں سے جو یہودی ہیں ان کی وجہ سے غضب ناک نہ ہونا یہ غلط باتیں بنانے کے لیے جاسوسی کرتے پھرتے ہیں اور ایسے لوگوں کے بہکانے کے لیے جاسوس بنے ہیں جو ابھی تمہارے پاس نہیں آئے (صحیح) باتوں کو ان کے مقامات (میں ثابت ہونے) کے بعد بدل دیتے ہیں اور (لوگوں سے) کہتے ہیں کہ اگر تم کو یہی (حکم) ملے تو اسے قبول کر لینا اور اگر نہ ملے تو (اس سے) احتراز کرنا اور کسی کو اللہ گمراہ کرنا چاہے تو اس کے لیے تم کچھ اللہ سے (ہدایت کا) اختیار نہیں رکھتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پاک کرنا نہیں چاہا۔ ان کے لیے دنیا میں بھی ذلت ہے اور آخرت میں بھی بڑا عذاب ہے۔''

(سورۃ المائدہ: 41)

5۔ ''تمہارے دوست نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول (ﷺ) اور ایمان والے، کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔''

(سورۃ المائدہ: 55)

6۔ ''اے رسول (ﷺ)! پہنچا دو جو کچھ اترا تم پر تمہارے رب کی طرف سے، اور ایسا نہ ہو تو تم نے اس کا کوئی پیغام نہ پہنچایا اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے۔ بے شک اللہ کافروں کو راہ نہیں دیتا۔''

(سورۃ المائدہ: 67)

7۔ ''(اے رسول ﷺ) آپ لوگوں میں سے مسلمانوں کا شدید ترین دشمن یہود اور مشرکین کو پائیں گے، اور لوگوں میں مسلمانوں سے محبت میں قریب ان کو پائیں گے جو خود کہتے ہیں (یہاں نجاشی، ان کے دوست اور نصاریٰ کے وہ علماء اور درویش مراد ہیں جو مسلمان ہوئے۔ جیسا کہ اگلی آیت سے واضح ہوگا) یہ اسی وجہ سے ہے کہ ان میں علماء اور درویش ہیں اور اس واسطے کہ وہ تکبر نہیں کرتے۔''

(سورۃ المائدہ:82)

8۔ ''اور جب (بعض سچے عیسائی) اس (قرآن) کو سنتے ہیں جو رسول (ﷺ) پر اتارا گیا تو آپ دیکھتے ہیں کہ اس حق کے سبب جسے انہوں نے جان

(پہچان) لیا۔ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ (کلام) اللہ سے یہ اثر پذیری اس لیے ہے کہ ان میں تکبر نہیں وہ گوش دل سے سنتے ہیں اور صرف متاثر ہی نہیں ہوتے بلکہ وہ عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے، تو اس حق پر ایمان لانے والوں کے ساتھ تو ہمارا نام (بھی) لکھ لے (جن کے یہ مسلمان شاہد ہیں ہم کو بھی ان کا مشاہد بنا دے۔)''

(سورۃ المائدہ: 83)

9۔ ''(یہی وہ لوگ تھے جو منبع صدق و صفا سے حق و صداقت کا پیغام سن کر ایمان لائے اور بول اٹھے:) اور ہم کو کیا ہوا کہ ہم اللہ پر ایمان نہ لائیں اور اس حق پر جو ہمارے پاس آ چکا ہے (یعنی کتاب اور صاحب کتاب پر یقین نہ کریں؟) اور (پھر) یہ توقع (نہ) کریں کہ ہم کو ہمارا رب نیک بختوں کے ساتھ (اپنی رضا کی جنت میں) داخل کرے گا حق کو نہ ماننا اور انعام کی توقع رکھنا تو سراسر حماقت ہے۔''

(سورۃ المائدہ: 84)

10۔ ''پھر اللہ نے ان آنسو بہانے والے مسیحی کی اس التجا پر اس کے بدلے میں ایسے باغ عطا فرمائے جن کے نیچے ہمیشہ نہریں بہتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور نیکوکاروں کا تو یہی صلہ ہے (اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جن کا ایمان مکمل ہوتا ہے یہی بدلہ عطا کرتا ہے۔)''

(سورۃ المائدہ: 85)

11۔ ''اور (برخلاف اس کے) جن لوگوں نے حق کا انکار کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا وہی لوگ دوزخی ہیں۔''

(سورۃ المائدہ: 86)

⑨ سورۃ الاعراف

اس سورۂ مبارکہ میں ارشاد الٰہی ہوتا ہے:

1۔ ''وہ لوگ جو پیروی کرتے ہیں (ہمارے) رسول (محمد ﷺ) نبی امی کی جس کے (ذکر مبارک کو) وہ لکھا ہوا پاتے ہیں اپنے پاس توریت میں، اور انجیل میں۔ وہ انہیں حکم دیتے ہیں بھلائی کا، اور انہیں روکتے ہیں برائی سے اور ان کے لیے حلال کرتے ہیں پاکیزہ چیزیں، اور ان پر حرام

کرتے ہیں حرام چیزیں، اور اتارتے ہیں ان (کے سروں) سے بوجھ، اور (ان کی گردنوں سے) طوق جوان پر تھے (ان کی نافرمانیوں کے باعث) پس جو لوگ ان پر ایمان لائے اور انہوں نے ان کی حمایت کی اور ان کی مدد کی اور اس نور ہدایت (یعنی قرآن وسنت) کی پیروی کی جو ان کے ساتھ اتارا گیا ہے وہی فلاح پانے والے ہیں۔“

(سورۃ الاعراف: 157)

2۔ ”آپ فرما دیجئے: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کو ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی جلاتا ہے اور مارتا ہے، تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول نبی امی پر، کہ جو اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان لاتے ہیں، ان کی غلامی کرو کہ تم راہ فلاح پاؤ۔“ (سورۃ الاعراف: 158)

3۔ ”(اے رسول ﷺ) فرما دیجئے میں (خود) اپنی جان کے بھلے برے کا ذمہ دار نہیں، مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جان لیا کرتا تو میں نے بہت بھلائی جمع کر لی ہوتی اور مجھے کوئی برائی نہ پہنچتی لیکن میں تو نافرمانوں کو ڈرانے والا اور ان لوگوں کو خوشخبری سنانے والا ہوں جو ایمان رکھتے ہیں۔“ (سورۃ الاعراف: 188)

(10) سورۃ الانفال

اس سورۃ مبارکہ میں قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ اے رسولؐ! تم سے مال غنیمت کا پوچھتے ہیں، تم فرماؤ غنیمتوں کے مالک اللہ اور رسول (ﷺ) ہیں۔ تو اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح رکھو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اگر ایمان رکھتے ہو۔“ (سورۃ الانفال: 1)

2۔ ”(اور اے نبی ﷺ وہ وقت یاد کرو) جب تم (دشمن فوج کی کثرت دیکھ کر) اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے۔ پھر اس نے تمہاری فریاد رسی کی (اور فرمایا) کہ میں ایک ہزار لگاتار آنے والے فرشتوں سے تمہاری مدد

کروں گا۔ اور یہ (فرشتوں کا بھیجنا) تو اللہ کی طرف سے ایک بشارت (خوشخبری) تھی تاکہ تمہارے دلوں کو اطمینان ہو جائے اور (یاد رکھو کہ فرشتوں کا آنا تو ایک ظاہری سبب بنا دیا گیا تھا ورنہ اصل) فتح اور نصرت تو اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ بے شک اللہ بڑا زور آور حکمت والا ہے۔“

(سورۃ الانفال: 9، 10)

3۔ ”(اور وہ وقت یاد کرو جب تم ریتلے میدان میں پانی نہ ہونے کے باعث پریشان تھے اور شیطان تمہارے دلوں میں طرح طرح کے وسوسے ڈال رہا تھا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے کس طرح تمہاری مدد فرمائی) جب اس نے اپنی طرف سے (تمہاری) تسکین کے لیے تم پر غنودگی طاری کر دی اور (پھر جب تم کو غسل وضو کے لیے پانی درکار ہوا تو) تم پر آسمان سے پانی اتارا (بارش ہوئی) تاکہ اس کے ذریعے تم کو پاک کر دے اور تم سے شیطانی نجاست (گندگی اور وسوسے) دور فرما دے۔ اور تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے اور اس سے تمہارے قدم جمائے رکھے۔“

(سورۃ الانفال: 11)

4۔ ”(اور وہ وقت بھی یاد دلائیے) جب آپ کا رب فرشتوں کو حکم دے رہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں پس تم مسلمانوں کو ثابت قدم رکھو (ان کے دل کو اطمینان دلاؤ تاکہ وہ ثابت قدمی کے ساتھ کفار سے لڑیں) عنقریب میں کافروں کے دلوں میں (مسلمانوں کی) دہشت ڈال دوں گا۔ پس (اے مسلمانو!) تم ان (کافروں) کی گردنوں پر مارو اور ان کے پور پور پر مارو (گردنیں اڑا دو کہ یہ فنا ہی ہو جائیں یا جوڑوں پر مارو کہ ان کافروں کا قیام وقرار جاتا رہے۔)“ (سورۃ الانفال: 12)

5۔ ”اس لیے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کی اور جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے تو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔“

(سورۃ الانفال: 13)

6۔ ”پس اے مسلمانو! (جنگ بدر میں) تم نے ان کو نہیں مارا بلکہ اللہ نے

ان کو مارا (قتل کیا) اور (اے رسول ﷺ) جس وقت آپ نے (مٹھی بھر خاک دشمن پر) پھینکی تھی (وہ) آپ نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی اور (یہ سب اس لیے ہو رہا تھا) تاکہ (اللہ تعالیٰ) ایمان والوں پر اپنی طرف سے خوب احسان فرمائے۔ بے شک اللہ بڑا سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔ (پھر بدر پر ہی کیا موقوف) یہ تو ہو چکا (آئندہ بھی ایسا ہی ہو گا) اور جان لو کہ اللہ کافروں کی تدابیر (ان کے تمام منصوبوں) کو ناکارہ کر دے گا۔'' (سورۃ الانفال:17، 18)

7۔ ''اور (اے محبوب ﷺ وہ واقعہ یاد کیجیے) جب کافر آپ کے متعلق تدبریں کر رہے تھے کہ آپ (ﷺ) کو بند کر دیں یا قتل کر دیں، یا (وطن سے) نکال دیں، اور وہ اپنی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر، اور اللہ کی تدبیر سب سے بہتر ہے (کفار کی تدابیر مکر و فریب اور دھوکہ تھا اللہ کی تدبیر اپنے محبوب ﷺ کو بچا کر نکال لے جانا تھا اور کفار کو سزا دینا تھا) چنانچہ وہ کفار خود اپنے جال میں پھنس گئے اور اپنے آپ کو بدر میں قتل کروا دیا (یہی اللہ کی غالب تدبیر ہے۔)'' (سورۃ الانفال: 30)

8۔ ''بے شک جن لوگوں نے (حق کو تسلیم کرنے سے) انکار (کفر) کیا وہ اپنے مال اس لیے خرچ کرتے ہیں کہ اللہ کی راہ سے (اس کے بندوں کو روکیں) پس وہ (اپنے اموال) ابھی اور خرچ کرتے رہیں گے مگر ان کی یہ کوششیں ان کے لیے (حسرت اور) پچھتاوے کا سبب بن جائیں گی۔ پھر (آخرکار وہ مغلوب ہوں گے) اور جو کافر ہیں وہ (روز قیامت) دوزخ کی طرف ہانکے جائیں گے۔'' (سورۃ الانفال: 36)

9۔ ''اور جان لو! کہ جو کچھ مال غنیمت حاصل ہو اس کا پانچواں حصہ خاص اللہ اور رسول (ﷺ) اور قرابت والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کا ہے، اگر تم ایمان لائے ہو اللہ پر اور اس پر جو ہم نے اپنے بندے پر فیصلہ کے دن اتارا جس دن دونوں فوجیں ملی تھیں اور اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔''

(سورۃ الانفال: 41)

10۔ ''اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور آپس میں جھگڑو نہیں کہ تمہاری ہمت ٹوٹ جائے گی اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو۔ بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔'' (سورۃ الانفال: 46)

11۔ ''اور جب شیطان نے ان (کافروں) کی نظر میں ان کے اعمال خوشنما کر دکھائے اور کہہ دیا کہ آج کے دن (یوم بدر) لوگوں میں سے کوئی تم پر غالب نہیں ہو سکتا اور میں تمہارا حمایتی (مددگار) ہوں پھر جب (بدر کے میدان میں) دونوں فوجوں میں مقابلہ ہوا تو وہ (ابلیس) الٹے پاؤں بھاگ نکلا اور (کافروں سے) بولا کہ میں تم سے بیزار ہوں۔ میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔ میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔'' (سورۃ الانفال: 48)

12۔ ''اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی ﷺ) اللہ تمہیں کافی ہے اور ان کے لیے بھی جو مسلمان تمہارے پیرو ہوئے۔ اے نبی (ﷺ)! مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دو اگر تم میں سے بیس ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو دو سو پر غالب ہوں گے اگر تم میں سے سو (ثابت قدم) ہوں تو دو سو پر غالب ہوں گے اگر تم میں سے سو ثابت قدم ہوں تو کافروں کے ہزار پر غالب آئیں گے، اس لیے کہ وہ اہل کفر سمجھ نہیں رکھتے۔''

(سورۃ الانفال : 64، 65)

13۔ ''کسی نبی کو لائق نہیں کہ کافروں کو قید کرے، جب تک زمین میں ان کا خون نہ بہائے۔ تم لوگ دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ (تمہارے لیے) آخرت چاہتا ہے۔ اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔'' (سورۃ الانفال : 67)

14۔ ''اے غیب کی بتانے والے (نبی ﷺ) جو قیدی تمہارے ہاتھ میں ہیں ان سے فرماؤ اگر اللہ تمہارے دل میں نیکی جانے گا تو جو کچھ ہم سے (فدیہ میں) لیا گیا ہے اس سے بہتر تمہیں عطا فرمائے گا اور تمہیں بخش دے گا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔'' (سورۃ الانفال:70)

⑪ سورۃ التوبہ

سورۃ التوبہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

1۔ ''بیزاری کا حکم سنانا ہے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی طرف سے ان مشرکوں کو جن سے تمہارا معاہدہ تھا اور وہ قائم نہ رہے۔''
(سورۃ التوبہ: 1)

2۔ ''اور اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی طرف حج اکبر کے دن لوگوں کو اعلان عام ہے کہ اللہ مشرکین سے الگ ہے، اور اس کا رسول (ﷺ) بھی۔ اب بھی (اے قریش مکہ!) اگر تم توبہ کرلو تو وہ تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر تم نے روگردانی کی، تو جان لو کہ تم اللہ کو ہرگز عاجز نہ کرسکو گے۔ اور کافروں کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنادو۔'' (سورۃ التوبہ: 3)

3۔ ''(ذرا سوچو) اللہ کے نزدیک اور اللہ کے رسول (ﷺ) کے نزدیک مشرکین کا عہد کیونکر (قائم) رہے گا البتہ جن لوگوں نے تم سے مسجد حرام کے پاس عہد کیا تھا جب تک وہ تمہارے لیے (اپنے عہد پر) قائم رہیں تم بھی ان کے لیے (عہد پر) قائم رہو۔ بے شک اللہ پرہیز گاروں اور (احتیاط کرنے والوں) کو پسند فرماتا ہے۔'' (سورۃ التوبہ: 7)

4۔ ''اور اگر وہ قسمیں توڑ دیں اپنے عہد کے بعد، اور آپ کے دین میں عیب نکالیں تو کفر کے سرداروں سے جنگ کریں، بے شک ان کی قسمیں کچھ نہیں شاید وہ باز آجائیں۔'' (سورۃ التوبہ:12)

5۔ ''کیا تم اس قوم سے نہ لڑو گے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑیں اور رسول (ﷺ) کے نکالنے کا ارادہ کیا؟ حالانکہ ان ہی کی طرف سے پہل ہوئی ہے کیا ان سے ڈرتے ہو؟ تو اللہ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو۔'' (سورۃ التوبہ: 13)

6۔ ''کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم یونہی چھوڑ دیے جاؤ گے؟ حالانکہ ابھی اللہ ان لوگوں کو جنہوں نے تم سے جہاد کیا (ان کے عجز سے) جانا ہی نہیں،

اور (نہ یہ آزمائش ہوئی کہ) اللہ اور اللہ کے رسول (ﷺ) اور مسلمانوں کو چھوڑ کر کسی (اور) کو تو انہوں نے دلی دوست نہیں بنایا، اور اللہ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے۔'' (سورۃ التوبہ: 16)

7۔ ''تم فرماؤ: اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کے مکان، یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسولؐ اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو۔ یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔'' (سورۃ التوبہ: 24)

8۔ ''بے شک (اے مسلمانو!) اللہ نے بہت سے مواقع (بدر و احد، بنو قریظہ، بنو نضیر سے جنگ اور صلح حدیبیہ، خیبر اور فتح مکہ) پر تمہاری مدد فرمائی اور (جنگ حنین کے دن بھی) جب تم اپنی فوج کی کثرت پر اترا گئے تھے پھر وہ (اکثریت) تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین اپنی کشادگی کے باوجود تم پر تنگ ہوگئی۔ (تمہیں بھاگنے کا موقع نہ مل رہا تھا اور دشمن کے تیروں کو بوچھاڑ سے تم کو پناہ نہیں مل رہی تھی۔ آخر تم پیٹھ دکھا کر بھاگ نکلے۔''
(سورۃ التوبہ: 25)

9۔ ''پھر اللہ نے اپنے رسول (ﷺ) پر ایمان والوں پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی اور (ملائکہ کی) ایسی فوجیں اتاریں جو تم کو نظر نہ آتی تھیں۔ اور (اس طرح) کافروں کو عذاب دیا اور کافروں کی یہی سزا ہے۔''
(سورۃ التوبہ: 26)

10۔ ''لڑو ان سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور قیامت پر۔ اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو جس کو حرام کیا اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) نے اور سچے دین کے تابع نہیں ہوتے یعنی وہ جو کتاب دیے گئے جب تک اپنے ہاتھ سے جزیہ نہ دیں ذلیل ہوکر۔'' (سورۃ التوبہ:29)

11۔ ''(یہ لوگ) چاہتے ہیں کہ بجھا دیں اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے اور انکار فرماتا ہے اللہ مگر یہ کہ کمال تک پہنچا دے اپنے نور کو اگرچہ ناپسند

کریں (اس کو) کافر۔ وہی قادر مطلق ہے جس نے بھیجا اپنے رسول (ﷺ) کو (کتاب) ہدایت اور دین حق دے کر تاکہ غالب کر دے اسے تمام دینوں پر، اگرچہ یہ غلبہ مشرکوں کو ناگوار ہی گزرے۔''

(سورۃ التوبہ: 32، 33)

12۔ ''اے مومنو! تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ جب تمہیں کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں کوچ کرو تو تم گرے جاتے ہو زمین پر، کیا تم نے آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کو پسند کرلیا ہے سو (کچھ بھی) نہیں ہے زندگی کا سامان آخرت کے مقابلہ، مگر تھوڑا۔'' (سورۃ التوبہ:38)

13۔ ''اگر تم اللہ کی راہ میں نہ نکلو گے تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا اور تمہاری جگہ کوئی اور قوم بدلہ میں لے آئے گا، اور تم اس کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' (سورۃ التوبہ:39)

14۔ ''اگر تم اس اللہ تعالیٰ کے رسول (ﷺ) کی مدد نہ کرو گے (تو بھی کوئی ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا کیونکہ) اللہ نے اس وقت ان کی مدد کی، جب کافروں نے انہیں (مکہ سے) نکالا تھا، وہ دوسرے تھے دونوں میں۔ جب وہ دونوں غار (ثور) میں تھے تب وہ اپنے ساتھی (ابوبکر صدیقؓ) سے کہتے تھے گھبراؤ نہیں یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ تو اس نے ان پر اپنی تسکین نازل کی اور ایسے لشکروں (ملائکہ) سے ان کی مدد کی جو تم نے نہیں دیکھے، اور کافروں کی بات پست کردی اور اللہ کا بول بالا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔'' (سورۃ التوبہ:40)

15۔ تم ہلکے اور بوجھل (ہر حالت میں) نکلو اور اپنی جانوں اور اپنے اموال سے جہاد کرو اللہ کی راہ میں۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔''

(سورۃ التوبہ:41)

16۔ ''اگر مال غنیمت، قریب اور سفر آسان ہوتا تو وہ آپ (ﷺ) کے پیچھے ہو لیتے۔ لیکن دور نظر آیا انہیں راستہ اور اب اللہ کی قسمیں کھائیں گے کہ اگر ہم سے ہوسکتا تو ہم ضرور تمہارے ساتھ نکلتے، وہ اپنے آپ کو ہلاک کر

رہے ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔'' (سورۃ التوبہ:42)

17۔ ''اللہ تمہیں معاف کرے آپ نے (اس سے پیشتر) انہیں کیوں اجازت دے دی (شریک جنگ نہ ہونے کی) یہاں تک کہ آپ پر ظاہر ہو جاتے وہ لوگ جو سچے ہیں اور آپ جان لیتے جھوٹوں کو آپ سے وہ لوگ (جنگ سے) رخصت نہیں مانگتے جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، کہ وہ جہاد (نہ) کریں اپنے مالوں سے، اور اپنی جانوں سے اور اللہ متقیوں کو خوب جانتا ہے (بلکہ) آپ سے ضرور وہ لوگ رخصت مانگتے ہیں جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، اور ان کے دل شک میں پڑے ہیں۔ سو وہ اپنے شک میں بھٹک رہے ہیں۔''

(سورۃ التوبہ:43 تا 45)

18۔ ''اور اگر وہ واقعی (جہاد کے لیے) نکلنے کا ارادہ کرتے تو اس کے لیے ضرور تیار کرتے کچھ سامان، لیکن اللہ نے ان کا جنگ پر نکلنا ناپسند کیا۔ سو ان کو روک دیا اور کہہ دیا گیا کہ بیٹھنے والوں کے ساتھ (جو جنگ سے جی چراتے ہیں) بیٹھ جاؤ۔'' (سورۃ التوبہ:46)

19۔ ''اگر وہ (منافقین جنگ کے لیے) تمہارے ساتھ نکلنا چاہتے تو تمہارے لیے خرابی کے سوا کچھ نہ بڑھاتے، اور تمہارے درمیان (فساد پیدا کرنے کے لیے) دوڑتے پھرتے، اور تم میں ان کے جاسوس ہیں اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔'' (سورۃ التوبہ:47)

20۔ ''البتہ انہوں نے چاہا تھا اس سے قبل بھی کہ بگاڑ پیدا کریں، اور انہوں نے الٹ پلٹ تدبیریں کیں، یہاں تک کہ (بدر میں) حق آ پہنچا اور غالب آ گیا بامر الٰہی، ہر چند کہ وہ ان کو ناگوار گزرتا تھا۔''

(سورۃ التوبہ:48)

21۔ ''اور ان (منافقین) میں سے کوئی کہتا ہے مجھے اجازت دیں (معاف ہی رکھیں) اور مجھے آزمائش میں نہ ڈالیں۔ یاد رکھو وہ آزمائش میں پڑ چکے ہیں، اور بے شک جہنم کافروں کو گھیرے ہوئے ہے۔'' (سورۃ التوبہ:49)

22۔ ”اور (اے رسول ﷺ) اگر تمہیں پہنچے والی ہو کوئی بھلائی تو انہیں بری لگے، اور تمہیں کوئی مصیبت پہنچے تو وہ کہیں ہم نے اپنا کام پہلے ہی سنبھال لیا تھا اس سے پہلے، اور وہ خوشیاں مناتے لوٹ جاتے ہیں۔“
(سورۃ التوبہ:50)

23۔ ”آپ کہہ دیں ہمیں ہرگز نہ پہنچے گا (برا نہ بھلا) مگر (وہی) جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دیا ہے وہی ہمارا مولا (کارساز) ہے اور مومنوں کو اللہ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے۔“ (سورۃ التوبہ:51)

24۔ ”آپ (اے رسول ﷺ) کہہ دیں کہ: تم تو ہمارے لیے دو بھلائیوں میں سے ایک کا انتظار کرتے ہو (کہ ہم شہید ہوتے ہیں یا غازی) اور ہم منتظر ہیں کہ تمہیں پہنچے اللہ کے پاس سے کوئی عذاب یا ہمارے ہاتھوں سے۔ سو تم انتظار کرو ہم بھی تمہارے ساتھ منتظر ہیں۔“
(سورۃ التوبہ:52)

25۔ ”آپ کہہ دیں: تم خوشی سے خرچ کرو یا ناخوشی سے، ہرگز تم سے قبول نہ کیا جائے گا۔ بے شک تم ہو قوم فاسقین (نافرمان لوگوں) میں سے۔“
(سورۃ التوبہ:53)

26۔ ”اور وہ جو خرچ کرتے ہیں اس کا قبول ہونا بند نہ ہوا مگر اسی لیے کہ وہ اللہ اور رسول سے منکر ہوئے اور نماز کو نہیں آتے مگر جی ہارے اور خرچ نہیں کرتے مگر ناگواری سے۔“ (سورۃ التوبہ:54)

27۔ ”سو تم تعجب نہ کرو ان کے مالوں پر` اور ان کی اولاد پر، اللہ یہی چاہتا ہے کہ (اس وقت) بھی وہ کافر ہوں۔“ (سورۃ التوبہ:55)

28۔ ”اور وہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ بے شک وہ تم میں سے ہیں، حالانکہ وہ تم میں سے نہیں، لیکن وہ لوگ ڈرتے ہیں۔“ (سورۃ التوبہ: 56)

29۔ ”اگر وہ پائیں کوئی پناہ کی جگہ، یا غار یا گھسنے کی جگہ، تو وہ اس کی طرف پھر جائیں، رسیاں تڑاتے ہوئے۔“ (سورۃ التوبہ:57)

30۔ ” اور ان میں سے بعض آپ پر صدقات (کی تقسیم میں) طعن کرتے ہیں۔ سو اگر اس (مال غنیمت میں سے) انہیں دے دیا جائے تو وہ راضی ہو جائیں اور اگر انہیں اس میں سے نہ دیا جائے تو وہ اسی وقت ناراض ہو جاتے ہیں۔“ (سورۃ التوبہ:58)

31۔ ”کیا ہی اچھا ہوتا اگر وہ (اس پر) راضی ہو جاتے جو اللہ نے اور اس کے رسول (ﷺ) نے انہیں دیا، اور وہ کہتے ہمیں اللہ کافی ہے۔ اب ہمیں دے گا اللہ اپنے فضل سے۔ بے شک ہم اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی طرف رغبت رکھتے ہیں۔“ (سورۃ التوبہ: 59)

32۔ ”اور ان میں کوئی وہ ہیں کہ ان غیب کی خبریں دینے والے کو (بھی) ستاتے ہیں۔ اور وہ کہتے ہیں وہ تو ہر کسی کی بات پر کان دھر لیتا ہے۔ آپ فرما دیجئے (کہ ہاں) وہ کان لگا کر سنتے ہیں، وہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور مسلمانوں کی بات پر یقین کرتے ہیں اور جو تم میں مسلمان ہیں ان کے واسطے رحمت ہیں اور جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔“ (سورۃ التوبہ:61)

33۔ ”کیا انہیں خبر نہیں کہ جو خلاف کرے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کا تو اس کے لیے جہنم کی آگ ہے کہ ہمیشہ اس میں رہے گا، یہی بڑی رسوائی ہے۔“ (سورۃ التوبہ: 63)

34۔ ”اور (اے محبوب ﷺ) اگر تم ان سے پوچھو تو کہیں گے ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے۔ تم فرماؤ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول (ﷺ) سے ہنستے ہو؟“ (سورۃ التوبہ:65)

35۔ ”وہ لوگ جو (غزوہ تبوک میں ساتھ نہ گئے بلکہ بہانہ کر کے) پیچھے رہ گئے رسول خدا سے جدا ہو کر بیٹھے رہے تو خوش ہوئے اور انہوں نے ناپسند کیا کہ وہ جہاد کریں اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں۔ اور انہوں نے (لوگوں سے) کہا گرمی میں لڑائی کے لیے نہ نکلو (وہ سمجھتے

ہیں کہ انہوں نے بڑی کامیابی حاصل کر لی ہے)، مگر آپ ان سے کہہ دیں: کہ جہنم کی آگ گرمی میں سب سے زیادہ ہے کاش وہ سمجھ سکتے۔‘‘

(سورۃ التوبہ: 81)

36۔ ’’پس وہ (اپنی ناسمجھی پر یہاں) تھوڑا ہنس لیں اور ان کو آخرت میں زیادہ رونا ہے یہ بدلہ ہے ان کے اعمال کا جو وہ کرتے تھے۔‘‘

(سورۃ التوبہ: 82)

37۔ ’’پھر (غزوہ تبوک کے بعد) اگر اللہ آپ کو (منافقوں کے) کسی گروہ کی طرف واپس لے جائے ان میں سے۔ پھر وہ آپ سے جنگ میں ساتھ چلنے کی اجازت مانگیں، تو آپ کہہ دیں تم میرے ساتھ کہیں بھی ہرگز نہ چلو گے اور ہرگز نہ لڑو گے دشمن سے میرے ساتھ (مل کر) بے شک تم نے پہلی بار بیٹھ رہنے کو پسند کیا۔ سو تم پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ بیٹھو۔‘‘

(سورۃ التوبہ: 83)

38۔ ’’اور (اے رسول ﷺ) ان میں سے کوئی مر جائے تو کبھی اس پر نماز (جنازہ) نہ پڑھنا، اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔ بے شک انہوں نے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے کفر کیا اور وہ مرے جبکہ وہ نافرمان تھے۔‘‘

(سورۃ التوبہ:84)

39۔ ’’اور آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں ان کے مال اور ان کی اولاد، اللہ تو صرف یہ چاہتا ہے کہ انہیں ان سے دنیا میں عذاب دے اور ان کی جانیں اس حالت میں نکلیں کہ وہ کافر ہوں۔‘‘ (سورۃ التوبہ: 85)

40۔ ’’اور جب کوئی سورہ نازل کی جاتی ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول (ﷺ) کے ساتھ مل کر جہاد کرو تو ان میں سے مقدور والے (مال والے) آپ سے اجازت چاہتے ہیں اور کہتے ہیں ہمیں چھوڑ دیں کہ ہم بیٹھے رہ جانے والوں کے ساتھ ہو جائیں۔‘‘ (سورۃ التوبہ:86)

41۔ ’’وہ راضی ہو گئے اس بات پر کہ پیچھے رہ جانے والی عورتوں کے ساتھ

بیٹھے ہیں اور مہر لگ گئی ان کے دلوں پر سو وہ دیکھتے نہیں۔‘‘ (سورۃ التوبہ:87)

42۔ ’’لیکن اے رسول وہ لوگ جو ان کے ساتھ ایمان لائے انہوں نے اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے جہاد کیا اور انہی لوگوں کے لیے بھلائیاں ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔‘‘ (سورۃ التوبہ: 88)

43۔ ’’اللہ نے ان کے لیے باغات تیار کیے ہیں ان کے نیچے نہریں جاری ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔‘‘

(سورۃ التوبہ: 89)

44۔ ’’اور دیہاتیوں میں سے بہانہ بنانے والے (رسول اللہ ﷺ کے پاس) آئے کہ ان کو رخصت دی جائے اور وہ لوگ بیٹھ رہے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے جھوٹ بولا۔ عنقریب پہنچے گا ان لوگوں کو دردناک عذاب، جنہوں نے کفر کیا۔‘‘ (سورۃ التوبہ:90)

45۔ ’’نہ تو ضعیفوں پر گناہ ہے اور نہ مریضوں پر اور نہ ان لوگوں پر جن کے پاس خرچ کرنے کو کچھ نہیں (کہ وہ جہاد میں شریک نہ ہوں)، بشرطیکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے خیر خواہ رہیں (ایسے پاک دل اور پاک عمل) نیکوکاروں پر کسی طرح کا الزام نہیں اور اللہ (تو بڑا) بخشنے والا مہربان ہے، اور نہ ان لوگوں پر (جہاد لازم ہے) جو آپ کے پاس آئے اور آپ نے فرمایا (کہ میرے پاس تو خود کوئی ایسی چیز نہیں کہ تم کو اس پر سوار کروں تو ان کے دل بھر آئے) وہ لوگ گئے اور اس غم سے کہ ان کے پاس کچھ نہیں جسے وہ (اللہ کی راہ میں) خرچ کریں (ان کی) آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔‘‘ (سورۃ التوبہ:91، 92)

46۔ ’’الزام صرف ان لوگوں پر ہے جو آپ سے (جنگ میں شریک نہ ہونے کے لیے) اجازت چاہتے ہیں۔ حالانکہ وہ مالدار ہیں وہ اس پر خوش ہیں کہ رہ جائیں پیچھے رہ جانے والی عورتوں کے ساتھ، اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی۔ سو وہ کچھ نہیں جانتے (انہیں اچھے برے کا ہوش نہیں۔)‘‘

(سورۃ التوبہ:93)

47۔ ''(مسلمانو!) جب تم (تبوک سے) ان کی طرف لوٹ کر جاؤ گے تو وہ تمہارے پاس عذر لائیں گے تم کہنا اللہ ہمیں تمہاری سب خبریں بتا چکا ہے اور ابھی اللہ اور اس کا رسول تمہارے کام دیکھے گا پھر تم پوشیدہ اور ظاہر جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے، تم جو کرتے تھے پھر وہ تمہیں جتا دے گا۔''
(سورۃ التوبہ: 94)

48۔ ''اور (اے مسلمانو!) جب تم (تبوک سے) ان کے پاس واپس جاؤ گے تو (یہ منافق) تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے درگزر کرو، پس تم ان کا خیال نہ کرو۔ بے شک وہ پلید ہیں اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اس کا بدلہ جو وہ کماتے تھے۔''
(سورۃ التوبہ :95)

49۔ ''وہ لوگ تمہارے سامنے قسمیں (بھی) کھائیں گے تاکہ تم ان سے درگزر کرو۔ سو اگر تم ان سے راضی ہو جاؤ، تو بے شک اللہ راضی نہیں ہوتا نافرمان لوگوں سے۔''
(سورۃ التوبہ:96)

50۔ ''یہ دیہاتی کفر اور نفاق میں بہت سخت ہیں اور اس سے زیادہ لائق ہیں کہ وہ نہ جانیں جو احکام اللہ نے اپنے رسول ﷺ پر نازل کیے اور اللہ جاننے والا، حکمت والا ہے۔ اور بعض دیہاتی (ایسے بھی) ہیں جو (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) جو خرچ کرتے ہیں اسے تاوان سمجھتے ہیں اور تمہارے لیے زمانہ کی گردشوں کا انتظار کرتے ہیں (درحقیقت خود) انہی پر ہے بری گردش اور اللہ سننے والا، جاننے والا ہے اور بعض دیہاتی (ایسے بھی) ہیں جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور جو خرچ کرتے ہیں اسے اللہ سے نزدیکیوں اور رسول االلہ کی دعائیں (لینے کا ذریعہ) سمجھتے ہیں۔ ہاں ہاں! یقیناً وہ نزدیکی ہے ان کے لیے، اللہ انہیں جلد ہی اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔ بے شک اللہ بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔''
(سورۃ التوبہ: 97 تا 99)

51۔ ''اور سب سے پہلے سبقت کرنے والے مہاجرین اور انصار میں سے۔

اور جنہوں نے نیکی کے ساتھ پیروی کی، اللہ ان سے راضی ہوا۔ اور وہ اس سے راضی ہوئے، اور اس نے ان کے لیے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔''
(سورۃ التوبہ:100)

52۔ ''اور (مسلمانو!) جو دیہاتی تمہارے اردگرد ہیں ان میں سے بعض منافق ہیں اور مدینہ والوں میں سے بعض نفاق پر اڑے ہوئے ہیں۔ تم انہیں نہیں جانتے، ہم جانتے ہیں، اور ہم جلد انہیں دوبارہ عذاب دیں گے۔ پھر وہ عذاب عظیم کی طرف لوٹائے جائیں گے۔''
(سورۃ التوبہ:101)

53۔ ''اور کچھ اور ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا۔ انہوں نے ایک اچھا اور دوسرا برا عمل ملا لیا، قریب ہے کہ اللہ انہیں معاف کر دے، بے شک اللہ بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔''
(سورۃ التوبہ:102)

54۔ ''آپ ان کے مالوں میں سے زکوٰۃ لے لیں کہ اس سے آپ ان کے (ظاہر و باطن کو) پاک اور صاف کر دیں، اور ان کے لیے دعا کریں بے شک آپ کی دعا ان کے لیے (باعث) سکون ہے اور اللہ سننے والا، جاننے والا ہے۔''
(سورۃ التوبہ:103)

55۔ ''کیا انہیں علم نہیں کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور قبول کرتا ہے صدقات اور یہ کہ اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔''
(سورۃ التوبہ:104)

56۔ ''اور آپ (اے رسول ﷺ) کہہ دیں: تم عمل کیے جاؤ پس اب دیکھے گا اللہ اور اس کا رسول اور مومن تمہارے عمل، اور تم جلد پوشیدہ اور ظاہر جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ سو وہ تمہیں جتا دے گا جو تم کرتے تھے۔''
(سورۃ التوبہ:105)

57۔ ''اور دوسرے لوگ (وہ جو جنگ تبوک میں شریک تو نہ ہوئے مگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے صاف صاف کہہ دیا کہ نہ انہوں نے

خود پر سختی برداشت کی اور نہ بہانے تراشے چنانچہ ان کے متعلق حکم ہوا) ان کا معاملہ خدا کے حکم پر موقوف ہے، (وہ) خواہ انہیں عذاب دے، خواہ معاف فرمادے، اور اللہ سب کچھ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے۔''

(سورۃ التوبہ:106)

58۔ ''اور جن لوگوں نے ایک مسجد (مسلمانوں کو) ضرر پہنچانے کے لیے اور کفر (پھیلانے کی غرض سے) اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے لیے بنائی اور ان لوگوں کو پناہ دینے کے لیے جو اللہ اور (اس کے) رسول (ﷺ) سے پہلے ہی لڑ چکے ہیں اور (اے رسول ﷺ) وہ قسمیں کھائیں گے کہ ہم تو (اسلام کی) بھلائی چاہتے تھے۔ لیکن اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ جھوٹے (کاذب) ہیں آپ اس (عمارت) میں کبھی بھی کھڑے نہ ہوں، البتہ وہ مسجد جس کا بنیاد اول دن سے پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے، وہ اس لائق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں۔ (وہاں تشریف لے جائیں اور نماز پڑھیں) اس (مسجد) میں ایسے لوگ (آتے) ہیں جو پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں، اور اللہ بھی پاک رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔''

(سورۃ التوبہ : 107، 108)

59۔ ''سو کیا وہ (شخص) جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ کے خوف اور خوشنودی پر رکھی، وہ بہتر ہے یا وہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد رکھی گرنے والی کھائی کے کنارہ پر، سو وہ (عمارت) اس کو لے کر دوزخ کی آگ میں گر پڑی اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

(سورۃ التوبہ: 109)

60۔ ''یہ عمارت (مسجد ضرار) جو انہوں نے (منافقین) نے بنائی، ان کے دلوں میں برابر کھٹکتی رہے گی (ان کا ضمیر ان کو ملامت کرتا رہے گا۔) سوا اس کے کہ ان کے دل پاش پاش ہو جائیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے۔''

(سورۃ التوبہ:110)

⑫ سورۃ النحل

سورۃ النحل میں ارشاد الٰہی ہوتا ہے:

1۔ ''اور جس دن ہم ہر گروہ میں ایک گروہ انہی میں سے اٹھائیں گے کہ ان پر گواہی دے اور (اے محبوب ﷺ) تمہیں ان سب پر شاہد بنا کر لائیں گے۔ اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے اور ہدایت اور رحمت اور بشارت مسلمان کو۔''

(سورۃ النحل: 89)

2۔ ''اور بے شک ان کے پاس انہی میں سے ایک رسول تشریف لائے۔ تو انہوں نے انہیں جھٹلایا تو انہیں عذاب نے آ پکڑا، اور وہ واقعی ظالم تھے۔''

(سورۃ النحل: 113)

3۔ ''اور اگر تم کسی سے بدلہ لو تو اس قدر (لو) جس قدر تم کو ان سے تکلیف پہنچی ہو، اور اگر تم صبر کرو، تو صبر کرنے والوں کے حق میں یہ بہت اچھا ہے۔ اور (اے رسول ﷺ! جو مظالم آپ پر ہو رہے ہیں ان پر) صبر کیجئے اور آپ ﷺ کا صبر بھی اللہ کی توفیق سے ہی تو ہے اور (جنہوں نے آپ ﷺ کو اذیتیں پہنچائی ہیں) ان پر غم نہ کیجئے اور ان کے فریب سے دل تنگ نہ ہوئیے (ان کا فریب خود (ان کی بربادی کا باعث ہوگا۔)''

(سورۃ النحل: 126، 127)

⑬ سورۃ الحج

اس سورۃ مبارکہ میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ ''اور اگر یہ تمہیں جھٹلائیں تو ان سے قبل جھٹلایا نوحؑ کی قوم نے، اور عاد اور ثمود نے۔''

(سورۃ الحج :42)

2۔ ''اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا حق ہے جہاد کرنے کا، اس نے تمہیں پسند کیا اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی۔ تمہارے باپ ابراہیم کا دین، اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے، اگلی کتابوں میں اور اس قرآن میں، تا کہ رسول تمہارا نگہبان و گواہ ہو اور تم اور لوگوں پر گواہی دو۔ تو نماز پڑھو

اور زکوٰۃ دو، اور اللہ کی رسی کو مضبوط تھام لو۔ وہ تمہارا مولیٰ ہے۔ کیا ہی اچھا مولیٰ اور کیا ہی اچھا مددگار ہے۔'' (سورۃ الحج: 78)

(14) سورۃ النور

سورۃ النور میں ہے:

1۔ ''(اے مسلمانو!) جن لوگوں نے (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر) یہ طوفان اٹھایا ہے وہ تم ہی میں سے (بہک جانے والا) ایک گروہ ہے (ان سے ہوشیار رہا کرو ان کی باتوں میں مت آیا کرو۔ بہرحال جو کچھ ہوا) تم اس کو اپنے حق میں برا نہ سمجھو، بلکہ (یہ) تمہارے حق میں بہتر ہی ہے (جن لوگوں نے الزام لگایا تھا) ان میں سے ہر شخص نے جتنا گناہ کمایا (جتنی غلط بیانی کی) اتنا ہی اس کے لیے وبال ہے اور جس نے ان میں سے (اس بہتان طرازی میں) سب سے بڑا حصہ لیا (عبداللہ بن ابی سلول) اس کے لیے اتنا ہی بڑا عذاب ہے۔ (مسلمانو!) جب تم نے اس (قسم کے الزام) کو سنا تھا تو مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے اپنے لوگوں (ام المومنینؓ) کو نیک گمان کیوں نہ کیا اور کیوں نہ کہا کہ یہ تو صریح طوفان (سراسر جھوٹ) ہے۔'' (سورۃ النور: 11، 12)

2۔ ''وہ (لوگ جو افواہیں اڑا رہے تھے) اس بات پر چار عینی شاہد کیوں نہ لائے، پھر جب وہ (چار) گواہ نہ لا سکے تو وہی لوگ اللہ کے ہاں بھی جھوٹے ہیں۔'' (سورۃ النور: 13)

3۔ ''اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت دنیا و آخرت میں نہ ہوتی تو تم پر (محض) اس کا چرچا کرنے (ہی کی سزا) کوئی بڑا (سخت) عذاب ہوتا، (تم کو خبر نہیں کہ تم اس وقت کیسے گناہ عظیم کا ارتکاب کر رہے تھے۔) جب تم ان (افواہوں) کو اپنی زبانوں پر لا رہے تھے۔ اور اپنے منہ سے ایسی بات نکالتے تھے جس کا تم کو ہرگز علم نہ تھا اور تم اس کو معمولی بات سمجھتے تھے۔ حالانکہ اللہ کے نزدیک وہ بہت بڑی بات تھی۔'' (سورۃ النور: 14، 15)

4۔ ''اور جب تم نے اس (الزام) کو سنا تھا تو کیوں نہ کہہ دیا کہ ہم کو زیب نہیں دیتا کہ ایسی (گستاخانہ اور مہمل) بات زبان پر لائیں (اے اللہ تعالیٰ) تو پاک ہے یہ تو بہتان (افک) ہے۔'' (سورۃ النور: 16)

5۔ ''اور مسلمانو! آئندہ کے لیے آپ کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ اس معاملہ میں کچھ نہ کہیں اللہ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ اس قسم کی بات پھر کبھی نہ کرنا اگر تم صاحب ایمان ہو، اور اللہ تمہارے سمجھانے کے لیے اپنے احکامات واضح طور پر بیان کرتا ہے اور اللہ بڑا علم والا، بڑا حکمت والا ہے۔'' (سورۃ النور: 17، 18)

6۔ ''جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ مومنوں میں بدکاریوں کے چرچے ہوں ان کے لیے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے (ایسے فتنہ پردازوں کو اور ان پر جس قسم کا عذاب ہوگا اس کو) اللہ ہی خوب جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔'' (سورۃ النور: 19)

7۔ ''اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور (یہ بات نہ ہوتی) کہ اللہ (اپنے بندوں پر) شفقت فرمانے والا مہربان ہے (تو نہ جانے کیا ہو چکا ہوتا۔)'' (سورۃ النور: 20)

8۔ ''اور کہتے ہیں ہم ایمان لائے، اللہ اور رسول پر اور حکم مانا، پھر کچھ ان میں کہ، اس کے بعد پھر جاتے ہیں، اور وہ مسلمان نہیں۔ اور جب بلائے جائیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف کہ رسول ان میں فیصلہ فرمائے تو بھی ان کا ایک فریق منہ پھیر جاتا ہے۔'' (سورۃ النور: 47، 48)

9۔ ''مسلمانوں کی بات تو یہی ہے جب اللہ و رسول کی طرف بلائے جائیں کہ رسول ان میں فیصلہ فرما دے کہ عرض کریں، ہم نے سنا اور حکم مانا اور یہی لوگ مراد کو پہنچے۔'' (سورۃ النور: 51)

10۔ ''اور جو حکم مانے، اللہ اور اس کے رسول کا اور اللہ سے ڈرے اور پرہیزگاری کرے، تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔'' (سورۃ النور: 52)

11۔ ''تم فرماؤ: حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا پھر اگر تم منہ پھیرو تو رسول

کے ذمہ وہی ہے جو اس پر لازم کیا گیا اور تم پر وہ ہے جس کا بوجھ تم پر رکھا گیا۔ اور اگر رسول کی فرمانبرداری کرو گے (سیدھی) راہ پاؤ گے اور رسول کے ذمہ نہیں مگر (اللہ کے احکام) صاف پہنچا دینا۔“ (سورۂ النور:54)

12۔ ”ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر یقین لائے اور جب رسول کے پاس ایسے کام میں حاضر ہوئے ہوں، جس کے لیے جمع کیے گئے ہوں تو نہ جائیں جب تک ان سے اجازت نہ لے لیں، وہ جو تم سے اجازت مانگتے ہیں وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں، پھر جب وہ تم سے اجازت مانگیں، اپنے کسی کام کے لیے تو ان میں جسے تم چاہو، اجازت دے دو اور ان کے لیے اللہ سے بخشش مانگو، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“ (سورۂ النور:62)

13۔ ”رسول اللہ کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسا تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ بے شک اللہ جانتا ہے جو تم میں سے چپکے نکل جاتے ہیں کسی چیز کی آڑ لے کر، تو ڈریں وہ جو رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں کہ انہیں کوئی فتنہ پہنچے یا ان پر دردناک عذاب پڑے۔“ (سورۂ النور:63)

15۔ سورۂ الفرقان

اس سورۂ مبارکہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

1۔ ”اور جو لوگ (آخرت میں) ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے انہوں نے کہا: ہم پر فرشتے کیوں نہ اتارے گئے؟ یا ہم اپنے رب کو (وہی) دیکھ لیتے۔ تحقیق انہوں نے اپنے آپ کو اپنے دلوں میں بڑا سمجھا اور بڑی سرکشی کی۔“ (سورۂ الفرقان: 21)

2۔ ”جس دن وہ دیکھیں گے فرشتوں کو، اس دن مجرموں کے لیے کوئی خوشخبری نہیں ہوگی اور وہ کہیں گے کوئی آڑ ہو مضبوط سی (تا کہ ان کا یہ ہجو) نظر نہ آئے۔“ (سورۂ الفرقان:22)

3۔ ”اور ہم متوجہ ہوں گے ان کے کیے ہوئے کاموں کی طرف، تو ہم انہیں پراگندہ غبار کی طرح کر دیں۔“ (سورۂ الفرقان:23)

4۔ ”اس دن بہشت والے، بہت اچھے ٹھکانے میں اور بہترین آرام گاہ میں ہوں گے۔“ (سورۂ الفرقان:24)

5۔ ”اور جس دن بادل سے آسمان پھٹ جائے گا اور فرشتے اتارے جائیں گے بکثرت اس دن سچی بادشاہی رحمان کے لیے ہوگی اور وہ دن کافروں پر سخت ہوگا۔“ (سورۂ الفرقان:25، 26)

6۔ ”اور جس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو کاٹ کھائے گا اور کہے گا اے کاش! میں نے رسول (ﷺ) کے ساتھ راستہ پکڑ لیا ہوتا (اور یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا)“ (سورہ الفرقان :27)

7۔ ”ہائے میری بدنصیبی! کاش میں فلاں کو دوست نہ بناتا۔ البتہ اس نے مجھے نعمت سے بہکایا اس کے بعد جبکہ وہ میرے پاس پہنچ گئی۔ اور شیطان انسان کو تنہا چھوڑ کر جانے والا ہے۔“ (سورۂ الفرقان: 28، 29)

8۔ ”اور (اس دن) رسول (ﷺ) فرمائیں گے: اے میرے رب! بے شک میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑنے کے قابل ٹھہرا لیا۔“ (سورۂ الفرقان: 30)

9۔ ”اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے دشمن بنائے گنہگاروں میں سے اور تمہارا رب کافی ہے ہدایت کرنے والا اور مددگار۔“ (سورۂ الفرقان: 31)

10۔ ”اور کافروں نے کہا کیوں نہ اس پر قرآن ایک ہی بار نازل کیا گیا؟ اسی طرح (ہم نے بتدریج نازل کیا) تا کہ اس سے تمہارا دل مضبوط کریں۔ اور ہم نے اس کو پڑھ کر سنایا ٹھہر ٹھہر کر۔“ (سورۂ الفرقان:32)

11۔ ”اور وہ آپ کے پاس کوئی بات نہیں لاتے، مگر ہم آپ کو ٹھیک جواب اور بہترین وضاحت پہنچا دیتے ہیں۔“ (سورہ الفرقان :33)

12۔ ”جو لوگ (راہ حق سے روکنے والے ہیں) اپنے منہ کے بل گھسیٹ کر [illegible] ف لائے جائیں گے وہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ بہت برا ہے

اور جو (سیدھی) راہ سے بھی بھٹکے ہوئے ہیں۔" (سورۂ الفرقان:34)

13۔ "اور جب تمہیں دیکھتے ہیں تو تمہیں نہیں ٹھہراتے مگر مذاق، کیا یہ ہیں جن کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا۔" (سورۂ الفرقان:41)

14۔ "اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر خوشی اور ڈر سنانے والا۔" (سورۂ الفرقان:56)

(16) سورۂ العنکبوت

اس سورۂ مبارکہ میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ "اور اگر تم جھٹلاؤ، تو تم سے پہلے کتنے ہی گروہ جھٹلا چکے ہیں اور رسول کے ذمہ نہیں مگر (حق بات کو) صاف پہنچا دینا۔" (سورۂ العنکبوت: 18)

2۔ "اور اہل کتاب سے جب بحث و مباحثہ کرو تو بہت شائستہ انداز میں۔ سوائے ان کے جو ان میں سے ظلم (و زیادتی) کریں (ان سے اگر تم کو بھی کچھ کہنا پڑے تو مضائقہ نہیں) اور ان سے کہو ہم پر جو اترا اس پر بھی اور (جو) تم پر اترا (توریت) اس پر بھی ایمان لائے اور ہمارا تمہارا معبود (تو) ایک ہی ہے اور ہم (سب) ان کے فرمانبردار ہیں (تو پھر جھگڑنے کی کیا بات ہے۔)" (سورۂ العنکبوت:46)

3۔ "اور (جیسے ہم نے توریت اتاری تھی) اس طرح ہم نے آپ ﷺ پر قرآن نازل کیا۔ پس جن کو ہم نے (ان کی) کتاب (کی سمجھ) عطا کی وہ اس پر ایمان لے آتے ہیں اور ان (مشرکین مکہ) میں سے بھی بعض اس پر ایمان لے آتے ہیں اور ہماری آیات سے تو وہی منکر ہیں جو (پکے) کافر ہیں۔" (سورہ العنکبوت:47)

4۔ "اور (آخر ان لوگوں کے شبہ میں پڑنے کی وجہ ہی کیا ہے) آپ نہ تو اس (قرآن کے اترنے) سے قبل پڑھتے تھے اور نہ اسے اپنے ہاتھ سے لکھ سکتے تھے (کیونکہ) اگر ایسا ہوتا تو اہل باطل شبہ میں پڑ جاتے (لیکن یہ دونوں باتیں نہیں تو پھر یہ ان کی حق ناشناسی اور ہٹ دھرمی ہے۔)"
(سورۂ العنکبوت:48)

5۔ "اور بولے: کیوں نہ اتریں کچھ نشانیاں ان پر ان کے رب کی طرف سے، تم فرماؤ: نشانیاں تو اللہ ہی کے پاس ہیں۔ اور میں تو صاف ڈر سنانے والا ہوں۔" (سورۂ العنکبوت:50)

(17) سورۂ الزخرف

سورۂ الزخرف میں ارشاد حق ہوتا ہے:

1۔ اور اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے کسی بستی میں کوئی ڈر سنانے والا نہیں بھیجا مگر اس کے خوشحال لوگوں نے کہا: بے شک ہم نے پایا ہے اپنے باپ دادا کو ایک طریقہ پر اور بے شک ہم ان کے نقش قدم کی پیروی کرتے ہیں (اس پر ان کے ہر) نبی نے کہا: کیا (اس صورت میں بھی) اگرچہ میں بہتر راہ بتانے والا ہوں اس سے جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا؟ وہ بولے: بے شک ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں، جس کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو تو، ہم نے ان سے پیغمبر اور شریعت کی مخالفت کا بدلہ لیا سو دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا۔

(سورۂ الزخرف: 23 تا 25)

(18) سورۂ الدخان

سورۂ الدخان میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ "(اب) ان کے لیے نصیحت حاصل کرنے (اور سمجھنے) کا موقع کہاں، حالانکہ ان کے پاس ہمارا رسول آ چکا تھا۔" (سورۂ الدخان: 13)

(19) سورۂ المومن

اس سورہ مبارکہ میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ "نہیں جھگڑتے اللہ کی آیات میں مگر وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، سو آپ کو ان کا شہروں میں چلنا پھرنا (اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل دینا) دھوکے میں نہ ڈال دے۔ ان سے قبل نوح کی قوم اور ان کے بعد (دوسرے) گروہوں نے جھٹلایا اور ہرامت نے اپنے رسولوں کے متعلق

ارادہ کیا کہ وہ اسے پکڑ لیں اور ناحق جھگڑا کریں تاکہ دینِ حق کو ناکام بنا دیں۔ تو میں نے انہیں پکڑ لیا سو (دیکھو) کیسا ہوا میرا عذاب؟''

(سورۃ المومن: 4، 5)

2۔ اور اسی طرح تمہارے رب کی بات کافروں پر ثابت ہوگئی کہ وہ دوزخ والے ہیں۔''

(سورۃ المومن:6)

3۔ ''پس آپ صبر کریں۔ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے پس اگر ہم آپ کو اس (عذاب) کا کچھ حصہ دکھا دیں جو ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں یا (اس سے قبل) ہم آپ کو وفات دے دیں (بہرصورت) وہ ہماری ہی طرف لوٹائے جائیں گے۔''

(سورۃ المومن:77)

4۔ ''اور بے شک ہم نے تم سے پہلے کتنے ہی رسول بھیجے کہ بعض کا احوال تم سے بیان فرمایا۔ اور کسی رسول کے لیے ہرگز ممکن نہ تھا کہ کوئی نشانی (معجزہ) اللہ کے حکم کے بغیر لے آتے پھر جب اللہ کا حکم آ پہنچا تو فیصلہ حق (وانصاف) کے ساتھ ہوگیا۔ اس وقت اہل باطل خسارہ میں رہے۔''

(سورۃ المومن:78)

⑳ سورۃ الحجرات

اس سورۃ مبارکہ میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ ''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو، اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ (سب کچھ) سننے والا اور (تمہارے دلوں کے احوال کو) جاننے والا ہے۔''

(سورۃ الحجرات: 1)

2۔ ''بے شک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسولؐ کے پاس، وہ وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لیے رکھ لیا ہے۔ ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔''

(سورۃ الحجرات: 3)

3۔ ''اور جان لو کہ تم میں اللہ کے رسول موجود ہیں بہت معاملوں میں اگر وہ تمہاری بات مان لیا کریں تو تم ضرور مشقت میں پڑو، لیکن اللہ نے تمہیں ایمان پیارا کر دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کر دیا اور کفر اور حکم

عدولی اور نافرمانی تمہیں ناگوار کر دی۔ ایسے ہی لوگ (سیدھی) راہ پر ہیں۔''

(سورۃ الحجرات:7)

4۔ ''اے مومنو! (تم سے) ایک گروہ (کچھ مرد) دوسرے گروہ (مردوں) کا مذاق نہ اڑائیں، کیا عجب کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں کا مذاق اڑائیں۔ کیا عجب! کہ وہ (جن کا مذاق اڑایا جا رہا ہو) ان سے بہتر ہوں اور ایک دوسرے پر عیب نہ لگاؤ۔ اور باہم برے القاب سے نہ چڑاؤ ایمان لانے کے بعد برا نام رکھنا بھی گناہ ہے (کسی نوعیت کا گناہ مسلمانوں کو زیب نہیں دیتا) اور جو کوئی (اس نوع کی غلطی سرزد ہونے کے بعد) توبہ نہ کرے تو وہ ظالم لوگ ہیں۔''

(سورۃ الحجرات: 11)

5۔ ''اے لوگو! ہم نے تم (سب کو) ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور ہم نے تمہارے طبقات (گروہ) اور قبیلے بنا دیے۔ تاکہ ایک دوسرے کو پہچان سکو، بے شک اللہ کے نزدیک تو تم سب میں عزت والا (شرف و فضیلت والا) وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہو (پرہیزگار اور متقی ہو) بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا، باخبر ہے۔''

(سورۃ الحجرات: 13)

6۔ ''گنوار بولے: ہم ایمان لائے، تم فرماؤ تم ایمان تو نہ لائے۔ ہاں یوں کہو کہ ہم مطیع ہوئے اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں کہاں داخل ہو، اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی فرمانبرداری کرو گے تو تمہارے کسی عمل کا تمہیں نقصان نہ ہوگا۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ کے رسول پر ایمان لائے، پھر شک نہ کیا اور اپنی جان اور مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ وہی سچے لوگ ہیں۔''

(سورۃ الحجرات: 14، 15)

㉑ سورۃ الحدید

اس سورۃ مبارکہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

1۔ ''اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور اس کی راہ میں کچھ خرچ

کرو جس نے تمہیں اوروں کا جانشین کیا۔ تو جو تم میں (سے) ایمان لائے اور اس کی راہ میں خرچ کرے اور ان کے لیے بڑا ثواب ہے۔''

(سورۃ الحدید:7)

2۔ ''اور تمہیں خیال ہے کہ اللہ پر ایمان نہ لاؤ، حالانکہ یہ رسول ﷺ تمہیں بلا رہے ہیں کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ، اور بے شک وہ تم سے پہلے ہی عہد لے چکا ہے اگر تمہیں یقین ہو۔''

(سورۃ الحدید: 8)

3۔ ''وہی ہے کہ اپنے عہد پر روشن آیتیں اتارتا ہے، تاکہ تمہیں اندھیروں سے اجالے کی طرف لے جائے، اور بے شک اللہ تم پر مہربان رحم والا ہے۔''

(سورۃ الحدید: 9)

4۔ ''اے ایمان والو: اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول (ﷺ) ایمان لاؤ وہ اپنی رحمت کے دو حصے تمہیں عطا فرمائے گا اور تمہارے لیے نور کر دے گا جس میں چلو گے اور تمہیں بخشش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

(سورۃ الحدید،28)

㉒ سورۃ المجادلہ

سورۃ المجادلہ میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ ''پھر جسے غلام نہ ملے تو لگاتار دو مہینے کے روزے (رکھے) قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں، پھر جس سے روزے بھی نہ رکھے جا سکیں، تو ساٹھ مسکینوں کو پیٹ بھر کھانا کھلائے، یہ اس لیے کہ تم اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان رکھو۔ اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے بے شک وہ جو مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی ذلیل کیے گئے جیسے ان سے پہلوں کو ذلت دی گئی۔ اور بے شک ہم نے روشن آیات اتاریں اور کافروں کے لیے خواری کا عذاب ہے۔''

(سورۃ المجادلہ: 4، 5)

2۔ ''کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جنہیں بری مشاورت سے منع فرمایا گیا تھا،

پھر وہی کرتے ہیں جس کی ممانعت ہوئی تھی۔ اور آپس میں گناہ اور حد سے بڑھنے اور رسول کی نافرمانی کے مشورے کرتے ہیں۔ اور جب تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں تو ان لفظوں سے تمہیں کلمہ کہتے ہیں جو لفظ اللہ نے تمہارے اعزاز میں نہ کہے اور اپنے دلوں میں کہتے ہیں ہمیں اللہ عذاب کیوں نہیں کرتا۔ ہمارے اس کہنے پر، انہیں جہنم بس ہے، اس میں دھنسیں گے تو کیا ہی برا انجام (ہے) اے ایمان والو! تم جب آپس میں کان میں بات کرو تو گناہ، ظلم اور رسول کی نافرمانی کی مشاورت نہ کرو۔ اور نیکی اور پرہیزگاری کی مشاورت کرو اور اللہ سے ڈرو، جس کی طرف اٹھائے جاؤ گے۔''

(سورۃ المجادلہ: 8، 9)

3۔ ''اے ایمان والو! جب تم رسول سے کوئی بات آہستہ عرض کرنا چاہو تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لو یہ تمہارے لیے بہتر اور بہت ستھرا ہے، پھر اگر تمہیں مقدور نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ کیا تم اس حکم سے ڈر گئے کہ تم اپنی عرض سے پہلے (فقرائے امت کے لیے) صدقہ پیش کیا کرو، پھر جب تم نے یہ نہ کیا اور اللہ نے اپنی مہر سے تم پر عنایت فرمائی (اور یہ حکم منسوخ ہو گیا) تو نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو۔ اور اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کے فرمانبردار رہو اور اللہ تمہارے کاموں کا جانتا ہے۔''

(سورۃ المجادلہ: 12، 13)

4۔ ''بے شک وہ جو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی مخالفت کرتے ہیں، وہ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں۔''

(سورۃ المجادلہ: 20)

5۔ ''تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور یوم قیامت پر کہ دوستی کریں، ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی مخالفت کی۔ اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی۔ اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ وہ ان پر ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہوا اور

وہ اللہ سے راضی (ہوئے) یہ اللہ کی جماعت ہے، سن کہ اللہ کی جماعت کامیاب ہے۔" (سورہ المجادلہ:22)

(23) سورۃ الحشر

اللہ تعالیٰ سورۃ الحشر میں فرماتے ہیں:

1۔ اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ اور وہ زبردست (اور) حکمت والا ہے۔ (ہر شے اپنے مخصوص انداز میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے غلبہ اور قوت کا اندازہ ان واقعات سے کرو جو مسلمانوں کو یہودی قبیلہ بنونضیر کے ساتھ پیش آئے) یہ وہی (اللہ تعالیٰ) تو ہے جس نے نکالا اہل کتاب کے کافروں (بنونضیر) کو ان کے گھروں سے پہلی ہی بار منع کر کے، (حالانکہ) تم کو گمان بھی نہ تھا کہ وہ (مدینہ چھوڑ کر) نکل جائیں گے اور انہیں بھی غلط فہمی تھی کہ ان کے زبردست قلعے ان کو اللہ (کے قہر) سے بچا لیں گے۔ پھر اللہ (کے عذاب) نے ان کو وہاں سے آلیا جہاں سے ان کو گمان بھی نہ تھا اور (اللہ تعالیٰ نے) ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا (یہاں تک) کہ وہ اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں کے ہاتھوں اجاڑ رہے تھے (وہ غیظ وغضب میں اپنے گھروں کو تباہ کرر ہے تھے کہ کوئی چیز مسلمانوں کے ہاتھ نہ لگے اور مسلمان بھی ان کے گڑھی نما مکانات مسمار کرر ہے تھے) پس اے اہل بصیرت عبرت حاصل کرو۔" (سورہ الحشر:1، 2)

2۔ "اور یہ نہ ہوتا کہ اللہ نے ان پر جلا وطن ہونا لکھ رکھا ہوتا تو وہ انہیں دنیا میں عذاب دیتا اور ان کے لیے آخرت میں جہنم کا عذاب ہے۔ ان کو یہ عذاب اس لیے (ہوگا) انہوں نے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی مخالفت کی اور جو اللہ کی مخالفت کرے تو بے شک اللہ (اس کو) سخت عذاب دینے والا ہے۔" (سورۂ الحشر:3، 4)

3۔ "کھجور کے جو درخت (اے مسلمانو!) تم نے کاٹ ڈالے یا انہیں ان کی

جڑوں پر کھڑا چھوڑ دیا، تو (یہ) اللہ کے حکم سے تھا۔ اور تاکہ وہ نافرمانوں کو رسوا کر دے۔" (سورۂ الحشر:5)

4۔ "اور جو کچھ اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو ان (یہود) سے (بلا جنگ یا معمولی جنگ کے بعد) دلوایا (تو یہ محض اللہ تعالیٰ کی عنایت تھی۔ اس میں تمہارا حق نہ تھا) کیونکہ تم نے اس کے لیے گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ، بلکہ اللہ اپنے پیغمبروں کو جس پر چاہتا ہے غلبہ عطا کر دیتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔" (سورۂ الحشر:6)

5۔ "جو مال (بلا جنگ کے) اللہ نے اپنے رسول (ﷺ) کو (دوسری) بستیوں کے (کافر) لوگوں سے دلوایا تو وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حق ہے۔ (یہ مال حضور ﷺ کے حکم کے مطابق اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف ہوگا) اور (یہ مال حضور ﷺ اور حضور ﷺ کے) عزیزوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے تاکہ جو لوگ تم میں دولت مند ہیں (سب مال) انہی میں نہ گردش کرتا رہے (کہ انہی کے تصرف میں رہ جائے اور غریب محروم رہیں) اور جو کچھ بھی رسول ﷺ تم کو عطا کریں وہ لے لو، اور جس سے منع فرمائیں اس سے رک جاؤ (یعنی کسی چیز پر اپنا حق نہ سمجھو اور نہ حق جتاؤ بلکہ رسول (کریم ﷺ) جو عطا کریں خوشی سے لے لو اور جس بات سے روکیں، اس میں بھی اپنے لیے خیر سمجھو) اور اللہ سے ڈرتے رہو (یاد رکھو کہ) بے شک اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے (کہیں رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کے باعث کسی عذاب میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔)" (سورۂ الحشر:7)

6۔ "(اور اس طرح جو مال ملے وہ) ان مفلس مہاجروں کے لیے ہے جو اپنے وطن اور مال سے جدا کر دیے گئے ہیں۔ (اور) جو اللہ کے فضل اور اس کی رضا جوئی میں ہیں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مدد کرتے ہیں۔ یہی لوگ (آزمودہ) سچے مسلمان ہیں۔ اور یہ مال ان لوگوں کا (بھی حق) ہے جو ہجرت والے گھر (مدینہ منورہ) میں پہلے سے مقیم ہیں

(یعنی انصاری) اور ایمان میں ثابت قدم ہیں (یعنی) جو شخص ہجرت کر کے ان کے پاس آتا ہے، اس سے محبت کرتے ہیں اور جو کچھ مہاجرین کو ملتا ہے اس سے ان کے دل میں کوئی خلش (رشک یا تنگی) پیدا نہیں ہوتی اور (یہی نہیں بلکہ وہاں مہاجرین کو اپنی ذات پر مقدم رکھتے ہیں، ان کی ضرورت کو ترجیح دیتے ہیں) اگرچہ خود ان کو شدید ضرورت (ہی کیوں نہ ہو) اور (ان کا یہ مجاہدہ نفس اللہ تعالیٰ کے یہاں پسندیدہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ان پر بڑا فضل ہے سچ تو یہ ہے کہ) جس کو (توفیق الٰہی سے) اس کے نفس کی حرص سے محفوظ رکھا گیا تو وہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔"

(سورۃ الحشر: 8، 9)

7۔ "اور (یہ مال) ان لوگوں کے لیے بھی ہے جو ان (مہاجرین) کے بعد آئے (اور ان کی محبت کا یہ عالم ہے کہ) یہ ان کے لیے دعا کرتے ہیں کہ اے پروردگار! ہم کو بخشش دے اور ہمارے بھائیوں کو بھی، جو ہم سے قبل ایمان لائے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کوئی کینہ نہ رہنے دے۔ اے ہمارے رب! بے شک تو بڑا شفیق اور مہربان ہے۔"

(سورۃ الحشر: 10)

8۔ "کیا آپ (اے رسول ﷺ!) نے ان منافقوں (کی حالت) کو نہیں دیکھا جو اہل کتاب (یہود) میں سے اپنے کافر بھائیوں سے کہتے ہیں کہ اگر تم کو (مدینہ سے) نکال دیا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ (ہی) نکلیں گے اور (ہر طرح تمہارا ساتھ دیں گے بلکہ) تمہارے معاملوں میں کبھی کسی کا کہا نہ مانیں گے اور اگر تم سے لڑائی ہوئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے (منافقوں کی یہ باتیں ہیں، ان کی بات کا بھروسہ نہیں) اور اللہ گواہ ہے (اس بات کو جلد ظاہر کر دے گا) کہ وہ جھوٹے ہیں (وہ کسی کے کام نہ آئیں گے بلکہ) اگر وہ (یہود مدینہ سے) نکالے جائیں گے تو یہ (منافق مدینہ) ان کے ساتھ نہ نکلیں گے اور اگر ان سے لڑائی ہوتی ہے تو یہ ان کی بھی مدد نہ کریں گے اور اگر مدد کریں بھی تو (مسلمانوں کے مقابلہ میں

یہ منافق بھی) پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے پھر ان کو (کہیں سے بھی) مدد نہ ملے گی۔"

(سورۃ الحشر: 11، 12)

9۔ "(اے مسلمانو!) ان کے دلوں میں تو اللہ سے بھی زیادہ تمہارا خوف ہے۔ یہ اس لیے کہ یہ لوگ نا سمجھ ہیں۔ (ظاہری اسباب پر نظر رکھتے ہیں اور مسبب الاسباب پر غور نہیں کرتے) پھر یہ سب مل کر بھی تم سے (بالمقابل) نہ لڑیں گے مگر ایسی بستیوں میں جن کے گرد (حفاظتی) فصیل ہو یا (قلعہ کی) دیواروں کی آڑ میں سے لڑیں گے۔ ان کی لڑائی آپس میں سخت ہوتی ہے (مگر مسلمانوں کے مقابلے میں وہ پست ہمت ہوتے ہیں) تو ان کو متحد سمجھتا ہے، لیکن ان کے دل الگ الگ ہیں (ان میں یک جہتی نہیں ہوتی) کیونکہ یہ نافہم لوگ ہیں (ان کی مثال تو ایسی ہے) جیسے ان لوگوں کا حال ہے جو ان سے پہلے اپنی بداعمالیوں کا مزہ چکھ چکے اور (آخرت میں) ان کے لیے دردناک عذاب ہے (ان کا حال تو) شیطان جیسا ہے جو انسان سے کہتا ہے کہ (اللہ تعالیٰ کا) منکر ہو جا، اور جب وہ (انسان بہکاوے میں آ کر) کفر کا ارتکاب کرتا ہے تو (شیطان) کہتا ہے کہ میں تجھ سے بیزار ہوں۔ میں تو (اپنے) اللہ سے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے، ڈرتا ہوں۔ پس ان دونوں (منکر اور شیطان) کا انجام یہ ہوا کہ دونوں آتشِ دوزخ میں ڈالے گئے اور ہمیشہ اس میں رہیں گے۔"

(سورۃ الحشر: 13 تا 17)

(24) سورۃ الممتحنہ

قرآن پاک میں اس سورۃ مبارکہ میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ "اے ایمان والو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ، تم ان کو دوستی (ومحبت) کا پیغام بھیجتے ہو اور وہ اس دین ہی سے منکر ہیں جو تمہارے پاس آیا ہے وہ تو (تمہارے) رسول (ﷺ) اور تم کو (تمہارے وطن سے) نکالتے ہیں، محض اس بات پر کہ تم اللہ پر جو تمہارا

رب پہ ایمان لائے (دیکھو) اگر تم میری راہ میں لڑنے کے لیے اور میری رضا کی تلاش میں نکلے ہو (تو اپنے ملک کے راز دشمنوں کو ہرگز نہ بتاؤ، کیسی ناسمجھی کی بات کی) تم ان کی طرف چپکے چپکے دوستی کے پیغام بھیجتے ہو (جو تمہارے اور تمہارے دین و ایمان کے دشمن ہیں) اور مجھے خوب معلوم ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو، اور تم میں سے جو بھی ایسا کرتا ہے وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔''

(سورۂ الممتحنہ: 1)

2۔ ''اگر وہ تم پر قابو پالیں تو تمہارے (کھلے) دشمن ہو جائیں اور تم کو دست درازی اور زبان درازی سے ایذا پہنچائیں، اور وہ تو چاہتے ہیں کہ (جس طرح وہ خود کافر ہیں) تم بھی کافر ہو جاؤ۔'' (سورۂ الممتحنہ:2)

3۔ ''قیامت کے دن نہ تمہارے رشتے دار ہی تمہارے کچھ کام آئیں گے اور نہ تمہاری اولاد وہ (اللہ تعالیٰ) ہی قیامت کے دن تمہارے درمیان فیصلہ فرمائے گا اور تم جو کچھ بھی کرتے ہو اللہ دیکھ رہا ہے۔''

(سورۂ الممتحنہ:3)

4۔ ''(اور) تمہارے لیے تو ابراہیمؑ اور ان کے ساتھیوں (کی زندگی) میں ایک اعلیٰ نمونہ (موجود) ہے (وہ واقعہ یاد کریں) جب انہوں (سیدنا ابراہیم علیہ السلام) نے اپنی قوم والوں سے (صاف الفاظ میں) کہہ دیا کہ: ہم تم سے اور ان سے جن کو تم خدا کے سوا معبود سمجھتے ہو، بیزار ہیں ہم تم سے منحرف ہیں اور ہمارے تمہارے درمیان ہمیشہ کے لیے ایک کھلی دشمنی اور بغض پیدا ہو گیا ہے اب ہمارا تم سے اس وقت تک کوئی تعلق نہیں، جب تک اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لاؤ۔ (رہا سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ کے ساتھ مغفرت کا وعدہ یعنی) ابراہیم (علیہ السلام) کا اپنے باپ سے کہنا کہ میں آپ کے لیے اللہ سے مغفرت ضرور طلب کروں گا (ایک ایفائے وعدہ کا) تقاضا تھا اور یہ دعا اس لیے تھی کہ اللہ ان کو زندگی میں ہدایت عطا

کر دے۔ لیکن انہوں نے یہ جتا دیا کہ میں ہی دعا کر سکتا ہوں) میں اللہ کے سامنے کسی طرح کا اختیار نہیں رکھتا۔ اے ہمارے رب! ہم نے تجھی پر بھروسہ کیا اور ہم تیری ہی طرف رجوع کرتے ہیں اور (ہمیں) تیری طرف لوٹنا ہے۔''

(سورۂ الممتحنہ:4)

5۔ ''اے ہمارے رب! ہمیں کافروں کا تختہ مشق نہ بنا اور اے ہمارے رب! ہم کو بخش دے، بے شک تو ہی زبردست حکمت والا ہے۔''

(سورۂ الممتحنہ:5)

6۔ ''بے شک تمہارے لیے ان (حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے رفقاء کی زندگی) میں (اور) ہر اس شخص کے لیے جو اللہ کے پاس جانے اور آخرت کے دن کی امید رکھتا ہو، ایک اچھا نمونہ ہے اور جو (دین ابراہیمی سے) پھر جاتے تو اللہ (کو کسی کی پروا نہیں وہ تو) بے نیاز اور سزاوار حمد و ثناء ہے۔''

(سورۂ الممتحنہ:6)

7۔ ''اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں (جو خود کو صاحب ایمان سمجھتی ہیں) ہجرت کر کے آئیں تو ان کو جانچ لیا کرو (کہ وہ واقعی مسلمان ہیں) اللہ ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے۔ پھر اگر تم کو ان کے ایمان کا یقین ہو جائے تو انہیں کفار کی طرف واپس نہ کرو (اس لیے) کہ یہ عورتیں نہ ان کفار کے لیے حلال ہیں اور نہ وہ (کافر) ان کے لیے حلال ہیں، اور ان (کافروں) کو کچھ (ان کا ان عورتوں پر) خرچ ہوا ہے، دے دو۔ اور تم کو ان عورتوں سے نکاح کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ جب تم ان کا مہر ان کو ادا کر دو اور جو کافر عورتیں ہیں تم ان سے تعلقات باقی نہ رکھو (ان) کافروں کو واپس کر دو (اور) جو تم نے ان پر خرچ کیا ہے وہ ان سے لے لو اور (اسی طرح) وہ کافر بھی مانگ لیں جو انہوں نے (ان مسلمان ہونے والی عورتوں پر) خرچ کیا ہو۔ یہ اللہ کا فیصلہ ہے وہ تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہے اور اللہ بڑا علم والا بڑا حکمت

والا ہے۔" (سورۃ الممتحنہ:10)

8۔ "اور اگر تمہاری بیویوں میں سے کوئی بیوی کافروں میں رہ جائے تو تم ان (کافروں) کو سزا دو (یعنی اگر کسی کافر کی بیوی مسلمان ہو کر آ جائے تو تم بھی اس کا خرچہ نہ دو جس طرح اس نے مسلمان کو اس کی بیوی کا خرچہ نہ دیا تھا) پھر جن کی بیویاں جاتی رہی ہیں۔ ان کو (اس عورت کے ہرجہ خرچہ) میں سے اتنا دے دو جتنا کہ ان مسلمانوں نے (جن کی بیویاں جاتی رہی ہیں) ان پر خرچ کیا تھا اور اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تمہارا ایمان ہے۔" (سورۃ الممتحنہ:11)

9۔ "اے نبی! جب مسلمان عورتیں (یعنی وہ عورتیں جو خود کو مسلمان کہتی ہیں) اس لیے آپ کے پاس آئیں کہ ان باتوں پر بیعت کریں کہ وہ کسی کو اللہ کا شریک نہیں ٹھہرائیں گی۔ اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں اور نہ اپنی اولاد کو مار ڈالیں گی اور نہ اپنے ہاتھ پاؤں میں کوئی بہتان باندھیں گی (یعنی کسی غیر کے بچے کو اپنے خاوند کا بچہ بتائیں گی اور نہ ناجائز بچے کو اپنے خاوند کا بچہ ظاہر کریں گی) اور امورِ شریعت میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گی، تو آپ ان سے بیعت لے لیجئے اور ان کے لیے بخشش طلب فرمایئے، بے شک اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔" (سورۃ الممتحنہ:12)

(25) سورۃ الجمعہ

اس سورۃ مبارکہ میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ "وہی (تو) ہے، جس نے (عرب کے) ان پڑھ لوگوں میں، انہی (کی قوم) میں سے ایک رسول بھیجا، کہ ان پر اللہ کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب اور حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں۔ اور بے شک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔"

(سورۃ الجمعہ:2)

(26) سورۃ المنافقون

اس سورۃ مبارکہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے:

1۔ "جب منافق آپ کے حضور حاضر ہوتے ہیں (از راہِ نفاق) کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بے شک، یقیناً اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق (دل سے اعتقاد نہ رکھنے کے لحاظ سے) ضرور جھوٹے ہیں۔" (سورۃ المنافقون:1)

2۔ "اور (ان کی حالت تو یہ ہے کہ) جب ان سے کہا جائے کہ آؤ رسول تمہارے لیے بخشش فرمائیں تو (وہ گستاخی سے) سر گھماتے ہیں اور تم انہیں دیکھو کہ وہ بے رخی کرتے ہیں اور تکبر کرتے ہیں۔"

(سورۃ المنافقون: 5)

3۔ "وہی (منافق ہی تو) ہیں جو کہتے ہیں کہ ان پر خرچ نہ کرو جو رسول کے پاس ہیں یہاں تک کہ وہ (پریشان ہو کر خود) منتشر ہو جائیں اور اللہ ہی کے لیے ہیں آسمانوں اور زمین کے خزانے، مگر منافقوں کو سمجھ نہیں، کہتے ہیں ہم مدینہ پھر کر گئے تو ضرور جو بڑی عزت والا ہے وہ اس میں سے نکال دے گا اسے جو نہایت ذلت والا ہے، اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) اور مسلمان ہی کے لیے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔"

(سورۃ المنافقون:7-8)

(27) سورۃ التغابن

سورۃ التغابن میں ارشاد حق ہوتا ہے:

1۔ "تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) اور اس نور (کتاب مبین) پر، جو ہم نے اتارا اور اللہ تمہارے کاموں سے باخبر ہے۔"

(سورۃ التغابن: 8)

2۔ "اور اللہ کا حکم مانو، اور رسول (ﷺ) کا حکم مانو، پھر اگر تم منہ پھیرو، تو جان لو کہ ہمارے رسول پر (فرض تو) صرف صاف صاف (ہمارے

احکام) پہنچا دینا ہے۔'' (سورۃ التغابن:12)

(28) سورۃ الطلاق

اس سورہ مبارکہ میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ ''وہ رسول کہ تم پر اللہ کی روشن آیات پڑھتا ہے، تاکہ انہیں جو ایمان لائے، اور اچھے کام کیے، اندھیروں سے اجالوں کی طرف لے جائے اور جو اللہ پر ایمان لائے اور اچھا کام کرے، وہ اسے باغوں میں لے جائے گا۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں، بے شک اللہ نے اس (مومن) کے لیے اچھی روزی رکھی ہے۔''

(سورۃ الطلاق: 11)

(29) سورۃ ہود

سورۃ ہود میں ارشاد حق ہوتا ہے:

1۔ ''کہ بندگی نہ کرو مگر اللہ کی، بے شک میں تمہارے لیے اس کی طرف سے ڈر اور خوشی سنانے والا ہوں۔'' (سورۃ ہود: 2)

2۔ ''تو کیا تم چھوڑ دو گے کچھ حصہ جو تمہاری طرف وحی کیا گیا ہے، اور اس سے تمہارا دل تنگ ہو گا کہ اس پر کیوں نہ اترا کوئی خزانہ یا اس کے (ساتھ) فرشتہ (کیوں نہ) آیا؟ آپ تو ان کو عذاب الٰہی سے ڈرانے والے ہیں اور اللہ ہر چیز کا ذمہ دار ہے (آپ ﷺ کسی کے ایمان لانے یا نہ لانے کے ذمہ دار نہیں۔)'' (سورۃ ہود: 12)

3۔ ''اور ہر بات ہم آپ سے رسولوں کے احوال کی بیان کرتے ہیں تاکہ اس سے آپ کے دل کو تسلی دیں اور آپ کے پاس آیا اس میں حق اور مومنوں کے لیے نعمت اور یاد دہانی۔'' (سورۃ ہود:120)

(30) سورۃ الجن

سورۃ الجن میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ ''اور یہ کہ جب اللہ کا (محبوب و کامل ترین) بندہ (نبی کریم ﷺ) اس

کی عبادت کے لیے کھڑے ہوتے ہیں (اور قرآن کی تلاوت فرماتے ہیں) تو لوگ جوق در جوق ان پر ہجوم کرنے لگتے ہیں۔''

(سورۃ الجن:19)

2۔ ''البتہ ہر میرا کام (تو بس) اللہ کی طرف سے (اللہ کے احکام اور) اس کے پیغاموں کو پہنچا دینا ہے اور (پھر) جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی، تو اس کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں یہ (نافرمان) ہمیشہ رہیں گے۔'' (سورۃ الجن:23)

3۔ ''ہاں! جس رسول کو (اللہ تعالیٰ) پسند فرماتا ہے تو (اس کو غیب کی باتوں سے بذریعہ وحی) آگاہ فرماتا ہے، اسی احتیاط و اہتمام کے ساتھ اس کے آگے اور پیچھے محافظ (فرشتے) مقرر فرماتا ہے۔'' (سورۃ الجن:27)

(31) سورۃ الحجر

سورۃ الحجر میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

1۔ ''اور فرماؤ کہ میں ہی ہوں علانیہ ڈر سنانے والا (اس عذاب سے)'' (سورۃ الحجر:89)

2۔ ''پس (اے نبی ﷺ) آپ (وہ سب) خوب کھول کر سنا دیں جس کام کا آپ کو حکم ہوا ہے، اور مشرکوں کی ذرا پرواہ نہ کریں (یہ سب آپ کا مذاق اڑائیں یا آپ کی بات سنیں، نہ سنیں، آپ ان کو کچھ نہ کہیں گے لیکن) ہم آپ کی طرف سے ان مذاق اڑانے والوں کے لیے کافی ہیں۔''

(سورۃ الحجر 94، 95)

3۔ ''(اور یہ تمسخر اڑانے والے) جو اللہ کے ساتھ اوروں (بتوں وغیرہ) کو معبود قرار دیتے ہیں، تو ان کو عنقریب معلوم ہو جائے گا (کہ وہ کس حماقت میں مبتلا تھے) اور اے رسول! ہم جانتے ہیں کہ ان باتوں پر آپ کا جی تنگ ہوتا ہے (دل مکدر ہوتا ہے) پس ایسی حالت میں ''انشراح'' قلب کے لیے آپ اپنے پروردگار کی حمد و تسبیح کرتے رہیے اور (جو آپ) کا معمول ہے کہ حالتِ غم میں نماز میں مشغول ہو جاتے ہیں،

(اسی طرح) سجدہ کرنے والوں میں رہیے اور اپنے رب کی عبادت وصال بالرفیق اعلیٰ تک جاری رکھیں۔'' (سورۃ الحجر: 96 تا 99)

(32) سورۃ السباء

سورۃ السباء میں ہے:

1۔ ''اور (اے محبوب ﷺ) ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے۔ خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا، لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔'' (سورۃ السباء:28)

2۔ ''تم فرما دو: میں تمہیں ایک ہی نصیحت کرتا ہوں کہ (ذرا) اللہ کے لیے کھڑے ہو جاؤ دو دو (مل کر مشورہ کرو) اور اکیلے اکیلے سوچو کہ تمہارے ان صاحب میں جنوں کی کوئی بات نہیں وہ تو نہیں مگر تمہیں ڈر سنانے والے ہیں ایک سخت عذاب کے آنے سے پہلے۔'' (سورۃ السباء:46)

(33) سورۃ الفاطر

سورۃ الفاطر میں ارشادِ حق ہوتا ہے:

1۔ ''اور اگر وہ آپ کو جھٹلائیں تو تحقیق جھٹلائے گئے ہیں آپ سے پہلے بھی رسول، اور تمام کام اللہ کی طرف سے ہی پہنچتے ہیں۔'' (سورۃ الفاطر:4)

2۔ ''سو کیا جس کے لیے اس کا برا عمل آراستہ کیا گیا، پھر اس نے اس کو اچھا دیکھا (سمجھا) کیا وہ نیکو کاروں جیسا ہو سکتا ہے، پس بے شک جس کو اللہ چاہتا ہے گمراہ ٹھہراتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دے دیتا ہے (اے رسول) ان پر حسرت کر کے اپنی جان ہلکان نہ کیجئے، بے شک جو وہ کرتے ہیں اللہ اسے (خوب) جانتا ہے۔'' (سورۃ الفاطر:8)

3۔ ''اے محبوب! بے شک ہم نے تمہیں حق کے ساتھ بھیجا خوشخبری دینے اور ڈر سنانے والا اور کوئی ایسی امت نہیں ہوئی جس میں کوئی ڈر سنانے والا (پیغمبر) نہ گزرا ہو۔'' (سورۃ الفاطر:24)

4۔ ''اور وہ (کفار) اس میں چلاتے ہوں گے کہ اے ہمارے رب! ہمیں نکال کہ ہم اچھا کام کریں اس کے خلاف جو پہلے کرتے تھے (اللہ تعالیٰ فرمائے گا) اور کیا ہم نے تمہیں وہ عمر نہ دی تھی جس میں سمجھ لیتا جسے سمجھنا ہوتا اور ڈر سنانے والا تمہارے پاس تشریف لایا تھا۔ تو اب (مزہ) چکھو کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔'' (سورۃ الفاطر:37)

5۔ ''اور (یہ منکرِ حق) اللہ کی (بڑی بڑی) سخت قسمیں کھاتے تھے کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈر سنانے والا آیا تو وہ ہر امت سے زیادہ ہدایت قبول کرنے والے ہوں گے پھر جب ان کے پاس ڈر سنانے والا تشریف لایا تو اس سے ان کی نفرت میں اضافہ ہی ہوا۔'' (سورۃ الفاطر:42)

(34) سورۃ الذاریات

سورۃ الذاریات میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ ''(اے رسول) کیا آپ کے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر نہیں پہنچی (آپ کو تو ان کی کیفیت کا علم دیا گیا ہے) جب وہ (فرشتے) ان (ابراہیم علیہ السلام) کے پاس آئے تو انہوں نے سلام کیا (حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی) فرمایا تم پر بھی سلامتی ہو (لیکن دل میں کہا) یہ کون لوگ ہیں۔ پھر جلدی سے گھر گئے اور (مہمانوں کی خاطر تواضع کے لیے) ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔ پھر اس کو ان کے سامنے رکھا (جب انہوں نے نہ کھایا تو) پوچھا: کھاتے کیوں نہیں؟ پھر اپنے دل میں ایک طرح کا خوف بھی محسوس کیا۔ فرشتے سمجھ گئے اور بولے: آپ خوف نہ کریں (ہم تو اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں) اور انہوں نے ابراہیم کو ایک بیٹے کی بشارت بھی دی۔'' (سورۃ الذاریات: 24 تا 28)

2۔ ''(حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا) اے فرشتو! تمہارا مقصد کیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہم (ایک مجرم ایک بے دین اور بدعمل قوم لوطؑ) کی طرف بھیجے گئے ہیں تاکہ ان پر مٹی کے پتھر (کھنگر) برسائیں (ایسے پتھر) جو آپ

کے رب کے ہاں نشاندار ہیں (اور) حد سے بڑھنے والوں کے لیے (ہیں) چنانچہ (پتھر برسنے سے پہلے) ہم نے وہاں سے تمام مومنوں کو نکال لیا۔ لیکن ہم نے وہاں ایک گھر کے سوا مسلمانوں کا کوئی گھر نہ پایا (چنانچہ اس گھر کے سوا سب گھر برباد کر دیے گئے) اور ہم نے اس (سرزمین) میں ان لوگوں کے لیے جو دردناک عذاب سے ڈراتے ہیں ایک نشان (عبرت) چھوڑا۔'' (سورۃ الذاریات: 31 تا 37)

3۔ ''اور (اسی طرح موسیٰ علیہ السلام) کے واقعہ میں بھی (ایک نشان عبرت ہے) جب ہم نے ان کو فرعون کی طرف ایک واضح دلیل (معجزات) دے کر بھیجا، لیکن اس نے مع اپنے ارکین سلطنت (حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فرمانبرداروں سے) منہ موڑا اور کہا (کہ یہ) جادوگر ہے یا مجنوں، تو ہم نے اس (فرعون) کو مع اس کے لشکروں کے پکڑ لیا، پھر ان کو دریا میں پھینک دیا (غرق کردیا)۔'' (سورۃ الذاریات: 38 تا 40)

4۔ ''اور عاد کے واقعہ میں بھی (عبرت ہے) جب ہم نے ان پر خیر (و برکت) سے خالی آندھی بھیجی (جو ان کی ہلاکت کا باعث بنی یہ ایسی ہوا تھی کہ) جس چیز پر گرتی اس کو ریزہ ریزہ کیے بغیر نہ چھوڑتی۔''

(سورۃ الذاریات: 41، 42)

5۔ ''اور (اسی طرح) ثمود (کے واقعہ) میں بھی (ایک نشانی ہے) جب ان سے کہا گیا ایک وقت تک (دنیا میں) فائدہ اٹھا لو (مزے کرلو اگر راہ ہدایت پر نہ آئے تو ہلاک کردیے جاؤ گے) لیکن انہوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی پھر ان کو ایک کڑک نے آلیا اور وہ دیکھتے ہی رہ گئے (سب ختم ہو گئے) وہ پھر اٹھنے کی تاب نہ لا سکے اور (نہ ہم سے) وہ بدلہ لے سکے اور ان سے پہلے (یہی حال) قوم نوح علیہ السلام کا ہوا بے شک وہ لوگ بڑے (ہی) نافرمان تھے۔'' (سورۃ الذاریات: 43 تا 46)

6۔ ''(اور اے حبیب ﷺ آپ اپنا کام جاری رکھیں) ان کو بتائیں دیکھو

اللہ کے ساتھ کسی کو معبود نہ ٹھہراؤ (اور یاد رکھو میں اللہ تعالیٰ کا رسول ﷺ ہوں) اللہ کی طرف سے (میں) تمہارے پاس صریح (ہدایت کرنے والا)، ڈرانے والا (بن کر) آیا ہوں (اس کے باوجود یہ لوگ نہیں سمجھتے تو آپ نے اپنا فرض ادا کردیا اور آپ پر کوئی الزام نہیں۔)''

(سورۃ الذاریات: 51)

(35) سورۃ الملک

سورۃ الملک میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ ''کہ شدت غضب میں (جہنم) پھٹ جائے گی جب کوئی گروہ اس میں ڈالا جائے گا اس کے داروغہ اس سے پوچھیں گے کیا تمہارے پاس کوئی ڈر سنانے والا نہ آیا تھا، کہیں گے کیوں نہیں۔ بے شک ہمارے پاس ڈر سنانے والے تشریف لائے پھر ہم نے جھٹلایا اور کہا، اللہ نے کچھ نہیں اتارا، تم تو نہیں مگر بڑی گمراہی میں۔'' (سورۃ الملک: 8، 9)

2۔ ''تم فرماؤ یہ علم تو اللہ کے پاس ہے اور میں تو یہی صاف ڈر سنانے والا ہوں۔'' (سورۃ الملک: 26)

(36) سورۃ المزمل

اس سورۃ مبارکہ میں ارشاد پاک ہوتا ہے:

1۔ ''بے شک (اے اہل مکہ) ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا کہ تم پر حاضر و ناظر ہے (روز قیامت گواہ ہوں گے) جیسے ہم نے فرعون کی طرف (موسیٰ علیہ السلام کو) رسول بنا کر بھیجا تھا۔ پھر جب فرعون نے ہمارے رسول کا حکم نہ مانا تو ہم نے اسے بری طرح پکڑ لیا پھر بھی اگر تم انکار کرتے رہو گے تو اس (دراز اور ہولناک) دن سے کیسے بچو گے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا اور جس (دن کی دہشت) سے آسمان پھٹ جائے گا۔ (یاد رکھو کہ) اس کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔''

(سورۃ المزمل: 15 تا 18)

(37) سورۃ التحریم

سورۃ التحریم میں ارشادِ الٰہی ہوتا ہے

1۔ ''اے نبی (ﷺ) جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کیا ہے تم اسے (اپنے اوپر) کیوں حرام ٹھہراتے ہو؟ اپنی بیبیوں کی خوشنودی چاہتے ہوئے، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔'' (سورۃ التحریم: 1)

2۔ ''تحقیق اللہ نے تمہارے لیے تمہاری قسموں کا کفارہ مقرر کر دیا ہے اور اللہ تمہارا کارساز ہے اور وہ جاننے والا حکمت والا ہے۔''

(سورۃ التحریم:2)

3۔ ''اور (وہ واقعہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے) جب پیغمبر (ﷺ) نے ایک بیوی سے راز کی بات کہی، پھر جب ان کی بیوی (حضرت حفصہؓ) نے اس کی اطلاع (دوسری بی بی حضرت عائشہ صدیقہؓ) کو دے دی اور اللہ نے یہ بات پیغمبر (ﷺ) پر بھی ظاہر کر دی تو آپ نے وہ بات کچھ تو جتائی اور کچھ (کے بتانے) سے گریز کیا (اخلاقاً کچھ کا ذکر نہ فرمایا تاکہ ان کی بی بی کو زیادہ شرمندگی نہ ہو اور بلاضرورت اس کا چرچا نہ ہو) پھر جب انہوں نے بی بی کو وہ بات جتائی تو وہ بولیں: آپ کو کس نے بتایا، آپ نے فرمایا: مجھ کو علم رکھنے والے باخبر (خدا) نے بتایا ہے۔''

(سورۃ التحریم:3)

4۔ ''(اے بیبیو!) اگر تم دونوں (حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت حفصہؓ) اللہ کے سامنے توبہ کر لو (تو بہتر ہے کیونکہ) تمہارے دل یقیناً کج ہو گئے اگر اس (نبی) کی (ایذا رسانی) پر تم ایک دوسری کی مدد کرو گی تو بے شک اللہ اس کا رفیق ہے اور جبریل (علیہ السلام) اور نیک مومن اور فرشتے (بھی) ان کے علاوہ مددگار ہیں۔ (تمہاری کسی باہمی کارروائی سے نبی کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ بلکہ تم خود کسی مصیبت میں گرفتار ہو سکتی ہو۔)''

(سورۃ التحریم 4)

5۔ ''اگر وہ (نبی) تم سب کو طلاق دے دیں تو قریب ہے کہ اس کا رب اس کے لیے اور بیبیاں بدل دے تم سے بہتر اطاعت گزار ایمان والیاں، فرمانبرداریاں کرنے والیاں، توبہ کرنے والیاں، عبادت گزار، روزہ دار، بن شوہر (بیوہ یا مطلقہ) اور کنواریاں۔'' (سورۃ التحریم:5)

6۔ ''اے ایمان والو! اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جو آگے کو نصیحت ہو جائے، قریب ہے کہ تمہارا رب تمہاری برائیاں تم سے اتار دے اور تمہیں (ایسے) باغوں میں لے جائے جن کے نیچے نہریں بہیں، جس دن اللہ رسوا نہ کرے گا نبی اور ان کے ساتھ کے ایمان والوں کو، ان کا نور دوڑتا ہو گا ان کے آگے اور ان کے داہنے، وہ عرض کریں گے اے ہمارے رب! ہمارے لیے ہمارا نور پورا کر دے اور ہمیں بخش دے، بے شک تجھے ہر چیز پر قدرت ہے۔''

(سورۃ التحریم: 8)

7۔ ''اے نبیؐ! کافروں پر اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی فرماؤ اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور کیا ہی برا انجام۔''

(سورۃ التحریم:9)

(38) سورۃ الاحقاف

سورۃ الاحقاف میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ ''تم فرماؤ: میں کوئی انوکھا رسول نہیں، اور میں نہیں جانتا میرے ساتھ کیا کیا جائے گا، اور تمہارے ساتھ کیا، میں تو اسی کا تابع ہوں جو مجھے وحی ہوتی ہے اور میں نہیں مگر صاف ڈر سنانے والا۔''

(سورۃ الاحقاف:9)

2۔ ''اور جو اللہ کی طرف بلانے والے (داعی الی اللہ) کی بات نہ مانے گا، تو وہ زمین پر اللہ کو عاجز نہ کر سکے گا اور اللہ کے سوا کوئی مددگار نہ ہو گا (جو نافرمان سمجھتے ہیں کہ وہ عذاب سے بچ جائیں گے) وہ بڑی گمراہی میں مبتلا ہیں۔''

(سورۃ الاحقاف:32)

(39) سورۃ الکہف

اس سورۃ مبارکہ میں ارشاد پاک ہوتا ہے:

1۔ ''سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنے بندے پر کتاب اتاری اور اس میں کجی نہ رکھی۔'' (سورۃ الکھف:1)

2۔ ''پس (اے حبیب ﷺ) کہیں آپ ان کے پیچھے اپنی جان گھلا نہ ڈالیں کہ وہ اس بات پر (یعنی آپ ﷺ کی بیان کردہ توحید خالص پر) ایمان کیوں نہ لائے۔'' (سورۃ الکھف:6)

(40) سورۃ النمل

سورۃ النمل میں ارشاد پاک ہوتا ہے:

1۔ ''اور آپ (اے نبی ﷺ) غم نہ کھائیں اور دل تنگ نہ ہوں اس سے جو وہ مکر و فریب کرتے ہیں۔'' (سورۃ النمل:70)

2۔ ''اور یہ کہ (آپ) قرات پڑھ کر سنایا کریں۔ پس جو راہ (حق) اختیار کرتا ہے وہ اپنے ہی بھلے کو راہ پر پاتا ہے، اور جو (اس راہ سے) بہک گیا تو آپ (اے نبی ﷺ) اس سے فرما دیں کہ: میں تو بس (دیگر پیغمبروں کی طرح برے اعمال کے نتائج سے) ڈرانے والا ہوں''
(سورۃ النمل:92)

(41) سورۃ صٓ

اس سورۃ مبارکہ میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ ''اور (یہ لوگ جواب تک ایک ہادی کے منتظر تھے) اس بات پر حیرت کرنے لگے کہ ان کے پاس انہی میں سے ایک (کفر و معصیت کے انجام سے) ڈرانے والا (منذر) آیا ہے اور کفار کہنے لگے یہ شخص جادوگر ہے کذاب (جھوٹا) ہے۔'' (سورۃ ص: 4)

2۔ ''(اے نبی)! آپ فرما دیں میں تو (عواقب سے) ڈرانے والا ہوں اور معبود (تو) صرف وہی اللہ ہے جو واحد اور غالب ہے۔''
(سورۃ ص: 65)

(42) سورۃ المدثر

اللہ تعالیٰ سورۃ مبارکہ میں فرماتے ہیں:

1۔ ''اے بالا پوش (کملی اوڑھنے) والے۔'' (سورۃ المدثر:1)

2۔ ''(محمد ﷺ) کھڑے ہو جاؤ پھر ڈراؤ۔'' (سورۃ المدثر:2)

3۔ ''اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو۔'' (سورۃ المدثر:3)

4۔ ''اور اپنے کپڑے پاک رکھو۔'' (سورۃ المدثر: 4)

5۔ ''اور پلیدی سے دور رہو۔'' (سورۃ المدثر:5)

6۔ ''اور زیادہ لینے کی غرض سے کسی پر احسان نہ رکھو۔'' (سورۃ المدثر:6)

7۔ ''اور اپنے رب کی رضا جوئی کے لیے صبر کرو۔'' (سورۃ المدثر:7)

(43) سورۃ الکافرون

اس سورۃ مبارکہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

1۔ ''آپ فرما دیجئے اے کافرو! جن (بتوں) کی تم پرستش کرتے ہو میں ان کی پرستش نہیں کرتا۔ اور تم بھی اس (خدا) کی عبادت نہیں کرتے جس کی عبادت میں کرتا ہوں۔ اور نہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش کروں گا اور نہ تم میرے معبود واحد کی پرستش کرو گے۔'' (سورۃ الکافرون: 1 تا 6)

(44) سورۃ الشعرا

سورۃ الشعراء میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ ''شاید (آپ ﷺ) ان کے (غم) میں اپنے تئیں ہلاک کر لیں گے کہ وہ ایمان نہیں لاتے (یہ بد بخت آپ کی صداقت نبوت پر معجزات طلب کرتے ہیں تو) اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے کوئی نشانی اتار دیں تو اس کے آگے ان کی گردنیں جھک جائیں۔'' (سورۃ الشعراء: 3، 4)

2۔ ''اور (اے رسول ﷺ) اب سے پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں کو اللہ تعالیٰ کو ایک ماننے اور اس کا شریک نہ ٹھہرانے کی نصیحت کیجئے۔ اور آپ اپنے متبعین ایمان والوں کے لیے اپنے دونوں بازو نیچے رکھیے یعنی کھول

دیجئے (شفقت، حفاظت، نرمی، تواضع و محبت کا اظہار کریں) پھر اگر وہ اللہ کی نافرمانی کریں تو اپنا ہو یا پرایا صاف کہہ دیجئے میں تمہارے ان کاموں سے بیزار ہوں۔'' (سورۃ الشعراء:214 تا 216)

(45) سورۃ الانعام

اللہ تعالیٰ اس سورۃ مبارکہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

1۔ ''آپ (اے رسول ﷺ) کہہ دیں لوگو! زمین میں سیر و سیاحت کرو پھر دیکھو کہ حق کو جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔'' (سورۃ الانعام:11)

2۔ ''اور البتہ رسول جھٹلائے گئے آپ ﷺ سے پہلے۔ پس انہوں نے صبر کیا اس پر جو وہ جھٹلائے گئے اور ستائے گئے یہاں تک کہ ان پر ہماری مدد آ گئی اور بدلنے والا نہیں کوئی اللہ کی باتوں کو اور البتہ آپ کے پاس رسولوں کی کچھ خبریں پہنچ چکی ہیں (کہ اللہ تعالیٰ) نے کس طرح کفار کے مقابلہ میں ان کی نصرت فرمائی۔'' (سورۃ الانعام:34)

3۔ ''اور اگر آپ پر گراں گزرتا ہے ان کا منہ پھیرنا تو ان کا مہمل مطالبہ پورا کرنے کو اگر آپ سے ہو سکے تو زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان میں کوئی سیڑھی (ڈھونڈ نکالیں) پھر ان کے پاس کوئی نشانی لے کر آئیں۔ اور اگر اللہ چاہتا تو انہیں ہدایت پر جمع کر دیتا۔ سو آپ نادانوں میں سے نہ ہوں۔ مانتے صرف وہ ہیں جو سنتے ہیں مگر جن کے قلب مردہ ہیں وہ کیا سنیں گے اور مردوں کو اللہ (قیامت ہی کو) اٹھائے گا پھر وہ اس کی طرف لوٹائے جائیں گے۔'' (سورۃ الانعام: 35، 36)

4۔ ''اور وہ کافر کہتے ہیں کہ اس پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتاری گئی؟۔ آپ کہہ دیں: بے شک اللہ اس پر قادر ہے کہ وہ اتارے کوئی نشانی لیکن ان میں اکثر نہیں جانتے۔'' (سورۃ الانعام:37)

5۔ ''اور جو ہماری نشانیوں کو جھٹلاتے ہیں وہ بہرے اور گونگے ہیں (اور وہ) اندھیروں میں (پڑے ہیں نہ حق بات سنتے ہیں نہ پوچھتے ہیں) اللہ جس

کو چاہے گمراہ کرے اور جس کو چاہے سیدھی راہ پر ڈال دے۔'' (سورۃ الانعام:39)

6۔ ''پس اگر وہ آپ کو جھٹلائیں تو آپ کہہ دیں تمہارا رب وسیع رحمت والا ہے اور اس کا عذاب مجرموں کی قوم سے ٹالا نہیں جاتا۔'' (سورۃ الانعام:147)

(46) سورۃ یونس

سورۃ یونس میں ارشاد حق ہوتا ہے۔

1۔ ''اور ان کی بات آپ ﷺ کو غمگین نہ کرے بے شک تمہارا غلبہ اللہ کے لیے ہے وہ سننے والا جاننے والا ہے۔'' (سورۃ یونس: 65)

(47) سورۃ الرعد

سورۃ الرعد میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ ''اور تم سے پہلے بھی رسولوں کے ساتھ تمسخر ہوتے رہے ہیں تو ہم نے کافروں کو مہلت دی پھر پکڑ لیا سو (دیکھ لو کہ) ہمارا عذاب کیسا تھا۔'' (سورۃ الرعد:32)

(48) سورۃ طٰہٰ

اس سورۃ مبارکہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

1۔ ''سو اللہ بلند رہے سچا بادشاہ اور آپ قرآن (پڑھنے) میں جلدی نہ کریں اس سے قبل کہ پوری کی جائے وحی اور کہیے اے میرے رب! مجھے اور زیادہ علم دے۔'' (سورۃ طٰہٰ: 114)

2۔ ''اور اگر ہم انہیں ہلاک کر دیتے (رسولوں کے) آنے سے قبل کسی عذاب سے تو وہ کہتے اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا؟ تو اس سے قبل کہ ہم ذلیل اور رسوا ہوں ہم تیرے کلام (و احکام) کی پیروی کرتے ہیں۔'' (سورۃ طٰہٰ: 134)

3۔ ''آپ کہہ دیں سب ہی منتظر ہیں کہ دیکھیں (مرنے کے بعد) کیا ہوتا

ہے پس تم انتظار کرو۔ سوعنقریب تم جان لو گے کون (دین کے) سیدھے راستے پر چلنے والے ہیں اور ہدایت یافتہ کون؟" (سورۂ طٰہٰ: 135)

(49) سورۂ الانبیاء

سورۂ الانبیاء میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

1۔ "اور البتہ مذاق اڑایا گیا آپ سے پہلے بھی رسولوں کا پس (جنہوں نے مذاق اڑایا) انہیں اسی عذاب الٰہی نے آ گھیرا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔"
(سورۂ الانبیاء:41)

(50) سورۂ الحج

سورۂ الحج میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ "اور اگر یہ تمہیں جھٹلائیں تو ان سے قبل جھٹلایا نوحؑ کی قوم نے اور عاد اور ثمود نے۔" (سورۂ الحج:42)

(51) سورۂ لقمان

اس سورۂ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

1۔ "اور جو کفر کرے تو اس کا کفر آپ کو غمگین نہ کر دے۔ انہیں ہماری طرف لوٹنا ہے پھر ہم انہیں ضرور جتلائیں گے جو وہ کرتے تھے۔ بے شک اللہ دلوں کے بھید جاننے والا ہے۔" (سورۂ لقمان :23)

(52) سورۂ یٰسٓ

سورۂ یٰسٓ میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

1۔ "یٰسٓ! (اے سردار عالم) قسم ہے اس قرآن محکم کی جو حکمت سے بھرپور ہے۔ بے شک آپؐ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں میں سے ہیں۔ بلاشبہ آپؐ سیدھے راستے پر ہیں۔" (سورۂ یٰسٓ : 1 تا 4)

2۔ "یہ قرآن یہ دین حق خدائے غالب اور مہربان نے نازل کیا ہے۔ تاکہ آپ ان لوگوں کو جن کے باپ داداؤں کو ڈرایا نہیں گیا تھا ڈرائیں کہ وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ بے شک ان میں اکثر لوگوں پر یہ بات

کہ وہ کفر پر اصرار کے باعث ایمان سے محروم ہیں ثابت ہو چکی ہے سو وہ ایمان نہ لائیں گے۔ اور ان کے کفر پر اسی اصرار کے باعث ہم نے بھی ان کے گردنوں میں لعنت کے طوق تھوڑیوں تک ڈال دیے ہیں جس سے ان کے سر اوپر کو اٹھ گئے ہیں۔ (یعنی وہ مغرور ہو گئے ہیں اور نخوت و تکبر سے زمین کی طرف نظر نہیں کرتے۔)" (سورۂ یٰسٓ:5 تا 8)

3۔ "اور ہم نے ان کے آگے بھی دیوار بنا دی ہے اور ان کے پیچھے بھی دیوار بنا دی ہے پھر ہم نے ان کو اوپر سے ڈھانپ دیا کہ ان تک حق کی شعاع تک نہیں پہنچی، (پس اب ان کو کچھ بھائی نہیں دیتا۔)" (سورۂ یٰسٓ:9)

4۔ "پس آپ کو ان کی بات مغموم نہ کرے۔ بے شک ہم جانتے ہیں جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں۔" (سورۂ یٰسٓ:76)

(53) سورۂ حم السجدۃ

اس سورۂ مبارکہ میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ "آپ کو اس کے سوا نہیں کہا جاتا جو آپ سے پہلے رسولوں کو کہا جا چکا ہے۔ بے شک آپ کا رب بڑی مغفرت والا اور دردناک عذاب دینے والا ہے۔" (سورۂ حم السجدہ:43)

(54) سورۂ الکوثر

سورۂ الکوثر میں ارشاد ربانی ہوتا ہے:

1۔ "بے شک جو آپ کا دشمن ہوا وہی بے نام و نشان ہو کر رہا۔"
(سورۂ الکوثر:3)

(55) سورۂ اللھب

اس سورۂ مبارکہ میں ارشاد حق ہوتا ہے:

1۔ ابولہب کے ہاتھ ٹوٹیں اور وہ ہلاک ہو۔ نہ تو اس کا مال ہی اس کے کچھ کام آیا اور نہ ہی وہ جو اس نے کمایا۔ وہ جلد ہی بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا۔ اور اس کی بیوی بھی جو ایندھن سر پر اٹھائے پھرتی ہے۔ اس

کے گلے میں مونج کی رسی ہوگی۔" (سورۃ اللھب: 1 تا 5)

(56) سورۃ الروم

سورۃ الروم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

1۔ "ا۔ ل۔ م۔ رومی مغلوب ہوئے۔ قریب کی سرزمین میں اور اس کے بعد عنقریب وہ پھر غالب ہوں گے بس چند برس میں حکم تو اللہ کا ہی ہے آگے بھی اور پیچھے بھی اور اس روز اہل ایمان خوش ہوں گے۔"

(سورۃ الروم: 2 تا 4)

2۔ "اللہ کی مدد سے کہ وہ اہل کتاب کو غلبہ دے گا اور اللہ مدد کرتا ہے جس کی وہ چاہے اور وہی عزت والا اور مہربان ہے۔" (سورۃ الروم: 5)

3۔ "(یہ) اللہ کا وعدہ (جو اس نے رومیوں کے غلبہ کے بارے میں فرمایا تھا) ہے اللہ اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کیا کرتا ہاں بہت سے لوگ اس حقیقت کو نہیں جانتے۔" (سورۃ الروم: 6)

(57) سورۂ بنی اسرائیل

سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ "پاک ہے وہ ذات (اللہ تعالیٰ) جو اپنے بندے کو مقام بندگی کی رفعتوں سے نوازنے کے لیے ایک رات خانہ کعبہ سے بیت المقدس تک لے گیا جس کے گرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں اور یہ لے جانا اس لیے تھا تاکہ ہم اس برگزیدہ عبد (اپنے حبیب ﷺ) کو اپنی قدرت کی نشانیاں آنکھوں سے دکھائیں۔ بے شک وہ سننے والا (اور) دیکھنے والا ہے۔"

(سورۂ بنی اسرائیل: 1)

2۔ "اور دعا مانگا کیجیے کہ اے میرے رب! جہاں کہیں (مدینہ میں) تو مجھے لے جائے سچائی کے ساتھ لے جا اور جہاں کہیں (مکہ سے) سے مجھے لے آئے سچائی کے ساتھ لے آ۔ اور عطا فرما مجھے اپنی جناب سے وہ قوت جو مدد کرنے والی ہو۔" (سورۂ بنی اسرائیل: 80)

(58) سورۃ النجم

اللہ تعالیٰ اس سورۂ مبارکہ میں فرماتے ہیں:

1۔ "تارے کی قسم جب غائب ہونے لگے۔"

(سورۃ النجم: 1)

(بعض مفسرین اور صوفیائے نے النجم سے مراد سرکار دو عالم ﷺ کی ذات اقدس کو لیا ہے اور سورۃ النجم کو معراج النبیؐ کے ساتھ منسلک بتایا ہے مگر بعض دیگر مفسرین نے النجم سے مراد ستارہ ہی لیا ہے اور اسے سورہ المدثر کے نزول سے متعلق بیان فرمایا ہے۔)

2۔ "کہ تمہارے رفیق (محمد ﷺ) نہ راستہ بھولے ہیں نہ بھٹکے ہیں۔"

(سورۃ النجم: 2)

3۔ "اور وہ اپنی یعنی نفس کی خواہش سے تو بات ہی نہیں کرتے بلکہ وہی کچھ فرماتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر وحی ہوتی ہے (یعنی انہوں نے جو دیکھا وہ حق تھا اور جو کچھ دیکھ کر بیان کیا وہ صرف حقیقت تھا۔)"

(سورۃ النجم: 3-4)

4۔ "ان کو نہایت قوت والے نے سکھایا۔ (یعنی جبرئیل طاقتور نے) پھر وہ پورے نظر آئے۔"

(سورۃ النجم: 5، 6)

5۔ "اور وہ (آسمان کے) اونچے کنارے پر تھے۔" (سورۃ النجم: 7)

6۔ "پھر اس محبوب حقیقی سے آپ مزید قریب ہوئے اور آگے بڑھے پھر یہاں تک بڑھے کہ صرف دو کمانوں کے برابر یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا (گویا احدیت اور عبدیت کی کمانیں مل گئیں اور نور رسالت ﷺ نے کیفیت نور ذات کا سرور پایا۔)"

(سورۃ النجم: 8، 9)

7۔ "پھر اللہ رب العزت نے اپنے بندہ کو جو وحی فرمانا تھی فرمائی۔"

(سورۃ النجم: 10)

(اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول ﷺ کو کیا بتایا کس راز سے آشنا کیا کیا معارف تھے جو بیان کیے گئے؟ یہ سب ایک راز ہے بھلا جو تصور سے بھی پرے ہو اس کا کیا بیان ہو ہاں یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ قلب رسول ﷺ کو جو ملا وہ حق تھا صرف حق چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔)

8۔ ''جو رسول نے دیکھا قلب نے ان کو جھوٹ نہ جانا سمجھ لیا کہ یہ حق ہے۔''
(سورۃ النجم:11)

9۔ ''کیا تم اس پر جھگڑتے ہو جو انہوں نے دیکھا مگر یہ ایک بار کا دیکھنا نہیں تھا اور اس کو تو انہوں نے ایک بار اور بھی دیکھا مگر کہاں؟ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔''
(سورۃ النجم: 12 تا 14)

10۔ ''یہ وہ مقام ہے جس کے پاس جنت ماویٰ ہے۔'' (سورۃ النجم:15)

11۔ ''ان کی آنکھ نہ تو اس طرف مائل ہوئی اور نہ (حد سے) آگے بڑھی۔''
(سورۃ النجم:17)

12۔ ''نہ ان کی نگاہ جھپکی نہ حد سے بڑھی جس کو دیکھنا تھا آپ اس کو دیکھتے رہے انوار ذات کی تجلیات میں مگن رہے۔ یقیناً آپ نے شب معراج میں اپنے رب عظمت و شان جمال جہاں اور قدرت کاملہ کی بے شمار نشانیاں دیکھیں۔''
(سورۃ النجم:18)

(59) سورۃ القمر

سورۃ القمر میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ ''قیامت کی گھڑی قریب آ گئی اور چاند شق ہو گیا۔'' (سورۃ القمر:1)

2۔ ''اور اگر وہ کفار کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں یہ جادو ہے جو ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا ہے۔'' (سورۃ القمر: 2)

3۔ ''اور انہوں نے رسول (ﷺ) کو بھی جھٹلایا اور اپنی خواہشات کی پیروی کی اور ہر کام کے لیے ایک وقت مقرر ہے اس لیے کفار کو فوری طور پر پکڑا نہیں گیا۔'' (سورۃ القمر:3)

4۔ ''اور تحقیق ان کے پاس آ گئیں قرآن کے ذریعے وہ خبریں جن میں عبرت ہے۔ اور بڑی حکمت بھی لیکن یہ منکرین حق تو ان پر غور ہی نہیں کرتے بھلا ان کو ڈرانے کا کیا فائدہ۔ پس اے پیغمبر (ﷺ) آپ بھی ان کی طرف سے توجہ ہٹا لیں۔ وہ دن یوم حشر آئے گا جب ایک بلانے والا فرشتہ ان کو ایک ناگوار چیز یوم حشر کی طرف بلائے گا۔ (جہاں ان کو ان کے کیے کی سزا ملے گی۔)'' (سورۃ القمر: 4 تا 6)

(60) سورۃ العلق

اس سورۂ مبارکہ میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ ''پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے سب کو پیدا کیا۔'' (سورۃ العلق:1)

2۔ ''انسان کو جمے ہوئے خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔'' (سورۃ العلق:2)

3۔ ''پڑھیے اور آپ کا رب سب سے بڑا کریم ہے۔'' (سورۃ العلق:3)

4۔ ''جس نے قلم سے لکھنا سکھایا۔'' (سورۃ العنق:4)

5۔ ''انسان کو سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔'' (سورۃ العنق:5)

اللہ نے اپنے آخری رسول ﷺ کے ذریعہ وحی حق کی دعوت کا پیغام دیتے ہوئے کہا:

''اے کمبل اوڑھنے والے! کھڑے ہو جاؤ لوگوں کو ڈراؤ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو اور اپنے کپڑے پاک رکھو اور بتوں سے دور رہو۔''

یہ پیغام ملتے ہی آپ ﷺ نے نہایت راز داری کے ساتھ لوگوں کو اسلام کی تعلیم دینا شروع کی اور تین برس تک آپ ﷺ خفیہ طور پر اسلام کی تبلیغ فرماتے رہے۔

عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ آزاد مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق ؓ لڑکوں میں سب سے پہلے حضرت علی ؓ اور غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زید بن حارث ؓ نے ایمان کی دولت سمیٹی۔

انہی دنوں حضرت ابو عبیدہ بن الجراح ؓ، حضرت ارقم بن ارقم ؓ، حضرت عثمان بن مظعون ؓ اور ان کے دونوں بھائی بھی مسلمان ہوئے۔

مکہ مکرمہ میں جو لوگ مسلمان ہو گئے تھے، ان کے لیے ایک مشکل یہ تھی کہ وہ کیسے اپنے دین کو چھپائے رکھیں تا کہ ان کے گھر والے اور قریش کے سردار مخالفت نہ کرنے لگیں۔ دوسری مشکل یہ تھی کہ اللہ کے آخری رسول ﷺ سے دین کی تعلیم کیسے اور کہاں حاصل کریں۔ تیسری مشکل یہ تھی کہ وہ اسلام کے سب سے بڑے رکن نماز کو کس جگہ ادا کریں۔

اللہ کے آخری رسول ﷺ ان تمام مقاصد کے حصول کے لیے اکثر و بیشتر مسلمانوں کو چھوٹے چھوٹے گروہوں کی صورت میں مکہ کی کسی گھاٹی یا پہاڑوں کے دروں میں بلا لیتے۔ وہاں وہ باجماعت نماز پڑھتے اور دین حق سیکھا کرتے۔

ابو طالب ہاشمی نے ایک دن آپ ﷺ کے ساتھ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھتے دیکھا تو پوچھا:

"یہ کون سا دین ہے؟"

انہیں اس دین کے متعلق بتایا گیا۔ وہ آپ ﷺ کے چچا تھے اور آپ ﷺ کے حامی تھے۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ کی پیروی کرنے کی اجازت بھی دے دی۔

مگر سب ایسے نہ تھے۔ مسلمانوں کے ایک گروہ کو مکہ کے کچھ سرداروں نے اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو برا بھلا کہنے لگے۔ معاملہ بڑھا تو نوبت لڑائی تک پہنچ گئی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو ہڈی مار کر زخمی کر دیا، اور دوسروں نے پتھر مار مار کر انہیں بھاگنے پر مجبور کر دیا۔

اللہ کے آخری رسول ﷺ نے ایسے واقعات کا سدِ باب کرنے کے لیے ایک محفوظ جگہ پر ایک اسلامی مرکز قائم کرنے کا سوچا۔ بنو مخزوم کے ایک اہم مسلمان حضرت ارقم بن ارقم رضی اللہ عنہ نے اپنا مکان پیش کر دیا، جو حرم کے قریب کوہ صفا کی اترائی میں الگ تھلگ واقع تھا۔ آپ ﷺ نے اس گھر کو اسلامی مرکز بنا لیا۔ وہ گھر دارارقم کے نام سے تاریخ اسلام میں مشہور ہے۔ خفیہ تبلیغ کے تقریباً اڑھائی سال گزرنے کے بعد 613ء کے وسط میں یہ مرکز قائم ہوا۔ اللہ کے آخری رسول ﷺ اس مرکز میں طویل قیام فرماتے اور مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کا کام کرتے۔

تین سال اس حال میں گزر گئے، اللہ کے آخری رسول ﷺ اور ان کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین لوگوں کو پوشیدہ طریقہ سے اسلام کی دعوت دیتے رہے۔

تین سالہ خفیہ تبلیغ کے دوران مکہ مکرمہ میں دین اسلام کوئی راز نہیں رہا تھا۔ راز رکھنا مقصود بھی نہ تھا۔ صرف اسلام کے لیے زمین ہموار کرنا، نومسلموں کو محفوظ رکھنا، ایک جماعت پیدا کرنا، ان میں تنظیم قائم کرنا اور بلاوجہ کی مخالفت سے بچانا مقصود تھا۔

جب یہ مقاصد حاصل ہو گئے اور اللہ کی حکمت نے چاہا تو 613ء کے بعد اللہ تعالیٰ کا حکم آیا:

"پس جو حکم تم کو اللہ کی طرف سے ملا ہے وہ **(لوگوں کو کھلم کھلا)** سنا دو اور مشرکوں کا ذرا خیال نہ کرو۔" (سورۃ الحجر: 94)

"اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ اور جو مومن تمہاری دعوت قبول کر چکے ہیں،

ان کے ساتھ تواضع کے ساتھ پیش آؤ۔" (سورۃ الشعرآء: 214، 215)

"اور کہہ دو کہ میں تو علانیہ ڈرانے والا ہوں۔" (سورۃ الحجر: 89)

اس حکم کے ملنے پر حضور ﷺ کوہِ صفا کی چوٹی پر چڑھنے اور بلند آواز میں پکارے:

"یا صباحاہ۔"

یہ قریش کا جانا پہچانا نعرہ تھا، یہ نعرہ اس وقت لگایا جاتا تھا، جب کسی دشمن کے حملے کا فوری خطرہ ہوتا تھا۔

قریش نے جب "یا صباحاہ" کا نعرہ سنا، تو فوراً کوہ صفا پر جمع ہو گئے۔ اللہ کے آخری رسول ﷺ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا۔

"اے قریش! اگر میں کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر ہے جو تم پر گھات لگا کر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم مان لو گے؟"

ان سب نے کہا:

"ہاں ہم یقین کریں گے، کیونکہ ہم نے آپ کو ہمیشہ سچا اور امین ہی پایا ہے۔ آپ کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔"

آپ ﷺ نے فرمایا:

"میں اللہ کا سخت عذاب آنے سے پہلے تم کو خبردار کرتا ہوں۔ اپنے آپ کو اس کی پکڑ سے بچاؤ، تم لا الہ الا اللہ پر ایمان لاؤ، میں اللہ کے ہاں تمہاری گواہی دوں گا۔ اگر تم اس کلمہ کو مان لو گے تو عرب و عجم تمہارے تابع ہو جائیں گے۔"

یہ سننا تھا کہ تمام قریش، جن میں آپ ﷺ کا چچا ابولہب بھی تھا۔ اس نے اس موقع پر بھی اپنی اسلام دشمنی کے سبب لوگوں کو بہکایا اور کسی کو آپ ﷺ کی بات سننے نہ دی۔ اگرچہ ابولہب آپ ﷺ کا چچا تھا اور آپ ﷺ سے بہت محبت کرتا تھا، مگر اسلام سے اسے سخت نفرت تھی، اور اسی نفرت کے سبب اس نے ہمیشہ آپ ﷺ کی مخالفت کی۔ وہ آپ ﷺ کا اسلام کے لیے سب سے بڑا دشمن بنا، اور اسلام کا شدید ترین مخالف۔ اس کی بیوی ام جمیل اموی بھی اسلام کی مخالف اور آپ ﷺ کی دشمن بن گئی۔ قرآن مجید کی سورہ لہب میں ان دونوں کی اس وجہ سے مذمت کی گئی ہے۔

اللہ کے آخری رسول ﷺ کو عام تبلیغ کا حکم ملا، تو آپ ﷺ کعبہ میں تشریف لے گئے اور توحید کا اعلان فرمایا۔ کفار مکہ نے جب توحید کا یہ اعلان سنا تو چاروں اطراف سے آپ ﷺ پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت حارث بن ابی ہبالہ ؓ نے آپ ﷺ کو بچانا چاہا تو کفار مکہ نے تلواریں مار کر انہیں شہید کر دیا۔ یہ پہلا خون تھا جو اسلام کے لیے زمین پر بہا۔

اس کے بعد ہر طرف غل مچ گیا۔ اللہ کے آخری رسول ﷺ جہاں جاتے لوگوں کو توحید کی دعوت دیتے۔ انہیں بتوں، پتھروں اور درختوں کی پوجا سے روکتے۔ بیٹیوں کو زندہ دفن کرنے سے منع فرماتے۔ جوا، شراب پینے اور ناحق خون بہانے سے منع فرماتے آپ ﷺ ان سے فرماتے:

''اپنے جسم کو گندگی سے، کپڑوں کو میل کچیل سے، زبان کو گندی باتوں سے پاک رکھو۔ کسی سے وعدہ کرو تو پورا کرو۔ لین دین میں کسی سے دغا نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہر عیب سے پاک سمجھو۔ اس بات پر یقین رکھو کہ کائنات کی ہر شے کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے، ہم سب اس کے محتاج ہیں۔''

توحید کی اس دعوت کے جواب میں قریش مکہ نے آپ ﷺ پر ظلم وستم کی حد کر دی۔ انہوں نے آپ ﷺ کو نعوذ باللہ جادوگر، شاعر اور دیوانہ مشہور کر دیا۔ اللہ کے آخری رسول ﷺ اسلام کی تبلیغ کے لیے گھر سے باہر نکلتے تو شریر لڑکوں کا غول آپ ﷺ کے پیچھے لگ جاتا جو آپ ﷺ پر پتھر پھینکتا اور تکلیف پہنچاتا۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ کعبہ مکرمہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک ظالم کافر عقبہ بن ابی معیط نے آپ ﷺ کے گلے میں چادر کا پھندہ ڈال کر اس زور سے کھینچا کہ آپ ﷺ کا دم گھٹنے لگا۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت ابو بکر الصدیق ؓ دوڑے آئے اور عقبہ بن ابی معیط کو دھکا دے کر پیچھے ہٹایا اور کہا:

''تم لوگ ایسے آدمی کو قتل کرتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔''

اعلان حق ہو چکا تو اللہ کے آخری رسول ﷺ کے ساتھ مسلمانوں نے بھی مسجد حرم میں نماز پڑھنی شروع کر دی۔ اسلام کی جو خفیہ دعوت آپ ﷺ اور آپ کے اصحاب رضوان اللہ

تعالیٰ علیہم اجمعین نے تین سال تک دی تھی، ان سب نے اپنے اپنے حلقوں میں حکمت وخوبی کے ساتھ اعلانیہ پہنچانے پر کمر کس لی، اور پورے انہماک سے دین پھیلانے لگے۔ آپ ﷺ مسجد حرام میں قریش کی مجالس میں جاتے، گھروں میں ملاقات کرتے اور مکہ مکرمہ کے کون کونے میں جاتے۔ اس کے ساتھ ہی مکہ کے قریب لگنے والے بازاروں عکاظ، مجنہ، ذوالمجاز اور بنی میں قبائل کے سامنے اسلام پیش کرتے۔ سالانہ میلوں میں خاص کر باہر کے قبائل سے ملاقات کرتے اور ان کو اللہ کا پیغام سناتے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قریشی خاندانوں میں تیزی سے اسلام پھیلنے لگا۔ دوسرے یہ کہ زائرین اور حاجیوں کے ذریعے خصوصاً اور تاجروں اور مسافروں کی بدولت عام طور پر اس کا چرچا عام ہوا اور اسلام کا شہرہ مکہ مکرمہ سے باہر مختلف علاقوں میں پھیل گیا۔ اسلام اور حق کے متلاشی مکہ آنے اور اسلام قبول کرنے لگے۔

اللہ کے آخری رسول ﷺ جب لوگوں کو قرآن مجید سناتے تو کفار مکہ تالیاں پیٹ پیٹ کر سیٹیاں بجا بجا کر اس قدر شور مچاتے کہ قرآن مجید کی آواز کسی کو سنائی نہ دیتی۔

آپ ﷺ جب لوگوں میں وعظ فرماتے تو آپ ﷺ کا چچا ابولہب چلا چلا کر کہتا:

''اے لوگو! یہ میرا بھتیجا دیوانہ ہے، تم اس کی بات نہ سنو۔''

ایک بار حضور ﷺ ایک بازار میں اسلام کی دعوت دینے کے لیے تشریف لے گئے، اور لوگوں کو توحید کی دعوت دی۔ اللہ کا باغی و سرکش ابوجہل آپ ﷺ کے پیچھے تھا وہ آپ ﷺ پر مٹی اڑاتا جاتا اور کہتا:

''اے لوگو! اس شخص کے فریب میں نہ آنا، یہ چاہتا ہے کہ تم بتوں کی عبادت کرنا چھوڑ دو۔''

ایک روز اللہ کے آخری رسول ﷺ کعبہ مکرمہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ لعین ابوجہل نے اپنے کافر ساتھیوں سے کہا:

''فلاں محلے میں ایک اونٹ ذبح ہوا ہے، کون ہے جو اس اونٹ کی اوجھڑی لا کر سجدہ کی حالت میں ان کے کندھوں پر رکھ دے۔''

یہ سن کر عقبہ بن ابی معیط اٹھا اور اس اوجھڑی کو لا کر حضور ﷺ کے دوش مبارک پر رکھ دیا۔ اللہ کے آخری رسول ﷺ سجدہ میں تھے۔ دیر تک وہ اوجھڑی کندھوں اور گردن پر پڑی

رہی، اور یہ سرکش باغی ٹھٹھا مار کر ہنستے رہے اور مارے ہنسی کے ایک دوسرے پر گر گر پڑتے رہے۔ اتفاق سے آپ ﷺ کی چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمہ ؓ ادھر آ گئیں، انہوں نے جب یہ ماجرا دیکھا تو اس اوجھڑی کو آپ ﷺ کے کندھوں سے ہٹایا۔

اللہ کے آخری رسول ﷺ کے دل پر قریش کی اس شرارت سے انتہائی صدمہ گزرا۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے تین بار یہ دعا مانگی:

"اے اللہ! قریش کو اپنی گرفت میں پکڑ لے۔"

پھر ابوجہل، عقبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عقبہ، امیہ بن خلف اور عمارہ بن ولید کے نام لے کر دعا مانگی:

"یا اللہ! ان لوگوں کو اپنی گرفت میں لے لے۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ فرماتے ہیں:

"خدا کی قسم میں نے ان سب کافروں کو جنگِ بدر کے دن دیکھا کہ ان کی لاشیں زمین پر پڑی ہوئی ہیں، پھر ان سب کافروں کی لاشوں کو نہایت ذلت کے ساتھ گھسیٹ کر ایک گڑھے میں پھینک دیا گیا۔"

اسلام کے اظہار اور اعلانیہ تبلیغ کا تیسرا اہم نتیجہ قریشی سرداروں اور بہت سے عام لوگوں کی مخالفت کی شکل میں نکلا۔ پہلے تو انہوں نے زبانی لعن طعن، گالی گلوچ اور برا بھلا کہنے پر اکتفا کیا۔ بعض بڑے سرداروں نے اسلام سے استہزاء کرنا اور مسلمانوں کا مذاق اڑانا شروع کیا، لیکن رفتہ رفتہ زبانی لعن طعن اور استہزاء کے ساتھ جسمانی اذیت دینے، اور مارنے پیٹنے کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ ابتداء میں معمولی تکالیف دی جانے لگیں مگر جب مسلمانوں نے اسلام پر استقامت دکھائی اور اسلام پھیلتا رہا تو انہوں نے ظلم وستم ڈھانے کی راہ اپنائی۔

قریش مکہ کی مخالفت اور اسلام اور مسلمانوں پر ان کے ظلم وستم کے کئی اسباب تھے۔ سب سے اہم تو ان کی اپنے آبائی دین سے محبت وعقیدت تھی جس نے نئے دین کی مخالفت پر آمادہ کیا۔ یہ مذہبی عصبیت تھی۔ اس سے کچھ زیادہ اہم سبب یہ بھی تھا کہ اسلام کی وجہ سے ان کے خاندان تقسیم ہوگئے تھے۔ ہر خاندان میں کوئی نہ کوئی مسلمان ہوگیا تھا۔ خاندانوں کی یہ تقسیم ان کے قبائلی نظام کے لیے موت کی گھنٹی تھی۔ قریشی سرداروں نے خوب سمجھ لیا تھا کہ اسلام

پورے نظام کو ختم کر کے اپنا نیا نظام قائم کرنا چاہتا ہے، جس میں دولت واقتدار ان کے ہاتھ سے نکل کر محمد (ﷺ) کے پاس چلا جائے گا۔ ایک سبب یہ تھا کہ آزاد منش لوگوں کی من مانی زندگی پر اسلام پابندی لگاتا ہے جو انہیں قبول نہ تھی۔

یہ عجیب بات تھی کہ اسلام کی جتنی مخالفت بڑھتی گئی اور مسلمانوں پر ظلم وستم جس قدر شدید ہوتا گیا، اسی قدر اسلام کی اشاعت میں تیزی آ گئی۔ بنو امیہ کے خاندان سعیدی کے ایک فرد حضرت خالد بن سعید ؓ پہلے اسلام لا چکے تھے، جب ان پر ظلم وستم ہوا تو ان کے دو بھائی بھی مسلمان ہوگئے۔ دراصل مسلمانوں کی استقامت اور دین کے لیے مر مٹنے کا جذبہ دوسروں کو متاثر کرتا تھا۔ پھر وہ اسلام سمجھنے کی کوشش خلوص کے ساتھ کرتے اور مسلمان ہو جاتے۔

اس سلسلہ میں اللہ کے آخری رسول ﷺ کی استقامت اور پامردی بے مثال تھی۔ قریش کی ایذا رسانی اور مذاق اڑانے کے باوجود آپ ﷺ حرم میں نماز پڑھتے رہے اور دشمنوں کے ہاتھوں عذاب سہتے رہے۔

آپ ﷺ کا پڑوسی اور عزیز عقبہ بن ابی معیط اموی آپ ﷺ کا بدترین دشمن تھا۔ کبھی وہ آپ ﷺ کے گلے میں چادر ڈال کر گلا گھونٹنے کی کوشش کرتا، کبھی سجدہ کی حالت میں آپ ﷺ کی پشت مبارک پر اونٹ کی بھاری بھرکم اوجھڑی رکھ دیتا۔ دوسرا بڑا ظالم اور دشمن ابوجہل (عمر بن ہشام) تھا، جو آپ ﷺ کو نماز میں اور نماز کے باہر ستانے اور پریشان کرنے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیتا تھا۔

آپ ﷺ کے جذبہ استقامت نے حضرت ابوذر غفاری ؓ کو متاثر کیا۔ انہوں نے قریش کے سرداروں کے مجمع کے سامنے حرم میں اپنے اسلام کا اعلان کیا اور خوب مار کھائی۔ حضرت عباس ہاشمی (ؓ) نے یہ کہہ کر بچایا:

"اگر یہ مر گیا تو تمہاری شامی تجارت کا راستہ سمجھو بند ہوگیا، کیونکہ اس کا قبیلہ اس شاہراہ کے قریب آباد ہے۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے قرآن مجید کی بالجہر تلاوت مسجد حرام میں کی اور دشمنوں کے ہاتھوں خوب لہولہان ہوئے۔

قریشی سرداروں اور عام اہل مکہ کا معاملہ کچھ نفرت ومحبت کا تھا۔ وہ چھپ چھپ کر آپ ﷺ کو اور دوسرے مسلمانوں کو نماز پڑھتے اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے سنتے اور متاثر

ہوتے۔ ان کا جی چاہتا کہ اسلام کی حقانیت تسلیم کرلیں سرداروں میں عتبہ بن ربیعہ عبد شمسی، ابوسفیان اموی، ابوجہل مخزومی، عقبہ بن ابی معیط، نضر بن حارث کے علاوہ حضرت عمر بن خطاب ؓ بھی شامل تھے۔

حضرت عمر ؓ نے ایک بار خانہ کعبہ کے پردے میں چھپ کر آپ ﷺ کی واپسی پر گھر تک پیچھا کیا اور اپنے تاثر کا اظہار بھی کیا۔

16-615ء میں اسی ظلم وستم کے سیلاب نے دو بڑی اہم شخصیات کو اسلام کا حلقہ بگوش کر دیا۔ ابوجہل مخزومی نے ایک دن رسول اللہ ﷺ کو بہت ستایا۔ آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب ہاشمی ؓ جو بہت بہادر اور صاحب جاہ تھے، شکار سے واپس آئے تو ان کی باندی نے اپنا چشم دید واقعہ کہہ سنایا۔ وہ طیش کے عالم میں مسجد حرام پہنچے، ابوجہل کو کمان مار کر زخمی کیا اور اپنے اسلام کا اعلان کر دیا۔ بعد میں خدمت نبوی ﷺ میں پہنچے اور صدق دل سے اسلام قبول کرلیا۔

اس کے ایک ماہ بعد قریشی سرداروں کے مجمع میں آپ ﷺ کا ذکر ہو رہا تھا کہ آپ (ﷺ) نے پورے مکہ کا حال تلپٹ کر کے رکھ دیا۔ حضرت عمر ؓ کی رگ حمیت پھڑکی اور وہ آپ ﷺ کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے کے لیے چل کھڑے ہوئے۔ راستہ میں ان کی ملاقات اپنے ایک عزیز حضرت عبداللہ بن نعیم ؓ سے ہوئی جو مسلمان تھے۔ حضرت عمر ؓ کا ارادہ سن کر انہوں نے حضرت عمر ؓ کو ان کی بہن حضرت فاطمہ ؓ کے اسلام لانے کے بارے میں بتایا۔ حضرت فاطمہ ؓ نے بڑے جذبے سے جب یہ کہا:

''اب خواہ جان لے لو اسلام دل سے نہیں نکلتا۔''

حضرت عمر ؓ یہ سن کر بہت متاثر ہوئے۔ ان سے قرآن پاک کی وہ سورت نکلوا کر پڑھی، جو وہ دونوں ان کے آنے سے پہلے پڑھ رہے تھے، حضرت عمر ؓ پڑھتے ہی مسلمان ہوگئے۔ دارارقم پہنچ کر اللہ کے آخری رسول ﷺ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلیا۔ اس طرح آپ ﷺ کی وہ دعا قبول ہوئی، جو آپ ﷺ نے حضرت عمر ؓ کے اسلام لانے کے بارے میں کی تھی۔

حضرت حمزہ ؓ اور خصوصاً حضرت عمر ؓ کے اسلام لانے سے آپ ﷺ کے ہاتھ بہت مضبوط ہوئے، اور مسلمانوں کو زبردست سہارا ملا۔ قریش مکہ کی مخالفت اتنی بڑھ گئی تھی کہ

مسلمان مسجد حرام میں اعلانیہ نماز نہیں پڑھ سکتے تھے۔ حضرت عمر ؓ نے ان سے لڑ جھگڑ کر مسلمانوں کے لیے یہ حق حاصل کیا۔

جب کفارانِ مکہ نے اللہ کے آخری رسول ﷺ پر ہر قسم کا ظلم وستم کر کے دیکھ لیا کہ وہ اسلام کی تبلیغ سے باز نہیں آئے تو انہوں نے مایوس ہو کر اپنے مشہور سردار عتبہ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا، عتبہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا:

''آپ جس قدر دولت چاہیں، ہم دینے کو تیار ہیں، عرب کی حسین سے حسین عورتیں پیش کرنے کو تیار ہیں، بس آپ بتوں کی توہین سے رک جائیں۔''

اللہ کے آخری رسول ﷺ نے عتبہ کو'' باتوں کے جواب میں سورۂ حٰم کی چند آیات سنائیں، جنہیں سن کر وہ کانپنے لگا۔ وہ اسی حالت میں قریش کے پاس آیا اور کہا:

''اے قریش! محمد (ﷺ) کے پاس جو کلام ہے، خدا کی قسم وہ نہ شعر ہے اور نہ جادو ہے، بلکہ کچھ اور چیز ہے۔ تم اس کا راستہ نہ روکو۔ اگر وہ عرب پر غالب آ گیا تو اس میں تمہاری ہی عزت ہے، ورنہ عرب کے لوگ خود اس کا خاتمہ کر دیں گے۔''

قریش کے سردار عتبہ کا یہ جواب سن کر سخت حیران ہوئے، بولے:

''عتبہ پر بھی محمد (ﷺ) کی زبان کا جادو چل گیا ہے۔''

جب ان کی یہ تدبیر بھی نہ چلی، تو تمام قریش اکٹھے ہو کر آپ ﷺ کے چچا ابوطالب کے پاس گئے اور کہا:

''اے ابوطالب! آپ ہمارے بوڑھے بزرگ ہیں۔ ہماری نگاہ میں آپ کی بڑی عزت ہے۔ آپ اپنے بھتیجے کو منع کریں وہ ہمارے بتوں کو برا کہتا ہے۔ خدا کی قسم اب ہم اس سے زیادہ صبر نہ کریں گے۔ اگر آپ نے اپنے بھتیجے کو نہ سمجھایا تو پھر ہماری تمہاری جنگ ہے۔ یا ہم نہیں، یا تم نہیں۔''

ابوطالب حضور ﷺ کی حمایت میں ہمیشہ سینہ سپر رہتے تھے، اب جب تمام قریش نے اکٹھے ہو کر انہیں جنگ کی دھمکی دی تو انہوں نے حضور ﷺ کو بلا بھیجا اور کہا:

''میرے بھتیجے! تمہاری قوم کے لوگ میرے پاس آئے تھے۔ وہ جنگ کی دھمکی دے گئے ہیں۔ اب تم میری جان کا بھی خیال کرو اور اپنی جان کا بھی،

مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو جس کو میں اٹھا نہ سکوں۔"

اپنے چچا کی یہ بات سن کر حضور ﷺ نے فرمایا:

"چچا! خدا کی قسم اگر وہ (کافر) میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیں اور چاہیں کہ میں اسلام کی تبلیغ کو چھوڑ دوں، تب بھی میں اس سے باز نہ آؤں گا۔"

یہ کہہ کر حضور ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، آپ ﷺ اٹھ کر جانے لگے تو آپ ﷺ کے چچا ابو طالب نے آپ ﷺ کو آواز دی اور کہا:

"میرے بھتیجے! جو تمہارا دل چاہے کہو اور جس طرح چاہو (توحید کی) تبلیغ کرو۔ خدا کی قسم میں تم کو کبھی کسی کے حوالے نہیں کروں گا۔"

سرکش و باغی کفارِ مکہ

اللہ کے آخری رسول ﷺ کی تبلیغ سے جو لوگ مسلمان ہوئے، کفارِ مکہ نے ان پر بھی ظلم وستم کی انتہا کر دی۔ لوہے کی گرم سلاخوں سے ان کے جسموں کو داغتے، گرم ریت پر لٹا کر چھاتی پر بھاری پتھر رکھ دیتے تاکہ وہ ہل جل نہ سکیں۔ سخت سردی میں ٹھنڈے یخ پانی میں ڈبکیاں دیتے، گلے میں رسی باندھ کر بازاروں میں گھسیٹتے۔ کوئی تکلیف سے ہائے کرتا تو قہقہے لگاتے، ان کی نقلیں اتارتے۔

حضرت خباب بن ارت ؓ ایک غلام تھے، جب مسلمان ہوئے تو کافروں نے انہیں سخت تکلیفیں پہنچائیں۔ ایک روز ایک ظالم نے سخت گرمی کے موسم میں گرم ریت پر ڈھیر سارے کوئلے دہکائے، اور حضرت خباب بن ارت ؓ کا کرتا اتار کر انہیں دہکتے ہوئے کوئلوں پر لٹا دیا اور خود ان کی چھاتی پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ جب کوئلے بجھ گئے تو وہ ان کی سینے سے اترا۔ حضرت خباب ؓ کی پیٹھ سیاہ ہو گئی۔

حضرت بلال بن رباح ؓ مکہ کے مشہور کافر امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ وہ حضرت بلال بن رباح ؓ کو سخت گرم ریت پر لٹا کر ان کے سینے پر بھاری پتھر رکھ دیتا۔ وہ گھنٹوں اسی حال میں پڑے رہتے، جب زیادہ تکلیف ہوتی تو کہتے:

"احد احد۔"

"اللہ ایک ہے اللہ ایک ہے۔"

حضرت بلال بن رباح ؓ پر یہ ظلم ہر روز ڈھایا جاتا۔

حضرت یاسر ؓ اپنے بیوی بچوں سمیت مسلمان ہوئے تو کافروں کو سخت غصہ آیا۔ ابو جہل لعین نے برچھی سے ان کی بیوی حضرت سمیہ ؓ پر حملہ کیا۔ جس سے وہ شہید ہو گئیں۔ حضرت یاسر ؓ بھی کافروں کی تکلیفیں سہتے سہتے فوت ہو گئے۔ ان کے بیٹے حضرت عمار ؓ جوان تھے، انہوں نے نہایت ہمت سے کافروں کی سختیاں برداشت کیں۔ کافر انہیں روزانہ گرم ریت پر لٹاتے اور اتنا مارتے کہ وہ بے ہوش ہو جاتے۔

حضرت خالد بن سعید ؓ جب مسلمان ہوئے تو ان کے والد نے انہیں اتنا مارا کہ وہ لہولہان ہو گئے وہ مار کھاتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے:

"میں مر جاؤں گا، لیکن اللہ کے آخری رسول ﷺ کے دین کو نہیں چھوڑوں گا۔"

آخر وہ والد کے ظلم وستم سے تنگ آ کر مکہ کی پہاڑیوں میں رُوپوش ہو گئے۔

حضرت ابوبکر الصدیق ؓ نے ایک روز کعبہ کے صحن میں کافروں کو جمع دیکھ کر انہیں اسلام کی دعوت دی تو وہ غضب ناک ہو گئے، اور حضرت ابوبکر الصدیق ؓ پر ٹوٹ پڑے۔ لاتوں، گھونسوں اور مکوں سے آپ ؓ کو مارنے لگے۔ حضرت ابوبکر الصدیق ؓ زمین پر گر گئے تو کافروں نے انہیں اپنے پیروں سے روند ڈالا۔

اللہ کے باغی اور سرکش عتبہ بن ربیعہ نے حضرت ابوبکر الصدیق ؓ کے چہرے پر اتنی ضربات لگائیں کہ ان کا منہ سوج گیا، آنکھیں اور ناک نظر نہ آتی تھیں۔ آپ بے ہوش پڑے تھے۔ اسی حالت میں آپ کو گھر لایا گیا۔ آپ کے رشتے داروں کو یقین تھا کہ اب آپ نہیں بچیں گے۔ آپ کی والدہ ام الخیر روتے ہوئے آپ کے سر پر ہاتھ پھیرتی تھیں۔ حضرت ابوبکر الصدیق ؓ کو ذرا ہوش آیا تو پہلا جملہ جوان کی زبان سے ادا ہوا، وہ یہ تھا:

"اماں جان! اللہ کے آخری رسول (ﷺ) تو ٹھیک ہیں۔"

کفار کے بڑے بڑے باغی و سرکش سرداروں کے نام یہ ہیں:

1۔ ابو جہل (اس کا اصل نام عمر بن ہشام تھا، مگر اسلام سے بغض وعداوت کی وجہ سے اس کی آنکھوں پر جو جہالت کے پردے پڑ چکے تھے، اس کی وجہ سے وہ ابو جہل کے نام

سے مشہور ہوا۔)

2۔ ابولہب (یہ حضور ﷺ کا چچا تھا، مگر اسلام کا سب سے بڑا دشمن۔)

3۔ عمرو بن عبدود۔ یہ مکہ کا سردار تھا، طاقت میں اس کا ثانی نہ تھا، یہ اکیلا ایک ہزار جنگجوؤں پر بھاری تھا۔

4۔ عبداللہ بن ابی سلول۔ یہ بظاہر تو مسلمان تھا، مگر درحقیقت مسلمانوں کا بدترین دشمن تھا، اور اس وجہ سے اسے رئیس المنافقین کہا جاتا ہے۔

5۔ خلف بن امیہ۔ یہ بھی مکہ کا رئیس اعظم تھا، اور اسلام کا سخت دشمن تھا۔

6۔ عقبہ بن ابی معیط۔ یہ بھی مکہ کا رئیس تھا اور اپنی اسلام دشمنی کی وجہ سے مشہور تھا، اس کے علاوہ اور بھی کئی سرکش و باغی تھے، جو اپنے عبرت ناک انجام سے دوچار ہوئے۔

① ابوجہل

ابوجہل اسلام کا سخت اور بدترین دشمن تھا۔ وہ مسلمان کو ستانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتا تھا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کا سب سے بڑا دشمن تھا، آپ ﷺ کی جلالت سے بھی وہ ڈرتا تھا، مگر پھر بھی اپنی اسلام دشمنی میں پیش پیش تھا۔

ایک روز جب شیاطین قریش خانہ کعبہ میں جمع تھے۔ ایک روز پہلے ان کے اور ابوجہل کے درمیان ایک بات طے ہو چکی تھی۔ اس کے مطابق ابوجہل ایک بھاری پتھر لے کر رسول اللہ ﷺ کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ اس کا ارادہ یہ تھا کہ جب رسول اللہ ﷺ سجدے میں جائیں تو وہ بھاری پتھر آپ ﷺ کے سر پر دے مارے۔ رسول اللہ ﷺ نماز کے لیے خانہ کعبہ میں تشریف لائے تو شیاطین قریش اپنی مجلس میں بیٹھے ابوجہل کی کارکردگی دیکھنے کے منتظر تھے۔

جب رسول اللہ ﷺ سجدے میں گئے تو ابوجہل پتھر اٹھا کر رسول اللہ ﷺ کی طرف بڑھا۔ جب وہ قریب پہنچا تو اس کی عجیب کیفیت ہوگئی۔ وہ خوف زدہ ہوگیا تھا اور اس کے چہرے کا رنگ اُڑ گیا تھا۔ گھبراہٹ اس کے چہرے سے عیاں تھیں۔ وہ کوشش کے باوجود پتھر رسول اللہ ﷺ کی طرف نہ پھینک سکا۔ پتھر اس کے ہاتھوں سے گر پڑا اور وہ کانپتے ہوئے پیچھے ہٹ آیا۔ قریش کے لوگ اس کی طرف گئے اور اس سے پوچھا:

''اے ابوالحکم! تجھے کیا ہوا؟''

ابوجہل نے جواب دیا:

''میں اپنے ارادے کے مطابق محمد (ﷺ) کی طرف بڑھا۔ جب میں قریب پہنچا تو میرے سامنے ایک اونٹ نمودار ہوا۔ خدا کی قسم! میں نے اس جیسا اونٹ کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ایسا کوہان، ایسی گردن اور ایسے خوفناک دانت میں نے کبھی کسی اونٹ کے نہ دیکھے تھے۔ وہ اونٹ مجھے کھا جانا چاہتا تھا۔''

رسول اللہ ﷺ نے اس واقعہ سے متعلق فرمایا:

''وہ اونٹ جبریل علیہ السلام تھے اور ابوجہل اگر اور نزدیک آتا تو اسے پکڑ لیتے۔''

ایک روز ابوجہل ملعون، رسول اللہ ﷺ سے ملا، اور کہنے لگا:

''اے محمد (ﷺ) قسم ہے خدا کی تم ہمارے بتوں کو برا کہنا چھوڑ دو، ورنہ ہم تمہارے اس خدا کو برا کہیں گے جس کی تم پرستش کرتے ہو۔''

پس یہ آیت نازل ہوئی:

ترجمہ: ''اے اہل اسلام تم کفار کے بتوں کو سخت وسست نہ کہو جن کی وہ سوا خدا کے پرستش کرتے ہیں ورنہ جہالت سے وہ خدا برحق کو سخت وسست کہیں گے۔''

(سورہ الانعام: 109)

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضور ﷺ نے بتوں کے عیوب بیان کرنے ترک کر دیے اور صرف دعوتِ حق پر اکتفا کیا۔

جب قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے منجملہ عذاب دوزخ کے درخت زقوم کا ذکر فرمایا تو ابوجہل نے کہا:

''اے گروہ قریش! تم جانتے ہو کہ زقوم کیا چیز ہے جس سے محمد (ﷺ) تم کو خوف دلاتے ہیں۔''

قریش نے کہا:

''ہم کو خبر نہیں وہ کون سا درخت ہے؟''

ابوجہل نے کہا:

''وہ مدینہ کی کھجوریں مکہ کے ساتھ ہیں۔ قسم ہے خدا کی اگر ہم وہاں (یعنی دوزخ میں) گئے تو اسی کو زقوم بنا دیں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے اس بے ہودہ گوئی کے جواب میں یہ آیت نازل فرمائی:

ترجمہ: ''بے شک زقوم کا درخت گناہگار کا کھانا ہے، جیسے پگھلا ہوا تانبہ پیٹ میں اس طرح جوش کھائے گا جیسے گرم پانی کھولتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے ابوجہل مردود کے جواب میں یہ آیت نازل فرمائی:

ترجمہ: ''اور اسی طرح تھوہر کے درخت کو جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے۔ ہم اس سے کافروں کو ڈراتے ہیں۔ پس نہیں زیادہ کرتا ہے وہ ان کو مگر سرکشی میں۔''

ابوجہل ملعون ومردود کو ہمیشہ خدا کی طرف سے ذلتیں نصیب ہوتی رہیں، مگر وہ بے غیرت اور بے حیا پوری مستعدی سے رسول اللہ ﷺ کی عداوت پر قائم رہا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ ایک سوداگر اونٹوں کا گلہ لے کر مکہ میں فروخت کے لیے آیا۔ ابوجہل لعین نے بھی اس سے چند اونٹ خریدے اور قیمت نہ دی، جب وہ سوداگر عاجز ہوا اور کسی طرح قیمت اس خبیث سے اس کو وصول نہ ہوئی، تب وہ مجبور ہو کر مسجد حرام میں آیا اور قریش کی محفل میں آ کر کہنے لگا:

''کوئی ایسا شخص ہے جو ابوالحکم (ابوجہل) سے مجھ کو دام دلوا دے یا اپنے پاس سے مجھ کو دے دے، اور پھر ابوالحکم سے وصول کر لے۔''

رسول اللہ ﷺ بھی اس وقت ایک گوشہ مسجد میں تشریف رکھتے تھے، قریش نے اس سوداگر سے کہا:

''دیکھو وہ شخص جو مسجد کے گوشے میں بیٹھے ہیں، ان سے جا کر کہو وہ تمہارے دام ابوالحکم سے دلوا دیں گے۔''

انہوں نے حضور ﷺ کی طرف اشارہ کیا، کیونکہ یہ لوگ ابوجہل کی حضور ﷺ سے عداوت اور دشمنی سے واقف تھے، اور اس بات سے ان کو ایک مضحکہ منظور تھا، وہ مسافر شخص اس بات سے ناواقف تھا۔ وہ حضور ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگا:

''اے بندہ خدا! ابوالحکم نے میرے دام دبا رکھے ہیں اور میں غریب مسافر ہوں۔ ان لوگوں سے میں نے کہا کہ کوئی میرے دام دلوا دے، انہوں نے تمھارا کو بتلایا ہے۔ اب تم میرے دام اس سے دلوا دو، خدا تم پر رحمت

کرے۔''

رسول اللہ ﷺ نے اس سوداگر سے فرمایا:

''میرے ساتھ چل، میں تیرے دام دلوا دیتا ہوں۔''

وہ سوداگر آپ ﷺ کے ساتھ ہوا۔ آپ ﷺ ابوجہل کے گھر پر تشریف لائے۔ قریش نے بھی ایک آدمی آپ ﷺ کے پیچھے روانہ کیا اور کہہ دیا:

''دیکھ یہ کیا کرتے ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے ابوجہل کے مکان پر دستک دی۔

ابوجہل نے کہا:

''کون ہے؟''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میں محمد (ﷺ) ہوں، باہر آ۔''

ابوجہل فوراً باہر آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اس سوداگر کے دام دے دو۔''

ابوجہل کا چہرہ خوف کے مارے زرد ہو رہا تھا، اور تھر تھر اس کا بدن کانپتا تھا۔ عرض کرنے لگا:

''آپ (ﷺ) ٹھہریے، میں ابھی اس کے دام لاتا ہوں۔''

اور جھٹ پٹ اسی وقت گھر میں سے دام لا کر اس سوداگر کے حوالے کیے۔ وہ شخص جو قریش کی طرف سے حضور ﷺ کے پیچھے آیا تھا۔ یہ واقعہ دیکھ کر واپس گیا، اور وہ سوداگر بھی اس مجلس میں آیا اور حضور ﷺ کو دعائیں دینے لگا۔

''میرے دام دلوا دیے۔''

جب وہ شخص واپس آیا تو اہل مجلس نے اس سے پوچھا:

''تم کیا معاملہ دیکھ کر آئے ہو؟''

اس شخص نے کہا:

''کیا کہوں، بڑے تعجب کی بات دیکھی ہے، جس وقت محمد (ﷺ) نے ابوالحکم کے دروازے پر دستک دی، فوراً ابوالحکم باہر نکل آیا، ذرا برابر دیر

نہ کی اور اس کی صورت پر مارے خوف کے مردنی چھائی ہوئی تھی، محمد (ﷺ) نے فرمایا: ''اس کے دام دے دو۔'' اس نے عرض کیا: ''میں ابھی دیتا ہوں آپ (ﷺ) وہیں ٹھہرے رہے چنانچہ فوراً ہی دام لا کر اس کے حوالے کیے۔''

اتنے میں ابوجہل بھی اس مجلس میں آ گیا۔ اہل مجلس نے کہا:

''خرابی ہو تجھ پر کہ ایسی نامردی اور حماقت کا کام جیسا کہ تو نے آج کیا ہے، ہم نے کبھی نہیں دیکھا۔ محمد (ﷺ) کے آواز دیتے ہی تیرا اپا خانہ خطا ہو گیا۔''

ابوجہل نے کہا:

''میں مجبور تھا، میری اس میں کوئی خطا نہیں ہے، جس وقت میرے کان میں محمد (ﷺ) کی آواز آئی، اس کا رعب مجھ پر ایسا غالب ہوا کہ میں فوراً باہر نکل آیا، اور میں نے دیکھا کہ ان کے ساتھ ایک نہایت فیل قامت مست اونٹ منہ پھاڑ پھاڑ کر میری طرف گھور رہا تھا۔ اگر میں اس وقت محمد (ﷺ) کی بات نہ مانتا تو وہ اونٹ میرا لقمہ ہی کر جاتا۔''

جنگ بدر کا سبب بھی ابوجہل ہی تھا۔

جنگ بدر 17 رمضان المبارک 2ھ بروز جمعۃ المبارک کو ہوئی۔ مدینہ منورہ سے ساٹھ میل کے فاصلے پر اللہ کے آخری رسول ﷺ نے 313 مسلمانوں کی صفیں درست کرائیں، حضور ﷺ نے مسلمانوں کو تاکید فرمائی:

''جب تک میں حکم نہ دوں، حملہ نہ کیا جائے۔ جب جنگ شروع ہو تو بوڑھوں، عورتوں اور بچوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچائی جائے۔''

کفار مکہ کا لشکر ایک ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھا، جو جنگی ہتھیاروں سے لیس تھا۔ ابوجہل کافروں سے چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا:

''آج اسلام اور مسلمانوں کو دنیا سے مٹا دو۔''

اللہ کے آخری رسول ﷺ بڑی عاجزی سے اللہ کے حضور دعا مانگ رہے تھے:

''اے اللہ! اگر آج یہ مٹھی بھر جماعت ہلاک ہو گئی، تو پھر اس زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔''

رسول اللہ ﷺ کے دونوں ہاتھ دعا کے لیے اٹھے ہوئے تھے، اور آپ ﷺ فرما رہے تھے:

''اے اللہ! تو نے مجھ سے جس چیز کا (یعنی اپنی مدد کا) وعدہ کیا ہے وہ پورا فرما، اے اللہ! تیری مدد کی ضرورت ہے۔''

ابن اسحاق کہتے ہیں:

''جب دونوں لشکر آپس میں مل گئے تو ابوجہل نے دعا کی۔''

''اے خدا! ہم میں سے جو شخص قریبی رشتہ داروں کو ایک دوسرے کا دشمن بناتا ہے اور ایسی باتیں بیان کرتا ہے، جو پہلے ہم نے کبھی نہیں سنیں اسے آج کی جنگ میں ہلاک کر۔''

ابوجہل کی یہ دعا قبول ہوئی، اور وہ ہولناک جنگ میں بری طرح قتل ہوا۔

جنگ شروع ہوئی۔ عقبہ بن ربیعہ اس کا بھائی شیبہ اور اس کا بیٹا ولید پہلے کافروں کی طرف سے لڑنے کے لیے نکلے۔ انہیں دیکھ کر مسلمانوں کی طرف سے تین انصاری جوان مقابلے کے لیے نکلے۔

کفار کے یہ تینوں بہادر قتل ہو گئے، جب کفار نے اپنے بہادروں کا یہ انجام دیکھا تو انہوں نے عام جنگ شروع کر دی۔ اب دونوں لشکر آپس میں لڑنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''مسلمانو! چلو اس جنت کی طرف بڑھو، جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔''

یہ سننا تھا کہ مسلمان اس بے جگری سے لڑے کہ کفار دنگ رہ گئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

''لڑائی کے وقت دو کمسن نوجوانوں نے مجھ سے پوچھا:

''چچا جان ذرا بتائیے، ابوجہل کون سا ہے؟''

میں نے ابوجہل کی طرف اشارہ کیا ہی تھا کہ دونوں شیر کی طرح اس کی طرف بڑھے اور دیکھتے ہی دیکھتے اسے ہلاک کر دیا۔ یہ دونوں عفراء کے بیٹے تھے۔

پہلا شخص جس نے ابوجہل سے مقابلہ کیا وہ ایک کمسن معاذ بن عفرا رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کا بیان ہے:

"ابوجہل اپنے لشکر کے قلب میں تھا، میں نے لوگوں سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ ابوجہل تک کوئی نہیں پہنچ سکتا، کیونکہ وہ لوگوں کے درمیان ایسے درخت کی مانند کھڑا ہے جو درختوں کے جھنڈ کے درمیان ہو اور جس تک کوئی نہ پہنچ سکے۔

میں نے عہد کیا کہ میں ضرور اس کے پاس پہنچوں گا، اور اسے قتل کروں گا۔

پس میں کوشش کر کے اس کے قریب پہنچ ہی گیا، اور ضرب شمشیر اس کے لگائی جس سے اس کی آدھی ٹانگ صاف اُڑ گئی۔ یہ دیکھ کر ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے میرے ایک تلوار ماری، جس سے میرا ہاتھ شانہ کے پاس سے کٹ کر پشت کی کھال سے لٹک گیا، مگر میں اسی حالت میں دن بھر لڑتا رہا اور وہ ہاتھ میرا اسی طرح لٹکا ہوا تھا۔ آخر جب میں نے دیکھا کہ اس ہاتھ کے لٹکنے سے میرا بہت بڑا حرج ہو رہا ہے تو میں نے اس کو پاؤں کے نیچے دبا کر جو زور لگایا، وہ کھال ٹوٹ گئی اور ہاتھ الگ ہو گیا۔"

اس کے بعد معوذ بن عفرا رضی اللہ عنہ ابوجہل کے پاس سے گزرے، اور انہوں نے اس پر پے در پے کئی وار کیے اور اسے نیم جاں حالت میں چھوڑ کر آگے بڑھ گئے، اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

جب رسول اللہ ﷺ نے ابوجہل کی لاش کو تلاش کرنے کا حکم دیا، تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اسے مقتولین میں تلاش کرتے ہوئے اس کے پاس آئے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

"اگر تم کو اس کا پتہ نہ چلے تو اس طرح اسے پہچاننا کہ اس کے گھٹنا میں زخم کا ایک نشان ہے، کیونکہ میری ابوجہل سے ایک مرتبہ عبداللہ بن جدعان کے ہاں ایک دعوت کے موقع پر لڑائی ہوئی۔ ہم دونوں اس وقت کمسن تھے، اور میں اس کی نسبت کمزور تھا مگر میں نے اسے اس زور کا دھکا دیا کہ وہ گھٹنوں کے بل گر پڑا اور اس کے گھٹنے میں زخم ہو گیا۔ اس کا نشان اب تک اس کے گھٹنے پر موجود ہے۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

"پھر میں نے اس کا سر کاٹ لیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لا کر آپ

ﷺ کے پاؤں میں ڈال دیا اور عرض کیا:

"یا رسول اللہ ﷺ! یہ دشمن خدا ابوجہل کا سر ہے۔"

حضور ﷺ نے خدا کا شکر ادا کیا اور فرمایا:

"اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات پاک ہے جس کے سوا کوئی (بااختیار) معبود نہیں۔"

ابوجہل ہلاک ہوا، تو اللہ کے آخری رسول ﷺ نے فرمایا:

"یہ ابوجہل ہے، اس امت کا فرعون۔"

دشمن خدا ابوجہل ہلاک ہوا اور جہنم کا ایندھن بنا۔

② ابولہب

ابولہب رسول اللہ ﷺ کا چچا تھا، وہ آپ ﷺ سے بہت محبت کرتا تھا۔ جب آپ ﷺ نے نبوت کا اعلان فرمایا، تو وہ آپ ﷺ کا سب سے بڑا دشمن بن گیا۔ وہ آپ ﷺ کو ہر وقت ایذا دیتا، اور آپ ﷺ کو ستانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتا۔

آپ ﷺ کی دو صاحبزادیاں ابولہب کے بیٹوں کے نکاح میں تھیں۔ اس نے آپ ﷺ کو ایذا پہنچانے کی خاطر اپنے دونوں بیٹوں سے آپ ﷺ کی صاحبزادیوں کو طلاق دلوا دی۔

وہ اسلام کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ تھا۔ وہ اللہ کا باغی اور سرکش تھا۔ توحید کا سب سے بڑا دشمن تھا اور رسول اللہ ﷺ کا سب سے بڑا مخالف۔

اللہ کے آخری رسول ﷺ اس حالت میں کہ قریش مکہ نے آپ ﷺ کو اس قدر تنگ کر رکھا تھا لوگوں کو ہدایت کی طرف بلاتے تھے اور آپ ﷺ قطعاً ہراساں اور ملول نہیں تھے قریش کی جانب سے جب آپ ﷺ پر کوئی پیش نہ چلی، اور کچھ آزارِ جسمانی وہ حضور ﷺ کو نہ پہنچا سکے، تب انہوں نے یہ وطیرہ اختیا کیا کہ جب آپ ﷺ کو دیکھتے تو آ ﷺ طرف اشارہ کنایہ کرتے، ہنسی سے پیش آتے اور قرآن مجید ان کی دشمنی کے متعلق نازل ہونے لگا۔ چنانچہ بعض دشمنوں کے نام بھی قرآن مجید میں وارد ہوئے، اور بعض کا منجملہ اور کافروں کا مجمل ذکر ہوا۔

جن دشمنانِ دین کے نام ظاہر کیے گئے ہیں، ان میں سے ایک رسول اللہ ﷺ کا چچا ابولہب بن عبدالمطلب اور اس کی بیوی ام جمیل بنت حرب بن امیہ ہے، اور اس کا نام قرآن

مجید میں حمالۃ الحطب یعنی لکڑیاں اٹھانے والی اس لیے رکھا گیا ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے راستے میں کانٹے جنگل سے لاکر ڈالا کرتی تھی، پس ان دونوں کی عداوت ظاہر کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ نازل فرمائی:

ترجمہ: ''دونوں ہاتھ ابولہب کے ٹوٹ گئے اور وہ خود بھی ہلاک ہوگیا۔ نہ اس کے مال نے اس کو کچھ فائدہ پہنچایا نہ اس کی کمائی نے، عنقریب دہکتی اور شعلہ مارتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا، اور جورو اس کی لکڑیاں (کانٹے) اٹھانے والی ہے اس کی گردن میں مضبوط رسی کا پھندا ہے۔'' (سورۃ اللھب: 1،5)

ابن اسحاق کی روایت ہے:

''جب ابولہب کی بیوی ام جمیل نے سنا کہ اس کے خاوند کی مذمت قرآن مجید میں نازل ہوئی ہے تو وہ حضور ﷺ کی تلاش میں خانہ کعبہ میں آئی۔ اس کے ہاتھ میں کنکر تھے اور حضور ﷺ اس وقت کعبہ کے پاس تشریف رکھتے تھے، اور حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ بھی حاضر تھے، وہ حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آکر کھڑی ہوئی اور حضور ﷺ کی طرف سے اللہ نے اس کو اندھا کر دیا۔ اس نے حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے سوا رسول اللہ ﷺ کو نہ دیکھا۔ وہ حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھنے لگی۔

''محمد (ﷺ) کہاں ہیں؟ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ میری ہجو کرتے ہیں۔ اگر وہ مجھے مل جائیں تو میں یہ کنکریاں ان کے منہ پر ماروں، قسم ہے خدا کی میں بھی شاعرہ ہوں اور اس کی ہجو میں یہ شعر کہتی ہوں۔''

''مذمم کی ہم نے نافرمانی کی اور اس کے حکم سے انکار کیا اور اس کے دین کو قبول نہ کیا۔''

یہ کہہ کر ام جمیل چلی گئی۔ حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ ﷺ اس نے آپ کو دیکھا یا نہیں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''مجھ کو نہیں دیکھا۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے اندھا کر دیا تھا۔''

قریش رسول اللہ ﷺ کو بجائے محمد (ﷺ) کے مذمم کہتے تھے، اور نہایت گستاخ الفاظ

آپ ﷺ کی شان پاک میں استعمال کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے:

''دیکھو تعجب کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کس طرح ان کی بے ہودہ گوئیوں سے مجھ کو محفوظ رکھا ہے، یعنی یہ لوگ تو مذمم کو برا کہتے ہیں اور میں تو محمد (ﷺ) ہوں۔''

غزوہ بدر میں بہت سے سرداران مکہ قتل ہوئے، جس میں اسلام کا سب سے بڑا دشمن ابوجہل بھی شامل تھا۔ بدر کی جنگ سے پہلا جو شخص بھاگ کر مکہ پہنچا، وہ حیسمان بن عبداللہ خزاعی تھا۔ اہل مکہ نے اس سے دریافت کیا:

''حیسمان تم کیا خبر لائے ہو؟''

اس نے کہا:

''عتبہ بن ربیعہ ہلاک اور شیبہ بھی قتل ہوا اور ابوالحکم بھی مارا گیا۔''

حیسمان نے تمام اشراف قریش کے نام لیے، صفوان بن امیہ جو حجر اسود کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے لوگوں سے کہا:

''میرے بھائی اور باپ کا حال تو اس سے پوچھو۔''

اہل مکہ نے حیسمان سے پوچھا، اس نے کہا:

''میرے سامنے صفوان کا باپ امیہ اور اس کا بھائی دونوں قتل ہوئے ہیں۔''

ابورافع رسول ﷺ کے آزاد کردہ غلام کہتے ہیں:

''جب بدر کی جنگ ہوئی ہے، تو میں مکہ میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پاس رہتا تھا، اور ہمارا سارا گھر مسلمان ہوگیا، مگر قوم کے خوف سے ہم لوگوں نے اپنے اسلام کو چھپا رکھا تھا، عباس بہت مالدار تھے، اور ان کا روپیہ تمام قوم میں پھیلا ہوا تھا۔''

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''ابولہب قریش کے ساتھ جنگ کے لیے نہیں گیا تھا۔ اس نے اپنی طرف سے عاص بن ہشام کو بھیج دیا تھا۔ ایسے ہی جو لوگ نہیں گئے تھے، انہوں نے بھی اپنی طرف سے اور لوگوں کو بھیج دیا تھا۔ جب قریش کی شکست کی خبر مکہ پہنچی تو ابولہب کو سخت صدمہ ہوا، اور ہم لوگوں یعنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے گھر

والوں کو بہت خوشی ہوئی اور ہماری قوت بڑھ گئی۔"

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

"میں ایک غریب شخص تھا، تیروں کی لکڑیاں بنایا کرتا تھا اور زمزم کے پاس ایک حجرہ میں ان کو رکھ دیتا تھا۔ اس دن بھی میں ان کو حجرہ میں رکھ رہا تھا، اور ام الفضل حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بیوی حجرہ میں بیٹھی تھیں کہ اتنے میں ابولہب نہایت رنجیدہ صورت میں حجرہ کی ایک جانب آ کر بیٹھ گیا، اور اس کی پشت میری پشت کی جانب تھی۔ وہ بیٹھا ہوا تھا کہ لوگ کہنے لگے:

"لو یہ ابوسفیان بن حارث آ گئے۔"

ابولہب نے ابوسفیان سے کہا۔

"ذرا میرے پاس آؤ تم سے صحیح خبر معلوم ہو گی۔"

چنانچہ ابوسفیان ابولہب کے پاس بیٹھ گیا، اور ابولہب نے کہا:

"اے میرے بھتیجے بیان کر کیا واقعہ ہوا۔"

ابوسفیان نے کہا:

"قسم ہے خدا کی یہ ہوا کہ جب ہم مسلمانوں کے مقابل ہوئے تو ہم نے یہ دیکھا کہ جس طرح چاہتے تھے مسلمان ہم کو قتل کرتے تھے اور جس طرح چاہتے تھے بند کرتے تھے، اور قسم ہے خدا کی یہ اور تماشا دیکھا کہ ایک فوج سفید آدمیوں کی ابلق گھوڑوں پر سوار آسمان و زمین کے درمیان میں کھڑی تھی۔"

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

میں نے کہا:

"قسم ہے خدا کی ضرور وہ فوج ملائکہ کی تھی۔"

ابولہب نے یہ سن کر زور سے ایک طمانچہ میرے منہ پر مارا۔"

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

"میں نے بھی اس کو مارا، وہ مجھ کو چمٹ گیا اور مجھ کو پچھاڑ کر میرے اوپر چڑھ بیٹھا، کیونکہ میں کمزور آدمی تھا۔ ام الفضل نے یہ دیکھتے ہی ایک بانس ابولہب

کے ایسا مارا کہ اس کا سر پھٹ گیا اور کہا:

"تو یہ سمجھتا ہے کہ اس کا آقا یہاں نہیں ہے، اس لیے میں جو کچھ چاہوں کروں۔"

ابولہب وہاں سے ذلیل ہو کر چلا گیا۔

غزوہ بدر کے سات دن بعد ابولہب چیچک کی بڑی بیماری میں مبتلا ہو گیا، جس سے اس کا تمام بدن سڑ گیا اور وہ آٹھویں دن اسی عارضہ میں ہلاک ہو گیا۔

عرب کے لوگ چیچک سے بہت ڈرتے تھے، اور اس بیماری میں مرنے والے کو بہت ہی منحوس سمجھتے تھے۔ اس لیے اس کے بیٹوں نے بھی تین دن تک اس کی لاش کو ہاتھ نہ لگایا، مگر اس خیال سے کہ لوگ طعنہ دیں گے ایک گڑھا کھود کر لکڑیوں سے دھکیلتے ہوئے لے گئے اور اس گھڑے میں لاش کو گرا کر اوپر سے مٹی ڈال دی۔

اس طرح یہ اللہ کا باغی و سرکش اور دین اسلام کا بدترین دشمن اور رسول اللہ ﷺ کا مخالف اپنے انجام کو پہنچا۔

③ عمرو بن عبدود

عمرو بن عبدود بھی اسلام کا سب سے بڑا مخالف اور رسول اللہ ﷺ کا بدترین دشمن تھا۔

عمرو بن عبدود غزوہ خندق (غزوہ احزاب) میں جہنم واصل ہوا۔

غزوہ احزاب کا زمانہ تھا۔ کفار کے تمام لشکر متحد ہو کر مسلمانوں کے خاتمہ کے لیے ایک جگہ جمع تھے۔ مسلمانوں اور کفار کے درمیان ایک خندق حائل تھی۔ کفار کا لشکر جرار خندق کے اس پار موجود تھا، اور مسلمانوں پر ٹوٹ پڑنے کے لیے بے چین ہو رہا تھا۔

کفار اکثر اللہ کے آخری رسول ﷺ کے خیمہ کا رخ کرتے تھے، لیکن خندق عبور نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت عبادہ بن بشیر رضی اللہ عنہ ایک جماعت کے ساتھ اپنے محبوب ﷺ کے خیمہ کی حفاظت پر مامور تھے۔ خندق ایک مقام سے قدرے کم چوڑی تھی۔ اس خیال سے کہ کہیں غنیم یہاں سے پار کر کے حملہ آور نہ ہو، اللہ کے آخری رسول ﷺ بہ نفسِ نفیس اس حصے کی رات کو نگرانی فرماتے تھے۔ شدید سردی کے باعث آپ ﷺ کو تکلیف ہوتی، لیکن پھر بھی اس کام پر کسی اور جاں نثار کو متعین نہ فرمایا تا کہ اسے تکلیف نہ ہو۔

ایک بار ایسا ہوا کہ فوج کے چند افراد جن میں عمرو بن عبدود، توکل بن عبداللہ، عکرمہ بن ابی جہل، اضرار بن الخطاب، ہبیرہ بن ابی وہب اور دیگر سردارانِ فوج جن کی تعداد سو کے قریب تھی، خندق کے پار پہنچ گئے۔ باقی سرداروں نے خندق کی دوسری جانب صفیں باندھ لیں۔

عمرو بن عبدود کی شجاعت و بہادری مسلمہ تھی۔ آلاتِ حرب کو تیزی سے استعمال اور جنگ و قتال کے ہتھیار کی تکمیل میں بڑی شہرت کا مالک تھا۔ ایک بار قریش کی جماعت کے ہمراہ تجارت کی غرض سے ملک شام جا رہا تھا کہ تقریباً ایک ہزار ڈاکوؤں نے راستہ روک لیا، اہل کارواں اپنی جانوں سے بھی مایوس ہو گئے۔ اسی اثناء میں عمرو بن عبدود نے نیام سے تلوار نکالی اور ڈاکوؤں پر حملہ آور ہوا۔

جب ڈاکوؤں نے دیکھا کہ قافلہ کا صرف ایک ہی آدمی انہیں مولی گاجر کی طرح کاٹ رہا ہے تو راہِ فرار اختیار کی اور قافلہ صحیح سلامت گزر گیا۔ یہی ہزار ڈاکوؤں سے لڑنے والا بہادر غزوہ بدر میں ایک بڑا زخم کھانے کے بعد بھاگ گیا تھا۔ جنگِ احد میں کسی وجہ سے شرکت سے قاصر رہا۔ اس جنگ میں شریک ہو کر چاہتا تھا کہ گزشتہ کی تلافی کر لے، اور پھر سے اپنی بہادری و شجاعت کا سکہ بٹھائے۔

اس نے مبارزت طلب کی، شیرِ خدا حضرت علی ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی۔ رسول اللہ ﷺ خاموش رہے۔

عمرو بن عبدود نے پھر لڑائی کے لیے کسی کو طلب کیا۔ حضرت علی ؓ نے پھر اس کا مقابلہ کرنے کے لیے عرض کیا۔ رسول اللہ ﷺ اس بار بھی خاموش رہے۔ عمرو بن عبدود نے پھر مبارزت طلب کی اور کہا:

''کیا تم میں کوئی مرد نہیں، جو میدان میں مردوں کے مقابلے پر آئے۔''

حضرت علی ؓ نے پھر عرض کیا تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں قریب بلایا۔ اپنی تلوار ذوالفقار عطا فرمائی۔ خاص زرہ پہنائی اپنا عمامہ مبارک ان کے سر پر لپیٹا اور رخصت کیا۔ آپ سرفروشانہ انداز میں عمرو بن عبدود کی طرف پیادہ بڑھے حالانکہ وہ سوار تھا۔ اس سے تھوڑے فاصلے پر رک کے اور فرمایا:

''اے عمرو! تم کہتے ہو کہ جو شخص دو باتوں کی دعوت دیتا ہے، ان میں سے

ایک کو مان لیتا ہوں۔''

''ہاں۔'' اس نے بڑے متکبرانہ انداز میں کہا۔

''میں تجھے دعوت دیتا ہوں کہ تو گواہی دے کہ اللہ ایک ہے، اور محمد (ﷺ) اس کے رسول ہیں، اور ان کا فرمانبردار بن جا اور اپنے پروردگار عالم کا جو تمام جہانوں کا مالک ہے۔''

عمرو بن عبدود نے جواب دیا:

''مجھ سے یہ توقع نہ رکھ۔''

حضرت علی ؓ نے کہا:

''پھر دوسری بات اختیار کر لے، جو تیرے لیے بہتر ہے۔''

عمرو بن عبدود نے پوچھا:

''وہ کیا ہے؟''

حضرت علی ؓ نے ارشاد فرمایا:

''مسلمانوں سے جنگ بند کر دے اور واپس چلا جا۔''

وہ بولا:

''قریش کی عورتیں باتیں نہ کریں گی۔ یہ ناممکن ہے کہ اپنی نذر پر قدرت رکھوں اور پورا کیے بغیر واپس وطن لوٹ جاؤں۔''

پھر وہ بولا:

''جب میں بدر میں زخم کھا کر بھاگا تھا تو نذر مانی تھی کہ جب تک محمد (ﷺ) سے انتقام نہیں لے لوں گا، جسم پر تیل نہیں ملوں گا۔''

عمرو بن عبدود نے کہا تو حضرت علی ؓ گویا ہوئے:

''اب ہمارا مقابلہ ہوگا۔''

عمرو بن عبدود نے سنا تو قہقہہ لگایا اور بولا:

''اس قسم کا سوال مجھ سے کوئی نہیں کر سکتا۔ ابھی نو عمر ہو۔ اس قابل نہیں کہ مردانِ کارزار کے مقابلے میں نکلو۔ حالانکہ میرے اور تمہارے والد کے درمیان دوستی اور بھائی چارہ تھا۔ میں نہیں چاہتا کہ تمہارا خون بہاؤں۔''

’’لیکن میں تمہارا خون بہانا پسند کرتا ہوں۔‘‘

حضرت علی ؓ نے کہا تو وہ سخت برافروختہ ہوا۔ آج تک کسی نے اس سے ایسی بات نہ کہی تھی۔ گھوڑے سے اترا، تلوار میان سے نکالی اور حملہ آور ہوا۔ حضرت علی ؓ نے اس کا وار ڈھال پر روکا۔ حملہ اتنا شدید تھا کہ ڈھال کٹ گئی، جس کا اثر حضرت علی ؓ کے سر مبارک پر پہنچا۔ اب آپ ؓ نے اپنی ذوالفقار کو جنبش دی اور ایک ہی وار میں اس ملعون کا سر تن سے جدا کر دیا اور تکبیر بلند کی، حضور ﷺ نے تکبیر کی آواز سنی تو سمجھ گئے کہ عمرو بن عبدود قتل ہو گیا ہے۔ یوں اللہ کا یہ باغی حضرت علی ؓ کے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچا۔

④ عبداللہ بن ابی سلول

ابن اسحاق کہتے ہیں:

’’جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو یہاں کا سب سے بڑا سردار عبداللہ بن ابی بن سلول عوفی تھا۔ قبیلہ بنی حبلیٰ میں سے اوس اور خزرج دونوں قبائل نے ایک شخص پر اتفاق کیا، اور اس کے سوا قبیلہ اوس میں ایک اور شخص تھا۔ جس کی لوگ اطاعت کرتے تھے اور اس کو سردار مانتے تھے۔ اس کا نام ابو عامر عبد عمرو بن صیفی بن نعمان قبیلہ ضبیعہ بن زید میں سے تھا، اور یہی حضرت حنظلہ ؓ غسیل الملائکہ کا باپ ہے جو جنگِ احد میں شہید ہوئے۔

زمانہ جاہلیت میں یہ ابو عامر راہب بن گیا تھا اور واہب بھی کہلاتا تھا۔‘‘

راوی کہتا ہے:

’’عبداللہ بن ابی بن سلول عوفی کے لیے اس کی قوم نے ایک تاج بنایا تھا، جس میں موتی اور رنگ برنگ کی کوڑیاں لگائی گئی تھیں، اس کی قوم اسے اپنا بادشاہ بنانا چاہتی تھی کہ اسی دوران اسلام کا ظہور ہوا، اور یہ ساری قوم اسلام کی طرف رجوع ہوگئی۔ عبداللہ بن ابی بن سلول عوفی کو حضور ﷺ کا مدینہ تشریف لانا اور ساری قوم کا اس سے برگشتہ ہو کر اسلام قبول کر لینا بہت ناگوار گزرا، اور وہ سمجھا کہ حضور ﷺ ہی کے سبب سے میری حکومت قائم

ہونے میں خلل پڑا۔ پھر جب اس نے دیکھا کہ تمام قوم اسلام کے اختیار کرنے سے باز نہیں رہتی تو خود بھی منافقانہ طور پر نہایت کراہت کے ساتھ اسلام میں داخل ہوا، اور ابو عامر نے اسلام نہیں اختیار کیا، بلکہ اپنے چند ہم مشرک ساتھیوں کے ہمراہ مدینہ سے مکہ چلا گیا۔‘‘

روایت ہے:

’’رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس کا ذکر ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا:

’’اس کو راہب نہ کہو بلکہ فاسق کہو۔‘‘

ابن اسحاق کہتے ہیں:

’’ابو عامر مکہ جانے سے پہلے حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ:

’’یہ کون سا دین ہے جس کو آپ (ﷺ) لائے ہیں۔‘‘

حضور ﷺ نے فرمایا:

’’یہ وہی ملت حنیفہ ہے جو ابراہیم (ؑ) کا دین تھا۔‘‘

اس نے کہا:

’’ابراہیم ؑ کے دین پر تو میں بھی ہوں۔‘‘

حضور ﷺ نے فرمایا:

’’تو اس پر نہیں ہے۔‘‘

ابو عامر نے کہا:

’’میں اسی پر ہوں۔‘‘

پھر کہنے لگا:

’’اے محمد (ﷺ) تم نے اس ملت حنیفہ میں بہت سی ایسی باتیں داخل کر دی ہیں جو اس میں نہ تھیں۔‘‘

حضور ﷺ نے فرمایا:

’’میں نے ایسا نہیں کیا بلکہ میں نے اس کو صاف اور روشن کیا ہے۔‘‘

ابو عامر نے کہا:

"جھوٹے کو خدا وطن سے دور تنہا بے یار و مددگار مارے گا۔"

اور یہ اس نے حضور ﷺ کی نسبت کہا:

حضور ﷺ نے اس سے فرمایا:

"ہاں جو جھوٹا ہے خدا اس کے ساتھ ایسا ہی کرے گا۔"

"چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب حضور ﷺ نے مکہ فتح کیا تو یہ ملعون مکہ سے طائف چلا گیا۔ پھر جب طائف کے لوگ بھی مسلمان ہو گئے تب یہ شام میں گیا اور وہیں حالتِ سفر میں بے یار و غمگسار مر گیا۔"

عبداللہ بن ابی ابن سلول عوفی ایک عرصہ تک تو تردد کی حالت میں رہا، اور آخر اسلام کا غلبہ دیکھ کر بحالت مجبوری و لاچاری اسلام میں داخل ہوا۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"ایک بار گدھے پر سوار ہو کر رسول اللہ ﷺ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کچھ بیمار تھے، اور مجھ کو حضور ﷺ نے اپنے پیچھے سوار کر لیا۔ راستہ میں آپ ﷺ کا گزر عبداللہ بن ابی بن سلول عوفی کے پاس سے ہوا۔ یہ چند آدمیوں کے ساتھ اپنے درختوں کے سائے میں بیٹھا تھا، جب حضور ﷺ نے اس کو دیکھا تو آپ ﷺ سواری پر سے اترے، اور اس کے پاس تشریف لے گئے، اس کو حضور ﷺ کا آنا بہت ناگوار گزرا۔ حضور ﷺ نے اس کے پاس بیٹھ کر اس کو اسلام کی دعوت دی اور وعظ و نصیحت فرمائی، اور قرآن شریف سنایا۔ یہ خاموش بیٹھا رہا، جب حضور ﷺ فرما چکے تب اس نے کہا:

"یہ تمہاری باتیں اچھی نہیں ہیں۔ اگر یہ حق ہیں تو اپنے گھر بیٹھے رہو، اور جو تمہارے پاس آئے اس کو سناؤ، اور جو تمہارے پاس نہ آئے تو مجلس میں جا کر ایسی باتوں سے اسے تکلیف نہ پہنچایا کرو۔"

اس پر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ جو وہیں اس کے ساتھ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ بیٹھے تھے عرض کرنے لگے:

"یا رسول اللہ ﷺ آپ ہماری مجلس میں تشریف لا کر ہم کو یہ باتیں سناتے،

قسم ہے خدا کی یہ سب باتیں ہم کو پسند ہیں اور انہی کے ساتھ خدا نے ہم کو بزرگی دی ہے اور ہدایت کی ہے۔"

عبداللہ بن ابی سلول عوفی اپنی قوم کی اسلام پر اس مضبوطی کو دیکھ کر مجبور ہوا اور بجز اسلام لانے کے اسے اور کوئی چارہ نظر نہ آیا۔

رسول اللہ ﷺ عبداللہ بن ابی بن سلول عوفی کے پاس سے اٹھ کر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے، مگر آپ ﷺ کے چہرے پر ملال تھا۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

"یا رسول اللہ ﷺ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص نے کچھ کہا ہے، جو آپ کو ناگوار گزرا ہے۔"

اللہ کے آخری رسول ﷺ نے فرمایا:

"ہاں۔"

پھر آپ ﷺ نے عبداللہ بن ابی بن سلول عوفی کا ذکر کیا۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

"یا رسول اللہ ﷺ! آپ اس کی بات کا کچھ خیال نہ فرمائیں۔ آپ کے تشریف لانے سے پہلے ہم نے اس کے لیے ایک تاج تیار کیا تاکہ اسے بادشاہ بنائیں۔ اب وہ خیال کرتا ہے کہ آپ نے اس کی سلطنت چھین لی۔ اس لیے وہ ناراض ہو رہا ہے۔"

قریش غزوہ احد کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ جب تیاریاں مکمل ہو گئیں تو قریش مکہ اپنا سب ساز و سامان درست کر کے اور تمام قبائل کو اپنے ساتھ لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اور باہم عہد کر لیا کہ اس بار مقابلہ سے ہرگز نہ بھاگیں گے۔

ابوسفیان نے اپنی بیوی ہندہ بنت عتبہ کو ساتھ لیا، اسی طرح عکرمہ بن ابی جہل نے ام حکیم بنت حارث بن ہشام کو ساتھ لیا، اور حارث بن ہشام نے فاطمہ بنت ولید بن مغیرہ اپنی بیوی کو ساتھ لیا، اور صفوان بن امیہ نے برزہ بنت مسعود کو جو عبداللہ بن صفوان کی ماں تھی، اور طلحہ بن ابی طلحہ نے اپنی بیوی سلافہ بنت سعد بن شہید انصاریہ کو ساتھ لیا۔ یہ مسافع اور جلاس اور کلاب طلحہ کی ماں تھی، اور یہ سب غزوہ بدر میں قتل ہو گئے تھے، اور خناس بنت مالک بن

مغرب اپنے بیٹے ابی عزیز بن عمیر کے ساتھ ہولی۔ یہ عورت مصعب بن عمیر کی ماں ہے، اور عمرہ بنت طلحہ جو قبیلہ بنی حارث سے تھی، یہ بھی کفار کے لشکر کے ساتھ تھی، اور ہندہ بنت عتبہ نے اپنے غلام وحشی کو کہہ رکھا تھا:

''تم کوئی ایسا کام کرنا جس سے ہمارے دلوں کو ٹھنڈک پہنچے۔''

اللہ کے باغیوں کا یہ لشکر اسی کروفر سے مدینہ کے مقابل مطن سنجہ میں ایک وادی کے کنارہ پر فروکش ہوا، اور رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو اس لشکر کی خبر پہنچ گئی۔

اللہ کے آخری رسول ﷺ نے فرمایا:

''میں نے ایک خواب دیکھا ہے، خدا اس کی تعبیر بہتر کرے، میں نے دیکھا ہے کہ ایک گائے ذبح کی جا رہی ہے، اور میں نے دیکھا کہ میری تلوار کی دھار کند ہوگئی، اور میں نے یہ دیکھا کہ گویا میں نے اپنا ہاتھ مضبوط اور مستحکم زرہ کے اندر داخل کیا ہے اور اس کی تعبیر مدینہ لی ہے۔''

ابن ہشام کہتے ہیں:

''مجھ سے اہل علم نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک گائے ذبح کی جا رہی ہے۔ گائے سے مراد مسلمانوں کا شہید ہونا ہے، اور اپنی تلوار میں جو میں نے شکستگی دیکھی وہ ایک شخص ہے جو میری اہل بیت سے شہید ہوگا۔''

ابن اسحاق کہتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اے مسلمانو! اگر تمہاری رائے ہو تو مدینہ میں رہ کر لڑو۔ اگر وہ پڑے رہے تو بری جگہ پے پڑے رہیں گے، اور اگر ہم پر انہوں نے حملہ کیا تو ہم ان سے جنگ کریں گے۔''

عبداللہ بن ابی بن سلول عوفی کی رائے بھی رسول اللہ ﷺ کی رائے کے مطابق تھی، اور وہ یہی چاہتا تھا کہ مسلمان باہر نکل کر نہ لڑیں، مگر مسلمانوں میں سے وہ لوگ جن کو شہادت پر فائز ہونا تھا، اور جو غزوہ بدر میں شریک نہ تھے، عرض کرنے لگے:

''یا رسول اللہ ﷺ! ہمیں ساتھ لے کر آپ دشمن کے مقابلہ پر چلیں، اگر

ہم ان کے مقابل نہ گئے تو وہ سمجھیں گے ہم ان سے ڈر گئے، اور ہم کمزور ہیں۔''

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول عوفی نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ ﷺ میری رائے یہی ہے کہ آپ مدینہ ہی میں قیام فرمائیں، باہر نکل مقابلہ نہ کریں، کیونکہ ہم لوگوں نے جب بھی شہر سے باہر جا کر دشمن کا مقابلہ کیا ہے کامیاب نہیں ہوئے، اور جب بھی شہر کے اندر ہم دشمن سے لڑے ہیں ہماری فتح ہوئی ہے۔ یا رسول اللہ ﷺ باہر تشریف نہ لے جایئے، اگر وہ لشکر وہیں پڑا رہا تو بری حالت میں پڑا رہے گا، اور اگر ہم پر حملہ ہوا اور دشمن شہر میں گھس کر آیا تو ہم مقابل ہو کر ان کو قتل کریں گے، اور ہمارے بچے اور عورتیں ان پر پتھر ماریں گے، پھر ان کے پاس سوا اس ذلت کے بھاگ جانے کے اور کچھ چارہ نہ ہوگا۔''

مگر وہ لوگ جن کو جہاد اور شہادت کا شوق غالب تھا۔ حضور ﷺ سے اصرار کرنے لگے کہ باہر نکل کر مقابلہ کیا جائے، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے سلاح جنگ اپنے بدن پر آراستہ فرمائے۔ یہ جمعہ کا دن تھا اور نماز کے بعد یہ مشورہ طے پایا، اور اسی روز انصار میں سے ایک شخص مالک بن عمرو کا انتقال ہوا تھا، رسول اللہ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر لوگوں میں ہتھیار لگا کر تشریف لائے۔

رسول اللہ ﷺ کو مسلح دیکھ کر لوگوں کی رائے بدل گئی اور وہ کہنے لگے:

''ناحق ہم نے زبردستی کر کے رسول اللہ ﷺ کو (خواہ مخواہ) تکلیف میں ڈال دیا۔ یہ بات ہمارے لیے مناسب نہ تھی، حضور ﷺ شہر ہی میں تشریف رکھیں۔''

اللہ کے آخری رسول ﷺ نے فرمایا:

''نبی کے لیے یہ لائق نہیں کہ سلاح جنگ سے آراستہ ہو کر ان کو بغیر جنگ کے اتار دے۔''

رسول اللہ ﷺ ایک ہزار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو اپنے ساتھ لے کر مدینہ منورہ سے باہر تشریف لائے، اور مدینہ میں ابن ام کلثوم کو نماز پڑھانے کے لیے نائب

مقرر کیا۔

جب رسول اللہ ﷺ اپنے لشکر کے ساتھ مقام مشوط میں جو مدینہ اور احد کے درمیان ہے پہنچے تو عبداللہ بن ابی بن سلول عوفی ان میں سے ایک تہائی لوگوں کو لے کر مدینہ منورہ کی طرف واپس ہو گیا۔ یہ سب لوگ منافق تھے۔

عبداللہ بن ابی بن سلول عوفی نے ان لوگوں سے کہا:

''ہم لوگ خواہ مخواہ خود کو قتل کروائیں۔ اس سے ہم کو کیا فائدہ۔''

حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے کہا:

''اے قوم! کیا تم اللہ کو بھول گئے، جو اس کے نبی ﷺ اور اپنی قوم سے غداری کرتے ہو، ایسے وقت پر جبکہ دشمن سامنے موجود ہے۔''

ان لوگوں نے کہا:

''ہمیں نہیں معلوم تھا کہ تم جنگ کرنے کے لیے نکلے ہو، اگر ہم کو یہ خبر آتی تو ہم ہرگز تمہارے ساتھ نہ آتے۔''

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ یہ لوگ نہیں مان رہے، اور واپس جا رہے ہیں تو کہا:

''اے دشمنانِ خدا! خدا تم کو دور کرے۔ عنقریب خدا تعالیٰ اپنے نبی (ﷺ) کو تم سے بے پرواہ کر دے گا۔''

آپ ﷺ نے اصحاب سے فرمایا:

''ایسا شخص کون ہے جو قریب کے راستہ سے ہم کو لے چلے۔''

ابو خیثمہ نے کہا:

''یا رسول اللہ ﷺ میں لے چلتا ہوں۔''

ابو خیثمہ رسول اللہ ﷺ کو بنی حارثہ کی آبادی کے اندر سے لے کر نکلا۔

یہاں ایک شخص مربع بن قیظی کا باغ تھا۔ یہ شخص اندھا تھا اور نہایت بدذات منافق تھا، جب اسے رسول اللہ ﷺ کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی تو یہ مسلمانوں پر خاک اڑانے لگا اور کہنے لگا:

''اے محمد (ﷺ)! اگر تم میرے باغ سے گزرو۔''

اور پھر برتن میں خاک بھر کر کہا:

''اگر مجھے معلوم ہو کہ یہ خاک محمد (ﷺ) کے سوا کسی اور پر نہ پڑے گی تو میں محمد (ﷺ) پر پھینک دوں۔''

مسلمان اسے قتل کرنے کے لیے دوڑے، رسول اللہ ﷺ نے منع کیا اور فرمایا:

''جیسا یہ شخص آنکھوں کا اندھا ہے، ایسا ہی دل کا اندھا ہے۔''

غزوہ احد کے بعد جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو عبداللہ بن ابی بن سلول عوفی نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جمعہ کے روز جب رسول اللہ ﷺ خطبہ پڑھ چکتے تو یہ کھڑے ہو کر بیان کرتا:

''اے لوگو! یہ رسول خدا (ﷺ) تمہارے اندر موجود ہیں۔ تم کو خدا نے ان کے ساتھ بزرگی اور عزت عنایت کی ہے، تم پر لازم ہے کہ ان کی امداد اور اعانت کرو۔''

ہر جمعہ کو یہ اسی طرح کرتا تھا۔ ایک جمعہ کو جو اس نے ایسا کیا اور کھڑا ہوا تو مسلمانوں نے چاروں طرف سے اس کے دامن کو پکڑا اور کہا:

''اے دشمن خدا بیٹھ جا، تو اس بات کا اہل نہیں ہے، اور جیسے کام تو نے کیے ہیں وہ سب کو معلوم ہیں۔''

عبداللہ بن ابی بن سلول عوفی ذلیل ہو کر وہاں سے لوگوں کو الانگت پھلانگت باہر نکلا اور یہ کہتا جاتا تھا:

''میں تو ان کے کام ہی کی پختگی چاہتا تھا، میرا اور کیا مطلب تھا۔''

غزوہ ذی قرد کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں جمادی الآخر اور رجب کا مہینہ گزارا مگر شعبان 6ھ میں خزاعہ کی شاخ بنی مصطلق پر جہاد کی تیاری اور مدینہ میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور بقول بعض غیلہ بن عبداللہ لیثی کو حاکم مقرر فرمایا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کو خبر پہنچی کہ بنی مصطلق جنگ کے لیے تیاری کر رہے ہیں اور ان کا سردار حارث بن ابی ضرار ہے، جو رسول اللہ ﷺ کی زوجہ ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا باپ تھا رسول اللہ ﷺ اس خبر کو سنتے ہی

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا لشکر لے کر ان کی طرف روانہ ہوئے، اور مقام وسیع پر جا کر کے جو ایک چشمہ کا نام تھا۔ دونوں لشکروں کی مڈبھیڑ ہوئی۔

دونوں فوجوں میں خوب جنگ ہوئی، اور قتل وقتال کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غالب کیا۔ بہت سے مشرکین قتل ہوئے۔''

اسی غزوہ میں یہ واقعہ پیش آیا کہ چشمہ پر پانی پلانے کچھ لوگ آئے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پناہ دیا ہوا بنی غفار میں سے ایک شخص جہجاہ بن مسعود تھا، وہ بھی اپنے گھوڑے کو پانی پلانے لایا، اور سنان بن دبر جہنی بن عوف بن خزرج کا حلیف بھی چشمہ پر آیا، اور ان دونوں یعنی سنان اور جہجاہ میں کسی بات پر لڑائی ہوگئی، اور ان دونوں نے اپنی اپنی حمایت کے لیے اپنے سرداروں کو پکارا جہجاہ نے مہاجرین کو آواز دی، اور سنان نے انصار کو آواز دی۔

عبداللہ بن ابی بن سلول عوفی منافق کو غصہ آیا، اور اس نے انصار کو رسول اللہ ﷺ اور مہاجرین کے خلاف ابھارنے کے لیے کہا:

''تم لوگوں نے ان مہاجرین کو اپنے شہر اور گھروں میں جگہ دی، اور ان کو پرورش کیا، قسم ہے خدا کی اب جو ہم مدینہ میں واپس جائیں گے تو ضرور عزت والا ذلت والے کو مدینہ سے نکال دے گا۔''

پھر انصار سے مخاطب ہو کر کہا:

''یہ سارا قصور تمہارا ہے، تم نے اپنے مالوں میں سے ان کو حصہ دیا اور ان کو اپنے گھروں میں رکھا۔ اگر تم اپنے ہاتھ ان لوگوں سے روک لیتے تو یہ کہیں اور چلے جاتے۔''

اس وقت رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول عوفی یہ گفتگو کر رہا تھا تو ایک لڑکا زید بن ارقم وہاں کھڑا یہ گفتگو سن رہا تھا۔ جب عبداللہ بن ابی بن سلول عوفی کہہ چکا تو زید بن ارقم نے ساری خبر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جا کر بیان کی، اور یہ اس وقت کا ذکر ہے، جب کہ رسول اللہ ﷺ دشمن کی مہم سے فارغ ہو چکے تھے اور حضرت عمر بن خطاب

رضی اللہ عنہ بھی رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں بیٹھے تھے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ ﷺ عبادہ بن بشیر رضی اللہ عنہ کو حکم فرمائیں تاکہ وہ فوراً جا کر عبداللہ بن ابی بن سلول عوفی کو قتل کر دیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اے عمر (رضی اللہ عنہ) لوگ یہ کہیں گے کہ محمد (ﷺ) اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں، مگر میں اس وقت یہاں سے کوچ کرنے کا حکم دیتا ہوں۔''

پھر رسول اللہ ﷺ نے اسی وقت لشکر کو وہاں سے کوچ کرنے کا حکم دیا۔ حالانکہ وہ وقت رسول اللہ ﷺ کے کوچ کرنے کا نہ تھا۔

رسول اللہ ﷺ کے حکم فرماتے ہی لشکر نے کوچ کیا، اور عبداللہ بن ابی بن سلول عوفی کو خبر پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ کو میری گفتگو کی خبر ہوگئی ہے، اور زید بن ارقم نے رسول اللہ ﷺ سے کہہ دیا ہے تو وہ اسی وقت دوڑا ہوا رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں آیا اور قسم کھائی کہ میں نے ایک حرف نہیں کہا۔

انصار میں سے جو لوگ اس وقت رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں موجود تھے۔ انہوں نے عبداللہ بن ابی بن سلول عوفی کی طرف سے بات ختم کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا:

''یا رسول اللہ ﷺ! زید بن ارقم بچہ ہے، ضرور اس سے بیان کرنے میں غلطی ہوگئی ہوگی۔''

حضور ﷺ خاموش رہے۔

جب رسول اللہ ﷺ اس مقام سے روانہ ہوئے تو حضرت [illegible] ﷺ کو سلام کیا اور عرض کیا:

''یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے آج ایسے وقت میں کوچ فرمایا ہے کہ اس وقت آپ کبھی روانہ نہ ہوتے تھے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تم [illegible] ساتھی کی بات نہیں سنی کہ اس نے کیا کہا ہے؟''

حضرت اسید بن حضیر ؓ نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ ﷺ کس ساتھی کی؟''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''عبداللہ بن ابی بن سلول عوفی کی۔''

حضرت اسید بن حضیر ؓ نے عرض کیا:

''وہ کیا کہتا ہے؟''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اس نے کہا ہے کہ جب وہ مدینہ پہنچے گا تو عزت والا ذلت والے کو نکال دے گا۔''

حضرت اسید بن حضیر ؓ نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ ﷺ! آپ ہی اس کو مدینہ سے نکالیں گے، اگر آپ چاہیں گے، قسم ہے خدا کی آپ عزت والے ہیں اور وہ ذلیل ہے۔''

پھر حضرت اسید بن حضیر ؓ نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ (ﷺ)! عبداللہ بن ابی بن بلول عوفی کے لیے لوگوں نے تاج بنایا تھا کہ اسے اپنا بادشاہ بنائیں گے، مگر آپ کے تشریف لانے سے وہ بات رہ گئی، اس لیے وہ خیال کرتا ہے حضور نے اس کی بادشاہت چھین لی۔ آپ اس کی بات کا خیال نہ فرمائیں۔''

رسول اللہ ﷺ کے اس وقت کوچ فرمانے کا یہی سبب تھا کہ لوگ اس گفتگو سے رک جائیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ دن بھر اور رات بھر چلتے رہے، جب صبح ہوئی تو دھوپ نے لوگوں کو ستایا اور آخر حضور ﷺ ایک جگہ اترے اور سب لوگ سو گئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ حجاز کے راستہ پر تشریف لائے اور ایک چشمہ پر جس کو بقعاء کہتے تھے، فروکش ہوئے۔

جب رسول اللہ ﷺ اس مقام سے روانہ ہوئے تو ایسے زور کی آندھی چلی، جس سے لوگ بہت پریشان ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تم لوگ پریشان نہ ہو۔ یہ آندھی ایک بڑے کافر کی موت کے سبب سے چلی ہے۔''

چنانچہ جب مدینہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ رفاعہ بن زید مر گیا تھا۔ یہ منافقوں کا سردار اور ان کا سرکردہ تھا۔

پھر قرآن مجید میں عبداللہ بن ابی بن سلول عوفی کے متعلق آیات نازل ہوئیں اور رسول اللہ ﷺ نے زید بن ارقم کا کان پکڑ کر فرمایا:

''اس نے اپنے کان سے سن کر خدا کی محبت کے سبب سے مجھ سے بیان کیا۔''

عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول عوفی جو مسلمان ہو چکے تھے، انہوں نے جب اپنے باپ کے اس قول کو سنا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا:

''یا رسول اللہ ﷺ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ عبداللہ بن ابی بن سلول عوفی (میرے باپ) کو قتل کرانا چاہتے ہیں، بہ سبب اس بات کے جو آپ نے سنی ہے، اگر آپ ضرور یہ کام کرانا چاہتے ہیں تو مجھے حکم دیجیے میں اس کا سر آپ کی خدمت اقدس میں حاضر کروں، حالانکہ قسم ہے خدا کی خزرج اس بات کو جانتے ہیں کہ مجھ سے زیادہ کوئی شخص اپنے باپ کے ساتھ نیکی کرنے والا نہیں ہے اس معاملہ میں مجھ کو یہ خوف ہے کہ اگر میرے سوا کسی اور شخص کو آپ نے اس کے قتل کا حکم دیا، اور اس نے قتل کیا تو مجھ سے یہ ہرگز نہ ہو سکے گا کہ میں اس کو زمین پر زندہ چھوڑ دوں، پھر میں اس مومن کو کافر کے بدلہ میں قتل کرنے سے دوزخ میں جاؤں گا۔ اس سے بہتر یہی ہے کہ میں خود ہی اس کو قتل کر دوں۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''نہیں، ہمارا اسے قتل کرنے کا کوئی ارادہ نہیں، بلکہ ہم اس کے ساتھ مہربانی سے پیش آئیں گے، اسے اپنی محفل میں بیٹھنے کا موقع دیں گے اس طرح شاید اس کی اصلاح ہو جائے۔''

پھر اس کے بعد عبداللہ بن ابی بن سلول عوفی جب کوئی ایسی ویسی بات کہتا، اس کی قوم اس کو سخت وسست کہتی تھی۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر الفاروق ؓ سے فرمایا:

''اے عمر (ؓ) جس دن تم نے مجھ سے اس کے قتل کرانے کے لیے کہا تھا۔ اگر میں اس کو قتل کرا دیتا تو لوگ مجھ سے بدظن ہو جاتے، اور اب اگر ان ہی

لوگوں کو میں اس کے قتل کا حکم دوں تو وہ خود اس کو قتل کر دیں گے۔"

حضرت عمر الفاروق ؓ کہتے ہیں۔

"قسم ہے خدا کی میں نے جان لیا کہ بے شک حضور ﷺ کی رائے میری رائے سے افضل و بہتر ہے۔"

عبداللہ بن ابی بن سلول عوفی ایک منافق کی موت مرا۔ جہنم کا ایندھن بنا۔

⑤ امیہ بن خلف

امیہ بن خلف سخت مشرک تھا، وہ اسلام کا سب سے بڑا دشمن اور رسول اللہ ﷺ کا سب سے بڑا مخالف تھا۔

امیہ بن خلف کا شمار رئیسانِ مکہ میں ہوتا تھا۔

مؤذن اول حضرت بلال بن رباح ؓ اسی امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ جب امیہ بن خلف کو حضرت بلال ؓ کے اسلام قبول کرنے کے بارے میں علم ہوا تو وہ آگ بگولا ہو گیا، اس نے فوراً حضرت بلال ؓ کو بلایا اور ان سے پوچھا:

"مجھے پتہ چلا ہے کہ تو لات اور عزیٰ کا دشمن ہو گیا ہے اور تم نے کوئی اور معبود تلاش کر لیا ہے۔ مجھے بتاؤ اصل بات کیا ہے۔ تم کس معبود کی پوجا کر رہے ہو؟"

حضرت بلال ؓ کے دل میں اسلام کی شمع روشن ہو چکی تھی۔ آپ ؓ نے امیہ بن خلف کو فوری جواب دیا:

"میں محمد ﷺ کے دین حق پر ایمان لے آیا ہوں، اور اس اللہ کو حقیقی معبود مانتا ہوں، جس نے محمد (ﷺ) کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔"

امیہ بن خلف نے حضرت بلال ؓ کا بے باکانہ جواب سنا تو اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ ایک غلام اور اس قدر بے دھڑک جواب دے۔ اس نے غصے سے کہا:

"اے بلال (ؓ) اس دین سے باز آ جاؤ، ورنہ تمہیں شدید عذاب دوں گا اور تمہیں ایسا مزہ چکھاؤں گا کہ عقل ٹھکانے آ جائے گی۔"

حضرت بلال ؓ نے جواب دیا:

"میں تیرا ہر ظلم برداشت کر لوں گا، مگر دین حق کو نہیں چھوڑوں گا۔"

یہ سن کر امیہ بن خلف غصے سے بھڑک اٹھا۔ اس نے حضرت بلال ؓ پر اس قدر تشدد کیا کہ وہ اللہ کا باغی مارتے مارتے خود ہی تھک گیا، مگر حضرت بلال ؓ کو دین حق سے باز نہ رکھ سکا، اور پھر یہ ہر روز کا معمول بن گیا کہ وہ ظالم اور اللہ کا باغی امیہ بن خلف جب دوپہر کی گرمی خوب تیز ہو جاتی تو حضرت بلال ؓ کو لے کر نکلتا اور مکہ مکرمہ کے پتھریلے مقام پر چیت لٹا دیتا، مکہ مکرمہ میں حرہ کی زمین سخت گرمی کی وجہ سے مشہور ہے۔ یہ دھوپ میں تانبے کی طرح گرم ہو جاتی ہے۔ وہ مشرک اس مقام پر حضرت بلال ؓ کو لٹانے کے بعد وہ آپ کے سینے پر بھاری پتھر رکھ دیتا، پھر کہتا:

"تو لات وعزیٰ کی عبادت کی طرف واپس آ جا، ورنہ اسی حالت میں رہے گا، یہاں تک کہ مر جائے۔"

حضرت بلال ؓ اس حالت میں بھی احد احد ہی پکارتے رہے۔

ظالم اور سرکش امیہ بن خلف ظلم کر کے تھک جاتا، مگر حضرت بلال ؓ کی زبان مبارک سے وہ کفر کا کلمہ نہ نکلوا سکا۔

ابن اسحاق کی روایت ہے:

"ایک دن ورقہ بن نوفل، حضرت بلال ؓ کے پاس سے گزرے، اور حضرت بلال ؓ کو اس حالت میں دیکھا کہ امیہ بن خلف ان پر سخت تشدد کر رہا تھا اور وہ تکلیف میں مبتلا ہو کر بھی احد احد ہی پکار رہے تھے۔ ورقہ بن نوفل نے حضرت بلال ؓ کی طرف متوجہ ہو کر امیہ بن خلف سے فرمایا:

"اگر تم اسے جان سے بھی مارو گے، تو پھر بھی یہ تمہاری بات نہیں مانے گا، اور میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں، اگر تم نے اسے اسی حالت میں مار ڈالا تو میں اس کی قبر کو رحمت کا مقام بنا لوں گا، اور اس سے برکات حاصل کرتا رہوں گا۔"

ورقہ بن نوفل نے امیہ بن خلف کو بہت سمجھایا، مگر اس سرکش و باغی پر کوئی اثر نہ ہوا، اور حضرت بلال ؓ پر مسلسل ظلم کے پہاڑ توڑتا رہا، پھر ایک دن اس کے پاس سے حضرت ابوبکر الصدیق ؓ کا گزر ہوا، وہ ظالم معمول کے مطابق حضرت بلال ؓ کو اذیتیں دے رہا تھا۔

حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کا گھر بنی جمع کے قبیلے میں ہی تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اس قدر تکلیف میں دیکھا تو امیہ بن خلف سے کہا:

''کیا تو اس بے چارے کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا، آخر یہ ظلم کب تک جاری رہے گا؟''

امیہ بن خلف طنز سے بولا:

''تم نے ہی اسے بگاڑا ہے۔ جس مصیبت میں اسے دیکھ رہے ہو، اس سے تم خود ہی اسے چھڑا لو۔''

حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اچھا پھر میں ہی اسے چھڑانے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔ میرے پاس ایک سفید غلام ہے، جو بلال (رضی اللہ عنہ) سے زیادہ طاقتور اور تیرے دین پر پوری طرح سے قائم ہے، میں اسے بدلے میں تجھے دیتا ہوں۔''

امیہ بن خلف نے کہا:

''مجھے منظور ہے۔''

حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا وہ غلام اس کے حوالے کر دیا، اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آزاد کرا لیا۔

ایک روایت میں ہے:

''حضرت بلال رضی اللہ عنہ امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ امیہ بن خلف بہت دولت مند شخص تھا، اس کے کئی بیٹے اور بارہ غلام تھے، لیکن وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو سب سے زیادہ چاہتا تھا، اور ان کو اپنے بت خانے کا نگران مقرر کر رکھا تھا، اللہ تعالیٰ نے جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ایمان کی دولت سے مالا مال کیا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ بت خانے میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے، جبکہ دوسرے تمام لوگ، بتوں کی پوجا کرتے۔ جب امیہ بن خلف کو اس بات کی خبر ہوئی تو وہ غصے کی حالت میں آیا اور پوچھنے لگا:

''کیا تم محمد (ﷺ) کے رب کی عبادت کرتے ہو؟''

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

''میں اس اللہ کی پرستش کرتا ہوں، جو ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔'' یہ سن کر امیہ بن خلف غصے سے آگ بگولا ہو گیا، اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر تشدد کرنے لگا۔ جب سورج نصف النہار پر آ جاتا، اور گرمی کی تپش سے زمین تنور کی مانند گرم ہو جاتی تو وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ کے کھلے میدان میں لے جاتا، اور برہنہ کر کے گرم تپتی ریت پر سخت دھوپ میں ہاتھ پاؤں باندھ کر ڈال دیتا، اور ایسے گرم وزنی پتھر کو جن پر گوشت بھن جائے ان کے سینہ مبارک اور پہلو پر رکھوا دیتا، پھر جسم پر گرم گرم ریت ڈالی جاتی، اور سخت تکلیف دی جاتی، لیکن تمام تر تکالیف کے باوجود حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک پر احد احد ہی جاری رہتا۔ کبھی آپ رضی اللہ عنہ کو کانٹوں پر کھینچا جاتا یہاں تک کہ کانٹے ان کے گوشت میں سے گزرتے، اور ان کی ہڈیوں کو لگتے، مگر اس قدر تکلیف و اذیت میں مبتلا ہونے کے باوجود حضرت بلال رضی اللہ عنہ احد احد پکارتے۔''

ایک دن امیہ بن خلف نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر ظلم کی انتہا کر دی، وہ آپ رضی اللہ عنہ پر بے انتہا تشدد کرتا جا رہا تھا اور کہتا جاتا تھا:

''تو کہہ میں لات و عزیٰ پر ایمان لایا۔''

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں لات و عزیٰ سے بیزار ہوں۔ میں تو ایک اللہ پر ایمان لایا ہوں۔''

وہ سرکش و باغی امیہ بن خلف غصے سے لال پیلا ہو گیا، اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے سینے پر بیٹھ کر آپ کی گردن دبانے لگا، یہاں تک کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بے حس و حرکت ہو گئے، یوں معلوم ہوتا تھا کہ جیسے آپ رضی اللہ عنہ بے ہوش ہو گئے ہیں۔

صبح سے لے کر شام ہو گئی، مگر آپ رضی اللہ عنہ بے ہوش ہی پڑے رہے۔ اس کے بعد جب ہوش میں آئے تو امیہ بن خلف پھر آیا اور بولا:

''کہو، میں لات و عزیٰ پر ایمان لایا۔''

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور احد احد کہتے تھے، انتہائی ضعف اور نقاہت کی وجہ سے بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ ادھر سے گزرے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی حالت دیکھ کر تڑپ اٹھے، فوری اللہ کے آخری رسول ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر ہونے والے ظلم وستم کا ذکر کیا، جسے سن کر رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

اگلے دن پھر اسی طرح حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو سخت اذیت دی جا رہی تھی اور انہیں تپتے ہوئے پتھروں پر لٹایا ہوا تھا کہ اتنے میں حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ اس طرف سے گزرے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اس حالت میں دیکھ کر بے تاب ہوگئے، اور ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ انہوں نے امیہ بن خلف سے فرمایا:

''اے امیہ کیا تو اس بے چارے کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا۔ آخر یہ ظلم کب تک کرتے رہو گے؟''

امیہ بن خلف کہنے لگا:

''یہ میرا غلام ہے، اسے میں نے مال دے کر خریدا ہے، مجھے اسے سزا دینے کا پورا اختیار حاصل ہے۔''

حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''جو شخص کہتا ہے کہ اللہ ایک ہے، اور اس کا کوئی شریک نہیں تو اسے تکلیف دیتا ہے، یہ کس قدر ظلم ہے جو تو اس پر ڈھا رہا ہے۔''

امیہ بن خلف نے کہا:

''اے ابوقحافہ کے بیٹے! تم نے ہی اسے نقصان کے راستے پر ڈالا ہے، اور بتوں کی عبادت سے روکا ہے اور محمد (ﷺ) کے دین کے راستے پر ڈالا ہے۔ اب تم ہی اسے اس مصیبت سے چھڑاؤ۔ اگر تمہارے دل میں اس کے لیے رحم ہے تو اسے مجھ سے خرید لو۔''

حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے اس موقع کو غنیمت جانا اور فرمایا:

''میں بلال (رضی اللہ عنہ) کے بدلے ایک سفید نصرانی غلام اور دس اوقیہ سونا دیتا ہوں۔''

امیہ بن خلف نے منظور کر لیا پھر وہ ہنسنے لگا۔

حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

''تو ہنس کیوں رہا ہے؟''

امیہ بن خلف کہنے لگا:

''رب کعبہ کی قسم! تو نے بہت نقصان اٹھایا، اگر تو مجھ سے ایک درہم میں بھی خریدتا تو میں اسے فروخت کر دیتا۔''

حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''قسم ہے اللہ پاک کی! میں نے بہت ہی اعلیٰ سودا کیا ہے، اگر تو مجھ سے اس ایک غلام کے بدلے میرا سارا مال بھی طلب کرتا تو میں انکار نہ کرتا اور ان کو لے لیتا۔''

یہ سن کر امیہ بن خلف خاموش ہوگیا۔

حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا، اور اپنی چادر پاک سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے جسم مبارک پر لگے ہوئے گردوغبار کو جھاڑا، پھر انہیں نیا لباس پہنا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں لے کر آئے اور فرمایا:

''یا رسول اللہ ﷺ گواہ رہیے میں نے بلال کو اللہ کی خوشنودی کے لیے آزاد کر دیا ہے۔''

ایک اور روایت میں ہے، جو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''میں نے دیکھا بلال (رضی اللہ عنہ) ایسی حالت میں بھی کہہ رہے تھے، میں لات و عزیٰ کا انکار کرتا ہوں۔''

اس قدر تشدد کے باوجود بھی جب بلال رضی اللہ عنہ کی زبان سے انکار سنا تو امیہ بھڑک اٹھا، اور اس نے اپنے دوسرے غلاموں اور بنو جمع کے آوارہ لڑکوں کو اشارہ کیا کہ وہ محمد (ﷺ) کے نام لیوا پر اس قدر تشدد کریں کہ وہ محمد (ﷺ) کے اللہ کا نام لینا چھوڑ دے۔ امیہ بدبخت کے اشارے پر یہ لوگ آگے بڑھے اور بلال رضی اللہ عنہ پر ظلم وتشدد کی انتہا کر دی، یہ لوگ امیہ بن خلف کو خوش کرنے کے لیے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بری طرح زدوکوب کرتے، انہیں برہنہ کر کے سارا دن لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں ڈال دیتے، جب شام ہوتی تو ہاتھ پاؤں باندھ کر ایک کوٹھڑی میں ڈال دیتے، رات کو بھی آپ رضی اللہ عنہ پر

تشدد جاری رہتا، اس قدر اذیت سہنے کے باوجود حضرت بلال ؓ کی زبان مبارک سے صرف احد احد نکلتا۔"

ایک راوی بیان کرتے ہیں:

"جب سورج اپنی پوری آب و تاب سے گرمی کے شعلے برسا رہا ہوتا تو بدبخت امیہ بن خلف حضرت بلال ؓ کو لوہے کی زرہ پہنا کر سخت دھوپ میں ڈال دیتا اور کبھی گائے یا اونٹ کی کھال میں لپیٹ کر کہتا، جب تک تم مر نہ جاؤ گے، میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔"

ابن سعد لکھتے ہیں:

"بدبخت امیہ بن خلف، حضرت بلال ؓ کی گردن میں رسی ڈال کر اوباش لڑکوں کے حوالے کر دیتا اور وہ ان کو مکہ مکرمہ کی گھاٹیوں میں گھسیٹتے جب تھک جاتے تو تپتی ہوئی ریت پر ڈال دیتے، اور ان پر گرمی سے جھلسے ہوئے پتھروں کا ڈھیر لگا دیتے، اور اس قدر تشدد کے باوجود حضرت بلال ؓ کی زبان اطہر سے احد احد ہی نکلتا۔"

حضرت بلال ؓ ایک مدت تک امیہ بن خلف اور اس کے چیلوں کا تشدد برداشت کرتے رہے۔ حضرت بلال ؓ کے جسم اطہر کا کوئی حصہ ایسا نہ تھا، جو امیہ بن خلف کے تشدد کی وجہ سے متاثر نہ ہوا ہو۔ آپ ؓ بھوکے پیاسے امیہ بن خلف کی مار سہتے جاتے تھے، جن جن بتوں کا وہ بدبخت اور سرکش و باغی نام لیتا، حضرت بلال ؓ ان کا انکار کرتے جاتے اور احد احد پکارتے۔

اللہ کے آخری رسول ﷺ کو حضرت بلال ؓ پر ہونے والے ظلم وتشدد کی مکمل خبر تھی اور آپ ﷺ اس بارے میں سخت بے چین بھی تھے، چونکہ حضرت ابوبکر الصدیق ؓ کا گھر بنو جمح کے محلہ میں ہی تھا۔ اس لیے وہ ہر روز حضرت بلال ؓ پر ہونے والے مظالم کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے اور بڑے بے تاب ہوتے۔ حضرت بلال ؓ کو امیہ بن خلف کے ظلم سے بچانے کے لیے کافی سوچ بچار کی، ایک روز جب کہ امیہ بن خلف نے ظلم وستم کی انتہا کر دی تو حضرت ابوبکر الصدیق ؓ سے مزید برداشت نہ ہو سکا، اور امیہ بن خلف کے پاس جا پہنچے اور اس سے فرمایا:

"اے امیہ! اس بے چارے غلام پر اس قدر ظلم نہ کرو۔ اس میں تمہارا کیا نقصان ہے کہ وہ خدائے واحد کی عبادت کرتا ہے۔ اگر تو اس پر مہربانی کرے گا تو یہ مہربانی قیامت کے دن تیرے کام آئے گی۔"

اللہ کا یہ باغی اور سرکش امیہ بن خلف انتہائی حقارت آمیز لہجے میں بولا:

"میں تمہارے قیامت کے دن کو نہیں مانتا، میرے دل میں جو آئے گا میں کروں گا۔ غلام میرا ہے، میں جو مرضی اس کے ساتھ سلوک کروں۔"

حضرت ابوبکر الصدیق ؓ نے امیہ بن خلف کو پھر نرمی سے سمجھانے کی کوشش کی:

"تم قوت والے ہو، یہ غلام تو بے بس ہے، اس پر اس قدر ظلم و تشدد کرنا تمہاری شان کے خلاف ہے، تم ایسا کر کے عربوں کی قومی روایت کو داغدار نہ کرو۔"

حضرت ابوبکر الصدیق ؓ امیہ بن خلف سے بحث کرتے رہے۔ آخر امیہ بن خلف اس بحث سے تنگ آ گیا اور بولا:

"اے ابو قحافہ کے بیٹے! اگر اس غلام کے تم اتنے ہی خیر خواہ ہو تو مجھ سے اسے خرید کیوں نہیں لیتے۔"

حضرت ابوبکر الصدیق ؓ نے موقع غنیمت جانا اور ارشاد فرمایا:

"کیا قیمت لو گے؟"

امیہ بن خلف بڑا چالاک آدمی تھا، اس نے خیال کیا کہ حضرت ابوبکر الصدیق ؓ کے پاس ایک ایسا غلام ہے جس کی قیمت اہل مکہ کے نزدیک بہت زیادہ ہے۔ فسطاس نامی یہ غلام بڑے کام کا ہے، اور بلال (ؓ) کے بدلے میں ابوبکر الصدیق ؓ کبھی بھی فسطاس دینے پر رضامند نہ ہوں گے، اس طرح اس بحث و مباحثہ سے خلاصی ہو جائے گی۔ چنانچہ اس خیال کو مدنظر رکھتے ہوئے جھٹ سے بولا۔

"تم مجھے اپنا رومی غلام فسطاس دے دو اور بلال (ؓ) کو لے جاؤ۔"

اِدھر امیہ بن خلف کے منہ سے یہ بات نکلی اُدھر ہی حضرت ابوبکر الصدیق ؓ نے اس سودے کو منظور کر لیا اور حضرت بلال ؓ کے بدلے میں اپنا غلام فسطاس دینے پر رضامند ہو گئے جب امیہ بن خلف نے یہ دیکھا کہ بات اتنی جلدی بن گئی ہے تو اس کی حیرت کی انتہا نہ

رہی، اب اس نے پھر پینترا بدلا اور کہنے لگا:

"اس کے ساتھ چالیس اوقیہ چاندی بھی لوں گا۔"

امیہ بن خلف کا خیال تھا کہ اس مرتبہ حضرت ابوبکر الصدیق ؓ نہیں مانیں گے، مگر یہ سن کر حیران رہ گیا کہ حضرت ابوبکر الصدیق ؓ اس بات پر بھی رضامند ہوگئے۔ اس طرح سودا طے ہوگیا۔

امیہ بن خلف اس زعم میں مبتلا تھا کہ اس نے بڑے ہی نفع کا سودا کیا ہے۔ حضرت بلال ؓ کو حضرت ابوبکر الصدیق ؓ کے سپرد کر کے چالیس اوقیہ چاندی اور فسطاس غلام لے لیا۔

اس سودے پر بڑا ہی خوش تھا گھمنڈ میں آ کر ہنسا اور بولا:

"اے ابوقحافہ کے بیٹے! تو نے بڑے گھاٹے کا سودا کیا ہے۔"

حضرت ابوبکر الصدیق ؓ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا:

"اے امیہ! تو اس غلام کی قدر و قیمت نہیں جانتا، اس کی قدر مجھ سے پوچھ،
یمن کی بادشاہی بھی اس کے عوض کم ہے۔"

یہ فرما کر حضرت ابوبکر الصدیق ؓ حضرت بلال ؓ کو لے کر چل پڑے، اور اللہ کے آخری رسول ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچے، اس واقعہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کو بتایا۔ رسول اللہ ﷺ سن کر بہت خوش ہوئے۔

حضرت ابوبکر الصدیق ؓ نے کہا:

"یا رسول اللہ ﷺ! گواہ رہیں کہ میں نے بلال (ؓ) کو آزاد کر دیا۔"

اس پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر الصدیق ؓ کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ یہ تھا اللہ کا باغی و سرکش امیہ بن خلف، جس نے اسلام دشمنی کی وجہ سے حضرت بلال ؓ پر ظلم کے پہاڑ توڑے۔ امیہ بن خلف اللہ کا باغی تھا اور رسول اللہ ﷺ کا بدترین دشمن۔

امیہ بن خلف بن وہب بن حذافہ بن جمح نے اپنا یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ جب رسول اللہ ﷺ کو دیکھتا تو آنکھ سے اشارہ کرتا اور سخت سست کہتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی عداوت کے بیان میں یہ سورہ نازل فرمائی:

ترجمہ: "بڑی خرابی ہے ہر ایسے آواز کسنے والے اور اشارے کرنے والے
چغل خور کے لیے جس نے مال جمع کیا ہے اور گن گن کر رکھا ہے۔"

امیہ بن خلف بن وہب بن جمح اور عقبہ بن ابی معیط ان دونوں کی آپس میں بڑی گہری دوستی تھی، پھر عقبہ بن ابی معیط ایک روز رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، اور آپ ﷺ کا کلام فیض انجام سنا، امیہ بن خلف کو خبر پہنچی تو وہ عقبہ بن ابی معیط کے پاس آیا اور کہا:

"میں نے سنا ہے کہ تو محمد (ﷺ) کے پاس بیٹھا تھا، اور ان کی باتیں تو نے سنیں، تیرا چہرہ مجھ کو دیکھنا حرام ہے، اور میں تجھ سے ہرگز بات نہ کروں گا۔
اگر تو محمد (ﷺ) کے پاس گیا یا اس کی باتیں تو نے سنیں۔"

عقبہ بن ابی معیط نے ایسا ہی کیا کہ پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس نہ گیا۔

غزوہ بدر میں رسول اللہ ﷺ کا ایک ازلی دشمن امیہ بن خلف بھی شریک تھا۔ ماضی میں وہ رسول اللہ ﷺ کو مختلف مواقع پر بہت پریشان کرتا رہا تھا۔

اتفاق سے حضرت عبداللہ بن عوف ؓ نے کسی زمانہ میں امیہ بن خلف سے معاہدہ کیا تھا کہ جب وہ مدینہ آئے گا تو وہ اس کی جان کے ضامن ہوں گے، مگر بدر کے میدان میں اس دشمن خدا سے بدلہ لینے کا ایک اچھا موقع تھا، لیکن حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ نے عہد کی پابندی کو اپنے لیے مقدم جانا کیونکہ اسلام بھی عہد کی پابندی کا درس دیتا ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ چاہتے تھے کہ امیہ بن خلف کسی نہ کسی طرح بچ کر نکل جائے تاکہ وہ اپنے عہد کی پابندی کر سکیں۔ چنانچہ وہ اسے ہمراہ لے کر پہاڑ پر چلے گئے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ نے امیہ بن خلف اور اس کے بیٹے کو گرفتار کیا، جب حضرت بلال ؓ نے اس کو دیکھا اور یہ ان کو مکہ میں عذاب دیا کرتا تھا، تو انہوں نے کہا:

"یہ کفر کا امام امیہ بن خلف ہے، اگر یہ آج بچ کر نکل گیا، تو میں زندہ نہیں رہوں گا۔"

پھر حضرت بلال ؓ انصار کی ایک مجلس میں آئے، کہنے لگے:

"اے انصار کی جماعت! یہ امیہ بن خلف ہے، اگر امیہ بچ گیا تو میں نہیں بچوں گا۔"

چنانچہ ان کے ساتھ انصار کی ایک جماعت نکلی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ نے ان دونوں کو دوڑ کر ان سے بچانے کی کوشش کی، مگر وہ پہنچ گئے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ان کو مشغول کرنے کے لیے ان کے بیٹے کو پیچھے چھوڑ دیا، مگر وہ اس کو قتل کرنے کے بعد ان سے پھر جا ملے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے امیہ بن خلف کو کہا:

”بیٹھ جاؤ۔“

وہ لعین اور سرکش و باغی بیٹھ گیا اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ان کو ڈھانک لیا، لیکن انہوں نے ان کے نیچے سے اس کو تلواریں مار مار کر قتل کر دیا، اور کسی تلوار سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا پاؤں زخمی ہو گیا۔ قتل سے پہلے امیہ بن خلف نے پوچھا:

”تم میں سے جس آدمی کے سینہ پر شترمرغ کے پروں کا نشان تھا، وہ کون تھا؟“

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا:

”وہ حمزہ بن عبدالمطلب تھے۔“

امیہ بن خلف نے کہا:

”اس نے ہماری تباہی میں کارہائے نمایاں سرانجام دیے ہیں۔“

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے جنگ میں بہت سی زرہیں جمع کی تھیں۔ یہ دیکھ کر امیہ بن خلف نے کہا:

”ان زرہوں کو جمع کرنے کے بجائے میری حفاظت تمہارے لیے زیادہ نفع بخش ہے۔“

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے زرہیں پھینک دیں، اور امیہ بن خلف اور اس کے بیٹے علی کا ہاتھ پکڑ لیا۔

امیہ بن خلف نے اس وقت کہا تھا:

”آج جیسا تباہ کن دن میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ کیا تمہیں نرمی برتنے کی کوئی ضرورت نہیں۔“

جب انصار نے اس کو قتل کر دیا، تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا:

”اللہ تعالیٰ بلال (رضی اللہ عنہ) پر رحم کرے، انہوں نے میری زرہیں بھی ضائع کر دیں اور میرے قیدی بھی مار دیے۔“

⑥ عقبہ بن ابی معیط

عقبہ بن ابی معیط بھی اللہ کا سرکش و باغی تھا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کا بدترین دشمن تھا یہ اکثر رسول اللہ ﷺ کو طرح طرح کی اذیتیں دیتا۔ کبھی آپ ﷺ پر غلاظت پھینکتا، کبھی آپ ﷺ کا تمسخر اڑاتا۔ وہ آپ ﷺ کو ستانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتا تھا، اکثر اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر آپ ﷺ کو ایذا پہنچاتا، عقبہ بن ابی معیط غزوہ بدر کے اسیران میں شامل تھا۔

غزوہ بدر میں فتح یابی کے بعد رسول اللہ ﷺ کل مال غنیمت لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اور قیدی بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے، جن میں عقبہ بن ابی معیط بھی شامل تھا۔

مال غنیمت کی حفاظت کے لیے رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن کعب بن عمرو بن مندل بن عمرو بن غنم بن نازن بن نجاد کو متعین فرمایا۔ یہاں تک کہ جب حضور ﷺ صفرا سے نکل کر نازیہ اور مضیق کے درمیان میں سیر نامی ایک ٹیلہ پر پہنچے، وہاں آپ ﷺ نے مال غنیمت تقسیم فرمایا۔

پھر یہاں سے روانہ ہو کر آپ ﷺ مقام روحاء میں پہنچے تو مدینہ کے بہت سے مسلمان فتح کی مبارک باد دینے خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور مجاہدین کو خوب مبارک دی۔

حضرت سلمہ بن سلامہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

”تم ہم کو کس بات کی مبارک باد دیتے ہو، وہ تو چند بڑھیا عورتیں تھیں، جن کو ہم نے گھٹنے بندھے ہوئے اونٹوں کی طرح ذبح کر دیا۔“

حضرت سلمہ بن سلامہ رضی اللہ عنہ کی بات سن کر رسول اللہ ﷺ نے تبسم کیا اور فرمایا:

”سلمہ (رضی اللہ عنہ) وہ لوگ اشراف اور روساء قریش تھے۔“

جب حضور ﷺ مقام صفرا میں پہنچے تو آپ ﷺ نے نضر بن حارث کے قتل کا حکم دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کیا۔ پھر جب آپ ﷺ مقام عرق الظبیہ میں پہنچے تو وہ وہاں اللہ کے باغی اور سرکش عقبہ بن ابی معیط کو قتل کیا۔

عقبہ بن ابی معیط کو حضرت عبداللہ بن سلمہ رضی اللہ عنہ نے گرفتار کیا تھا اور یہ بنی عجلان میں

سے ایک شخص تھا۔ جب حضور ﷺ نے عقبہ بن ابی معیط کے قتل کا حکم دیا تو اس نے کہا:

"اے محمد (ﷺ) میرے بعد میرے بچوں کا وارث کون ہوگا؟"

آپ ﷺ نے فرمایا:

"تمہارے بچوں کی خبر گیری آگ (دوزخ) کرے گی۔"

⑦ نضر بن حارث

نضر بن حارث، قریش کا ایک شیطان آدمی تھا۔ رسول اللہ ﷺ کو بڑی تکلیف دیا کرتا تھا، اور آپ ﷺ سے دشمنی بپا رکھتا تھا۔ حیرہ میں جا کر اس نے شاہانِ ایران کی تاریخ پڑھی تھی اور رستم واسفندیار کے واقعات سیکھے تھے۔

جب رسول اللہ ﷺ کسی مجلس میں وعظ و نصیحت کرتے، اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی وجہ سے گزشتہ اقوام پر نازل ہونے والے اللہ تعالیٰ کے عذاب کا ذکر فرماتے تو آپ ﷺ کے چلے جانے کے بعد ان کی اس مجلس میں آ بیٹھتا اور کہتا:

"اے قریش کی جماعت! واللہ میں تم کو اس سے اچھے واقعات سناتا ہوں۔
آؤ مجھ سے عجیب وغریب واقعات سنو۔"

پھر شاہانِ ایران، رستم واسفندیار کی کہانیاں سناتا، پھر کہتا:

"محمد (ﷺ) کی بات میں مجھ سے زیادہ کیا خوبی ہے؟"

ابن ہشام کہتے ہیں:

"جہاں تک مجھے اطلاع ملی ہے، یہ اسی نے کہا تھا۔"

سانزل مثل ما انزل اللہ o

"جیسی اللہ تعالیٰ نے کتاب نازل کی ہے، وہی کتاب، تو میں بھی نازل کرسکتا ہوں۔" (سورۃ الانعام: 94)

ابن اسحاق لکھتے ہیں:

"اس کی مذمت میں قرآن حکیم میں تین آیات اتری ہیں۔"

اللہ کا یہ فرمان:

تُتْلٰی عَلَیْهِ اٰیٰتُنَا قَالَ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ o

"جب اس پر ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں، تو کہتا ہے کہ یہ پہلے لوگوں کی

باطل کہانیاں ہیں۔" (سورۃ القلم: 15)

اور ہر وہ آیت جس میں "اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ" کا لفظ آیا ہے۔

جب نضر بن حارث نے اپنی قوم سے کہا:

"اس جیسی کتاب میں بھی اتار سکتا ہوں۔"

اس پر قوم نے اس کو اور عقبہ بن ابی معیط کو یہودی دانشوروں کے پاس مدینہ منورہ بھیجا کہ "ان سے محمد (ﷺ) کے بارے میں پوچھ کر آؤ اور ان سے ان کی صفات بیان کرو، اور ان سے جو دعویٰ کیا ہے اس کا تذکرہ کرو، کیونکہ وہ اہل کتاب ہیں اور انبیاء کے بارے میں جو علم انہیں حاصل ہے ہمیں نہیں۔"

چنانچہ یہ دونوں مدینہ منورہ آئے، یہودی علماء سے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں سوالات کیے، آپ ﷺ کے صفات بتائے، اور آپ ﷺ کے دعویٰ نبوت اور آپ ﷺ کی تعلیمات کا تذکرہ کرنے کے بعد کہا:

"اے علماء یہود! آپ اہل تورات ہیں۔ ہم آپ سے اس مدعی نبوت کے بارے میں پوچھنے آئے ہیں کہ ہم اس کے سچ یا جھوٹ کا کس طرح فیصلہ کریں؟"

انہوں نے کہا:

"اس سے یہ تین باتیں پوچھیں، اگر اس نے ان کا جواب دے دیا، تو سمجھو کہ وہ نبی بھی ہے اور رسول بھی ہے اور اگر اس کا جواب نہ دے سکا، تو جان لو کہ وہ جھوٹا ہے، پھر اس کے متعلق جو چاہے فیصلہ کرو۔ پہلے ان سے ان نوجوانوں کے بارے میں پوچھو، جو قرونِ اولیٰ میں ظلم سے بچنے کے لیے اپنے شہر سے دور نکل گئے تھے، ان کی ایک عجیب سرگزشت ہے، دوسرے اس آدمی کے متعلق پوچھو، جس نے زمین کے شرقی اور مغربی ممالک زیرنگیں کر لیے، وہ کون تھا، اور اس کا کیا حشر ہوا؟ تیسرے روح کے بارے میں پوچھو کہ وہ کیا ہے؟ اگر اس نے ان تینوں سوالات کے جواب دے دیے، تو اس کی اتباع کرو وہ نبی برحق ہے اور اگر وہ ان کے جوابات نہ دے سکا، تو سمجھ لو کہ وہ جھوٹا ہے اور اس کے متعلق جو چاہے فیصلہ کرو۔"

یہ سن کر نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط مکہ مکرمہ واپس آ گئے اور قریش کو جمع کر کے

کہنے لگے:

''اے جماعت قریش! ہم تمہارے اور محمد (ﷺ) کے درمیان فیصلہ کن باتیں پوچھ کر آئے ہیں، ان یہودی اہل علم نے اس سے تین باتیں پوچھنے کے لیے کہا ہے۔ اگر اس نے ان کے جواب دے دیے تو وہ نبی برحق ہے اور اگر جواب نہ دیے تو وہ جھوٹا ہے، اس کے متعلق جو چاہے فیصلہ کرو۔''

یہ سن کر سب قریش اکٹھے ہو کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا:

''اے محمد (ﷺ) وہ نوجوان کون تھے، جو ظلم سے بچنے کے لیے قرون ماضیہ میں گھر سے نکل گئے، ان کی عجیب وغریب سرگزشت کی تفصیلات بیان کرو۔ دوسرا وہ کون آدمی تھا، جس نے زمین کے شرقی اور مغربی کنارے چھان مارے اور ان پر اپنا تسلط جمالیا؟ نیز یہ بتاؤ کہ روح کیا چیز ہے؟''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میں تمہارے ان سوالات کا کل جواب دوں گا۔''

لیکن انشاء اللہ کہنا بھول گئے۔ قریش یہ وعدہ لے کر واپس چلے گئے، اور کہتے ہیں کہ پندرہ دن تک رسول اللہ ﷺ پر کسی قسم کی وحی نہیں آئی، اور نہ ہی جبرائیل علیہ السلام آئے۔ قریش اور اہل مکہ نے غل مچانا شروع کر دیا:

''محمد (ﷺ) نے ہم سے کل کا وعدہ کیا تھا، اور آج پندرہ دن ہو گئے ہیں، مگر اس نے ہمارے سوالات کا جواب کچھ نہیں دیا۔''

ادھر وحی رک جانے سے آپ ﷺ کو بڑا غم ہوا، اور ادھر اہل مکہ کی طرف سے شور وغل مچنا سخت گراں گزرا، پندرہ دن کے بعد جبرائیل علیہ السلام آئے اور آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سورہ الکہف نازل کی۔

ان میں پہلے آپ ﷺ سے یہ فرمایا گیا ہے:

''ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے آپ اپنے آپ کو ہلکان کیوں کرتے ہیں؟ نہیں ایمان لاتے، تو آپ کی بلا سے، نہ ایمان لائیں۔''

پھر نوجوانوں، ساری دنیا میں گھومنے والے انسان اور روح سے متعلق تذکرہ فرمایا۔

ابن اسحاق لکھتے ہیں:

''جب جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''آپ اتنی دیر کیوں رکے رہے، آپ کے نہ آنے کی وجہ سے میرے دل میں بدگمانی پیدا ہو گئی تھی۔''

تو جبرائیل علیہ السلام نے جواباً یہ آیت پڑھی۔

''ہم آپ کے رب کے حکم کے سوا نہیں اترتے، ہمارے آگے اور ہمارے پیچھے کی سب مخلوق اسی کی ہے۔''

ابن اسحاق لکھتے ہیں:

''ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے، تو علماء یہود نے آپ ﷺ سے پوچھا ''اللہ تعالیٰ کے فرمان' **وما اوتیتم من العلم الاقلیله** (سورہ بنی اسرائیل: 85) تمہیں بہت تھوڑا علم ملا ہے'' میں خطاب ہم سے ہے، یا آپ ﷺ کی قوم سے ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم سے اور میری قوم، سب سے خطاب ہے۔'' علماء یہود بولے: ''تم خود ہی اپنی کتاب میں پڑھتے ہو کہ ہمیں تورات ملی ہے، جس میں ہر چیز کا بیان ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''تورات بھی اللہ کے علم کے مقابلے میں کم ہے، اگر تم تحریف نہ کرو تو تمہارے پاس بھی اس کا کافی علم ہے'' اور ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔''

وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ o

ترجمہ: ''اگر زمین کے سارے درخت قلمیں بن جائیں اور پانی کے سمندر میں سات سمندر اور شامل ہو جائیں، تو اللہ تعالیٰ کے کلمے ختم نہیں ہوں گے۔''

(سورہ لقمان: 27)

مطلب یہ ہے کہ تورات بھی اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلے میں کم ہے، اور آپ ﷺ کی قوم نے جو اپنے لیے سوال کیا تھا۔

''ہمارے شہر سے پہاڑ دور کر دو۔ زمین پھیلا دو اور ہمارے فوت شدہ بزرگوں

کو زندہ کر دو۔''

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ۭ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ۭ اَفَلَمْ يَايْــَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ يَشَاۗءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝ (سورہ الرعد : 31)

ترجمہ: ''اگر گزشتہ کتابوں میں سے کسی کتاب کے ساتھ پہاڑ دور کیے ہوتے۔ زمین کو کاٹ کر پھیلایا ہوتا اور مردے زندہ کر کے ان سے باتیں کی ہوتیں (تو دوسری کتابوں کی نسبت یہ قرآن بطریق اولیٰ اس کا زیادہ مستحق تھا کہ یہ سب کام اس کے ذریعے کیے جاتے) لیکن تمام امور اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔''

اور جو انہوں نے کہا تھا:

''اپنے رب سے اپنے لیے باغات، محلات، سونے چاندی کے خزانہ جات اور تعاون و امداد کے لیے فرشتے طلب کر لو۔''

اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں درج ذیل آیات اتاریں:

ترجمہ: ''وہ کہتے ہیں یہ رسول کھانا کیوں کھاتا ہے اور (بغرض تجارت) منڈیوں میں کیوں جاتا ہے۔ اللہ اس کی طرف فرشتہ کیوں نہیں بھیجتا؟ جو ہر وقت اس کے ساتھ ڈرانے کے کام میں شریک رہے'' (اللہ تعالیٰ کے اس فرمان تک) اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکت ہے۔ اگر وہ چاہے تو تیرے لیے (منڈیوں تک تلاش معاش کے لیے جانے سے) بہتر چیز مہیا کر سکتا ہے۔ یعنی باغات جن کے سیراب کرنے کے لیے نہریں بہتی ہوں اور شاندار محلات۔'' (سورۃ الفرقان: 7 تا 10)

اور کفار کی ان ہی باتوں کے جواب میں یہ آیت بھی اتاری:

ترجمہ: ہم نے آپ سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے ہیں، سب ہی کھانا کھاتے تھے اور بغرض تجارت منڈیوں میں بھی جاتے تھے اور ہم نے ایک کو دوسرے

کے لیے فتنہ بنا دیا ہے۔ کیا تم صبر سے کام لو گے؟ اور تمہارا رب دیکھنے والا ہے۔'' (یعنی ہم نے تمہیں ایک دوسرے کے لیے فتنہ بنا دیا ہے) تا کہ صبر سے کام لو۔ اور اگر میں چاہتا تو مخالفت اور دشمنی سے بچانے کے لیے اپنے رسولوں کو بھی دے سکتا تھا۔'' (سورۃ الفرقان : 20)

اور جو تجاویز عبداللہ بن امیہ نے آپ ﷺ کے سامنے رکھی تھیں، اس کے جواب میں یہ آیات اتریں:

ترجمہ: ''اور کہنے لگے، ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ ہمارے لیے زمین سے چشمہ جاری کر دو۔ (آگے تک) میں تو صرف ایک پیغام پہنچانے والا بشر ہوں۔'' سورۃ السباء : 47)

جب رسول اللہ ﷺ نے مشرکین مکہ پر دین حق پیش کیا۔ انہوں نے آپ ﷺ کی بتائی ہوئی باتوں کی صداقت بھی معلوم کر لی، اور آزمائش کے لیے جو سوالات کیے تھے، ان کے جوابات بھی تو وہ نافرمانی میں پہلے سے زیادہ بڑھ گئے، اللہ تعالیٰ کے احکام کو چھوڑا اور کفر و شرک پر اصرار کیا۔

بعض نے کہا:

ترجمہ: ''اس قرآن کو نہ سنا کرو، بلکہ شور و غل مچا دیا کرو۔ شاید تم غالب آ جاؤ۔'' (سورہ صافات: 26)

یعنی اس کو باطل اور لغو سمجھو اور اس کا مذاق اڑاؤ، شاید تم اس طریقے سے اس پر غالب آ جاؤ، اگر تم نے مناظرہ بازی اور مخاصمت کی راہ اختیار کی، تو اس میں تم کامیاب نہیں ہو سکو گے۔

ابن اسحاق کی روایت ہے:

''ایک روز رسول اللہ ﷺ ولید بن مغیرہ کے ساتھ مسجد الحرام میں تشریف فرما تھے کہ اتنے میں نضر بن حارث بھی آ گیا، اور مجلس میں بیٹھ گیا، اور اس کے علاوہ اور بہت سے لوگ بھی قریش میں سے وہاں بیٹھے تھے، حضور ﷺ نے گفتگو شروع فرمائی، نضر بن حارث نے اس میں دخل اندازی کرنی چاہی، رسول اللہ ﷺ نے اس کو سخت تنبیہہ فرمائی اور یہ آیت پڑھی:

ترجمہ: ''اے کفار! تم اور جن کی تم علاوہ خدائے حق کے پرستش کرتے ہو۔

سب جہنم کے ایندھن ہو اور اس میں جھونکے جانے والے ہو۔ اگر یہ تمہارے معبود واقعی معبود ہوتے تو پھر جہنم میں کیوں جاتے حالانکہ وہ سب جہنم میں جائیں گے۔ دوزخ میں ان کا شور ہوگا اور اس میں ایک دوسرے کی باتیں نہ سنیں گے۔''

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ پھر اس مجلس میں تشریف لائے۔ آپ ﷺ کے آتے ہی عبداللہ بن عبدالعزیٰ اس مجلس میں آ کر بیٹھا، ولید بن مغیرہ نے اس سے کہا: ''قسم ہے خدا کی اس وقت نضر بن حارث، محمد ﷺ کے سامنے نہیں ٹھہر سکا، اور محمد (ﷺ) کہہ کر گئے ہیں کہ تم سب اور تمہارے معبود سوا خدا کے سب جہنم کا ایندھن ہو' عبداللہ بن عبدالعزیٰ نے کہا: ''قسم خدا کی، اگر محمد (ﷺ) مجھ سے ملیں تو میں ان کو قائل کروں اور کہوں کہ اگر یہی بات ہے کہ خدا کے سوا جس کی پرستش کی جاتی ہے وہ جہنم کا ایندھن ہے تو ہم فرشتوں کی پرستش کرتے ہیں اور یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کی پرستش کرتے ہیں، اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا مانتے ہیں۔ پس یہ سب معبود بھی جہنمی ہوئے۔'' عبداللہ بن عبدالعزیٰ کی یہ بات سن کر ولید بن مغیرہ اور تمام قریش نہایت خوش ہوئے اور سمجھے کہ عبداللہ بن عبدالعزیٰ نے یہ ایک معقول حجت نکالی ہے، پھر کسی نے یہ ذکر رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا'' آپ ﷺ نے فرمایا:

''جو خدا کے سوا معبود ہیں اور یہ لوگ تو شیاطین کی عبادت کرتے ہیں کہ شیاطین ہی ان کو غیر اللہ کی پرستش کا حکم کرتے ہیں اور یہ ان کا حکم مانتے ہیں، اور جن لوگوں نے اس بات کو پسند کیا ہے کہ ان کو معبود بنایا جائے۔ ان کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔''

ترجمہ: ''جن لوگوں کے واسطے ہمارے ہاں سے نیکی مقدر ہو چکی ہے۔ وہ جہنم سے دور ہوں گے اور اس کی آواز تک ان کو سنائی نہ دے گی، بلکہ وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے جہاں ان کے حسب خواہش ہر ایک چیز موجود ہوگی۔''

ان لوگوں سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن مریم اور حضرت عزیر علیہ السلام ہیں اور وہ علماء اور

بزرگان جن کے انتقال کے بعد لوگ ان کی پرستش کرنے لگے۔

اور کفار کے فرشتوں کی پرستش کرنے اور ان کو خدا کی بیٹیاں کہنے کی نسبت یہ آیت نازل ہوئی ہے:

ترجمہ: ''کفار کہتے ہیں کہ رحمٰن نے اپنی اولاد بنائی ہے حالانکہ پاک ہے وہ اس لغویت سے بلکہ جن کو یہ اولاد بتاتے ہیں وہ اس کے برگزیدہ بندے ہیں اس کے فرمان سے سبقت نہیں کرتے اور اس کے حکم پر کاربند ہیں۔''

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معبود ٹھہرانے کی اور ولید بن مغیرہ وغیرہ کفار کے اس حجت نامعقول پر خوش ہونے کی نسبت یہ آیت نازل ہوئی:

ترجمہ: ''اور اے رسول جب عیسیٰؑ بن مریم کی مثال بیان کی گئی تو اس سے تمہاری قوم کے لوگوں نے شور مچایا۔ حالانکہ نہیں ہے مگر وہ ایک بندہ جس پر ہم نے اپنا انعام کیا اور ان کو بنی اسرائیل کے واسطے اپنی قدرت کی ایک نشانی بنایا اور اگر ہم چاہتے تو تم لوگوں میں فرشتے پیدا کر دیتے جو تمہاری جگہ زمین پر زیادہ ہوتے اور بے شک عیسیٰؑ بھی قیامت کی ایک نشانی ہیں۔ پس اے پیغمبر ان سے کہہ دو کہ تم قیامت میں شک نہ کرو اور میری اتباع کرو۔ یہ سیدھا راستہ ہے۔''

نضر بن حارث اسیران بدر میں سے تھا۔

ابھی تک اسیران کی رہائی، قتل یا فدیہ یا غلامی میں سے کوئی امر طے نہ ہوا تھا، مقام اثیل پر اسیران کی پیشی ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے نضر بن حارث کی طرف دیکھا وہ تھرا رہا تھا، اور قریب کے اسیر سے کہا:

''آپ از خود گھبرائے ہوئے ہیں، ورنہ ایسی بات نظر نہیں آتی۔''

نضر بن حارث سے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی قرابت داری تھی اس نے کہا:

''اے مصعب (رضی اللہ عنہ) خدارا اپنے صاحب (ﷺ) سے میری سفارش کیجیے کہ وہ مجھے اپنے رفقاء میں شامل فرما لیں، ورنہ وہ مجھے قتل کرا دیں گے؟''

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا:

''تم نے قرآن اور رسول اللہ ﷺ کی توہین میں کیا کچھ نہیں کیا۔ تم نے

رسول اللہ ﷺ کے رفقاء کی تعذیب میں بھی تو کسر اٹھا نہ رکھی؟''

نضر بن حارث بولا:

''اے مصعب (ؓ) اگر میری طرح آپ کو قریش گرفتار کر لیتے تو میرے جیتے جی وہ آپ کو تہ تیغ نہ کر سکتے تھے۔''

حضرت مصعب بن عمیر ؓ نے جواب دیا:

''نہ یہ صحیح ہے اور نہ میں اور آپ دونوں یکساں ہیں! پھر اسلام نے جاہلیت کے سب معاہدے ختم کر دیے ہیں۔''

حضرت مقداد ؓ نے دیکھا کہ لوگ ان کے اسیر کو قتل کر دینے کی ادھیڑ بن میں لگے ہوئے ہیں۔ انہوں نے بآواز بلند کہا:

''نضر میرا قیدی ہے۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے اس لمحہ اس دشمن خدا کی گردن مارنے کا فرمان دے دیا۔ حضرت علی ؓ آگے بڑھے، اور ایک ہی وار سے اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت مقداد ؓ کی خوشحالی کے لیے دعا فرمائی۔

یوں یہ اللہ کا باغی و سرکش اور رسول اللہ ﷺ کا دشمن اپنے انجام کو پہنچا۔

⑧ ولید بن مغیرہ

ولید بن مغیرہ اسلام کا سخت دشمن تھا۔ یہ کافی عمر رسیدہ تھا، اور لوگ اس کی بڑی عزت کرتے تھے۔ ایک بار قریش کی ایک جماعت ولید بن مغیرہ کے پاس جمع ہوئی۔ وہ ان میں عمر رسیدہ اور تجربہ کار تھا کہنے لگا:

''اے جماعت قریش! حج کا وقت قریب آ گیا ہے، ملک کے اطراف و اکناف سے لوگ حج کرنے کے لیے آئیں گے، اور وہ تمہارے صاحب یعنی محمد (ﷺ) کا حال سن چکے ہیں۔ وہ ضرور اس سے ملنے کی خواہش کریں گے اس لیے اس کے بارے میں بالاتفاق ایک بات طے کرو اور سب وہی کہو، بھانت بھانت کی بولیاں نہ بولنا، جن سے ایک دوسرے کی تکذیب لازم آئے اور ایک کی بات دوسرے کی تردید کر دے۔''

قریش کی جماعت نے کہا:

''اے ابوعبدشمس! آپ ہی کہیں، اور آپ ہی ہمارے لیے ایک بات تجویز کر دیں، ہم سب وہی کہیں گے۔''

ولید بن مغیرہ نے کہا:

''نہیں، تم ہی اپنی رائے ظاہر کرو۔ اور ایک ہی بات کہنا۔ میں سنتا ہوں۔ جو بات سامنے آئے گی میں اس کی تائید کروں گا۔''

قریش کی جماعت نے کہا:

''ہم کہیں گے محمد (ﷺ) کاہن ہیں۔''

ولید بن مغیرہ نے کہا:

''نہیں، بخدا! یہ کاہن نہیں، کیونکہ کاہن کی گنگناہٹ محمد (ﷺ) میں نہیں ہے اور نہ اس کے کلام کاہنوں کے سے مسجع ہیں، اور اس بات میں جھوٹے ہو جاؤ گے۔''

انہوں نے کہا:

''پھر ہم کہیں گے دیوانہ ہے۔''

ولید بن مغیرہ نے کہا:

''یہ دیوانہ نہیں، ہم نے جنون دیکھا ہے، اس کی علامات بھی ان میں نہیں ہیں۔ یہ اس کی دم کشی، بے ربط کلام اور وسوسہ نہیں۔''

سب نے کہا:

''پھر ہم کہیں گے، یہ جادوگر ہے، یہ ساحر ہے۔''

ولید بن مغیرہ نے کہا:

''یہ بھی درست نہیں ہے۔''

قریش کی جماعت کہنے لگی:

''اے ابوعبدشمس! پھر آپ ہی کچھ بتائیں، ہم کیا کہیں؟''

ولید بن مغیرہ نے کہا:

''قسم ہے خدا کی سچ تو یوں ہے محمد (ﷺ) کے کلام میں کھجور کی سی مٹھاس ہے۔ اس کی جڑ مضبوط اور اس کی شاخیں پھلدار ہیں، اور جو باتیں تم نے

تجویز کی ہیں، ان میں سے جو بات بھی کہو گے، معلوم ہو جائے گا کہ باطل ہے، کس قدر صحیح ہے کہ تم سب جادوگر کہو، کہ یہ ایسی جادو بھری بات کرتا ہے کہ اس کے ذریعے باپ بیٹے اور سب بھائی بندوں کے درمیان جدائی ڈال دیتا ہے۔''

ولید بن مغیرہ کی یہ بات سن کر سب اٹھ کر چلے گئے، اور جن راستوں سے لوگ حج کے لیے آ رہے تھے، ان میں جا بیٹھے۔ ہر گزرنے والے کو آپ ﷺ کے پاس بیٹھنے اور آپ ﷺ کی بات سننے سے ڈرانے لگے، اور آپ ﷺ کو بدنام کرنے کے طرح طرح کے پاپڑ بیلے۔

ولید بن مغیرہ اور اس کی گفتگو کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سورہ مدثر کی یہ آیت اتاری ہے:

''جو لوگ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ پر نازل شدہ قرآن کے بارے میں قسم قسم کی باتیں جوڑتے تھے۔''

ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''جنہوں نے قرآن کے بارے میں قسم قسم کی باتیں کی ہیں، تیرے رب کی قسم! ہم ان سب سے پوچھ لیں گے۔'' (الحجر: 91، 92)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''ایک دن ولید بن مغیرہ رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا، اور گویا یہ ہوا کہ ''مجھے کچھ پڑھ کر سنائیے۔'' آپ ﷺ نے یہ آیت مبارکہ پڑھی۔ ان اللہ یا مر بالعدل والا احسان o

''وہ بولا: ''دوبارہ پڑھیے۔ آپ ﷺ نے دوبارہ پڑھی:

کہنے لگا: خدا کی قسم! اس میں حلاوت ہے۔ یہ حسین وجمیل ہے، اس کے نیچے مضبوط جڑ ہے اور اوپر پختہ پھل ہے، کوئی انسان اس قسم کی بات نہیں کرسکتا۔''

ایک روایت میں ہے:

''ابوجہل کو اس کا پتہ چلا، تو وہ اس کے پاس آیا اور بولا:

''چچا تمہارے لیے تمہاری قوم چندہ اکٹھا کرنا چاہتی ہے۔''

ولید بن مغیرہ نے کہا:

''وہ کیوں؟''

ابوجہل نے کہا:

''اس لیے کہ تم محمد (ﷺ) کے پاس ہو آئے ہو اور اس کی مدح کر کے معاوضہ لینا چاہتے ہو۔''

ولید بن مغیرہ نے کہا:

''قریش جانتے ہیں کہ میرے پاس ان سب سے زیادہ مال ہے۔ مجھے ان کے مال اور چندے کی حاجت نہیں ہے؟''

ابوجہل نے کہا:

''پھر اس کے بارے میں کوئی ایسی بات کہو، جس سے تمہاری قوم جان لے کہ تم اس کو برا جانتے ہو۔''

ولید بن مغیرہ جو ایک نہایت شریر شخص تھا۔ کہا کرتا تھا:

''قرآن اگر حق پر ہوتا تو میرے اوپر نازل ہوتا، کیونکہ میں قریش کا بڑا بوڑھا اور سردار ہوں یا ابو مسعود بن عمرو بن ثقفی پر نازل ہوتا، کیونکہ وہ بنی ثقیف کا سردار ہے اور ہم دونوں دو بڑے شہروں کے شخص ہیں، ہم کو چھوڑ کر محمد (ﷺ) پہ کیوں نازل ہوا۔''

اس کی نسبت یہ آیت نازل ہوئی:

''کفار نے کہا کہ یہ قرآن ان دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے شخص پر کیوں نازل نہ ہوا۔''

ابن اسحاق لکھتے ہیں:

''ایک دفعہ ولید بن مغیرہ، رسول اللہ ﷺ کے پاس کھڑا ہو گیا۔ آپ ﷺ اس سے باتیں کرنے لگیں، اتنے میں ایک نابینا صحابی حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آ گئے۔ وہ آپ ﷺ سے بات کرنے لگے اور آپ ﷺ سے قرآن پڑھانے کی خواہش کی۔''

رسول اللہ ﷺ نے اس حرکت کو گراں سمجھا، اور اس سے اپنے دل میں تنگی محسوس کی، کیونکہ آپ ﷺ ولید بن مغیرہ کی طرف متوجہ تھے، اور آپ ﷺ کو اس کے اسلام لانے کی کچھ امید بندھی تھی، جب ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے چند

بار اپنی بات دہرائی، تو آپ ﷺ نے تیوری چڑھائی اور انہیں وہاں چھوڑ کر واپس چلے گئے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے "عبس وتولی o ان جاء ہ الاعمیٰ" سے لے کر مطھرہ تک آیات اتاریں۔

"اے نبی! ہم نے تمہیں بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ آپ ﷺ کی تبلیغ کسی کے لیے خاص نہیں، جو اس کو چاہے اس کو اس سے مت روکو اور جو نہ چاہے اس کے پیچھے نہ پڑا۔" (سورہ عبس: 1 تا 4)

ولید بن مغیرہ بھی حالتِ کفر میں اس جہانِ رنگ و بو سے رخصت ہوا اور جہنم کا ایندھن بنا۔

ولید بن مغیرہ کی موت انتہائی عبرت ناک ہوئی تھی۔ ایک دن ولید بن مغیرہ آپ ﷺ کے پاس سے گزرا۔ آپ ﷺ نے اس کے ایڑی کے زخم کی طرف اشارہ کیا۔ یہ زخم کئی سال سے اس کے پاؤں میں تھا اور معمولی زخم تھا۔ اس زخم کے لگنے کا یہ سبب ہوا کہ ولید بن مغیرہ، خزاعہ کے ایک شخص کے پاس سے گزرا جو اپنے تیروں میں پَر لگا رہا تھا۔ اس کا ایک تیر اس کے پاؤں میں الجھ گیا اور اس کی ایڑی میں چبھ گیا۔ اب حضور ﷺ کے اشارہ کرتے ہی یہ زخم بڑھا، یہاں تک کہ ولید بن مغیرہ کی روح کو اس نے جہنم میں پہنچا دیا۔

⑨ عاص بن وائل

عاص بن وائل بھی رسول اللہ ﷺ کا دشمن اور اللہ کا باغی تھا۔ وہ آپ ﷺ کو ستانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتا تھا۔

ابن اسحاق لکھتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ کے صحابی حضرت خباب بن ارت ؓ مکہ مکرمہ میں لوہار کا کام کرتے تھے اور تلواریں بنایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے تلواریں بنا کر عاص بن وائل کے ہاتھ فروخت کیں اور ابھی قیمت وصول کرنا باقی تھی۔

وہ اپنی اُجرت لینے آئے، تو عاص بن وائل نے کہا:

"خباب (ؓ) تمہارے نبی (ﷺ) نے جس کا تم نے دین قبول کیا ہے، یہ نہیں کہا، یہ نہیں کہا: "جنت میں جانے والے لوگ جس قدر سونا، چاندی، کپڑے اور خادم، جتنے چاہیں گے، حاصل کریں گے؟"

حضرت خباب بن ارت ؓ نے کہا: "کیوں نہیں!" اب عاص بن وائل بولا:

"پھر مجھے قیامت تک مہلت دو، میں تمہارا حق وہاں ادا کروں گا۔ خدا کی قسم! اللہ کے ہاں تیرا اور تیرے نبی (ﷺ) کا درجہ مجھ سے بڑا نہیں ہوگا۔"

ابن اسحاق کی روایت ہے:

"عاص بن وائل سہمی کا معمول تھا، جب رسول اللہ ﷺ کا کہیں ذکر ہوتا، تو وہ کہتا: "اس کو چھوڑو، یہ ابتر ہے، یہ بے اولاد ہے۔ بس اس کے مرنے کی دیر ہے، اس کا نام مٹ جائے گا اور تم آرام پالو گے۔" اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ سورہ مبارکہ نازل فرمائی۔

"یعنی ہم نے تم کو وہ چیز عطا کی ہے جو دنیا اور دنیا کی سب نعمتوں سے بہتر ہے، اس کو کوثر، کہتے ہیں۔"

حضرت انس ؓ کہتے ہیں:

"میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ کسی نے آپ ﷺ سے پوچھا تھا: "یا رسول اللہ ﷺ! کوثر کیا ہے، جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے۔" آپ ﷺ نے فرمایا:

"وہ نہر ہے، جو صنعاء سے لے کر ایلہ تک پھیلی ہوئی ہے، اس کے پانی پینے کے برتن آسمان کے تاروں کی گنتی کے مطابق ہیں۔ اس میں ایسی مرغابیاں ہوں گی، جن کی گردنیں اونٹوں کی گردنوں جیسی دراز ہوں گی۔"

یہ سن کر حضرت عمر الفاروق ؓ بولے:

"یا رسول اللہ ﷺ! یہ پرندے تو بہت نازک ہوں گے۔"

آپ ﷺ نے فرمایا:

"ان کے کھانے والے ان سے بھی زیادہ نازک ہوں گے۔"

حدیث مبارکہ میں آیا ہے:

"جو شخص اس سے ایک بار پانی پی لے گا، اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی۔"

بخاری شریف میں حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے:

"کوثر وہ خیر کثیر ہے، جو اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر رسول اللہ ﷺ کو عطا

فرمائی۔"

میں نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے کہا:

"لوگ کہتے ہیں کہ وہ جنت میں ایک نہر ہے یا وہ بولے۔" جنت کی نہر بھی اسی خیر سے ہے، جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا کی ہے۔"

عاص بن وائل سہمی نے اپنی پوری زندگی دشمن رسول بن کر گزاری، وہ اللہ کا سخت نافرمان، باغی اور سرکش تھا۔ عاص بن وائل سہمی کی موت کے بارے میں واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ:

"ایک دن عاص بن وائل، رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا، آپ ﷺ نے اس کے پاؤں کی طرف اشارہ کیا، چنانچہ یہ گدھے پر سوار ہو کر طائف کی طرف جا رہا تھا۔ راستے میں گدھے نے اسے گرا دیا۔ اور اس کے پاؤں میں ایک ایسا کانٹا چبھا کہ اس سے وہ ہلاک ہو گیا۔"

⑩ عتبہ بن ربیعہ

عتبہ بن ربیعہ بھی رسول اللہ ﷺ کا مخالف اور اللہ کا سرکش و باغی تھا۔ اس کے دل میں بھی اسلام کے خلاف سخت نفرت تھی۔

ایک دن عتبہ بن ربیعہ قریش کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ بھی ان لوگوں سے علیحدہ ایک مقام پر تشریف فرما تھے۔

عتبہ بن ربیعہ نے قریش سے کہا:

"اے قریش! تم کہو تو میں محمد (ﷺ) سے گفتگو کروں، اور چند امور ان کے سامنے پیش کروں، شاید ان میں سے کسی چیز پر وہ راضی ہو جائیں، تو ہم ان کو وہ دے دیں گے اور وہ ہمارا پیچھا چھوڑ دیں گے؟"

یہ واقعہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے کے بعد کا ہے اور قریش نے دیکھ لیا تھا کہ دن بہ دن حضور (ﷺ) کے صحابہ کرام بڑھتے جاتے تھے۔

اس واقعہ کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ اس طرح بیان کرتے ہیں:

"ایک دن قریش جمع ہوئے اور کہنے لگے:

"اپنے میں سے زیادہ کسی جادو کہانت اور شعر و شاعری جاننے والے کو دیکھو، پھر اس کو اس شخص کے پاس بھیجو، جس نے ہماری قوم میں تفریق ڈال دی ہے۔ ہمارا شیرازہ منتشر کر دیا ہے اور ہمارے دین میں سینکڑوں عیب نکالے ہیں وہ اس سے گفتگو کرے اور دیکھے کہ وہ کیا جواب دیتا ہے؟"

سب بیک زبان بولے:

"ہمارے علم میں اتنی خوبیوں کا حامل عتبہ کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔"

اس لیے سب نے کہا:

"اے ابوالولید! تم ہی اس کے پاس جاؤ۔"

چنانچہ وہ آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا:

"اے محمد (ﷺ) یہ بتاؤ تم بہتر ہو، یا تمہارا باپ عبداللہ بہتر ہے؟ تم بہتر ہو، یا تمہارا دادا عبدالمطلب بہتر ہے؟"

آپ ﷺ خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا پھر وہ خود ہی کہنے لگا۔ "اگر تم یہ کہو کہ وہ تم سے بہتر ہیں، تو وہ تو بتوں کی عبادت کرتے تھے جن میں تم عیب نکالتے ہو اور اگر کہو کہ تم ان سے بہتر ہو تو بولو، کیا کہنا چاہتے ہو؟ ہم تمہاری بات پر غور کریں گے۔ بخدا! ہم نے کوئی بکری کا بچہ بھی اپنی قوم کے لیے تمہارے جیسا منحوس نہیں دیکھا، تم نے ہماری جماعت میں جدائی ڈال دی ہے، ہمارا شیرازہ منتشر کر دیا ہے، ہمارے دین میں کیڑے نکالے ہیں اور ہمیں سارے عرب میں ذلیل کر دیا ہے، عرب میں یہ مشہور ہے کہ قریش میں ایک جادوگر ہے اور قریش میں ایک کاہن ہے۔ تمہاری وجہ سے قوم میں اس قدر دشمنی پیدا ہو چکی ہے کہ ہر لحظہ یہی خطرہ ہے کہ ہم میں باہمی تلوار چلے، اور ہم ہمیشہ کے لیے صفحہ ہستی سے نابود ہو جائیں۔ اے انسان! اگر تم محتاجی سے تنگ آ کر ایسا کرتے ہو، تو ہم تمہیں اتنا مال جمع کر دیتے ہیں کہ تم سب قریش سے زیادہ مالدار ہو جاؤ گے۔ اگر شادی کرنا چاہتے ہو، تو قریش کی جس عورت کو تم پسند کرو گے، ہم ایسی دس عورتوں سے تمہاری شادی کر دیتے ہیں۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''بس اپنی بات ختم کر چکے ہو؟''

اس نے کہا:

''ہاں!''

پھر رسول اللہ ﷺ نے ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کہہ کر حم سجدہ کی تلاوت شروع کی۔

''حمo تنزیل من الرحمٰن الرحیم. یہاں تک کہ آپ ﷺ اس آیت پر پہنچے فان اعرضو افقل انذرتکم صاعقة مثل صاعقة عاد و ثمود.''

یہ سن کر عتبہ ''بس! بس!'' پکار اٹھا اور بولا:

''تمہارے پاس اس کے سوا اور کچھ نہیں؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''نہیں!''

عتبہ اپنے ساتھیوں کے پاس واپس آ گیا۔ انہوں نے پوچھا۔

''کیا خبر لائے ہو؟''

اس نے کہا:

''جو کچھ تم اس کے متعلق کہتے ہو، میں نے وہ سب کچھ اس سے کہا ہے۔''

وہ بولے:

''پھر اس نے تمہیں کوئی جواب دیا ہے؟

اس نے کہا:

''ہاں: جواب دیا ہے۔ اس خدا کی قسم! جس نے اس عمارت (خانہ کعبہ) کو بنایا ہے۔ جہاں تک میں اس کی بات کو سمجھ سکا ہوں، اس نے تمہیں ایسی بجلی سے ڈرایا ہے، جس نے عاد اور ثمود کو بھسم کر دیا تھا۔''

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی تفسیر میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بیان کی ہے اس میں ہے:

''جب آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ o

(سورۂ حم السجدہ: 13)

''یعنی اگر یہ اعراض کریں تو اعلان کر دو کہ میں تمہیں ایسی بجلی سے ڈراتا ہوں، جیسی بجلی نے عاد اور ثمود کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا ہے۔''

تو عتبہ نے آپ ﷺ کے منہ مبارک پر ہاتھ رکھ دیا اور رشتہ داری کا واسطہ دے کر بولا:

''خدا کے لیے آگے کچھ نہ کہنا۔''

عتبہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس سے اٹھ کر اپنے گھر چلا گیا۔ جب کافی دیر تک عتبہ کفارِ مکہ کی مجلس میں نہ آیا تو انہوں نے کہا:

''آؤ! اس کے پاس چلیں۔''

چنانچہ وہ سب اس کے پاس آئے۔ ابوجہل نے کہا:

''اے عتبہ! ہم تمہارا انتظار کرتے رہے ہیں، تم ہمارے پاس اس لیے نہیں آئے کہ تم محمد (ﷺ) کی طرف مائل ہو گئے ہو اور اس کے کھانے پر ریجھ گئے ہو۔ اگر تم نے تنگدستی کی وجہ سے ایسا کیا ہے، تو ہم چندہ کر کے تمہیں اتنا مال اکٹھا کر دیتے ہیں کہ آئندہ تمہیں محمد (ﷺ) کے کھانے کی ضرورت نہیں رہے گی۔''

یہ سن کر عتبہ آگ بگولہ ہو گیا اور قسم کھا کر کہا:

''آئندہ اس سلسلے میں، میں محمد (ﷺ) سے ہرگز کوئی بات نہیں کروں گا، اور میں سب قریش سے زیادہ مالدار ہوں، مجھے تمہارے چندے کی مطلق ضرورت نہیں، میں نے اس کے سامنے وہ سب تجویزیں رکھی ہیں، جو تم کہتے ہو۔ اس نے وہ تجویزیں ٹھکرا دی ہیں، اور مجھے ایسا کلام سنایا ہے کہ خدا کی قسم! وہ جادو، شعر یا کہانت نہیں ہے۔ اس نے سورہ حم سجدہ اس آیت تک پڑھی:

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ o

(سورۂ حم السجدہ: 13)

تو میں نے بے اختیار اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا، اور رشتے داری کا واسطہ دے کر کہا کہ

آ گے کچھ نہ کہے، تم جانتے ہو کہ محمد (ﷺ) کی بات سچی ہوتی ہے، اس نے جھوٹ کبھی نہیں بولا۔ مجھے ڈر ہے کہ تم پر عذاب نازل ہو کر رہے گا۔''

ابن اسحٰق نے اپنی سیرت میں محمد بن کعب قرظی سے یہ روایت ذکر کی ہے۔ اس میں کہا ہے:

''رسول اللہ ﷺ یہ سورہ پڑھتے رہے اور عتبہ نے اپنے دونوں ہاتھ پیچھے زمین پر رکھ کر ٹیک لگا کر اور خاموش بیٹھ کر سنتا رہا۔ پھر جب آپ ﷺ نے سجدہ کی آیت پڑھ کر سجدہ کیا تو کہا:

''اے ابوالولید! جو کچھ تم نے سنا ہے، سن لیا ہے، اب مانو یا نہ مانو، تمہیں اختیار ہے۔''

عتبہ اٹھ کر اپنے دوستوں کے پاس چلا آیا۔ انہوں نے اسے دیکھ کر ایک دوسرے سے کہا:

''خدا کی قسم! اب ابوالولید کا چہرہ وہ چہرہ نہیں، جو یہاں سے لے کر گیا تھا۔''

جب وہ آ کر بیٹھ گیا، تو انہوں نے کہا:

''اے ابوالولید! کیا خبر لائے ہو؟''

وہ بولا:

''میں یہ خبر لایا ہوں کہ میں نے وہ بات سنی ہے کہ بخدا! میں نے پہلے ایسی بات کبھی نہیں سنی تھی۔ واللہ! نہ تو وہ جادو ہے اور نہ وہ شعر، یا کہانت ہے۔ اے جماعت قریش! میری بات سنو اور اس کی ذمہ داری مجھ پر رہنے دو۔ محمد (ﷺ) کو اپنا کام جاری رکھنے دو، اور اس کو کچھ نہ کہو، اگر عربوں نے اس کو مار ڈالا، تو تمہاری بلا ٹل گئی اور اگر وہ عربوں پر غالب آ گیا، تو اس کی بادشاہی تمہاری بادشاہی ہے۔ اور اس کی عزت تمہاری عزت ہے اور تم اس کی وجہ سے سب لوگوں سے زیادہ سعادت مند ہو گے۔''

یہ سن کر قریش کہنے لگے:

''اے ابوالولید! بخدا، اس نے تم پر جادو پھونک دیا ہے۔''

وہ بولا:

''میرا اس کے بارے میں یہی نظریہ ہے، آگے جو تمہاری مرضی ہے۔ وہ تم کر لو۔''

جنگِ بدر کا زمانہ تھا۔ دونوں افواج آمنے سامنے تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی:

''اے اللہ! یہ وہ اہل ایمان ہیں کہ آج تو نے اگر ان کو ہلاک کر دیا تو رُوئے زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہے گا۔''

اس کے بعد آپ ﷺ نے دشمن کی فوج کی طرف دیکھا اور زبان مبارک سے فرمایا:

''الٰہی! یہ قریشی ہیں، جو فخر و تکبر سے بھرپور ہیں، تیرے نافرمان تیرے رسول (ﷺ) سے جنگ آور۔ الٰہی! اب تیری نصرت اور مدد کی ضرورت ہے، جس کا تو نے وعدہ فرمایا ہے۔''

ان دعاؤں کے بعد رسول اللہ ﷺ عریش میں داخل ہوئے اور دو رکعت نماز کی نیت باندھی، حضرت ابوبکر الصدیق ؓ اس دوران شمشیر برہنہ لے کر پہرہ دیتے رہے۔ نماز کے دوران رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا پڑھی:

''الٰہی! مجھے ندامت سے بچانا، یا اللہ! میں تجھے تیرا وعدہ آخری بار یاد دلاتا ہوں۔''

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ایک لمبا سجدہ فرمایا اور سجدہ میں ''**یا حي یا قیوم برحمتك استغیث**'' پڑھتے رہے، سجدہ کے بعد بھی آپ ﷺ لمبی دعا میں مصروف رہے، اس دوران رسول اللہ ﷺ کی چادر مبارک بھی کندھوں سے گر گئی تھی، حضور ﷺ کا اضطراب بڑھا جاتا تھا۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ پر اونگھ سی طاری ہو گئی، اور دوسری طرف سارے اسلامی لشکر کی بھی آنکھ لگ گئی، پھر حضور ﷺ نے آنکھ کھولتے ہوئے فرمایا:

''ابوبکر (ؓ) تجھے بشارت ہو کہ نصرت الٰہی آ پہنچی، جبرائیل ؑ بھی آ گئے ہیں۔''

اسلامی لشکر نے جب آنکھیں کھول کر دشمن کی طرف دیکھا تو معلوم ہوا کہ ان کی تعداد بہت کم ہے، اور مسلمان کثرت سے ہیں، اس معجزے نے مسلمانوں کے حوصلے بڑھا دیے۔ رسول اللہ ﷺ اس کے بعد اٹھے اور فوج میں تشریف لے گئے، اور لشکر کو ہدایت کی کہ وہ اپنی جگہ پر ثابت قدم رہیں۔

دوسری جانب سے عتبہ بن ربیعہ بن مناف اپنی فوج کے سامنے تقریر کرنے کے لیے نکلا، تو اسے دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"قوم میں یہ شخص سمجھدار ہے۔ اگر لوگوں نے اس کی بات مان لی تو سیدھی راہ پر چل نکلیں گے۔"

عتبہ بن ربیعہ اپنی فوج سے کہہ رہا تھا:

"اے قریشیو! محمد (ﷺ) کے ساتھ جنگ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اگر تم غالب بھی آ گئے تو کیا ہوگا، ہم اپنے ہی بھائیوں سے ہمیشہ آنکھیں چراتے رہیں گے، کوئی چچا زاد خالہ زاد کو قتل کرے گا تو کوئی اپنے ہی قبیلے کے بھائی کو مار ڈالے گا، اس لیے واپس چلو، عرب والے خود ہی محمد (ﷺ) سے نمٹ لیں گے، اگر کوئی قبیلہ ان پر غالب آ گیا تو تمہارا مقصد پورا ہو جائے گا، اور اگر غالب نہ بھی آیا تو تم ندامت سے بچے رہو گے۔"

عتبہ بن ربیعہ نے اپنا یہ پیغام جب ابوجہل کے پاس بھجوایا تو ابوجہل نے عامر بن حضرمی کو بلا کر کہا:

"دیکھو یہ عتبہ تیرا رقیب ہے، اور تمہیں بھائی کا انتقام لینے سے محروم رکھنا چاہتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا بیٹا مسلمانوں کی طرف سے ہے اور اب تم پر لازم ہے کہ آگے بڑھو اور فوج کو جنگ کے لیے آمادہ کرو۔"

عامر بن حضرمی نے اپنی تقریر سے لشکر کفار میں آگ لگا دی۔

قرآن پاک نے دو فریقوں کی اس مختلف کیفیت کو حق و باطل کا ایک نشان قرار دے کر مختصر الفاظ میں یوں فرمایا ہے:

"بے شک تمہارے لیے ان دونوں گروہوں میں ایک نشانی ہے۔ ایک گروہ خدا کی راہ میں لڑتا ہے اور دوسرا کافر ہے۔" (سورۂ آل عمران: 10)

حق و باطل کا معرکہ ہونے والا تھا، اللہ کے سپاہی اللہ کے باغیوں کے سامنے کھڑے تھے۔ عربوں میں دستور تھا کہ اس زمانے میں جب جنگیں ہوتی تھیں تو نامور سپہ سالار یا سردار کوئی خصوصی یا امتیازی نشان لگا کر میدان میں اترا کرتے تھے تاکہ وہ پہچانے جا سکیں، لہٰذا جب عتبہ بن ربیعہ سامنے آیا تو اس نے اپنے سینے پر شترمرغ کے پر لگا رکھے تھے۔

دوسری طرف مسلمانوں کے لشکر میں سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ

رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ مقابلہ کو نکلے، مگر قریش کے سردار عتبہ بن ربیعہ نے مقابلے سے پہلے ان کے نام دریافت کیے، اور جب اسے بتایا گیا کہ وہ انصار ہیں، تب اس نے حضور ﷺ سے مخاطب ہو کر پکارا:

"محمد (ﷺ)! یہ لوگ ہمارے برابر کے نہیں ہیں، کسی اور کو ہمارے مقابل میں لاؤ۔"

آپ ﷺ نے ان کو ہٹ جانے کی ہدایت فرمائی، اس کے بعد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ آئے۔ ان صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اپنے چہرے خود میں چھپا رکھے تھے۔ اس لیے ان کو پہچاننا بہت مشکل تھا۔ تب قریشی سردار عتبہ بن ربیعہ نے ان تینوں کے نام دریافت کیے، اور پھر جب اسے ان تینوں کے حسب نسب کے بارے میں بتایا گیا، تب عتبہ بن ربیعہ کہنے لگا:

"ہاں! ٹھیک ہے، اب یہ لوگ ہمارے جوڑ کے ہیں، ان سے مقابلہ کرنا ہمیں منظور ہے۔"

اس کے ساتھ ہی عتبہ بن ربیعہ بڑی ہوشیاری اور چابکدستی سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر حملہ آور ہوا، مگر اگلے ہی لمحے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی تلوار اس کے دل کے پار اتر چکی تھی۔ چند لمحوں میں عتبہ بن ربیعہ ٹھنڈا ہو گیا، اور یوں ایک اور اللہ کا باغی جہنم کا ایندھن بنا۔

⑪ کعب بن اشرف

یہودی سردار کعب بن اشرف اپنے شعروں میں قریش مکہ کو مسلمانوں کے خلاف ابھارتا تھا، اور کہتا تھا:

"محمد (ﷺ) ہم پر غلبہ نہیں پا سکتے۔"

ابو نائلہ رضی اللہ عنہ نے اس اللہ کے باغی اور دشمن رسول کو ٹھکانے لگا دیا۔

کعب بن اشرف نے بدر میں قریش کی شکست پر ہاتھ ملتے ہوئے کہا:

"سادات قریش جو حرم کے نگہبان اور عرب کے بادشاہ تھے، ان کی موت کے بعد ہم جیسوں کا زمین پر چلنے پھرنے سے مر جانا بہتر ہے۔"

کعب بن اشرف تصدیق شکست کے لیے خود مدینہ سے چل کر مکہ پہنچا، اس کے ساتھ

اس کے چالیس ہمراہی تھے۔ جب اسے مکہ والوں کی شکست کا یقین ہو گیا، تو رسول اللہ ﷺ کی توہین کر کے کفار کو مسلمانوں کے خلاف مشتعل کرنا شروع کر دیا۔

کعب بن اشرف شاعر تھا، اس نے برمحل ایسے قصائد کہے۔ ان اشعار میں قلیب بدر کے مردوں کی بے بسی پر بھی کعب بن اشرف نے اہل مکہ کو خوب رلایا اور یہ (قلیب) بدر کا وہ گڑھا تھا، جس میں ابوجہل اور اس کے یاران سریل کی لاشیں مٹی میں چھپائی گئی تھیں۔

کعب بن اشرف یہاں سے مدینہ منورہ واپس لوٹا تو مسلمانوں کی دل آزاری کے لیے وہ طریقہ اختیار کیا۔ جسے ملک کا کوئی فرد برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ مسلمانوں کی بیبیوں کے نام لے کر ان کی تشبیب شروع کر دی۔ ہر شخص جانتا ہے کہ عرب کے باشندے اپنے ناموس کے لیے کس طرح جان پر کھیل جاتے ہیں، اور یہ تو ان کی بیبیوں کی فضیحت تھی۔

کعب بن اشرف کی اس ہرزہ سرائی سے مسلمانوں کا کھانا پینا حتیٰ کہ نیند تک حرام ہو گئی ایک گروہ بنا جس نے اس بدزبان کو اس کے کیفر کردار تک پہنچانے کا عہد کیا۔

پہلے ان حضرات میں سے ایک مسلمان نے کعب بن اشرف کے پاس جا کر رسول اللہ ﷺ کی شکایت اس انداز سے کی، جسے کعب نے حقیقت پر محمول کیا، مگر یہ کہانی تجاہل عارفانہ سے دہرائی جا رہی تھی۔ اس شخص نے کعب بن اشرف سے کہا:

''اس شخص کے مدینہ میں آ جانے سے ہم لوگ عجیب کشمکش میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ تمام عرب سے دشمنی مول لینا پڑی۔ ہر طرف سے ہمارے راستے بند ہو گئے۔ اہل و عیال ضائع ہونے لگے، حتیٰ کہ جانیں قلب میں تھرا اٹھیں!''

کعب بن اشرف اور یہ مسلمان تھوڑی دیر کی گفتگو سے جیسے ایک دوسرے کے ہم خیال بن گئے ہوں۔ تب مسلمانوں نے کعب بن اشرف سے خود اور اپنے چند ہم خیال دوستوں کے لیے ادھار غلہ کی درخواست کی جس کی ضمانت میں اپنی زرہیں کعب بن اشرف کے پاس گروی رکھ دینے کا وعدہ کیا، اور کعب بن اشرف نے ہامی بھر لی۔

کعب بن اشرف مدینہ سے باہر ایک گڑھی میں رہتا تھا۔ دوسرے روز اسی جماعت کے ممبر حضرت ابو نائلہ رضی اللہ عنہ ایک پہر رات گئے کعب بن اشرف کے ہاں پہنچے جب ان کے بلانے پر کعب بن اشرف دروازہ کھولنے کے لیے اٹھا تو اس کی بیوی نے کہا:

''آدھی رات جا رہی ہے، اس وقت کسی کے لیے دروازہ نہ کھولیے۔''

[illegible] اور دروازہ کھول دیا۔

حضرت ابو نائلہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہیوں میں دو مسلمان ایک طرف گھات میں لگے ہوئے تھے، مگر کعب بن اشرف کے دل میں کوئی کھٹکا نہ تھا۔

حضرت ابو نائلہ رضی اللہ عنہ اسے باتوں میں لگا کر گھر سے دور لے آئے اور بدستور اپنی پریشانی بیان کرتے رہے تاکہ اسے اور زیادہ اعتماد ہو جائے۔

اس چہل قدمی میں حضرت ابو نائلہ رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ کعب بن اشرف کے سر سے مس کر کے بالوں کی خوشبو سونگھ کر کہا:

''آج جیسا خوشبودار عطر آپ نے پہلے کبھی استعمال نہ فرمایا ہوگا!''

کعب بن اشرف اپنی تعریف سن کر جھوم رہا تھا کہ حضرت ابو نائلہ رضی اللہ عنہ نے اس کی کنپٹی کے بال پکڑ کر گھات میں لگے ہوئے مسلمانوں کو پکار کر کہا:

''نکلو! اس دشمن خدا کو قتل کرو۔''

گھات میں لگے ہوئے دونوں مسلمان بجلی کی طرح کوند کر لپکے اور کعب بن اشرف کو قتل کر دیا۔

یہودیوں میں کعب بن اشرف ایک مشہور شاعر تھا، اس کے باپ اشرف نے جو قبیلہ طے سے تھا، مدینہ منورہ میں بنونضیر کے حلیف ہو کر اس قدر عزت اور اعتبار حاصل کیا کہ ابورافع بن ابی الحقیق جو یہود کا مقتداء اور تاجر الحجاز جس کا خطاب تھا اس کی بیٹی سے شادی کی، کعب اس کے بطن سے پیدا ہوا، اور دو طرفہ رشتہ داری کی وجہ سے کعب یہود اور عرب سے برابر کا تعلق رکھتا تھا، اور شاعری کی وجہ سے قوم پر اس کا عام اثر تھا۔ رفتہ رفتہ دولت مندی کی وجہ سے تمام یہودیان عرب کا رئیس بن گیا۔ اس نے یہودی علماء اور پیشوایان مذہب کی تنخواہیں مقرر کیں۔

ابن اسحاق زرقانی ج 2 ص 9 میں لکھتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ جب مدینہ منورہ میں تشریف لائے اور علمائے یہود اس سے اپنا ماہانہ وظیفہ لینے آئے تو اس نے ان لوگوں سے رسول اللہ ﷺ کے متعلق رائے دریافت کی، اور جب انہیں اپنا ہم خیال بنا لیا تب ان کے مقررہ روزینے جاری کیے۔

اس کو اسلام سے سخت عداوت تھی۔ بدر کی لڑائی میں سرداران قریش مارے گئے تو اس کو نہایت صدمہ ہوا۔ تعزیت کے لیے مکہ گیا۔ کشتگان بدر کے پر درد مرثیے جن میں انتقام کی ترغیب تھی، لوگوں کو جمع کر کے نہایت درد سے پڑھتا روتا اور رلاتا تھا۔''

ابن ہشام نے ان واقعات کے ساتھ اشعار بھی نقل کیے ہیں۔ اگرچہ اس قسم کے اکثر اشعار مصنوعی ہیں۔ تاہم جہاں تک اس زمانے کی زبان معلوم ہوتی ہے، یہاں دو اشعار نقل کیے جاتے ہیں:

طحنت رضى بدر المهلك اهله
ولمثل بدر تشهل و تدمع
كم قد اصيب به من ابيض ماجد
ذى بهجته تاوى اليه الفيع

''جنگ بدر کی چکی نے اہل بدر کو پیس ڈالا بدر جیسے واقعات کے لیے رونا پیٹنا چاہئے کتنے شریف سپید و بارونق چہرے جن کے یہاں اہل حاجت پناہ لیتے تھے، مارے گئے۔''

کعب بن اشرف مدینہ منورہ واپس آیا تو رسول اللہ ﷺ کی ہجو میں اشعار کہنا اور لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے خلاف برانگیختہ کرنا شروع کر دیا۔

عرب میں شاعروں کا وہ اثر تھا، جو آج یورپ میں بڑے بڑے مدبروں کی پر جوش تقاریر اور نامور اخبارات کی تحریروں کا ہوتا ہے۔ تنہا ایک شاعر قبیلہ میں شعر کے اثر سے آگ لگا دیتا تھا۔ ایک روایت میں ہے:

''مکہ میں چالیس آدمی لے کر گیا۔ وہاں ابوسفیان سے ملا، اور اس کو بدر کے انتقام پر برانگیختہ کیا، اور ابوسفیان کو لے کر حرم میں آیا، سب نے حرم کا پردہ تھام کر معاہدہ کیا کہ بدر کا انتقام لیں گے۔''

اس پر اکتفانہ کیا بلکہ قصد کیا کہ چپکے سے رسول اللہ ﷺ کو قتل کرا دے، علامہ یعقوبی اپنی تاریخ میں بنونضیر کے واقعہ میں لکھتے ہیں:

''کعب بن اشرف یہودی نے رسول اللہ ﷺ کو قتل کر دینا چاہا۔''

اس روایت کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے، جو الفاظ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ''ذکر کعب بن اشرف میں'' عکرمہ کی سند سے نقل کیا:

''کعب نے رسول اللہ ﷺ کو دعوت میں بلایا، اور لوگوں کو معین کر دیا کہ جب آپ ﷺ تشریف لائیں تو دھوکے سے آپ ﷺ کو ہلاک کر دیں۔''

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے:

''اس روایت کی سند میں ضعف ہے، لیکن قرائن اور دیگر شواہد موجود ہیں تو یہ ضعف رفع ہو جاتا ہے۔''

فتنہ انگیزی کا زیادہ اندیشہ ہوا تو آپ ﷺ نے بعض صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے شکایت کی، اور آپ ﷺ کی مرضی سے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ جن کی کنیت ابونائلہ تھی۔ انہوں نے عشورہ رومائے اوس جا کر اس ملعون اور اللہ کے باغی کو ربیع الاول 3ھ میں قتل کر دیا۔

ارباب روایت نے لکھا ہے:

''حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ (ابونائلہ) نے آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں آ کر عرض کیا تھا:

''ہم کو کچھ کہنے کی اجازت دی جائے۔''

ارباب سیر نے اس کے معنی یہ لگائے ہیں کہ انہوں نے جھوٹ باتیں کہنے کی اجازت مانگی، اور رسول اللہ ﷺ نے اجازت دے دی، کیونکہ الحرب خدعة یعنی لڑائی میں دھوکہ دینا جائز ہے، لیکن بخاری شریف کی روایت میں صرف یہ لفظ ہے۔

فاذن لى ان اقول .

''ہم کو اجازت دی جائے کہ ہم گفتگو کریں۔''

اس سے غلط گوئی کی اجازت کہاں نکلتی ہے؟ لیکن جو گفتگو ہوئی اس سے کعب اور عموماً یہود کے اخلاق اور خیالات کا پتہ چلتا ہے۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

''ہم نے محمد (ﷺ) کو پناہ دے کر تمام عرب کو اپنا دشمن بنا لیا، اور ہم سے بار بار صدقہ مانگا جاتا ہے۔ اب تمہی سے کچھ رکھ کر قرض لینا ہے۔''

کعب بن اشرف نے کہا:

"تم خود محمد (ﷺ) سے اکتا جاؤ گے، اچھا قرض کے لیے اپنی بیویوں کو رہن رکھو۔"

محمد بن مسلمہ ؓ نے کہا:

"تمہارے اس حسن و جمال کے سبب سے ہم کو اپنی بیویوں پر وفاداری کا یقین نہیں۔"

کعب بن اشرف نے کہا:

"اچھا اپنے بچوں کو گروی رکھو۔"

حضرت محمد بن مسلمہ ؓ نے کہا:

"اس سے تو تمام عرب میں ہماری بدنامی ہوگی۔ ہم اپنے ہتھیار گروی رکھیں گے، اور تم جانتے ہو آج کل ان کی ضرورت ہے۔"

صحیح بخاری میں جو روایت ہے۔ اس میں قتل کا واقعہ اس طرح منقول ہے:

"ان لوگوں نے دوستانہ طریقے سے اس کو گھر بلایا، پھر بال سونگھنے کے بہانہ سے اس کی چوٹی پکڑی اور قتل کر ڈالا۔"

لیکن روایت میں یہ مذکور نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان باتوں کی اجازت دی تھی۔ اس وقت تک عرب میں ان طریقوں سے قتل کرنا معیوب بات نہ تھی۔

بہرحال اللہ کا یہ باغی اور رسول اللہ ﷺ کی شان میں ہجو کہنے والا یہ ملعون اپنے انجام کو پہنچا، اور جہنم کے ایندھن میں اضافہ بنا۔

⑫ معاویہ بن مغیرہ

معاویہ بن مغیرہ بھی رسول اللہ ﷺ کے صف اول کے دشمنوں میں شمار ہوتا تھا۔ یہ ملعون، رسول اللہ ﷺ کا سخت دشمن اور اسلام کا مخالف تھا۔ اس کا بھی اللہ کے باغیوں میں شمار ہوتا تھا۔

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح ؓ کہتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کی طرف واپس آنے سے پہلے معاویہ بن مغیرہ

بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس کو گرفتار کر رکھا تھا، اور یہ معاویہ عبدالملک بن مروان کا نانا تھا۔ یعنی مروان اس کی بیٹی عائشہ کا بیٹا تھا۔ یہ بدر میں قید ہوا تھا، اور رسول اللہ ﷺ نے اسے احسان فرما کر بغیر فدیہ کے چھوڑ دیا تھا لیکن اس نے اس احسان کا کچھ خیال نہ کیا، اور احد میں لڑنے کے لیے پھر آ گیا، اور جب گرفتار ہوا تو پھر اس نے رسول اللہ ﷺ سے چھوڑ دینے کے لیے عرض کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

"قسم ہے خدا کی اب ایسا نہ ہوگا کہ مکہ کے لوگ تجھے دیکھ کر خوش ہوں، اور تو فخر کے ساتھ پھر کہتا پھرے کہ میں نے محمد (ﷺ) کو دو مرتبہ فریب دیا۔ اے زبیر اس کی گردن مار دو۔"

حضرت زبیر ؓ نے فوراً اس کی گردن مار دی۔"

اس کے متعلق دوسری روایت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مسلمان ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں کاٹا جاتا (یعنی ایک دفعہ دھوکہ کھا کر دوبارہ دھوکہ نہیں کھاتا۔)"

پھر حضرت عاصم ؓ سے فرمایا:

"اس کی گردن مار دو۔"

چنانچہ حضرت عاصم ؓ نے اس کو قتل کر دیا۔

ایک تیسری روایت اس طرح ہے:

"حضرت زید بن حارث ؓ اور حضرت عمار بن یاسر ؓ نے معاویہ کو حمراء الاسد سے واپسی پر قتل کیا، جس کی وجہ یہ تھی کہ معاویہ حضرت عثمان ؓ کی پناہ میں چلا گیا تھا، اور حضرت عثمان ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے لیے پناہ مانگی تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

"یہ تین روز کے اندر یہاں سے چلا جائے، اگر تین روز کے بعد دیکھا گیا تو قتل کر دیا جائے گا۔ مگر وہ تین روز میں نہیں گیا اور پھر گرفتار ہو کر قتل ہوا، چنانچہ حضرت زید بن حارثہ ؓ اور حضرت عمار بن یاسر ؓ نے اس کو قتل کیا۔"

یوں ایک اور فتنہ جہنم کی طرف روانہ ہوا۔

نوٹ: یوں تو اللہ کے بہت سے باغی تھے جو اپنے اپنے منطقی انجام کو پہنچے۔اس باب میں سرداران کفار مکہ کی چیدہ چیدہ شخصیات کا بیان کیا گیا ہے۔

کعب بن اشرف گو کہ سرداران کفار مکہ میں شامل نہ تھا، اسے اس باب میں اس لیے شامل کیا گیا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی شان مبارک میں ہجو کہا کرتا تھا۔اس ملعون کا ذکر آنا ضروری تھا۔

یہ وہ باغی وسرکش لوگ تھے، جنہوں نے اپنی پوری زندگی بغاوت وسرکشی اور رسول اللہ ﷺ سے عداوت و دشمنی میں بسر کی۔اور پھر اللہ کے عذاب کے حقدار ہوئے۔

✿✿✿

ادارے کی دیگر کتب

احکاماتِ قرآن اور کامیاب زندگی	ڈاکٹر ابو علی ارسلان	200/-
معجزات محمد ﷺ (مختصر انسائیکلوپیڈیا)	منصور احمد بٹ	150/-
سیرت النبی ﷺ (بچوں کے لیے)	میاں محمد مبین راسخ مغل	60/-
سیرت محمد ﷺ	ڈاکٹر صابر علی ہاشمی	300/-
بہشتی زیور	مولانا اشرف علی تھانویؒ	350/-
عظیم مسلم شخصیات	ڈاکٹر ایس اے ہاشمی	200/-
اقوال حضرت علی رضی اللہ عنہ	محمد سلیم ساگر	300/-
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فیصلے	ابو طلال انصاری	180/-

روبی پبلی کیشنز

دکان نمبر 13، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار لاہور

فون: 042-37243301، موبائل: 0300-4213406

Email: rubypublisher@gmail.com